از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن



عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

جلد: 5



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ



فہرست

تفسیر پارہ 21

تفسیر سورہ روم

تفسیر سورہ لقمان

تفسیر سورہ سجدہ

تفسیر سورہ احزاب

تفسیر پارہ 22

تفسیر سورہ سبا

تفسیر سورہ فاطر

تفسیر سورہ یسین

تفسیر پارہ 23

تفسیر سورہ صافات

تفسیر سورہ صٓ

تفسیر سورہ زمر

تفسیر پارہ 24

تفسیر سورہ مومن

تفسیر سورہ فصلت

تفسیر پارہ 25

تفسیر سورہ شوریٰ

تفسیر سورہ زخرف

تفسیر سورہ دخان

تفسیر سورہ جاثیہ

تفسیر پارہ 26 سورہ احقاف

تفسیر سورہ محمد

تفسیر سورہ فتح

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

صبح ہی صبح ڈرتے دہشتے خبریں لینے کو شہر میں گئے کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے' موسیٰ نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تو تو صریح بے راہ ہے ○ پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تو تو ملک بھر میں ظالم و سرکش ہونا ہی چاہتا ہے اور تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہووے ○

دربارِ فرعون میں قتل کا راز کھل گیا: موسیٰ علیہ السلام کے گھونسے سے قبطی مر گیا اس لئے آپ کی طبیعت پر گھبراہٹ تھی۔ شہر میں ڈرتے دبکتے آئے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ کہیں راز کھل تو نہیں گیا؟

دیکھتے ہیں کہ کل والا اسرائیلی آج ایک اور قبطی سے لڑ رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دہائی دینے لگا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے فتنہ آدمی ہو۔ یہ سنتے ہی وہ گھبرا گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس ظالم قبطی کو روکنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یہ شخص اپنے کمینہ پن اور بزدلی سے سمجھ بیٹھا کہ آپ نے مجھے برا کہا ہے اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ اپنی جان بچانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کیا جیسے تو نے کل ایک شخص کا خون کیا آج میری جان بھی لینی چاہتا ہے؟

کل کا واقعہ صرف اسی کی موجودگی میں ہوا تھا اس لئے اب تک کسی کو پتہ نہ چلا لیکن آج اس کی زبان سے اس قبطی کو پتہ چلا کہ یہ کام موسیٰ علیہ السلام کا ہے اس بزدل ڈرپوک نے یہ بھی ساتھ ہی کہا کہ تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتا ہے اور تیری طبیعت میں ہی صلح پسندی نہیں۔ قبطی یہ سن کر بھاگا دوڑا اور دربارِ فرعونی میں پہنچا اور وہاں مخبری کی۔ فرعون کی بددلی کی اب کوئی حد نہ رہی اور فوراً سپاہی دوڑائے کہ موسیٰ علیہ السلام کو لاکر پیش کریں۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۬ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا سچا خیر خواہ مان ○

کسی ہمدرد نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے دی: اس آنے والے کو رَجُلٌ کہا گیا۔ عربی میں رجل کہتے ہیں قدموں کو۔ اس نے جب دیکھا کہ سپاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں جا رہی ہے تو یہ اپنے پاؤں پر تیزی سے دوڑا اور ایک

قریب کے راستے سے نکل کر جھٹ سے آپ کو اطلاع دے دی کہ یہاں کے امیر امراء آپ کے قتل کے ارادے کر چکے ہیں، آپ شہر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کا ہی خواہ ہوں میری مان لیجئے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڭ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سكتة وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

پھر موسیٰ وہاں سے خوف زدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے پروردگار مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے ○ اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے ○ مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھا، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں ○ آپ نے خود ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں ○

موسیٰ علیہ السلام بھاگ نکلے: فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ کو معلوم ہو گئے تو آپ علیہ السلام وہاں سے تن تنہا چپ چاپ نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ اس سے پہلے کی زندگی کے ایام آپ علیہ السلام کے شہزادوں کی طرح گزرے تھے، سفر بہت کڑا معلوم ہوا لیکن خوف و ہراس کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے سیدھے چلے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے جا رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان ظالموں سے یعنی فرعون اور فرعونیوں سے نجات دے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہبری کے واسطے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو گھوڑے پر آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کو راستہ دکھا گیا۔ واللہ اعلم۔ تھوڑی دیر میں آپ جنگلوں اور بیابانوں سے نکل کر مدین کے راستے پر پہنچ گئے تو خوش ہوئے اور فرمانے لگے مجھے ذات باری سے امید ہے کہ وہ راہ راست پر ہی لے جائے گا۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کی یہ امید بھی پوری کی۔ اور آخرت کی سیدھی راہ نہ صرف بتائی بلکہ اوروں کو بھی سیدھی راہ بتانے والا بنایا۔ مدین کے پاس کے کنویں پر آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں۔ وہیں آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں تو آپ کو ان بکریوں پر اور ان عورتوں کی حالت پر کہ یہ بے چاریاں پانی نکال کر نہیں پلا سکتیں اور ان چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے تو آپ کو رحم آیا ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں

سکتیں۔ جب یہ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔ ہمارے والد صاحب ہیں لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں۔

انجان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا: آپ علیہ السلام نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کنویں کے منہ کو ان چرواہوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا۔ جس چٹان کو دس آدمی مل کر سرکاتے تھے آپ علیہ السلام نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹا دیا اور ایک ہی ڈول نکالا تھا جس میں اللہ نے برکت ڈال دی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں شکم سیر ہو گئیں۔ اب آپ علیہ السلام تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ مصر سے مدین پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے' پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے' کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا' درختوں کے پتے اور گھاس پھونس کھاتے رہے تھے پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آدھی کھجور کو بھی اس وقت ترسے ہوئے تھے حالانکہ اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ برگزیدہ اللہ کے نزدیک آپ تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو رات کا سفر کر کے میں مدین گیا اور وہاں لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے کلیم اللہ علیہ السلام نے سہارا لیا تھا۔ لوگوں نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا پتے منہ میں لے کر بڑی دیر تک بدقت چباتا رہا لیکن آخر اس نے نکال ڈالے۔ میں نے کلیم اللہ علیہ السلام کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ آپ اس درخت کو دیکھنے کو گئے تھے جس سے اللہ نے آپ سے باتیں کی تھیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ببول کا درخت تھا۔ الغرض اس درخت کے تلے بیٹھ کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے احسانوں کا محتاج ہوں۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے اس عورت نے بھی آپ علیہ السلام کی دعا سنی۔ [2]

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڣ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ۧ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/ ۵۶-۵۷)] اس میں حسین بن عمرو راوی ضعیف ہے۔

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/ ۵۷)]

اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم و حیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں' جب حضرت موسیٰ ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پالی ○ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو ○ اس بزرگ نے کہا میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دیتا ہوں اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے۔ میں یہ ہر گز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں' اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے ○ موسیٰ نے کہا خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہو گئی' میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو' ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ اور کارساز ہے ○

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام: ان دونوں بچیوں کی بکریوں کو جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی پلا دیا تو یہ اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں۔ باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آگئیں ہیں تو دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ انہوں نے سچا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں اور جس طرح گھر گرہست' پاک دامن عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے شرم و حیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھیں۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھیں پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہ کہا کہ میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپ کو آپ کی مزدوری دینے کے لئے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بلا رہے ہیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ کلیم اللہ علیہ السلام کو جو بھوکے پیاسے تن تنہا مسافر اور بے خرچ تھے' یہ موقع غنیمت معلوم ہوا' یہاں آئے۔ انہیں ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا قصہ بلا کم و کاست کہہ سنایا۔ انہوں نے دل جوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپ نکل آئے۔ یہاں ان کی حکومت نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو مدین والوں کی طرف اللہ کے نبی بن کر آئے تھے۔ یہ مشہور قول ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ اور بہت سے علماء یہی فرماتے ہیں طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کے سسرال والوں کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔ [1] بعض کہتے ہیں یہ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے' کوئی کہتا ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام کے ایک مومن مرد تھے۔

بعض کا قول ہے کہ شعیب علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔ ان کا قول

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۲۸۲۸) طبرانی کبیر (۶۳۶۴)] اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

قرآن میں اپنی قوم سے یہ مروی ہے کہ ﴿وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ﴾ لوط علیہ السلام کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ لوطیوں کی ہلاکت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ بہت لمبا زمانہ ہے۔ تقریباً چار سو سال کا۔ جیسے اکثر مورخین کا قول ہے۔ ہاں بعض لوگوں نے اس مشکل کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی لمبی عمر ہوئی تھی ان کا مقصد غالباً اس اعتراض سے بچنا ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک اور بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو چاہئے تھا کہ قرآن میں اس موقعہ پر ان کا نام صاف لے دیا جاتا۔ ہاں البتہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ لیکن ان احادیث کی سندیں صحیح نہیں جیسے کہ ہم عنقریب وارد کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام ثیرون بتلایا گیا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں ثیرون حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ یثری تھے ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات اس وقت ثابت ہوتی جب کہ اس بارے میں کوئی خبر مروی ہوتی اور ایسا ہے نہیں۔ ان کی دونوں صاحبزادیوں میں سے ایک نے باپ کو توجہ دلائی۔ یہ توجہ دلانے والی وہی صاحبزادی تھیں جو آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے گئی تھیں۔ کہا کہ انہیں آپ ہماری بکریوں کی چرائی پر رکھ لیجئے کیونکہ وہ کام کرنے والا اچھا ہوتا ہے جو قوی ہو اور امانت دار ہو۔ باپ نے پوچھا بیٹی تم نے کیسے جان لیا کہ ان میں یہ دونوں وصف ہیں۔ بچی نے جواب دیا کہ دس قوی آدمی مل کر جس پتھر کو اس کنویں سے ہٹا سکتے تھے انہوں نے تنہا اسے ہٹا دیا اس سے ان کی قوت کا اندازہ با آسانی ہوسکتا ہے۔ ان کی امانت داری کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ جب میں انہیں لے کر آپ کے پاس آنے لگی تو اس لئے کہ راستے سے ناواقف تھے میں آگے ہولی انہوں نے کہا نہیں تم میرے پیچھے رہو اور جہاں راستہ بدلنا ہو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ لوں گا کہ مجھے اس راستے چلنا چاہئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین شخصوں کی سی زیرکی معاملہ فہمی دانائی اور دور بینی کسی اور میں نہیں پائی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دانائی جب کہ انہوں نے اپنے بعد خلافت کے لئے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے والے مصری جنہوں نے بیک نظر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ انہیں اچھی طرح رکھو۔ اور اس بزرگ کی صاحبزادی جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت اپنے باپ سے سفارش کی کہ انہیں اپنے کام پر رکھ لیجئے۔ یہ سنتے ہی اس بچی کے باپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس مہر پر اپنی ان دونوں بچیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیتا ہوں کہ آپ آٹھ سال تک ہماری بکریاں چرائیں۔ ان دونوں کا نام صفوریا اور لیا تھا یا صفوریا اور شرفایا صفورا اور لیا۔

اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص اس طرح کی بیع کرے کہ ان دو غلاموں میں سے ایک کو ایک سو کے بدلے فروخت کرتا ہوں اور خریدار منظور کر لے تو یہ بیع ثابت اور صحیح ہے۔

واللہ اعلم۔ اس بزرگ نے کہا آٹھ سال تو ضروری ہیں ہاں اس کے بعد کے دو سال کا آپ کو اختیار ہے اگر آپ اپنی خوشی سے دو سال اور بھی میرا کام کریں تو اچھا ہے ورنہ آپ پر لازمی نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ میں بدآدمی نہیں آپ کو تکلیف نہ دوں گا۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کر کے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے میں فلاں چیز کو نقد دس پر ادھار بیس پر بیچتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہے اور خریدار کو اختیار ہے کہ وہ دس پر نقد لے یا بیس پر ادھار لے۔ وہ اس حدیث کا بھی یہی مطلب لے رہے ہیں جس میں ہے جو شخص دو بیع ایک بیع میں کرے اس کے لئے کمی والی بیع ہے ورنہ سود۔ ① لیکن ہے یہ مذہب غور طلب جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ واللہ اعلم۔

اصحاب امام احمد رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ کھانے پینے اور کپڑے پر کسی کو مزدوری اور کام کاج پر لگا لینا درست ہے۔ اس کی دلیل میں ابن ماجہ کی ایک حدیث بھی ہے جو اس بات میں ہے کہ مزدور مقرر کرنا اس مزدوری پر کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا کرے اس میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طسم کی تلاوت کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے تو فرمانے لگے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیٹ کے بھرنے اور اپنی شرمگاہ کو بچانے کے لئے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنے آپ کو ملازم کر لیا۔" ②

اس حدیث کا ایک راوی مسلمہ بن علی الخشنی ہے جو ضعیف ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن وہ سند بھی نظر سے خالی نہیں۔ کلیم اللہ نے بزرگ کی اس شرط کو قبول کر لیا اور فرمایا ہم تم میں یہ طے شدہ فیصلہ ہے مجھے اختیار رہو گا کہ خواہ دس سال پورے کروں یا آٹھ سال کے بعد چھوڑ دوں آٹھ سال کے بعد آپ کا کوئی حق مزدوری مجھ پر لازم نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے اس معاملہ پر گواہ کرتے ہیں اسی کی کارسازی کافی ہے۔ تو گو دس سال پورا کرنا مباح ہے لیکن وہ فاضل چیز ہے ضروری نہیں ضروری آٹھ سال ہیں جیسے منیٰ کے آخری دو دن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے اور جیسے کہ حدیث میں ہے حضور ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو بکثرت روزے رکھا کرتے تھے کہ اگر تم سفر میں روزہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے اور نہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے ③ باوجودیکہ دوسری دلیل سے رکھنا افضل ہے۔

---

① [حسن :ابو داؤد : كتاب الاجارة : باب فيمن باع بيعتين فی بيعة (٣٤٦١) مستدرك حاكم (٢/٤٥)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

② [ضعیف جدا :ابن ماجه : كتاب الرهون : باب اجارة الاجير على طعام بطنه (٢٤٤٤)] حافظ بوصیریؒ نے اسے بقیہ راوی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (٢/٢٦٠)] شیخ البانیؒ نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

③ [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الصيام : باب التخيير فی الصوم والفطر فی السفر (١١٢١) ابو داؤد : كتاب الصيام : باب الصوم فی السفر (٢٤٠٢) نسائی : كتاب الصيام : باب سرد الصيام (٢٣٨٣) صحيح ابن حبان (٣٥٦٠) مسند احمد (٦/٤٦)]

چنانچہ اس کی دلیل بھی آ چکی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال ہی پورے کیے۔ بخاری شریف میں ہے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہودیوں نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے یا دس سال؟ تو آپ نے فرمایا مجھے خبر نہیں پھر میں عرب کے بہت بڑے عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ان دونوں میں جو زیادہ اور پاک مدت تھی وہی آپ نے پوری کی یعنی دس سال۔ اللہ تعالیٰ کے نبی جو کہتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ ① حدیث فتون میں ہے کہ سائل نصرانی تھا لیکن بخاری میں جو ہے وہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ تو جواب ملا کہ ان دونوں میں سے جو کامل اور مکمل مدت تھی ② ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ پوچھا' آپ نے جبرائیل سے پوچھا' جبرائیل نے اور فرشتے سے' یہاں تک کہ فرشتے نے اللہ سے۔ اللہ نے جواب دیا کہ دونوں میں ہی پاک اور پوری مدت یعنی دس سال۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کی مدت کا پورا کرنا بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کون سی لڑکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تھا؟ تو جواب دینا کہ دونوں میں سے جو چھوٹی تھیں ③ اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت دراز کو پورا کرنا بتایا۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصتی لے کر جانے لگے تو اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اپنے والد سے کچھ بکریاں لے لو جن سے ہمارا گزارہ ہو جائے آپ نے اپنے والد سے سوال کیا جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ اس میں سے جتنی چتکبری بکریاں ہوں گی سب تمہاری ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کے پیٹ پر اپنی لکڑی پھیری تو ہر ایک کو دو دو تین تین بچے ہوئے اور سب کے سب چتکبرے جن کی نسل اب تک تلاش کرنے سے مل سکتی ہے۔ ④ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سب بکریاں کالے رنگ کی خوبصورت تھیں۔ جتنے بچے ان کے اس سال ہوئے سب کے سب بے عیب تھے اور بڑے بڑے بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ دودھ دینے والے۔

ان تمام روایتوں کا مدار عبداللہ بن لہیعہ پر ہے جو حافظہ کے اچھے نہیں اور ڈر ہے کہ یہ روایتیں مرفوع نہ ہوں۔ چنانچہ اور سند سے یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ سب بکریوں کے بچے اس سال ابلق ہوئے سوائے ایک بکری کے۔ جن سب کو آپ علیہ السلام لے گئے۔

---

① [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الشهادات (۲٦٨٤)]

② [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷٤۰۹)] اس کی سند میں ابراہیم بن یحییٰ مجہول ہے۔]

③ [ضعیف :مسند بزار (۲۲٤٤)] اس کی سند میں اسحاق بن ادریس راوی ضعیف ہے۔]

④ [ضعیف :مسند بزار (۲۲٤٦)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ؗ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىِٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

جب حضرت موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا لاؤں تاکہ تم سینک لو○ جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے دائیں کنارے کے درخت سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار○ اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنی لکڑی ڈال دے پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھن پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا' ہم نے کہا اے موسیٰ آگے آ ڈر مت یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے○ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے بچنے کے لئے اپنے بازو اپنی طرف ملا لے پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے تیرے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کی جماعت کی طرف' یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں○

دس سال خدمت کے بعد نبوت و معجزات: پہلے یہ بیان گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے تھے۔ قرآن کے اس لفظ ﴿الْاَجَلَ﴾ سے بھی اسی کی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم۔ بلکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دس سال اور بھی گزارے اس قول میں صرف یہی تنہا ہیں واللہ اعلم۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال اور شوق پیدا ہوا کہ چپ چاپ وطن میں جاؤں اور اپنے والوں سے مل آؤں چنانچہ آپ اپنی بیوی کو اور اپنی بکریوں کو لے کر وہاں سے چلے رات کو بارش ہونے لگی اور سرد ہوائیں چلنے لگیں اور سخت اندھیرا ہو گیا آپ ہر چند چراغ جلاتے تھے مگر روشنی نہیں ہوتی تھی۔ سخت تعجب اور حیران تھے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ دور آگ روشن ہے تو اپنی اہلیہ صاحبہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو وہاں کچھ روشنی دکھائی دیتی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا تو اس سے راستہ بھی دریافت کر لوں گا اس لئے کہ ہم راہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں گا جس سے تم تاپ لو اور جاڑے کا علاج ہو جائے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس وادی کے دائیں جانب کے مغربی پہاڑ سے

آواز سنائی دی۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ﴾ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قصد سے قبلہ کی طرف چلے گئے تھے اور مغربی پہاڑ آپ کے دائیں طرف تھا اور ایک سرسبز ہرے بھرے درخت میں آگ نظر آرہی ہے تھی جو پہاڑ کے دامن میں میدان کے متصل تھی۔ یہ وہاں جا کر اس حالت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ ہرے اور سبز درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی' اسی وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس درخت کو جس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی دیکھا ہے وہ سرسبز شاداب ہرا بھرا درخت ہے جو چمک رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ علیق کا درخت تھا' بعض کہتے ہیں عوسج کا درخت تھا اور آپ کی لکڑی بھی اسی درخت کی تھی۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے سنا کہ آواز آرہی ہے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں ہوں رب العالمین۔ جو اس وقت تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میرے سوا کوئی رب ہے۔ میں اس سے پاک ہوں کہ کوئی مجھ جیسا ہو مخلوق میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں میں یکتا بے مثل اور واحد لاشریک ہوں میری ذات' میری صفات' میرے افعال' میرے اقوال میں میرا کوئی شریک ساجھی' ساتھی نہیں۔ میں ہر طرح سے پاک اور نقصان سے دور ہوں۔ اسی ضمن میں فرمان ہوا کہ اپنی لکڑی زمین پر گرا دو اور میری قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور آیت میں ہے کہ پہلے دریافت فرمایا گیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور دوسرے بھی میرے بہت سے کام اس سے نکلتے ہیں۔ اب مطلع فرما کر لکڑی کو لکڑی کا احساس دلا کر پھر زمین پر انہیں کے ہاتھوں پھنکوائی۔ وہ زمین پر گرتے ہی ایک پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا اژدہا بن کر ادھر ادھر فراٹے بھرنے لگی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ بولنے والا واقعی اللہ ہی ہے جو قادر مطلق ہے وہ جس چیز کو جو فرما دے ٹل نہیں سکتا۔ سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں اس کا بیان بھی پورا گزر چکا ہے۔

اس خوفناک سانپ کو جو باوجود بہت بڑا اور بہت موٹا ہونے کے تیر کی طرح ادھر ادھر جا آرہا تھا منہ کھولتا تھا تو معلوم ہوتا تھا ابھی نگل جائے گا۔ جہاں سے گزرتا تھا پتھر ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے الٹے پیروں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا وہیں اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ موسیٰ ادھر آ' ڈر نہیں تو میرے امن میں ہے۔ اب موسیٰ کا دل ٹھہر گیا۔ اطمینان سے بے خوف ہو کر اپنی جگہ آ کر با ادب کھڑے ہو گئے۔ یہ معجزہ عطا فرما کر پھر دوسرا معجزہ یہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا یہ نہیں کہ کوڑھ کے داغ کی طرح سفید ہو جائے یہ بھی بحکم الٰہی آپ نے وہیں کیا اور اپنے ہاتھ کو مثل چاند کے منور دیکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ تمہیں اس سانپ سے یا کسی سے گھبراہٹ' ڈر' خوف' رعب سے دہشت معلوم ہو تو اپنے بازو اپنے بدن سے ملا لو ڈر خوف جاتا رہے گا اور یہ بھی

---

[1] [سورۃ القصص : آیت ٤٤]

وارد ہے کہ جو شخص ڈر اور دہشت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دل پر اللہ کے اس فرمان کے ماتحت رکھ لے تو انشاء اللہ اس کا ڈر خوف جاتا رہے گا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر فرعون کا بہت خوف تھا پھر آپ جب اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَدْرَاُبِكَ فِیْ نَحْرِہٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ﴾ اے اللہ میں تجھے اس کے مقابلہ میں کرتا ہوں۔ اور اس کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے رعب وخوف ہٹا لیا اور فرعون کے دل میں ڈال دیا پھر تو اس کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں معجزے یعنی عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ید بیضا دے کر اللہ نے فرمایا کہ اب فرعون اور فرعونیوں کے پاس رسالت لے کر جاؤ اور بطور دلیل یہ معجزے پیش کرو اور ان فاسقوں کو اللہ کی راہ دکھاؤ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ
مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ
عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا
وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

موسیٰ نے کہا پروردگار میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا اب مجھے دہشت ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں ○ اور میرا بھائی ہارون مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے فرعونی تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے بہ سبب ہماری نشانیوں کے، تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے ○

بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی معاون بنانے کا مطالبہ: یہ گزر چکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے خوف کھا کر اس کے شہر سے بھاگ نکلے تھے جب اللہ تعالیٰ نے وہیں اسی کے پاس نبی بن کر جانے کو فرمایا تو آپ کو وہ سب یاد آ گیا اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ ان کے ایک آدمی کی جان میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بدلے کا نام رکھ کر میرے قتل کے درپے ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن کے زمانے میں جب کہ آپ کے سامنے بطور تجربہ کے ایک آگ کا انگارہ اور ایک کھجور یا ایک موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارہ پکڑ لیا تھا اور منہ میں ڈال لیا تھا اس واسطے آپ کی زبان میں کچھ کسر رہ گئی تھی اور اسی لئے آپ نے اپنی زبان کی بابت اللہ سے دعا مانگی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس سے میرا بازو مضبوط کرا اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا ہو اور تیرے بندوں کو تیری کبریائی کی دعوت دے سکیں۔ یہاں بھی آپ کی یہی دعا منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو میرے

ساتھ ہی اپنا رسول بنا کر بھیجیں وہ میرا معین وزیر ہو جائے۔① وہ میری باتوں کو باور کرے تا کہ میرا بازو مضبوط رہے دل بڑھا ہوا رہے۔ اور یہ بھی بات ہے کہ دو آوازیں بہ نسبت ایک آواز کے زیادہ مضبوط اور با اثر ہوتی ہیں۔ میں اکیلا رہا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور ہارون علیہ السلام ساتھ ہوا تو میری باتیں بھی لوگوں کو سمجھا دیا کرے گا۔ جناب باری ارحم الراحمین نے جواب دیا کہ تیری مانگ منظور ہے ہم تیرے بھائی سے تجھ کو سہارا دیں گے اور اسے بھی تیرے ساتھ نبی بنا دیں گے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ﴾ ② اے موسیٰ! تیرا سوال پورا کر دیا گیا۔ اور آیت میں ہے ہم نے اپنی رحمت سے اسے اور اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ اسی لئے بعض اسلاف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا کہ اللہ سے دعا کر کے انہیں نبی بنوا دیا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بزرگی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی دعا بھی رد نہ کی۔ واقعی آپ اللہ کے نزدیک بڑے ہی مرتبے والے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم تم دونوں کو زبردست دلیلیں اور کامل حجتیں دیں گے فرعونی تمہیں کوئی ایذا نہیں دے سکتے۔ کیونکہ تم میرا پیغام میرے بندوں کے نام پہنچانے والے ہو۔ ایسوں کو میں خود دشمنوں سے سنبھالتا ہوں۔ ان کا مددگار اور موید میں خود بن جاتا ہوں۔ انجام کار تم اور تمہارے ماننے والے ہی غالب آئیں گے۔ جیسے فرمان ہے اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوت والا عزت والا ہے۔③

اور آیت ہے ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا﴾ ④ الخ، ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے دیئے ہوئے غلبہ کی وجہ سے فرعونی تمہیں تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور ہماری دی ہوئی نشانیوں کی وجہ سے غلبہ صرف تمہیں ہی حاصل ہوگا۔ لیکن پہلے جو مطلب بیان ہوا اس سے یہی ثابت ہے تو اس کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا
بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۞ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ
عِندِهِ وَمَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۞

جب ان کے پاس موسیٰ ہمارے دیئے ہوئے کھلے معجزے لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں کبھی یہ نہیں سنا ○ موسیٰ کہنے لگے میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہوتا ہے یقیناً بے انصافوں کا بھلا نہ ہوگا ○

جادوگر ہونے کا طعنہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام خلعت نبوت سے اور کلام الٰہی سے ممتاز ہو کر بحکم اللہ مصر میں پہنچے اور

---

① [سورۃ طٰہٰ: آیت ۲۷ - ۳۲] ② [طٰہٰ : ۳۶]
③ [مجادلہ : ۲۱] ④ [غافر : ۵۱]

فرعون اور فرعونیوں کو اللہ کی وحدت اور اپنی رسالت کی تلقین کے ساتھ ہی جو معجزے اللہ نے دیئے تھے انہیں دکھایا۔ سب کو مع فرعون کے یقین کامل ہو گیا کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن مدتوں کا غرور اور پرانا کفر سر اٹھائے بغیر نہ رہا اور زبانیں دل کے خلاف کر کے کہنے لگے یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔ اب فرعونی اپنے دبدبے اور قوت وطاقت سے حق کے مقابلہ پر جم گئے اور اللہ کے نبیوں کا سامنا کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کبھی ہم نے تو نہیں سنا کہ اللہ ایک ہے اور ہم تو کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کے کان بھی آشنا نہیں تھے۔ ہم سب کے سب مع اپنے بڑے چھوٹوں کے بہت سے معبودوں کو پوجتے رہے۔ یہ نئی باتیں لے کر کہاں سے آ گیا؟ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اور تم کو اللہ خوب جانتا ہے وہی ہم تم میں فیصلہ کرے گا ہم میں سے ہدایت پر کون ہے؟ اور کون نیک انجام ہے؟ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے وہ فیصلہ کر دے گا اور تم عنقریب دیکھ لو گے کہ اللہ کی تائید کس کا ساتھ دیتی ہے؟ ظالم یعنی مشرک کبھی خوش انجام اور شاد کام نہیں ہوئے وہ نجات سے محروم ہیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

فرعون کہنے لگا اے درباریو میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا' سن اے ہامان تو میرے لئے مٹی کو آگ سے پکوا پھر میرے لئے ایک محل تعمیر کر تو میں موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں اسے میں تو جھوٹوں میں سے ہی گمان کر رہا ہوں ○ اس نے اور اس کے لشکروں نے ناواجبی طریقے پر ملک میں تکبر کیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے ○ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا' اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں' اور روز قیامت مطلق مدد نہ کئے جائیں ○ ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے ○

فرعون اور آل کی ہلاکت: فرعون کی سرکشی اور اس کے الہامی دعوے کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو بے عقل بنا کر ان سے اپنا دعویٰ منوا لیا اس نے ان کمینوں کو جمع کر کے ہانک لگائی کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ سب سے اعلیٰ اور بلند تر ہستی میری ہی ہے اسی بنا پر اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذابوں میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لئے اسے نشان عبرت بنایا۔ ان کمینوں نے اسے اللہ مان کر اس کا دماغ یہاں تک بڑھا دیا کہ اس نے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ڈانٹ کر کہا کہ سن رکھ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تجھے قید میں ڈلوا دوں گا۔ انہی سفلے لوگوں

میں بیٹھ کر اپنا دعویٰ انہیں منوا کر اپنے ہی جیسے اپنے خبیث وزیر ہامان سے کہتا ہے کہ تو ایک مینار بنا اور اس میں اینٹیں پکوا اور میرے لئے ایک بلند و بالا مینار بنا کہ میں جا کر جھانک لوں کہ واقعہ میں موسیٰ علیہ السلام کا کوئی اللہ ہے بھی یا نہیں۔ گو مجھے اس کے دروغ گو ہونے کا علم تو ہے۔ مگر میں اس کا جھوٹ تم سب پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اسی کا بیان آیت ﴿يٰهَامَانُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا﴾ ① میں بھی ہے۔ چنانچہ ایک بلند مینار بنایا گیا کہ اس سے اونچا دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف دعویٰ رسالت میں ہی جھوٹا جانتا تھا بلکہ یہ تو واحد باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ تھا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اس نے کہا ﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ رب العالمین ہے کیا؟ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اللہ جانا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ اس آیت میں بھی ہے کہ اس نے اپنے درباریوں سے کہا میرے علم میں تو بجز میرے تمہارا اللہ کوئی اور نہیں۔

جب اس کی اور اس کی قوم کی طغیانی اور سرکشی حد سے گزر گئی۔ اللہ کے ملک میں ان کے فساد کی کوئی انتہا نہ رہی، ان کے عقیدے کھوٹے پیسے جیسے ہو گئے۔ قیامت کے حساب و کتاب کے بالکل منکر بن بیٹھے تو بالآخر اللہ کا عذاب ان پر برس پڑا اور رب نے انہیں تاک لیا اور بیج تک مٹا دیا۔ سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا اور ایک ہی دن ایک ہی وقت ایک ساتھ دریا برد کر دیا۔ لوگو سوچ لو کہ ظالموں کا کیسا عبرتناک انجام ہوتا ہے؟ ہم نے انہیں دوزخیوں کا امام بنا دیا ہے کہ یہ لوگوں کو ان کاموں کی طرف بلاتے ہیں جن سے وہ اللہ کے عذابوں میں جلیں۔ جو بھی ان کی روش پر چلا اسے وہ جہنم میں لے گئے جس نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ کو نہ مانا وہ ان کی راہ پر ہے۔ قیامت کے دن بھی ان کی کچھ نہ چلے گی کہیں سے انہیں کوئی امداد نہ پہنچے گی دونوں جہاں میں یہ نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے جیسے فرمان ہے ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ ② ہم نے انہیں تہ و بالا کر دیا اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی اور اس کے نبیوں کی اور تمام نیک بندوں کی ان پر لعنت ہے جو بھی بھلا آدمی ان کے نام سنے گا ان پر پھٹکار بھیجے گا دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اور آخرت میں بھی قباحت والے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ③ یہاں بھی پھٹکار وہاں بھی لعنت۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان کے اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں ○

موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی: اس آیت میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح

---

① [سورۃ غافر: آیت ۳۶۔۳۷] ② [محمد: ۱۳]

③ [ھود: ۹۹]

عذاب آسمانی سے ہلاک نہیں ہوئیں بلکہ جس امت نے سرکشی کی اس کی سرکشی کا بدلہ اسی نیک لوگوں کے ہاتھوں اللہ نے اسے دلوایا۔ مومنین مشرکین سے جہاد کرتے رہے۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ﴾ [1] الخ یعنی فرعون اور جو امتیں اس سے پہلے ہوئیں اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے یعنی قوم لوط یہ سب لوگ بڑے بڑے قصوروں کے مرتکب ہوئے اور اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کی نافرمانیوں پر کمر کس لی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بھی بڑی سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی ہلاکت کے بعد بھی اللہ کے انعام حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل ہوتے رہے۔ جن میں سے ایک بہت بڑے انعام کا ذکر یہاں ہے کہ انہیں تورات ملی۔ اس تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے چند مجرموں کے جنہوں نے اللہ کی حرمت کے خلاف ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا اور اللہ نے انہیں سور اور بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ہی آپ نے اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [2] ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی قوم کو عذاب آسمانی یا زمینی سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے آپ سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر تورات کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ کتاب لوگوں کو اندھاپے سے' گمراہی سے نکالنے والی تھی اور حق کی ہدایت کرنے والی تھی اور رب کی رحمت تھی نیک اعمال کی ہادی تھی۔ تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور نصیحت بھی۔ اور راہ راست پر آ جائیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾ وَلَٰكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

طور کی مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی نہ تو تو موجود تھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا○ لیکن ہم نے بہت سے زمانے پیدا کیے جن پر لمبی مدتیں گزر گئیں اور نہ تو مدین کے رہنے والوں میں سے تھا کہ ان کے

---

[1] [الحاقة : ۹۔۱۰]

[2] [مسند بزار (۲۲۴۷۔ کشف الاستار)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۲۵۳)، (۸۸/۷)]

سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا بلکہ ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے رہے ○ اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی بلکہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں ○ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوجاتے ○

پیغمبر ﷺ کی نبوت کی دلیل: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی آخرالزماں ﷺ کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جو محض اُمی ہو جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو جو اگلی کتابوں سے محض ناآشنا ہو جس کی قوم کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کامل فصاحت وبلاغت کے ساتھ بالکل سچے ٹھیک اور صحیح گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں اور جیسے کہ وہ خود ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود ہو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے تلقین کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتاتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے بھی قرآن نے اس چیز کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ﴾ [1] الخ' جب کہ وہ حضرت مریم صدیقہ کے پالنے کے لئے قلمیں ڈال کر فیصلے کررہے تھے اس وقت تو ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ تو اس وقت تھا کہ جب کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے پس باوجود عدم موجودگی اور بے خبری کے آپ کا اس طرح اس واقعہ کو بیان کرنا کہ گویا اس وقت آپ وہیں موجود تھے اور آپ کے سامنے ہی تمام واقعات گزر رہے تھے آپ کی نبوت کی کھری دلیل ہے اور صاف نشانی ہے اس امر پر کہ آپ وحی الٰہی سے یہ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح نوح نبی علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا ﴿تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ﴾ [2] الخ' یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تم تک پہنچا رہے ہیں تو اور تیری ساری قوم اس وحی سے پہلے ان واقعات سے محض بے خبر تھی۔ اب صبر کے ساتھ دیکھتا رہ اور یقین مان کہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ہی نیک انجام ہوتے ہیں۔ سورۂ یوسف کے آخر میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تیرے پاس بھیج رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھا جب کہ برادرانِ یوسف نے اپنا مصمم ارادہ کرلیا تھا اور اپنی تدبیروں میں لگ گئے تھے۔ سورۂ طٰہٰ میں عام طور پر فرمایا ﴿كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾ [3] اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ پس یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی نبوت کی ابتداء وغیرہ اول سے آخر تک بیان فرما کر فرمایا کہ تم اے محمد ﷺ مغربی پہاڑ کی جانب جہاں کے مشرقی درخت میں سے جو وادی کے کنارے تھے اللہ نے اپنے کلیم اللہ علیہ السلام سے باتیں کیں موجود نہ تھے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے آپ کو یہ سب معلومات کرائیں۔ تاکہ یہ آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہو جائے ان زمانوں پر جو مدتوں سے چلے آرہے ہیں

---

[1] [آل عمران : ٤٤] [2] [هود : ٤٩] [3] [طه: ٩٩]

اور اللہ کی باتوں کو وہ بھول بھال چکے ہیں۔ اگلے نبیوں کی وحی ان کے ہاتھوں سے گم ہو چکی ہے اور نہ تو مدین میں رہتا تھا کہ وہاں کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کے حالات بیان کرتا جو ان میں اور ان کی قوم میں واقع ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے بذریعہ وحی کے تجھے یہ سب خبریں پہنچائیں اور تمام جہان کی طرف تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور نہ طور کے پاس تھا کہ جب ہم نے آواز دی۔ نسائی شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز دی گئی کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اس سے پہلے کہ مجھ سے مانگو میں نے تمہیں دے دیا اور اس سے پہلے تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کر چکا۔ مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیری امت کو جو ابھی باپ دادوں کی پیٹھ میں تھی آواز دی کہ جب تو نبی بنا کر بھیجا جائے تو وہ تیری اتباع کریں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی یہی زیادہ مشابہ اور مطابق ہے کیونکہ اوپر بھی یہی ذکر ہے۔ اوپر عام طور پر بیان تھا یہاں خاص طور سے ذکر کیا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ﴾ [1] جب کہ تیرے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دی اور آیت میں ہے کہ وادی مقدس میں اللہ نے اپنے کلیم کو پکارا [2] اور آیت میں ہے کہ طور ایمن کی طرف سے ہم نے اسے پکارا اور سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے اپنا قرب عطا فرمایا۔ [3] پھر فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی نہ تیری حاضری کا ہے نہ تیرا چشم دید ہے بلکہ یہ اللہ کی وحی ہے جو اپنی رحمت سے تجھ پر نازل فرما رہا ہے اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ تجھے اپنے بندوں کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا کہ تو ان لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔ اور اس لئے بھی کہ ان کی کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے اور کوئی عذر ان کے ہاتھ میں نہ رہے یہ اپنے کفر کی وجہ سے عذابوں کو آتا دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہی نہ تھا جو انہیں راہ راست کی تعلیم دیتا اور جیسے کہ اور جگہ اپنی مبارک کتاب قرآن کریم کے نزول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کی دونوں جماعت پر اتری تھی لیکن ہم تو اس کی درس و تدریس سے بالکل غافل تھے اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو یقیناً ہم ان سے زیادہ راہ راست پر آ جاتے اب بتاؤ کہ خود تمہارے پاس بھی تمہارے رب کی دلیل اور ہدایت و رحمت آ چکی۔ [4] اور آیت میں ہے رسول ہیں خوشخبریاں دینے والے ڈرانے والے تا کہ ان رسولوں کے بعد کسی کی کوئی حجت اللہ پر باقی نہ رہ جائے۔ [5] اور آیت میں فرمایا: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [6] الخ، اے اہل کتاب اس زمانہ میں جو رسولوں کی عدم موجودگی کا چلا آ رہا تھا ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں پہنچا لو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آ پہنچا۔ اور آیتیں بھی اس مضمون کی بہت سی ہیں غرض رسول آ چکے اور تمہارا یہ عذر کٹ گیا کہ اگر رسول آتے تو ہم اس کی مانتے اور مومن ہو جاتے۔

---

[1] [الشعراء : ۱۰]
[2] [سورۃ مریم : آیت ۵۲]
[3] [النازعات : ۱۶]
[4] [سورۃ الانعام : آیت ۱۵۶-۱۵۷]
[5] [سورۃ النساء : آیت ۱۶۵]
[6] [سورۃ المائدہ : آیت ۱۹]

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے یہ وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے دیئے گئے تھے موسیٰ (علیہ السلام) اچھا تو کیا موسیٰ کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر نہیں کیا تھا' صاف کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم تو ان سب کے منکر ہیں ○ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ○ ہم برابر پے در پے لوگوں کے لئے اپنا کلام لاتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

معجزات دیکھ کر بھی کفر و تکذیب: پہلے بیان ہوا کہ اگر نبیوں کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان پر عذاب بھیج دیتے تو ان کی یہ بات رہ جاتی کہ اگر رسول ہمارے پاس آتے تو ہم ضرور ان کی مانتے اس لئے ہم نے رسول بھیجے۔ بالخصوص رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کو آخر الزمان رسول بنا کر بھیجا۔ جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنکھیں پھیر لیں منہ موڑ لیا اور تکبر و عناد کے ساتھ ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کہنے لگے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات دیئے گئے تھے جیسے لکڑی اور ہاتھ' طوفان' ٹڈیاں' جوئیں' مینڈک' خون اور اناج کی' پھلوں کی کمی وغیرہ جن سے دشمنان الٰہی تنگ آ گئے اور دریا کو چیرنا اور ابر کا سایہ کرنا اور من و سلویٰ کا اتارنا وغیرہ جو زبردست اور بڑے بڑے معجزے تھے انہیں کیوں نہیں دیئے گئے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ جس واقعہ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جس جیسے معجزے طلب کر رہے ہیں یہ خود انہی معجزوں کو کلیم اللہ کے ہاتھوں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی کون سا ایمان لائے تھے؟ جو ان کے ایمان کی کوئی تمنا کرے؟ انہوں نے تو ان تمام معجزوں کو دیکھ کر صاف کہا تھا کہ یہ دونوں بھائی ہمیں اپنے بڑوں کی تابعداری سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اور اپنی بڑائی ہم سے منوانا چاہتے ہیں ہم تو ہرگز انہیں مان کر نہیں دیں گے دونوں نبیوں کو جھٹلاتے رہے آخر انجام ہلاک کر دیئے گئے تو فرمایا کہ ان کے بڑے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے انہوں نے خود موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تھا اور ان معجزوں کو

دیکھ کر صاف کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں۔ آپس میں متفق ہو کر ہمیں زیر کرنے اور خود کو بڑا بننے کے لئے آئے ہیں ہم تو ان دونوں میں سے کسی کی بھی نہیں ماننے کے۔ یہاں گو ذکر صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ ایسے گھل مل گئے تھے کہ گویا دونوں ایک تھے تو ایک کے ذکر کو ہی دوسرے کے ذکر کے لئے کافی سمجھا' جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ جب میں کسی جگہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میں نہیں جانتا کہ وہاں مجھے نفع ملے گا یا میرا نقصان ہوگا؟ تو یہاں بھی شاعر نے خیر کا لفظ تو کہا ہے مگر شر کا لفظ بیان نہیں کیا کیونکہ خیر وشر دونوں کی ملازمت ومقاربت اور مصاحبت ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہودیوں نے قریش سے کہا کہ تم یہ اعتراض حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرو انہوں نے کیا اور جواب پا کر خاموش ہو رہے ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں جادوگروں سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اس تیسرے قول میں تو بہت ہی بعد ہے اور دوسرے قول سے بھی پہلا قول مضبوط اور عمدہ ہے اور بہت قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ مطلب ﴿سَاحِرَانِ﴾ کی قرأت پر ہے اور جن کی قرأت ﴿سِحْرَانِ﴾ ہے وہ کہتے ہیں مراد تورات اور قرآن ہے۔ جو ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ کوئی کہتا ہے مراد تورات وانجیل ہے۔ کسی کا قول ہے کہ انجیل اور قرآن مراد ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ لیکن اس قرأت پر بھی ظاہری تورات وقرآن کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی فرمان اللہ ہے کہ تم ہی ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی کوئی کتاب اللہ کے ہاں سے لاؤ جس کی میں تابعداری کروں گا۔ تورات وقرآن کو اکثر ایک ہی جگہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ﴾ پس یہاں تورات کے معنی نور وہدایت ہونے کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ﴾ [1] اور اس کتاب کو بھی ہم نے ہی بابرکت بنا کر اتارا ہے۔ اور سورت کے آخر میں فرمایا ﴿ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسٰی الْكِتَابَ﴾ [2] پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور فرمایا ہے اس ہماری اتاری ہوئی مبارک کتاب کی تم پیروی کرو اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ جنات کا قول قرآن میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے وہ کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے جو اپنے سے پہلے کی اور الہامی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ ورقہ بن نوفل کا مقولہ حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا یہ وہی اللہ کے راز داں بھیدی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں جس شخص نے غائر نظر سے علم دین کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ عظمت وشرافت والی' عزت وکرامت والی کتاب تو یہی قرآن مجید' فرقان حمید ہے جو اللہ تعالیٰ حمید ومجید نے اپنے رؤف ورحیم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی' اس کے بعد تورات شریف کا درجہ ہے جس میں ہدایت ونور تھا جس کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماتحت حکم احکام جاری کرتے رہے۔ انجیل تو صرف توراۃ کو تمام کرنے والی اور بعض حرام کو حلال کرنے والی تھی اس لئے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں سے بہتر کتاب

---

[1] سورۃ الانعام: آیت ۹۱ – ۹۲ [2] سورۃ الانعام: آیت ۱۵٤

اگر تم اللہ کے ہاں سے لاؤ تو میں اس کی تابعداری کے لئے آمادہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جو آپ کہتے ہیں وہ بھی اگر یہ نہ کریں اور نہ آپ کی تابعداری میں آئیں تو جان لے کہ دراصل انہیں دلیل و برہان کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ یہ صرف جھگڑالو ہیں۔ اور خواہش پرست ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خواہش کے پابند لوگوں سے جو اللہ کی ہدایت سے خالی ہوں بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اس میں انہاک کر کے جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں وہ آخر تک راہ راست سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے تفصیلی قول بیان کر دیا واضح کر دیا اگلی پچھلی باتیں بیان کر دیں قریشیوں کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ بعض مراد اس سے رفاعہ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کے اور نو آدمی۔ یہ رفاعہ حضرت صفیہ بنت حیی کے ماموں ہیں جنہوں نے تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی جن کا دوسرا نکاح عبدالرحمان بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا
بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ
بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا
اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں ○ جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے اور حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں ○ یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے یہ بھی دیتے رہتے ہیں ○ اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی ہم نشینی کے طالب نہیں ○

اہل کتاب کے نیک و مومن علماء: اہل کتاب کے علماء جو درحقیقت اللہ کے دوست تھے ان کے پاکیزہ اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ قرآن کو مانتے ہیں جیسے فرمان ہے جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر پڑھتے ہیں ان کا تو اس قرآن پر ایمان ہے۔ اور آیت میں ہے بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مان کر تمہاری طرف نازل شدہ کتاب اور اپنی طرف اتری ہوئی کتاب کو بھی مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ ہے پہلے کے اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ ہمارے اس قرآن کی آیتیں سن کر سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى﴾ [2] الخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں سے قریب تر انہیں پاؤ گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور یہ لوگ

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ۱۰۷-۱۰۸] [2] [سورۃ المائدہ : آیت ۸۲]

کبر وغرور سے خالی ہیں اور قرآن کو سن کر رو دیتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے اے اللہ ہمیں بھی اپنے دین کا ماننے والا لکھ لے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے یہ ستر بزرگ علماء تھے جو حضور ﷺ کی خدمت میں نجاشی شاہ حبشہ کے بھیجے ہوئے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں سورۂ یاسین سنائی جسے سن کر یہ رونے لگے اور مسلمان ہو گئے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں اتریں۔ کہ یہ انہیں سنتے ہی اپنے موحد مخلص ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور قبول کر کے مومن مسلم بن جاتے ہیں۔ ان کی ان صفتوں پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں دوہرا اجر دیتا ہے ایک پہلی کتاب کو ماننے کا دوسرا اس قرآن کو تسلیم وتعمیل کرنے کا۔ یہ اتباع حق پر ثابت قدمی کرتے ہیں جو دراصل ایک مشکل اور اہم کام ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے اہل کتاب جو اپنے نبی کو مان کر پھر مجھ پر بھی ایمان لائے۔ غلام مملوک جو اپنے مجازی آقا کی فرماں برداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی بھی کرتا رہے۔ اور وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جسے وہ ادب وعلم سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ [1] قاسم بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے ساتھ ہی اور بالکل پاس ہی تھا۔ آپ نے بہت بہترین باتیں ارشاد فرمائیں جن میں یہ بھی فرمایا کہ یہود ونصاریٰ میں سے جو مسلمان ہو جائے اسے دوہرا اجر ہے اور اس کے عام مسلمان کے برابر حقوق ہیں۔ [2] پھر ان کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ یہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں اور نیک سلوک ہی کرتے ہیں اور اپنی حلال روزیاں اللہ کے نام خرچ کرتے ہیں اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں زکوٰۃ صدقات وخیرات میں بھی بخیلی نہیں کرتے۔ لغویات سے بچے ہوئے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستیاں نہیں کرتے، ایسی مجلسوں سے دور رہتے ہیں بلکہ اگر کبھی اچانک گزر ہو بھی جائے تو بزرگانہ طور پر ہٹ جاتے ہیں، ایسوں سے میل جول الفت محبت نہیں کرتے صاف کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ یعنی جاہلوں کی سخت کلامی بھی برداشت کر لیتے ہیں انہیں ایسا جواب نہیں دیتے کہ وہ اور بھڑکیں بلکہ چشم پوشی کر لیتے ہیں اور اکثر کترا کر نکل جاتے ہیں چونکہ خود پاک نفس ہیں اس لئے پاکیزہ کلام ہی منہ سے نکالتے ہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو، ہم نہ جاہلانہ روش پر چلیں نہ جہالت کی چال کو پسند کریں۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کے پاس حبشہ سے تقریباً بیس نصرانی آئے۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب تعلیم الرجل امته واهله (۹۷)، (۳۰۱۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ونسخ الملل بملته (۳۸۵۔ ۱۵۴) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجآء فی الفضل فی ذلك (۱۱۱٦) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب الرجل یعتق امة ثم یتزوجها (۱۹۵٦) نسائی : کتاب النکاح : باب عتق الرجل جاریته ثم یتزوجها (۳۳٤٤) مسند احمد (٤/۳۹۵)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۵/۲۵۹) طبرانی کبیر (۸/۱۹۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۲۳٤)]

تھے یہیں یہ بھی بیٹھ گئے اور بات چیت شروع کی اس وقت قریشی اپنی اپنی بیٹھکوں میں کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ان عیسائی علماء نے جب سوالات اور جوابات کر لئے ان کی تشفی ہوگئی تو آپ نے دین اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی تلاوت کر کے انہیں سنائی چونکہ یہ لوگ پڑھے لکھے سنجیدہ اور روشن دماغ تھے قرآن نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔انہوں نے فوراً دین اسلام قبول کرلیا اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے۔کیونکہ حضور ﷺ کی جو صفتیں انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں سب آپ میں موجود پائیں۔جب یہ لوگ آپ کے پاس سے جانے لگے تو ابوجہل بن ہشام ملعون اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے انہیں راستے میں ملا اور تمام قریشیوں نے مل کر انہیں طعنے دینے شروع کئے اور برا بھلا کہنے لگے کہ تم سے بدترین وفد کسی قوم کا ہم نے نہیں دیکھا تمہاری قوم نے تمہیں اس شخص کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا یہاں تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا اور ایسا رنگ تم پر چڑھا کہ ذرا سی دیر میں اپنے دین کو ترک کر کے دین بدل دیا اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے تم سے زیادہ احمق ہم نے تو کسی کو نہیں پایا وغیرہ۔انہوں نے ٹھنڈے دل سے یہ سب سن لیا اور جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ جاہلانہ باتیں کرنا ناپسند کرتے ہیں ہمارا دین ہمارے ساتھ تمہارا مذہب تمہارے ساتھ۔ہم نے جس بات میں اپنی بھلائی دیکھی اسے قبول کرلیا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وفد نجران کے نصرانیوں کا تھا۔واللہ اعلم۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں اتری ہیں۔حضرت زہری رحمہ اللہ سے ان آیتوں کا شان نزول پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے علماء سے یہی سنتا چلا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہیں۔اور سورۂ مائدہ کی آیتیں ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ سے ﴿مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ [1] تک کی آیتیں بھی انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ۞ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ
حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

تو جسے چاہے ہدایت نہیں کرسکتا بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے○ کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں' کیا ہم نے انہیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے○

ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں: اے نبی ﷺ کسی کا ہدایت قبول کرنا تمہارے قبضے کی چیز نہیں۔آپ پر تو

[1] [سورۃ المائدۃ : آیت ۸۲-۸۳]

صرف پیغام اللہ کے پہنچا دینے کا فریضہ ہے۔ ہدایت کا مالک اللہ ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ جسے چاہے قبول ہدایت کی توفیق بخشتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ﴾ [1] تیرے ذمے ان کی ہدایت نہیں وہ چاہے تو ہدایت بخشے۔ اور آیت میں ہے' ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [2] گو تو ہر چند طمع کرے لیکن ان میں اکثر ایماندار نہیں ہوتے کہ یہ اللہ کے ہی علم میں ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں اتری ہے جو آپ کا بہت طرفدار تھا اور ہر موقعہ پر آپ کی مدد کرتا رہتا تھا اور آپ کا ساتھ دیتا تھا۔ اور دل سے محبت کرتا تھا لیکن یہ محبت بوجہ رشتہ داری کے طبعی تھی شرعاً نہ تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت محمد ﷺ نے اسے اسلام میں آنے کی دعوت دی اور ایمان لانے کی رغبت دلائی لیکن تقدیر کا لکھا اور اللہ کا چاہا غالب آیا یہ ہاتھوں میں سے پھسل گیا اور اپنے کفر پر اڑا رہا۔ حضور ﷺ اس کے انتقال کے وقت اس کے پاس آئے۔ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہو میں اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں تیرا اسفارشی بن جاؤں گا۔ ابو جہل اور عبداللہ کہنے لگے ابو طالب! کیا تو اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جائے گا؟ اب حضور ﷺ سمجھاتے اور دونوں اسے روکتے یہاں تک کہ آخر کلمہ اس کی زبان سے یہی نکلا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتا اور میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر ہے میں تیرے لئے رب سے استغفار کرتا رہوں گا یہ اور بات ہے کہ میں روک دیا جاؤں اللہ مجھے منع فرما دے۔ لیکن اسی وقت آیت اتری کہ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ [3] یعنی نبی ﷺ کو اور مومنوں کو ہرگز یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ ان کے نزدیکی قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں' اور اسی ابو طالب کے بارے میں آیت ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ﴾ بھی نازل ہوئی (صحیح مسلم وغیرہ) [4] ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ چچا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لو میں اس کی گواہی قیامت کے دن دے دوں گا تو اس نے کہا اگر مجھے اپنے خاندان قریش کے اس طعنے کا خوف نہ ہوتا کہ اس نے موت کی گھبراہٹ کی وجہ سے یہ کہہ لیا تو میں اسے کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈی کر دیتا مگر پھر بھی اسے صرف تیری خوشی کے لئے کہتا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [5] دوسری روایت میں ہے کہ آخر اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میرے بھتیجے میں تو اپنے بڑوں کی روش پر ہوں۔ اور اسی بات پر اس کی موت ہوئی کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہے۔ قیصر کا قاصد جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

---

[1] [البقرہ : ۲۷۲] [2] [یوسف : ۱۰۳] [3] [التوبہ : ۱۱۳]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب انصار : باب قصة ابی طالب (۳۸۸٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الدلیل علی صحة اسلام من حضرہ الموت (۲٤۔ ۳۹) مسند احمد (۵/٤۳۳)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الدلیل علی صحة اسلام من حضرہ الموت (۲۵) ترمذی : کتاب تفسیر القران (۱۳۸۸)]

ہوا اور قیصر کا خط خدمت نبوی میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ کر اس سے فرمایا تو کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا تیرج قبیلے کا میں آدمی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تیرا قصد ہے کہ تو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر آ جائے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس قوم کا قاصد ہوں جب تک ان کے پیغام کا جواب انہیں نہ پہنچا دوں ان کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو آپ ﷺ نے مسکرا کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر یہی آیت پڑھی۔ [1] مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چاروں طرف ہیں اور تعداد میں' مال میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ ہمارے دشمن جان بن جائیں گے۔ اور ہمیں تکلیفیں پہنچائیں گے اور ہمیں برباد کر دیں گے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی ان کا غلط ہے اللہ نے انہیں حرم محترم میں رکھا جہاں شروع دنیا سے اب تک امن وامان رہا ہے' تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہ یہاں امن سے رہیں اور جب اللہ کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے؟ یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل فروٹ' سامان اسباب' مال تجارت وغیرہ کی آمد ورفت یہاں بکثرت رہتی ہے۔ تمام چیزیں یہاں کھنچی چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں لیکن ان کی اکثریت بے علم ہے۔ اسی لئے ایسے رکیک حیلے اور بے جا عذر پیش کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر بن نوفل تھا۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝

ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں۔ یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ لے لینے والے ○ تیرا رب کسی ایک بستی کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی کسی بڑی بستی میں اپنا کوئی پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے' ہم تو بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم وستم پر کمر کس لیں ○

اہل مکہ کو تنبیہ: اہل مکہ کو ہوشیار کیا جاتا ہے کہ جو اللہ کی بہت سی نعمتیں حاصل کر کے اترا رہے تھے اور سرکشی اور بڑائی کرتے تھے اور اللہ سے کفر کرتے تھے نبی ﷺ کا انکار کرتے تھے اللہ کی روزیاں کھاتے اور اس کی نمک حرامی کرتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ وبرباد کیا کہ آج کوئی ان کا نام لیوا اور پانی دینے والا نہیں رہا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً ﴾ [2] الخ' یہاں فرماتا ہے کہ ان

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۴۴۱/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سعید بن ابی راشد کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٦٥٥)]

[2] [النحل : ۱۱۲۔۱۱۳]

کی اجڑی ہوئی بستیاں اب تک اجڑی پڑی ہیں۔ کچھ یونہی سی آبادی اگرچہ ہوگئی ہو لیکن دیکھو ان کے کھنڈرات سے آج تک وحشت برس رہی ہے ہم ہی ان کے مالک رہ گئے ہیں۔ حضرت کعب (تابعی) رحمہ اللہ کا قول ہے کہ الو سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تو کھیتی اناج کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا اس لئے کہ اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ پوچھا پانی کیوں نہیں پیتا؟ کہا اس لئے کہ قوم نوح اسی میں ڈبودی گئی۔ پوچھا ویرانے میں کیوں رہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ وہ اللہ کی میراث میں ہے۔ پھر حضرت کعب رحمہ اللہ نے ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ﴾ پڑھا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف کو بیان فرمارہا ہے کہ وہ کسی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا پہلے ان پر اپنی حجت ختم کرتا ہے ان کا عذر دور کرتا ہے رسولوں کو بھیج کر اپنا کلام ان تک پہنچاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت عام تھی آپ ام القریٰ میں مبعوث ہوئے تھے اور تمام عرب وعجم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [1] تاکہ تو مکہ والوں کو اور دوسرے شہر والوں کو ڈرا دے۔ اور فرمایا ﴿قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [2] کہہ دے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (ﷺ) اور آیت میں ہے ﴿لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ [3] تاکہ اس قرآن سے میں تمہیں بھی ڈرا دوں اور ہر اس شخص کو جس تک یہ قرآن پہنچے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ [4] اس قرآن کے ساتھ دنیا والوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور جگہ اللہ کا فرمان ہے ﴿وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا﴾ [5] الخ، یعنی تمام بستیوں کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب کرنے والے ہیں۔ پس خبر دی کہ قیامت سے پہلے وہ سب بستیوں کو برباد کردے گا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ [6] پس حضور ﷺ کی بعثت کو عام کردیا اور تمام جہان کے لئے کردیا اور مکے میں جو کہ تمام دنیا کا مرکز ہے آپ کو مبعوث فرما کر ساری دنیا پر اپنی حجت ختم کردی۔ بخاری ومسلم میں حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ میں تمام سیاہ وسفید کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [7] اسی لئے نبوت ورسالت کو آپ پر ختم کردیا آپ ﷺ کے بعد سے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ کہا گیا ہے کہ مراد ((أُمُّ الْقُرٰى)) سے اصل اور بڑا قریہ ہے۔

---

[1] [الانعام : ۹۲]

[2] [الاعراف : ۱۵۸]

[3] [الانعام : ۱۹]

[4] [ھود : ۱۷]

[5] [الاسراء : ۵۸]

[6] [الاسراء : ۱۵]

[7] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلوۃ (۵۲۱) مسند احمد (۱/ ۲۵۰۔ ۳۰۱)]

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اسی کی رونق ہے' ہاں اللہ کے پاس جو ہے وہ بہت بہتر اور دیر پا ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے ○ کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے؟ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی سی منفعت دے دی پھر بالآخر وہ پکڑا باندھا حاضر کیا جائے گا ○

آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں: اللہ تعالیٰ دنیا کی حقارت اس کی رونق کی قلت وذلت' اس کی ناپائیداری' بے ثباتی اور برائی بیان فرما رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کی پائیداری' دوام' عظمت اور قیام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ [1] تمہارے پاس جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس تمام چیزیں بقا والی ہیں۔ اللہ کے پاس جو ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر اور عمدہ ہے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہو رہے ہیں جو بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لے پھر دیکھ لے کہ اس کی انگلی پر جو پانی چڑھا ہوا ہے وہ سمندر کے مقابلے میں کتنا کچھ ہے [2] افسوس کہ اس پر بھی اکثر لوگ اپنی کم علمی اور بے علمی کے باعث دنیا کے متوالے ہو رہے ہیں۔ خیال کر لو کیا ایک تو وہ جو اللہ پر' اللہ کے نبی پر ایمان ویقین رکھتا ہو اور ایک وہ جو ایمان نہ لایا ہو نتیجے کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ ایمان والے کے ساتھ تو اللہ کا جنت کا اور اپنی بے شمار ان گنت غیر فانی نعمتوں کا وعدہ ہے اور کافر کے ساتھ وہاں کے عذابوں کا ڈراوا ہے گو دنیا میں کچھ روز عیش ہی منالے۔ مروی ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ اور ابوجہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حمزہ' علی اور ابوجہل کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آیت عام ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے کہ جنتی مومن اپنے جنت کے درجوں سے جھانک کر جہنمی کافر کو جہنم کے جیل خانہ میں دیکھ کر کہے گا کہ ﴿لَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ﴾ [3] اگر مجھ پر میرے رب کا انعام نہ ہوتا تو میں بھی ان عذابوں میں پھنس جاتا۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ

---

[1] [سورة النحل: آیت ٩٦]

[2] [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الجنة ونعيمها : باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة (٢٨٥٨) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب مثل الدنيا (٤١٠٨) ترمذى : كتاب الزهد : باب منه (٢٣٢٣)]

[3] [سورة الصافات: آیت ٥٧]

لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴾ ① جنات کو یقین ہے کہ وہ حاضر کیے جانے والوں میں سے ہیں۔

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ۝ قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ
عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا ۚ اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ مَا
كَانُوۡۤا اِيَّانَا يَعۡبُدُوۡنَ ۝ وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا
الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ۝ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝
فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ۝ فَاَمَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِيۡنَ ۝

جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے کہاں ہیں؟ ○ جن پر بات آ چکی وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکا رکھا تھا' ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے' ہم تیری سرکار میں اپنی دستبرداری کرتے ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ وہ بلائیں گے لیکن انہیں وہ جواب تک نہ دیں گے اور یہ سب عذاب دیکھ لیں گے۔ کاش یہ لوگ ہدایت پالیتے ○ اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ ○ پھر تو ان پر اس دن تمام خبریں اندھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے ○ ہاں جو شخص توبہ کر لے' ایمان لے آئے اور نیک کام کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا ○

کہاں ہیں تمہارے خود ساختہ معبود؟ مشرکوں کو قیامت کے دن پکار کر سامنے کھڑا کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں جنہیں تم میرے سوا پوجتے رہے جن بتوں اور پتھروں کو مانتے رہے ہو وہ کہاں ہیں؟ انہیں پکارو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟ یہ صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہوگا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ② الخ' یعنی ہم تمہیں ویسے ہی تنہا تنہا اور ایک ایک کر کے لائیں گے جیسے ہم نے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا دلایا وہ سب تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے۔ ہم تو آج تمہارے ساتھ کسی سفارشی کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرائے ہوئے تھے۔ تم میں ان میں کوئی لگاؤ نہیں رہا اور تمہارے گمان کردہ شریک سب آج تم سے کھوئے ہوئے ہیں۔ جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی' یعنی شیاطین اور سرکش لوگ اور کفر کے بانی اور شرک کی طرف لوگوں کو بلانے والے یہ سب بڑے بڑے لوگ اس دن کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے انہیں گمراہ کیا اور انہوں نے ہماری کفریہ باتیں سنیں' اور مانیں' جیسے ہم بہکے ہوئے تھے انہیں بھی ہم نے بہکایا۔ ہم ان کی عبادت سے تیرے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار

---

① [سورة الصافات: آیت ١٥٨]

② [سورة الانعام: آیت ٩٤]

کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ [1] الخ' انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونے کا یہ تو ان کی عبادت سے بھی انکار کر جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [2] الخ' اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت کی گھڑی تک انہیں جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہوں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کے حشر کے موقعہ پر ان کے دشمن بن جائیں اور اس بات سے صاف انکار کر دیں کہ انہوں نے ان کی عبادت کی تھی۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے جن بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر رکھی ہے ان سے صرف دنیا کی ہی دوستی ہے قیامت کے دن تو تم سب ایک دوسرے کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔ اور آیت میں ہے ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا﴾ [3] الخ' یعنی جو تابعداری کرنے والے تھے اور وہ ان کی پر جوش تابعداری کرتے رہے مگر یہ ان سے بری اور بیزار ہو جائیں گے یعنی عذابوں کو سامنے دیکھتے ہوئے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ان سے فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں پوجتے رہے ہو آج انہیں کیوں نہیں پکارتے؟ اب یہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ آگ کے عذاب میں جائیں گے اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہم راہ یافتہ ہوتے؟ جیسے ارشاد ہے کہ ﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ [4] الخ' جس دن فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو آواز دو جنہیں تم بہت کچھ سمجھ رہے تھے یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے اور ان کے درمیان آڑ کر دیں گے مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر باور کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے اسی قیامت والے دن ان سے سب کو سنا کر ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم نے میرے انبیاء (علیہم السلام) کو کیا جواب دیا؟ اور کہاں تک ان کا ساتھ دیا؟ پہلے توحید کے متعلق باز پرس تھی اب رسالت کے متعلق سوال و جواب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قبر میں بھی سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دیتا ہے کہ میرا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میرے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے (سَلَامٌ عَلَيْهِ) ہاں کافر سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا وہ گھبراہٹ اور پریشانی سے کہتا ہے مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ اندھا بہرا ہو جاتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [5] جو شخص یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا اور راہ بھولا رہے گا۔ تمام دلیلیں ان کی نگاہوں سے ہٹ جائیں گی رشتے ناتے حسب نسب کی کوئی قدر نہ ہوگی نسب ناموں کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ ہاں دنیا میں توبہ کرنے والے ایمان اور نیکی کے ساتھ زندگی گزارنے والے تو بے شک فلاح اور نجات حاصل کر لیں گے۔ یہاں ﴿عَسٰى﴾ یقین کے معنی

---

[1] [سورۃ مریم: آیت ۸۱-۸۲]
[2] [سورۃ الاحقاف: آیت ۵-۶]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۶۶-۱۶۷]
[4] [سورۃ الکھف: آیت ۵۲-۵۳]
[5] [سورۃ الاسراء: آیت ۷۲]

میں ہے یعنی مومن ضرور کامیاب ہوں گے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چن کر مختار کر لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں ○ ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تیرا رب سب کچھ جانتا ہے ○ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے' اسی کی فرماں روائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے ○

اللہ کی عظیم صفات: ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ ہی ہے۔ نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑنے والا نہ اس کا شریک وساتھی۔ جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر وشر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یہی لفظ اسی معنی میں آیت ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ میں ہے دونوں جگہ ﴿ما﴾ نافیہ ہے۔ گو ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ما معنی میں ﴿الَّذِیْ﴾ کے ہے یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو اور اسی معنی کو لے کر معتزلیوں نے مراعاتِ صالحین پر استدلال کیا ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہاں ﴿ما﴾ نفی کے معنی میں ہے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔ یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں' تقدیر کے مقرر کرنے میں' اختیار رکھنے میں اللہ ہی اکیلا ہے اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لئے آیت کے خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک الٰہی ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی اللہ جانتا ہے اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں۔ پوشیدہ بات کہو یا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے' رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں۔ الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے' اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے۔ جس سے مخلوق عاجزی کرے' جو مخلوق کا ملجا و ماویٰ ہو' جو عبادت کے لائق ہو' خالق و مختار' رب' مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل وحکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے احکام کو کوئی رد نہیں کر سکتا اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ' حکمت' رحمت اسی کی ذات پاک میں ہے۔ تم سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں۔ نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

کہہ دے کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کر دے تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟○ پوچھ کہ یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لا دے جس میں تم آرام کو حاصل کرو' کیا تم دیکھ نہیں رہے؟○ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل و کرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکریہ ادا کرو○

مظاہر قدرت میں اللہ کی نشانیاں: اللہ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن اور رات برابر آگے پیچھے آ رہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آ جاؤ' تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے' تم تھک جاؤ' اکتا جاؤ' کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اسی کی روشنی میں چلو پھرو' دیکھو بھالو' اپنے کام کاج کر لو' افسوس تم سن سنا کر بھی بے سنا کر دیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن کو روک دے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے' تھک جاؤ' تنگ ہو جاؤ' کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لا سکے جس میں تم راحت و آرام حاصل کر سکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ کی ان نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کر دیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون و آرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج و تجارت' زراعت' سفر شغل کر سکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو' رات کو اس کی عبادتیں کرو رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کر لیا کرو' یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لئے ہیں کہ تم نصیحت و عبرت سیکھو اور رب کا شکر ادا کرو۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

جس دن انہیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟○ اور ہم ہر امت میں

سے ایک کو گواہ الگ کر لیں گے اور فرما دیں گے کہ اپنی دلیلیں پیش کرو اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ کی طرف ہے اور جو کچھ افترا وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا○

کہاں ہیں اللہ کے شریک؟ مشرکوں کو دوسری دفعہ ڈانٹ دی جائے گی اور فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ہر امت میں سے ایک کو گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر ممتاز کر لیا جائے گا۔ مشرکوں سے کہا جائے گا اپنے شرک کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اس وقت یہ یقین کر لیں گے کہ فی الواقع عبادتوں کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی جواب نہ دے سکیں گے حیران رہ جائیں گے اور تمام افترا بھول جائیں گے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا
إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ
نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي
الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

قارون تھا تو قوم موسیٰ سے لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقت ور لوگ بمشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا○ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کرتا رہ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ رہا کر یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے○

بے پناہ دولت وثروت کے مالک قارون کا ذکر: مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے کہ قارون بن یصہر بن قاہث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا اس لئے اسے لوگ منور کہتے تھے۔ لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ اللہ کا دشمن بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مال دار تھا اس لئے پھول گیا تھا اور اللہ کو بھول بیٹھا تھا۔ قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا۔ جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت سے خزانے تھے۔ ہر خزانے کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر ہوتے' واللہ اعلم' قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کی سرکشی اور تکبر حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا اکڑ نہیں' اس

قدر غرور نہ کر' اللہ کا ناشکرا نہ بن' ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جاؤ گے۔ قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضا مندی کے کاموں میں خرچ کرتا رہ کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش عشرت کر ہی نہیں۔ نہیں اچھا کھا' اچھا پی' پہن' اوڑھ' جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا' نکاح سے راحت اٹھا۔ حلال چیزیں برت' لیکن جہاں اپنا خیال رکھ' وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ کے حق بھی فراموش نہ کر' تیرے نفس کا بھی حق ہے' تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے' تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے' مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے۔ ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک و احسان کر' اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذا رسانی سے باز آجا۔ اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ
مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْــَٔـلُ عَنْ
ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

قارون کہنے لگا کہ یہ سب کچھ مجھے میری عقل و سمجھ کی بنا پر ہی دیا گیا ہے' کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی ○

اپنے علم و دانش کا زعم باطل: قوم کے علماء کی نصیحتوں کو سن کر قارون نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا۔ میں ایک عقلمند' زیرک' دانا شخص ہوں میں اسی قابل ہوں اور اسے اللہ بھی خوب جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے دولت دی ہے۔ بعض انسانوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب تو بڑی عاجزی سے ہمیں پکارتا ہے اور جب انسان کو کوئی نعمت و راحت اسے ہم دے دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ ﴿اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ [1] یعنی اللہ جانتا تھا کہ میں اس کا مستحق ہوں اس لئے اس نے مجھے یہ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر ہم اسے کوئی رحمت چکھائیں اس کے بعد جب اسے مصیبت پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ ﴿هٰذَا لِيْ﴾ [2] اس کا حقدار تو میں تھا ہی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ بلکہ کیمیا کا علم فی الواقع ہے ہی نہیں کیونکہ کسی چیز کے عین کو بدل دینا یہ اللہ ہی کی قدرت کی بات ہے جس پر کوئی قادر نہیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ اگر تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتی۔ [3] صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کوشش کرتا ہے کہ میری طرح پیدائش کرے۔ اگر وہ سچا ہے تو

---

[1] [الزمر : ۴۹] [2] [فصلت : ۵۰] [3] [الحج : ۷۳]

ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دے۔ [1] یہ حدیث ان کے بارے میں ہے جو تصویریں اتارتے ہیں اور صرف ظاہر صورت کی نقل کرتے ہیں ان کے لئے تو یہ فرمایا پھر جو دعویٰ کرے کہ وہ کیمیا جانتا ہے اور ایک چیز کا کایا پلٹ کر سکتا ہے' ایک ذات سے دوسری ذات بنا دیتا ہے۔ مثلاً لوہے کو سونا وغیرہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور بالکل محال ہے اور جہالت وضلالت ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رنگ وغیرہ بدل کر دھوکے بازی کرے۔ لیکن حقیقتاً یہ ناممکن ہے۔ یہ کیمیا گر جو محض جھوٹے' جاہل فاسق اور مفتری ہیں یہ محض دعوے کر کے مخلوق کو دھوکے میں ڈالنے والے ہیں ہاں یہ خیال رہے کہ بعض اولیاء کرام رحمہم اللہ کے ہاتھوں جو کرامتیں سرزد ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں ان کا ہمیں انکار نہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا۔ نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے' نہ وہ کوئی کاری گری' صنعت یا علم ہے۔ وہ محض اللہ کے فرمان کا نتیجہ ہے جو اللہ اپنے فرماں بردار نیک کار بندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصری رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپکے پاس کچھ نہ تھا اور اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے۔ آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے کا ڈلا بن گیا۔ معجزے اور کرامات احادیث اور آثار میں اور بھی بہت سے مروی ہیں۔ جنہیں یہاں بیان کرنا باعث طول ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے اپنی مالداری کی دعا کی تو اس قدر دولت مند ہو گیا۔ قارون کے اس جواب کے رد میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں اسے دولت مند کر دیتا ہوں۔ نہیں اس سے پہلے اس سے زیادہ دولت اور آسودہ حال لوگوں کو میں نے تباہ کر دیا ہے۔ تو یہ سمجھ لینا کہ مالداری میری محبت کی نشانی ہے محض غلط ہے۔ جو میرا شکر ادا نہ کرے کفر پر جما رہے اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ گنا ہگاروں کے کثرت گناہ کی وجہ سے پھر ان سے ان کے گناہوں کا سوال بھی عبث ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ مجھ میں خیریت ہے اس لئے اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس مال داری کا اہل ہوں اگر اللہ مجھ سے خوش نہ ہوتا اور مجھے اچھا آدمی نہ جانتا تو مجھے اپنی یہ نعمت بھی نہ دیتا۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو زندگانی دنیا کے متوالے کہنے لگے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے ○ ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر تو وہ چیز

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب اللباس : باب نقض الصور (۵۹۵۳) صحیح مسلم : کتاب اللباس : باب تحریم تصویر صورة الحیوان (۲۱۱۱) مسند احمد (۲/۲۵۹)]

ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی ○ جو اللہ پر ایمان لائیں اور مطابق سنت عمل کریں' یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر سہار والے ہوں ○

قارون کی چمک دمک دیکھ کر لوگوں کی حسرت: قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا ہوا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔ یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔ علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑ ہا درجہ بارونق' دیرپا اور عمدہ ہے تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دو روزہ زندگی کو صبر و برداشت سے گزارنا چاہئے۔ جنت صابروں کا حصہ ہے۔ یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں کی زبان ہی سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام ان واعظوں کا نہ ہو بلکہ ان کے کلام کی اور ان کی تعریف میں یہ جملہ اللہ کی طرف سے خبر ہو۔ ○

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۞ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ
اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۞

آخر ہم نے اسے اس کے محل سرا سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا ○ اور جو لوگ کل اس کے مرتبے پر پہنچنے کی آرزومندیاں کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' اگر اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ناشکروں کو کبھی کامیابی نہیں ملتی ○

قارون خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا: اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا۔ یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنا تہبند لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔ [1] کتاب العجائب میں نوفل بن مساحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور' گٹھے ہوئے بدن والا' بانکا ترچھا اچھے رنگ روغن والا خوبصورت' شکیل' میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب معلوم ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ تو ہی کیا خود اللہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس (۵۷۹۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان (۳۱۲)]

تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا۔ آخر کار اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہوئی تھی اور اس کے سبب میں بہت اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت مال ومتاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ کہہ رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے ناجس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی اور دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو ظالم فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کئے۔ تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔ زمین نے یہی کیا دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے سوار تھا۔ اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے۔ بنو اسرائیل کا مجمع تھا۔ یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ وحشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ سے دعا کریں۔ دیکھ لیجئے کہ اللہ کس کی دعا قبول فرماتا ہے؟ آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسے لے کر چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لے اب پہلے میں دعا کروں یا تو کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں کروں گا اب اس نے دعا مانگنی شروع کی' ختم کر لی لیکن قبول نہ ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب میں دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ زمین کو حکم کر کہ جو میں کہوں مان لے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے' وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے اور آپ نے فرمایا اور پکڑ لے۔ یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ۔ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور ان کے مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور تمام مال آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو اور ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے۔ اسی وقت یہ سب

غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتویں زمین تک یہ لوگ یونہی دھنستے چلے گئے یہ قول بھی ہے کہ ہر روز یہ لوگ بقدر قد انسان نیچے کی طرف دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔ یہاں پر اور بھی بنی اسرائیلی روایتیں بہت سی ہیں لیکن ہم نے ان کا بیان چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو مال انہیں کام آیا' نہ جاہ وحشم' نہ دولت وتمکنت' نہ کوئی ان کی مدد کے لئے اٹھا' نہ یہ خود اپنا کوئی بچاؤ کر سکے۔ تباہ ہو گئے' بے نشان ہو گئے' مٹ گئے' اور مٹا دیئے گئے (اعاذنا اللہ) اس وقت تو ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئی۔ جو قارون کے مال کو اور اس کی عزت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیب دار سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش کہ ہم بھی ایسے ہی دولت مند ہوتے۔ وہ کہنے لگے اب دیکھ لیا کہ واقعی سچ ہے دولت مند ہونا کچھ اللہ کی رضامندی کا سبب نہیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے جسے چاہے زیادہ دے جسے چاہے کم دے۔ جس پر چاہے وسعت کرے جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کی بھی اس طرح تقسیم کی ہے۔ جس طرح روزی کی۔ مال تو اللہ کی طرف سے اس کے دوستوں کو بھی ملتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ البتہ ایمان اللہ کی طرف سے اسی کو ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہو۔ [1] قارون کے اس دھنسائے جانے کو بھی دیکھ کر وہ جو اس جیسا بننے کی امیدیں کر رہے تھے کہنے لگے کہ اگر اللہ کا لطف واحسان ہم پر نہ ہوتا تو ہماری تمنا کے بدلے جو ہمارے دل میں تھی کہ کاش کہ ہم بھی ایسے ہی ہوتے۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ساتھ دھنسا دیتا۔ وہ کافر تھا اور کافر اللہ کے ہاں فلاح کے لائق نہیں ہوتے۔ نہ انہیں دنیا میں کامیابی ملے نہ آخرت میں ہی چھٹکارا پائیں۔ نحوی کہتے ہیں ﴿وَيْكَأَنَّ﴾ کے معنی ﴿وَيْلَكَ اِعْلَمْ اَنَّ﴾ ہیں۔ لیکن مخفف کر کے ﴿وَيْكَ﴾ رہ گیا اور ﴿اَنْ﴾ کے فتح نے ﴿اِعْلَمْ﴾ کے محذوف ہونے پر دلالت کر دی۔ لیکن اس قول کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ضعیف بتایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ ضعیف کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم میں اس کتابت کا ایک ساتھ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کتابت کا طریقہ تو اختراعی امر ہے جو رواج پا گیا وہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔ دوسرے معنی اس کے ﴿اَلَمْ تَرَاَنَّ﴾ کے لئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسی طرح دو لفظ ہیں ﴿وَيْ﴾ اور ﴿كَاَنَّ﴾۔ حرف ﴿وَيْ﴾ تعجب کے لئے ہے یا تنبیہ کے لئے اور ﴿كَاَنَّ﴾ معنی میں ﴿اَظُنُّ﴾ کے ہے۔ ان تمام اقوال میں قوی قول یہ ہے کہ یہ معنی میں ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ کے ہے یعنی کیا نہ دیکھا تو نے جیسے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی معنی عربی شعر میں بھی مراد لیے گئے ہیں۔

---

[1] [صحیح موقوف فی حکم المرفوع: مسند احمد (۱/۳۸۷) الادب المفرد (۲۷۵) مستدرك حاكم (۱/۸۸) طبرانی کبیر (۹/۲۰۳) تهذیب الآثار للطبری (۶/۵٦) بیهقی فی شعب الایمان (۱/۴۲۵) ابن ابی شیبة (۱۳/۲۹۳)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ [صحیح الادب المفرد (۲۰۹)]

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا
فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ
جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾

آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے ○ جو شخص نیکی لائے گا اور اسے اس سے بہت بہتر ملے گا۔ اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے بد اعمال کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے ○

آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے: فرماتا ہے کہ جنت اور آخرت کی نعمت صرف انہی کو ملے گی جن کے دل خوف الٰہی سے بھرے ہوئے ہوں اور دنیا کی زندگی تواضع' فروتنی' عاجزی اور اخلاق کے ساتھ گزار دیں۔ کسی پر اپنے آپ کو اونچا اور بڑا نہ سمجھیں' ادھر ادھر فساد نہ پھیلائیں' سرکشی اور برائی نہ کریں' کسی کا مال ناحق نہ ماریں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانیاں نہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اپنے ساتھی کی جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اسی آیت میں داخل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر و غرور کرے۔ اور اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری تو یہ خواہش رہتی ہے کہ میری چادر بھی اچھی ہو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں یہ تو خوبصورتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ [1] پھر فرمایا جو ہمارے پاس نیکی لائے گا وہ بہت سی نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ یہ مقام فضل ہے اور برائی کا بدلا صرف اسی کے مطابق سزا ہے۔ یہ مقام عدل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ [2] الخ' جو برائی لے کر آئے گا وہ اوندھے منہ آگ میں جائے گا۔ تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ
جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى
اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا
يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ
هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾

[1] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب تحريم الكبر وبيانه (٩١- ١٤٧) ترمذی (١٩٩٩) مسند احمد (١/٤٥١)]

[2] [سورة النمل: آيت ٩٠]

جس اللہ نے تجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ تجھے دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے' کہہ دے کہ میرا رب اسے بھی بخوبی جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے ○ تجھے تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن تیرے رب کی مہربانی سے یہ اترا اب تجھے ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہئے ○ خیال رکھ کہ یہ کفار تجھے اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے بعد کہ یہ تیری جانب اتاری گئیں تو اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ○ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا' بجز اللہ کے کوئی اور معبود نہیں ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ' اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

تبلیغ کرتے رہیں: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ رسالت تبلیغ کرتے رہیں' لوگوں کو کلام اللہ سناتے رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کی طرف واپس لے جانے والا ہے اور وہاں نبوت کی بابت پرسش ہو گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [1] یعنی امتوں سے اور رسولوں سے سب سے ہم دریافت فرمائیں گے۔ اور آیت میں ہے رسولوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ [2] اور آیت میں ہے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ [3] ﴿مَعَادٍ﴾ سے مراد جنت بھی ہو سکتی ہے' موت بھی ہو سکتی ہے' دوبارہ کی زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ دوبارہ پیدا ہوں اور داخل جنت ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے اس سے مراد مکہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ ہی میں تھے جو آپ کے دل میں مکے کا شوق پیدا ہوا پس یہ آیت اتری اور آپ سے وعدہ ہوا کہ آپ واپس مکہ پہنچائے جائیں گے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورت مکی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے بھی قیامت ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے۔ ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کبھی تو آپ کے مکے کی طرف لوٹنے سے اس کی تفسیر کی ہے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی۔ اور یہ حضور ﷺ کی عمر کے پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی۔ جیسے آپ نے سورہ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موافقت کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت کی تفسیر میں جہاں مکہ مروی ہے وہاں حضور ﷺ کا انتقال بھی مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ کا ٹھکانا ہے اور آپ کی تبلیغ رسالت کا بدل ہے کہ آپ نے جن وانس کو اللہ کے دین کی دعوت دی اور آپ تمام مخلوق سے زیادہ کامل' زیادہ فصیح' اور زیادہ افضل تھے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مخالفین سے اور جھٹلانے والوں سے کہہ دو کہ ہم میں سے ہدایت والوں کو اور گمراہی والوں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ کس کا انجام بہتر ہوتا ہے؟ اور دنیا اور آخرت میں بہتری اور بھلائی کس

---

[1] [الاعراف : ٦] [2] [المائدہ : ١٠٩]

[3] [الزمر : ٦٩]

کے حصے میں آتی ہے؟ پھر اپنی ایک اور زبردست نعمت بیان فرماتا ہے کہ وحی کے اترنے سے پہلے آپ کو کبھی یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ آپ پر کتاب اللہ نازل ہوگی۔ یہ تو تجھ پر اور تمام مخلوق پر رب کی رحمت ہوئی کہ اس نے تجھ پر اپنی پاک اور افضل کتاب نازل فرمائی۔ اب تمہیں ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہئے بلکہ ان سے الگ رہنا چاہیے۔ ان سے بیزاری ظاہر کر دینی چاہیے اور ان سے مخالفت کا اعلان کر دینا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی اتری ہوئی آیتوں سے یہ لوگ کہیں تجھے روک نہ دیں یعنی جو تیرے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو تیری تابعداری سے روکتے ہیں۔ تو اس سے اثر پذیر نہ ہونا' اپنے کام میں لگے رہنا' اللہ تیرے کلمے کو بلند کرنے والا ہے تیرے دین کی تائید کرنے والا ہے۔ تیری رسالت کو غالب کرنے والا ہے۔ تمام دینوں پر تیرے دین کو اونچا کرنے والا ہے۔ تو اپنے رب کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا رہ جو اکیلا اور لاشریک ہے تجھے نہیں چاہیے کہ مشرکوں کا ساتھ دے۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکار۔ عبادت کے لائق وہی ہے۔ الوہیت کے قابل اسی کی عظیم الشان ذات ہے۔ وہی دائم اور باقی ہے۔ حی وقیوم ہے۔ تمام مخلوق مرجائے گی اور وہ موت سے دور ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ ○ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ [1] جو بھی یہاں پر ہے فانی ہے تیرے رب کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو جلالت وکرامت والا ہے۔ اور ﴿وَجْهُهُ﴾ سے مراد ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ سچا کلمہ لبید شاعر کا ہے جو اس نے کہا ((اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ)) یاد رکھو کہ اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ [2] مجاہد ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر چیز باطل ہے مگر وہ کام جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب رہ جاتا ہے۔ شاعروں کے شعروں میں بھی اور ﴿وَجْهُهُ﴾ کا لفظ اس مطلب کے لئے استعمال کیا گیا۔ ملاحظہ ہو:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ذَنْباً لَسْتُ مُحْصِيْهِ رَبَّ الْعِبَادِ اِلَيْهِ الْوَجْهُ وَالْعَمَلُ

میں اللہ سے جو تمام بندوں کا رب ہے جس کی طرف توجہ اور قصد ہے اور جس کے لئے عمل ہیں اپنے ان تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جنہیں میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ یہ قول پہلے قول کے خلاف نہیں۔ یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ انسان کے تمام اعمال اکارت ہیں صرف انہی نیکیوں کے بدلے کا مستحق ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کی ہوں۔ اور پہلے قول کا مطلب بھی بالکل صحیح ہے کہ سب جاندار فانی اور زائل ہیں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک ہے جو فنا اور زوال سے بالاتر ہے۔ وہی اول وآخر ہے ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد رہے گا۔ مروی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دل کو مضبوط کرنا چاہتے تھے تو جنگل میں کسی کھنڈر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور دردناک آواز سے کہتے کہ اس کے بانی کہاں ہیں؟ پھر خود ہی جواب میں یہی آیت پڑھتے۔ حکم وملک

---

[1] [سورة الرحمن: آيت ٢٦-٢٧]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب مناقب الانصار : باب ما يجوز من الشعر والرجز (٦١٤٧) صحيح مسلم : كتاب الشعر (٢٢٥٦)]

اور ملکیت صرف اسی کی ہے مالک و متصرف وہی ہے۔ اس کے حکم احکام کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ روز جزا سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہ سب کو ان کی نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ دے گا۔ نیک کو نیک بدلہ اور برے کو بری سزا۔ الحمدللہ سورۂ قصص کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة العنکبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ فَتَنَّا
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③ اَمْ
حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④

اس اللہ کے نام سے شروع جس سے بڑا نہ کوئی مہربان نہ رحم والا

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے؟○ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں○ کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں○

حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے۔

مومن پر امتحان لازم: پھر فرماتا ہے یہ ناممکن ہے کہ مومنوں کو بھی امتحان سے چھوڑ دیا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے۔ پھر صالح نیک لوگوں کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔ انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔[1] اسی مضمون کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ﴾ [2] کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ اسی طرح سورۂ برات اور سورۂ بقرہ میں بھی گزر چکا ہے کہ کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے؟ اگلے لوگوں جیسے سخت امتحان کے موقعے تم پر نہ آئیں گے۔ جیسے کہ انہیں بھوک، دکھ، درد وغیرہ پہنچے۔ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایماندار بول اٹھے

---

① [صحیح : مسند احمد (۱/۱۷۲) ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جآء فی الصبر علی البلاء (۲۳۹۸) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء (۴۰۲۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

② [سورۃ التوبہ: آیت ۱۶]

کہ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ یقین مانو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔[1] یہاں بھی فرمایا ان سے اگلے مسلمانوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی' انہیں بھی سرد و گرم چکھایا گیا تا کہ جو اپنے دعوے میں سچے ہیں اور جو صرف زبانی دعوے کرتے ہیں ان میں تمیز ہو جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ اسے جانتا نہ تھا وہ ہر ہو چکی بات کو اور ہونے والی بات کو برابر جانتا ہے۔ اس پر اہل سنت والجماعت کے تمام اماموں کا اجماع ہے۔ پس یہاں علم رؤیت یعنی دیکھنے کے معنی میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ﴿لِنَعْلَمَ﴾ کے معنی ﴿لِنَرَى﴾ کرتے ہیں کیونکہ دیکھنے کا تعلق موجود چیزوں سے ہوتا ہے اور علم اس سے عام ہے۔ پھر فرمایا ہے جو ایمان نہیں لائے وہ بھی گمان نہ کریں کہ امتحان سے بچ جائیں گے بڑے بڑے عذاب اور سخت سزائیں ان کی تاک میں ہیں۔ یہ ہاتھ سے نکل نہیں سکتے۔ ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ ان کے یہ گمان نہایت برے ہیں جن کا برا نتیجہ یہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے۔ وہ سب کی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے○ ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے تو اللہ تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہے○ اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کیے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کے بہترین بدلے دیں گے○

نیکی صرف اپنے لیے: جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے وہ اسے سامنے رکھ کر نیکیاں کرتے ہیں۔ ان کی امیدیں پوری ہوں گی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور کل کائنات کا جاننے والا ہے۔ اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ٹلتا نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے۔ اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاد تلوار چلانے کا نام ہی نہیں۔ انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا رہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کسی کام نہیں آتیں لیکن بہر حال اس کی یہ مہربانی ہے کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرما دیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔ وہ ظلم سے پاک ہے' نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتا ہے۔[2] ایمانداروں کی سنت کے مطابق نیکیاں قبول فرماتا ہے۔ ان کے گناہوں سے درگزر کر لیتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

---

[1] [سورة البقرہ: آیت ۲۱٤] [2] [سورة النسآء: آیت ٤٠]

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۞ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۞

ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں تو میرے ساتھ اسے شریک کرلے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا ○ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا ○

والدین سے حسن سلوک کی تاکید: پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرما کر اب ماں باپ کے سلوک واحسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے۔ باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے ماں محبت رکھتی ہے اور پالتی ہے۔ دوسری آیت میں فرمان ہے ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾[1] الخ' اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو' اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آجائے تو انہیں اف بھی نہ کہنا' ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی' بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ سے ان کے لئے دعا کرنا کہ اے اللہ! ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔ لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہا نہ ماننا۔ سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑے ہونا ہے۔ اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے تحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا۔ اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں ان سے تمہیں الگ کرلوں گا۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملا دوں گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے۔ یہ اس لئے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اتری۔ (ترمذی وغیرہ)[2]

---

[1] [سورة بني اسرائيل: آيت ٢٣-٢٤]

[2] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة: باب فضل سعد بن ابي وقاص (١٧٤٨-٤٤) ترمذي: كتاب تفسير القرآن: باب سورة العنكبوت (٣١٨٩)]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل ان پر پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔ ہاں اگر اللہ کی مدد آ جائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھی ہی ہیں کیا دنیا جہاں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ دانا نہیں؟ ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ انہیں بھی جان کر رہے گا اور منافقوں کو بھی جان کر ہی رہے گا ○

منافقوں کے زبانی دعوے: ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو زبانی ایمان کا دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن جہاں مخالفین کی طرف سے کوئی دکھ پہنچا کہ یہ اسے اللہ کا عذاب سمجھ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے کئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ﴾ [1] الخ یعنی بعض لوگ ایک کنارے کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر راحت ملی تو مطمئن ہو گئے اور اگر مصیبت پہنچی تو منہ پھیر لیا یہاں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی غنیمت ملی کوئی فتح ملی تو اپنا دیندار ہونا ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ﴾ [2] الخ' وہ تمہیں دیکھتے رہتے ہیں اگر فتح و نصرت ہوئی تو ہانک لگانے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟ اور اگر کافروں کی بن آئی تو ان سے اپنی ساز جتانے لگتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت ممکن ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو بالکل ہی غالب کر دے پھر تو یہ اپنی اس چھپی ہوئی حرکت پر صاف نادم ہو جائیں۔ یہاں فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ جہاں زبانی بات جانتا ہے وہاں قلبی بات بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائیاں برائیاں پہچان کر نیک اور بد کو مومن و منافق کو الگ الگ کر دے گا۔ نفس کے پرستار' نفع کے خواہاں یکسو ہو جائیں گے اور نفع نقصان میں ایمان کو نہ چھوڑنے والے ظاہر ہو جائیں گے جیسے فرمایا ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ﴾ [3] الخ' ہم تمہیں آزماتے رہا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صابرین کو ہم دنیا کے سامنے ظاہر کر دیں اور تمہاری خبریں دیکھ بھال لیں احد کے امتحان کا ذکر کر کے فرمایا کہ اللہ مومنوں کو جس حالت پر وہ تھے رکھنے والا نہ تھا جب تک کہ خبیث و طیب کی تمیز نہ کر لے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔــلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

[1] [الحج : ۱۱] [2] [النسآء : ۱۴۱] [3] [محمد : ۳۱]

کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے کے یہ تو محض جھوٹے ہیں ○ البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھوئیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی اور جو کچھ افترا پردازیاں کر رہے ہیں۔ ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی ○

سب اپنے گناہوں کا ہی بوجھ اٹھائیں گے: کفار قریش مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے یہ بھی کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب پر عمل کرو اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہم پر۔ حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی اٹھائے۔ یہ بالکل دروغ گو ہیں۔ کوئی اپنے قرابتداروں کے گناہ بھی اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ دوست دوست کو اس دن نہ پوچھے گا ہاں یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے مگر وہ گمراہ شدہ لوگ ہلکے نہ ہوں گے۔ ان کا بوجھ ان پر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لِيَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ﴾ [1] الخ، یعنی یہ اپنے کامل بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں بہکایا تھا ان کے بہکانے کا گناہ بھی ان پر ہو گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ قیامت تک جو لوگ اس ہدایت پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔ اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر جو بھی عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ زمین پر جتنی خون ریزیاں ہوتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا جس نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر دیا تھا اس پر اس خون کا وبال پڑتا ہے اس لئے کہ قتل بے جا اسی سے شروع ہوا۔ [3] ان کے تمام بہتان جھوٹ افترا کی ان سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تمام رسالت پہنچا دی آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت والے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظالم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس کی طرف سے کسی کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آ جائے اور اپنا بدلہ لے لے۔ اب تو ادھر ادھر سے لوگ اٹھ

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۲۵]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب العلم : باب من سن سنة حسنة او سئية (٦٧٤٥) ابو داؤد : کتاب السنة : باب من دعا الی السنة (٤٦٠٩) ترمذی : کتاب العلم : باب ما جاء فیمن دعا الی هدی فاتبع (٢٦٧٤) مسند احمد (٢/٣٨٠)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب خلق آدم و ذریته (٣٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب القسامة والمحاربین : باب بیان اثم من سن القتل (٤٣٥٥) ابن ماجه : کتاب الدیات : باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما (٢٦١٦) ترمذی : کتاب العلم : باب ما جاء الدال علی الخیر کفاعله (٢٦٧٣) نسائی : کتاب تحریم الدم (٣٩٩٦) مسند احمد (١/٣٨٢)]

کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو ان کے حق دلواؤ۔ فرشتے کہیں گے اے اللہ کیسے دلوائیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو چنانچہ یوں ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک نیکی باقی نہیں رہے گی اور ابھی تک بعض مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہیں بھی بدلہ دو فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا ان کے گناہ اس پر لاد دو۔ پھر حضور ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا ﴾ [1] الخ' ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! قیامت کے دن مومن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرمے اور اس کے مٹی کے گوندھنے سے بھی۔ دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔ [2]

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے' پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم ○ پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا ○

ساڑھے نو سو سال دعوت: اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی ہے۔ آپ ﷺ کو خبر دی جاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ دن رات' پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح آپ نے انہیں اللہ کے دین کی دعوت دی۔ لیکن وہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بڑھتے گئے۔ بہت ہی کم لوگ آپ پر ایمان لائے آخر کار اللہ کا غضب ان پر بصورتِ طوفان آیا اور انہیں تہس نہس کر دیا تو اے پیغمبر آخر الزماں ﷺ آپ اپنی قوم کی اس تکذیب کو نیا خیال نہ کریں۔ آپ اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ ہدایت وضلالت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جن لوگوں کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے انہیں تو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ تمام نشانیاں گو دیکھ لیں لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا۔ بالآخر جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو نجات ملی اور قوم ڈوب گئی اسی طرح آخر میں غلبہ آپ کا ہے اور آپ کے مخالفین پست ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نوح نبی علیہ السلام کو نبوت ملی اور نبوت کے بعد ساڑھے نو سو سال تک آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ طوفان کی عالمگیر ہلاکت کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو آدم کی نسل پھیل گئی اور دنیا میں یہ بکثرت نظر آنے لگے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کل ساڑھے نو سو سال کی تھی تین سو سال تو آپ کے بے دعوت ان میں

---

[1] [**ضعیف ولہ شاھد**: اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں صدقہ راوی ضعیف ہے البتہ اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۵۸۱) ترمذی (۲۴۲۰)]

[2] [**ضعیف**: ابو نعیم فی الحلیة (۳۱/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

گزرے، تین سو سال تک اللہ کی طرف اپنی قوم کو بلاتے رہے اور ساڑھے تین سو سال طوفان کے بعد زندہ رہے لیکن یہ قول غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلاتے رہے عون بن ابی شداد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی عمر سو سال کی تھی اس وقت اللہ کی وحی آپ کو آئی اس کے بعد ساڑھے نو سو برس تک آپ لوگوں کو کلام اللہ پہنچاتے رہے اس کے بعد پھر ساڑھے تین سو سال کی اور عمر پائی۔ لیکن یہ بھی قول غریب ہے۔ زیادہ ٹھیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں کتنی مدت تک رہے؟ انہوں نے کہا ساڑھے نو سو سال۔ آپ نے فرمایا اس کے بعد سے لوگوں کے اخلاق اور ان کی عمریں اور عقلیں آج تک گھٹتی ہی چلی آئیں۔ جب قوم نوح پر اللہ کا غضب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم وفضل سے اپنے نبی کو اور یمان والوں کو جو آپ کے ساتھ آپ کے حکم سے طوفان سے پہلے کشتی میں سوار ہو چکے تھے بچا لیا۔ سورۂ ہود میں س کی پوری تفسیر گزر چکی ہے اس لئے یہاں دوبارہ وارد نہیں کرتے ہم نے اس کشتی کو دنیا کے لئے نشان عبرت بنا یا۔ یا تو خود اس کشتی کو جیسے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اول اسلام تک وہ جودی پہاڑی پر تھی۔ یا یہ کہ اس کشتی کو دیکھ کر پھر پانی کے سفر کے لئے جو کشتیاں لوگوں نے بنائیں ان کو انہیں دیکھ کر اللہ کا وہ بچانا یاد آ جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ﴾ [1] الخ، ہماری قدرت کی ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں بٹھا لیا۔ اور ہم نے ان کے لئے اور بھی اسی جیسی سواریاں بنا دیں۔ سورۃ الحاقہ میں فرمایا جب پانی کا طوفان آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا اور اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیا تا کہ جن کانوں کو اللہ نے یاد رکھنے کی طاقت دی ہے وہ یاد رکھ لیں۔ یہاں شخص سے جنس کی طرف چڑھاؤ کیا ہے۔ جیسے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا﴾ [2] والی آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کے ستاروں کے باعث زینت آسمان ہونا بیان فرما کر ان کی وضاحت میں شہاب کا شیطانوں کے لئے رجم ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور آیت میں انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ذکر کر کے فرمایا پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں قرارگاہ میں کر دیا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں ﴿هَا﴾ کی ضمیر کا مرجع عقوبت اور سزا کو کیا جائے' واللہ اعلم (یہاں یہ خیال رہے کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں شروع تفسیر میں کچھ عبارت زیادہ ہے جو بعض نسخوں میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو سال تک کا آزمایا جانا بیان کیا اور ان کی قوم کو ان کی اطاعت کے ساتھ آزمانا بتلایا کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے اللہ نے انہیں غرق کر دیا۔ پھر اس کے بعد جلا دیا۔ پھر قوم ابراہیم کی آزمائش کا ذکر کیا کہ انہوں نے بھی اطاعت ومتابعت نہ کی پھر لوط علیہ السلام کی آزمائش کا ذکر کیا اور ان کی قوم کا حشر بیان فرمایا۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعات سامنے رکھے پھر عادیوں' ثمودیوں' قارونیوں' فرعونیوں' ہامانیوں وغیرہ کا ذکر کیا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے اور اس کی

---

[1] [سورۃ یسین : آیت ٤١۔٤٤] [2] [سورۃ الملک : آیت ٥]

توحید کو نہ ماننے کی وجہ سے انہیں بھی طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ پھر اپنے پیغمبر اعظم الرسلین ﷺ مشرکین اور منافقین سے تکالیف سہنے کا ذکر کیا اور آپ کو حکم فرمایا کہ اہل کتاب سے بہترین طریق پر مناظرہ کریں)

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٨﴾

ابراہیم نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے ○ تم تو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو سنو جن جن کی تم اللہ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہیے کہ تم اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرتے رہو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو نصیحت: امام الموحدین ابو المرسلین خلیل اللہ علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اللہ کی دعوت دی ریاکاری سے بچنے اور دل میں پرہیزگاری قائم کرنے کا حکم دیا اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا۔ اور اس کا نفع بھی بتایا کہ دنیا آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہیں تم نے خود ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں۔ یہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں یہ تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصہ کے ساتھ آیت ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [1] بھی ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یہی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا میں ہے ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ [2] اے اللہ! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت بھی نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بھی بجا لاؤ۔ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو۔ نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی؟ یاد رکھو نبیوں کا کام صرف پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ اپنے آپ کو سعادت مندوں میں بناؤ بدبختوں

---

[1] [سورۃ فاتحہ: آیت ٤]
[2] [سورۃ التحریم: آیت ١١]

میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت ﷺ کی مزید تشفی کی گئی ہے اس مطلب کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلا کلام ختم ہوا۔ اور یہاں سے لے کر ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ﴾ تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام کا ہے آپ قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ ۖ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٣﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتدا کی کیفیت اللہ نے کیا کی پھر بھی اللہ اس کا اعادہ کرے گا تو یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے ○ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ نے ابتداء پیدائش کی پھر اللہ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا ○ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے سب اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ○ تم نہ تو زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں نہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار ○ جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں ○

دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ سے زیادہ آسان: دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مر کر جینے کے قائل نہیں حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں کہ جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ زمین اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی یہ سب کچھ نہ تھا پھر اللہ نے یہ سب کچھ کر دیا کیا یہ تمام نشانیاں اللہ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع وقدیر اللہ کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف ''ہو جا'' کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب کی ضرورت نہیں۔ اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔[1] پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے

[1] [الروم : ۲۷]

گا کہ قیامت کے دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی؟۔اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ (1) اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ (2) الخ' کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں؟ یا وہ آسمان وزمین کے خالق ہیں؟ کچھ نہیں بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے' جس پر چاہے رحم کرے' وہ حاکم ہے' قبضے والا ہے' جو چاہتا ہے کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے' کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا' کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا کوئی اس سے چوں چراں نہیں کر سکتا' کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے۔جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں اس کی ماتحتی میں ہیں۔خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے اس لئے وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں۔ (3) عذاب ورحم سب اس کی چیزیں ہیں۔سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے۔ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے سب اس کے در کے فقیر ہیں وہ سب سے غنی ہے۔تمہارا کوئی ولی اور مددگار اس کے سوا نہیں۔اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے والے' اس کی ملاقات کو نہ ماننے والے' اللہ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک الم افزا عذاب ہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے آپ کے سامنے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو آخر اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں ○ حضرت ابراہیم نے کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تو تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا پر ٹھہرا لیا ہے تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا ○

---

(1) [فصلت : ٥٣] (2) [الطور : ٣٥-٣٦]

(3) [صحیح :ابو داؤد : كتاب السنة : باب في القدر (٤٦٩٩) ابن ماجه : مقدمه : باب في القدر (٧٧) مسند احمد (١٨٢/٥)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

واضح دلائل کے بعد بھی قوم کا انکار: حضرت ابرہیم علیہ السلام کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کرسکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اسی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ جواب تو ان دلیلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہٰذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بھڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ نے ان کے اس مکر کو انہی پر لوٹا دیا مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور ایک گڑھا کھود کر اس کے اردگرد احاطے کی دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہوئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر باندھ کر منجنیق میں ڈال کر جھلا کر اس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ نے اسے اپنے خلیل اللہ علیہ السلام پر باغ و بہار بنا دیا آپ کئی دن کے بعد صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے۔ یہ اور اس جیسی اور قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمان کے لئے' اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے' اپنی اولاد آپ نے قربانی کے لئے' اپنا مال آپ نے فیضان کے لئے کر دیا' یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ نے آگ کو آپ کے لئے باغ بنا دیا۔ اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایکا اور اتفاق دنیا تک ہی ہے۔ ﴿مَوَدَّةً﴾ زبر کے ساتھ مفعول لہ ہے۔ ایک قرأت میں پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی تمہاری یہ بت پرستی تمہارے لئے گو دنیا کی محبت حاصل کرا دے۔ لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہو جائے گا مودت کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اختلاف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے' ایک دوسرے پر الزام رکھو گے' ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ پر پھٹکار برسائے گا۔ سب دوست دشمن بن جائیں گے۔ ہاں پرہیزگار' نیکوکار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدانِ قیامت کی ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہوگا کہ ان کی کسی طرح مدد کر سکے۔ حدیث میں ہے تمام اگلے پچھلوں کو اللہ تعالیٰ ایک میدان میں جمع کرے گا۔ کون جان سکتا ہے کہ دونوں سمت میں سے کس طرف؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ علم والا ہے۔ پھر ایک منادی عرش تلے سے آواز دے گا کہ اے موحدو! تب توحید والے اپنا سر اٹھائیں گے پھر یہی آواز لگائے گا پھر سہ بارہ یہی پکارے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرما لیا۔ اب لوگ کھڑے ہوں گے اور آپس کی ناچاقیوں اور لین دین کا مطالبہ کرنے لگیں گے تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے آواز دی جائے گی کہ اے اہل توحید! تم تو آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو تمہیں اللہ بدل دے گا۔ ①

---

① [ضعیف :طبرانی اوسط (۴۸۰۳) مجمع الزوائد (۳۵۵/۱۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوعاصم ربیع بن اسماعیل کو امام ابوحاتمؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔]

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

حضرت ابراہیم پر حضرت لوط ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے ○ ہم نے ابراہیم کو اسحاق و یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں کر دی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے ○

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ لوط بن ھاران بن آزر‘ آپ کی ساری قوم میں سے ایک تو حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے تھے اور ایک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی بیوی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی بیوی صاحبہ کو اس ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ اپنے پاس بلوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ دیکھو میں نے اپنا رشتہ تم سے بھائی بہن کا بنایا ہے تم بھی یہی کہنا کیونکہ اس وقت دنیا پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی میاں بیوی ہمارے سوا ایماندار نہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان تو لائے تھے مگر اسی وقت ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے پھر اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیج دیئے گئے تھے جیسا کہ بیان گزرا اور آئے گا۔ ہجرت کا ارادہ یا تو حضرت لوط علیہ السلام نے ظاہر فرمایا کیونکہ ضمیر کا مرجع اقرب تو یہی ہیں۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ تو گویا حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنی قوم سے دست برداری کر لی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ کسی اور جگہ جاؤں شاید وہاں والے اللہ والے بن جائیں۔ عزت اللہ کی اس کے رسول کی اور مومنوں کی ہے۔ حکمت والے اقوال افعال‘ تقدیر شریعت اللہ کی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کوفے سے ہجرت کر کے شام کے ملک کی طرف گئے۔

حدیث میں ہے کہ ہجرت کے بعد کی ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہوگی۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں زمین تھوک دے گی اور اللہ ان سے نفرت کرے گا انہیں آگ سوروں اور بندروں کے ساتھ ہنکاتی پھرے گی۔ راتوں کو دنوں کو انہی کے ساتھ رہے گی اور ان کی جھڑن کھاتی رہے گی[1] اور روایت میں ہے جو ان میں سے پیچھے رہ جائے گا اسے یہ آگ کھا جائے گی اور مشرق کی طرف سے کچھ لوگ میری امت میں ایسے نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ان کے خاتمے کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوگا یہاں تک کہ آپ نے بیس سے بھی زیادہ بار اسے دہرایا۔ یہاں تک کہ انہی کے آخری گروہ میں سے دجال نکلے گا۔[2] حضرت

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۷۳۰)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۱۹۹/۲) مستدرک حاکم (۵۱۰/۴) غایۃ المقصد (۱۸۵،۲) عبد الرزاق (۲۰۷۹۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۶۸۷۱)]

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ ایک زمانہ تو ہم پر وہ تھا کہ ہم ایک مسلمان بھائی کے لئے درہم و دینار کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اپنی دولت اپنے بھائی کی ہی سمجھتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ دولت ہمیں اپنے مسلم بھائی سے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی۔ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم بیلوں کی دموں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور تجارت میں مشغول ہو جاؤ گے اور اللہ کی راہ کا جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کے پٹے ڈال دے گا جو اس وقت تک تم سے الگ نہ ہوں گے جب تک کہ تم پھر سے وہیں نہ آ جاؤ جہاں تھے اور تم توبہ نہ کرلو۔ پھر وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری اور فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گی اور بدعملیاں کریں گے قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا ان کے علم کو دیکھ کر تم اپنے علموں کو حقیر سمجھنے لگو گے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے پس جب یہ لوگ ظاہر ہوں تو انہیں قتل کر دینا' پھر نکلیں پھر مار ڈالنا' پھر ظاہر ہوں تو پھر قتل کر دینا۔ وہ بھی خوش نصیب ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ بھی خوش نصیب ہے جو ان کے ہاتھوں قتل کیا جائے جب ان کے گروہ نکلیں گے اللہ انہیں برباد کر دے گا پھر نکلیں گے پھر برباد ہو جائیں گے اسی طرح حضور ﷺ نے کوئی بیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار یہی فرمایا۔ (1) ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق نامی بیٹا دیا اور اسحاق کو یعقوب نامی علیہ السلام جیسے فرمان ہے کہ جب خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ نے آپ کو اسحاق و یعقوب علیہما السلام دیے اور ہر ایک کو نبی بنایا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پوتا بھی آپ کی موجودگی میں ہو جائے گا اسحاق علیہ السلام بیٹے تھے اور یعقوب علیہ السلام پوتے تھے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی صاحبہ کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے پیچھے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ اور فرمایا کہ قوم چھوڑنے کے بدلے تمہارے گھر کی بستی یہ دے گا جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند تھے۔ یہی سنت سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اپنے لڑکوں سے کہنے لگے تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے اور آپ کے الٰہ والد ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کے الٰہ کی جو یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (2)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ اسحاق و یعقوب حضرت ابراہیم علیہما السلام کے فرزند تھے اس سے مراد فرزند کے فرزند کو فرزند کہہ دینا ہے۔ یہ نہیں کہ صلبی فرزند دونوں تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہاں ادنیٰ آدمی بھی

---

(1) [ضعیف : مسند احمد (۲/۸۴)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ ضعیف و مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۲۵۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب ام کنتم شهداء اذا حضر یعقوب الموت (۳۳۸۲۔ ۳۳۹۰) مسند احمد (۲/۹۶)]

ایسی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ ہم نے انہی کی اولاد میں کتاب و نبوت رکھ دی۔ خلیل کا خطاب انہی کو ملا امام انہیں کہا گیا پھر ان کے بعد انہی کی نسل میں نبوت و حکمت رہی بنو اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو یہ سلسلہ یوں ہی چلا۔ بنی اسرائیل کے اس آخری پیغمبر نے اپنی امت کو صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نبی عربی قریشی ہاشمی خاتم المرسلین سید الرسل اولادِ آدم کی بشارت دیتا ہوں جنہیں اللہ نے چن لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ کے سوائے اور نبی نہیں ہوا' عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ۔ ہم نے انہیں دنیا کے ثواب بھی دیئے اور آخرت کی نیکیاں بھی عطا فرمائیں۔ دنیا میں رزق وسیع' جگہ پاک' بیوی نیک' سیرت جمیل اور ذکر حسن دیا ساری دنیا کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔ باوجودیکہ اپنی اطاعت کی توفیق روز بروز اور زیادہ دی۔ کامل اطاعت گزاری کی توفیق کے ساتھ دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی صالحین میں رکھا۔ جیسے فرمان ہے ابراہیم علیہ السلام مکمل فرماں بردار تھا موحد تھا مشرکوں میں سے نہ تھا آخرت میں بھلے لوگوں کا ساتھی ہوا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

حضرت لوط کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا ○ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور راستے بند کرتے ہو؟ اور اپنی مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں آپ کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ بس جا اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آ ○ حضرت لوط نے دعا کی پروردگار! اس مفسد قوم پر تو میری مدد فرما ○

قوم لوط کی بدترین خصلت: لوطیوں کی مشہور بدکرداری سے حضرت لوط علیہ السلام انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ کفر' تکذیب رسول اللہ کے حکم کی مخالفت تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی۔ دوسری بدخصلت ان میں یہ تھی کہ راستے روکتے تھے' ڈاکے ڈالتے تھے' قتل وفساد کرتے تھے مال لوٹ لیتے تھے' مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔ کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے۔

گویا سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا ہوائیں نکال کر ہنستے تھے' مینڈھے لڑواتے' مرغ لڑواتے اور بدترین برائیاں کرتے تھے اور علی الاعلان مزے لے لے کر گناہ کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ راہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے تھے اور کنکر پتھر پھینکتے رہتے تھے۔[1] سیٹیاں بجاتے تھے۔ کبوتر بازی کرتے تھے' ننگے ہو جاتے تھے' کفر و عناد سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا پس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں لے آ تو ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔ عاجز آ کر حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ
اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڤ
لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا
لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ
وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں ○ حضرت ابراہیم کہنے لگے کہ اس میں تو لوط ہیں فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں لوط کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے البتہ وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ○ پھر جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے قاصدوں نے کہا آپ خوف نہ کھائیے نہ آزردہ ہو جائیے ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہوگی ○ ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ بے حکم ہو رہے ہیں ○ البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں ○

• **ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا نزول:** حضرت لوط علیہ السلام کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے۔ یہ فرشتے بشکل انسانی پہلے بطور مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے۔

---

[1] [**ضعیف** :مسند احمد (٦/٣٤١) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة العنکبوت (٣١٩٠) طبرانی کبیر (٢١٠٢٠) جامع الاصول فی احادیث الرسول (٢٩٧/٢) مستدرك حاکم (٤٠٩/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوصالح ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٣٨٣)] شیخ البانیؒ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی (٦٢٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

آپ نے ضیافت کا سامان تیار کیا اور ان کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہیں اس کی رغبت نہیں تو دل ہی دل میں خوف زدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوگا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو وہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں جیسے کہ سورہ ہود اور سورۂ حجر میں مفصل تفسیر گزر چکی ہے۔ اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا۔ جسے سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ڈھیل دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں۔ اس لئے فرمانے لگے کہ وہاں لوط نبی علیہ السلام بھی ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچا لیں۔ ہاں انکی بیوی تو بے شک ہلاک ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورت میں یہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط نبی علیہ السلام شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں اپنے پاس ٹھہراتے ہیں تو ان کی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے بھی تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر نہیں ٹھہراتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ قوم کی خصلت سے واقف تھے اس لئے ناخوش اور سنجیدہ ہو گئے۔ لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کر دی کہ آپ گھبرایئے نہیں رنجیدہ نہ ہوں ہم تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان سوائے آپ کی اہلیہ کے بچ جائے گا۔ باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور ان کی بدکاری کا نتیجہ دکھا دیا جائے گا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو زمین سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور وہاں سے الٹ دیں اور پھر ان پر ان کے نام کے نشاندار پتھر برسائے گئے۔ اور جس عذاب الٰہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔ ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔ اور عقلمند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح ہلاکت کو یاد کر کے اللہ کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا
تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو ○ پھر بھی انہوں نے انہیں جھٹلایا آخرش انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے ○

قوم شعیب کا فساد اور ان پر عذاب: اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین میں اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا۔

انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کر لو اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم وزیادتی نہ کرو اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو برائیوں سے الگ رہو ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے تھے ڈاکے ڈالتے تھے راستے بند کر دیتے تھے ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دھرا بلکہ انہیں جھوٹا کہا اس بنا پر عذاب الٰہی برس پڑا سخت بھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز و تند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی میں سب کا سب ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورۂ اعراف سورۂ ہود اور سورۂ شعرا میں گزر چکا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُودَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾

ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں شیطان نے انہیں ان کی بد اعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے ○ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے ○ پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا۔ ان میں بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے ○

عاد و ثمود کی نافرمانی اور ہلاکت: عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھے۔ احقاف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضر موت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے۔ یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القریٰ کے قریب ہے۔ عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔ قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھرپور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اعظم تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نبی ہو کر اس کی طرف گئے تھے۔ یہ دونوں قبطی کافر تھے جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی اللہ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذائیں دیں اور ان کی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ عادیوں پر ہوائیں بھیجیں۔ انہیں اپنی قوت و طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلے کا نہ جانتے تھے۔ ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز و تند تھی جو ان پر زمین کے پتھر اڑا اڑا کر برسانے

لگی۔ بالآخر زور پکڑتے پکڑتے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا دھڑ الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت' جس کے تنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں' ثمودیوں پر حجت الٰہی پوری ہوئی دلائل دے دیئے گئے ان کے طلب موافق پتھر سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کر دیا۔ دل دہل گئے' کلیجے اڑ گئے اور سب کی روحیں نکل گئیں۔ قارون نے سرکشی اور تکبر کیا۔ طغیانی اور بڑائی کی' رب الاعلیٰ کی نافرمانی کی' زمین میں فساد مچا دیا' اکڑ اکڑ کر چلنے لگا' اپنے ڈنڈ بل دیکھنے لگا' اترانے اور پھولنے لگا' پس اللہ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین دوز کر دیا جو آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فرعون' ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ساتھ ایک ہی ساعت میں دریا برد کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ان کا نام تو کبھی لیتا۔ اللہ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا۔ ان کے کرتوت کا پھل تھا ان کی کرنی کی بھرنی تھی۔ یہ بیان یہاں بطور لف ونشر کے ہے۔ اولاً جھٹلانے والی امتوں کا ذکر ہوا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو عذابوں سے ہلاک کرنے کا۔ کسی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جن پر پتھروں کا مینہ برسانے کا ذکر ہے ان سے مراد لوطی ہیں اور غرق کی جانے والی قوم قوم نوح ہے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی تو ہے لیکن سند میں انقطاع ہے۔ ان دونوں قوموں کی حالت کا ذکر اسی سورت میں بتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ پھر بہت سے فاصلے کے بعد یہ بیان ہوا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مینہ جن پر برسایا گیا ان سے مراد لوطی ہیں اور جنہیں چیخ سے ہلاک کیا گیا ان سے مراد قوم شعیب ہے۔ لیکن یہ قول بھی ان آیتوں سے دور دراز ہے' واللہ اعلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

وقف لازم

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے' حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔ کاش کہ وہ جان لیتے ○ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں۔ وہ زبردست اور ذی حکمت ہے ○ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں' انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں ○

غیر اللہ کو پکارنے والے مکڑی کے جالے کی طرح کمزور عقیدے پر: جو لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سوا

اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ ان سے مدد روزی اور سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے۔ اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے۔ پس ان کا حال ایمانداروں کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنے سر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس کا دل اللہ کی طرف' اس کا جسم اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش کی طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے' ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے۔ انہیں ان کی شرارت کا ایسا مزا چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت اور حکمت ہے۔ نہ یہ کہ وہ علیم اللہ ان سے بے خبر ہو۔ ہم نے تو مثالوں سے بھی مسائل سمجھا دیئے۔ لیکن اس کے سوچنے سمجھنے کا مادہ' ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی سمجھی ہیں۔ (مسند احمد)[1] اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔ حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ شریف کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنوں کا مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دکھتا ہے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمان اللہ یہی ہے کہ ہم مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴ؑ

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے ○

ارض وسماء کی تخلیق کا مقصد: اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو و بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ اس لئے کہ یہاں لوگوں کو بسائے۔ پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے۔ اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا و سزا دے۔ بروں کو ان کی بد اعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہترین بدلہ۔

الحمد للہ بیسواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲۰۳/۴) مجمع الزوائد (۲۶۴/۸) مسند الصحابة فی الکتب التسعة (۱۷۳۴۹) مسند الجامع (۱۰۷۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۸۰۶)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اور نماز کا پابند رہ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بے شک ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے○

تلاوتِ قرآن اور نماز کی تلقین: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اور ایمان داروں کو حکم دے رہا ہے کہ "وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اسے اوروں کو بھی سنائیں اور نمازوں کی نگہبانی کریں اور پابندی سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز انسان کو ناشائستہ کاموں اور نالائق حرکتوں سے باز رکھتی ہے۔" نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "جس نمازی کی نماز نے اسے گناہوں اور سیاہ کاریوں سے باز نہ رکھا۔ وہ اللہ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔" ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا: "جسے اس کی نماز بے حیا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی" ① اور روایت میں ہے کہ "وہ اللہ سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا" ② ایک موقوف روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "جو نمازی بھلے کاموں میں مشغول اور برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو۔ سمجھ لو کہ اس کی نماز اسے اللہ سے اور دور کرتی جا رہی ہے۔" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو نماز کی بات نہ مانے' اس کی نماز نہیں" نماز بے حیائی سے اور بد فعلیوں سے روکتی ہے' اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان بے ہودہ کاموں سے نمازی رک جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا کہ اے شعیب علیہ السلام ! کیا تمہیں تمہاری نماز حکم کرتی ہے؟ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ "ہاں اللہ کی قسم نماز حکم بھی کرتی ہے اور منع بھی کرتی ہے" ③ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے' تو آپ نے فرمایا "نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے"۔ میری تحقیق میں اوپر جو مرفوع روایت بیان ہوئی اس کا بھی موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ حضور ﷺ ! فلاں شخص نماز پڑھتا ہے لیکن چوری نہیں چھوڑتا آپ نے فرمایا عنقریب اس کی نماز اس کی یہ برائی چھڑا دے گی۔ ④ چونکہ نماز ذکر اللہ کا نام ہے اسی لئے اس کے بعد ہی

---

① [**ضعیف و منقطع** :اس میں انقطاع ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [**ضعیف** :الدرالمنثور للسیوطی (۲۷۹/۵) طبرانی کبیر (۱۱۰۲۵) مجمع الزوائد (۱۳۴/۱)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

③ [**ضعیف و منقطع** :تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۷۸٤)] اس کی سند میں جویبر راوی ضعیف ہے۔]

④ [**صحیح** :مسند احمد (۴۴۷/۲) مسند بزار (۷۲۱) مجمع الزوائد (۲۵۸/۲)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۷۷۸)]

فرمایا اللہ کی یاد بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام باتوں سے اور تمہارے کل کاموں سے باخبر ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "نماز میں تین چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نماز نماز نہیں۔ ① اخلاص وخلوص ② خوف الٰہی ③ ذکر اللہ۔ اخلاص سے تو انسان نیک ہو جاتا ہے۔ اور خوفِ اللہ سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور ذکر اللہ یعنی قرآن اسے بھلائی برائی بتا دیتا ہے وہ حکم بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے" ابن عون انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جب تو نماز میں ہو تو نیکی میں ہے اور نماز تجھے فحش اور منکر سے بچائے ہوئے ہے۔ اور اس میں جو کچھ تو ذکر اللہ کر رہا ہے وہ تیرے لئے بڑے ہی فائدے کی چیز ہے" حماد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "کم سے کم حالت نماز میں تو تو برائیوں سے بچا رہے گا۔ ایک راوی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے کہ جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے" اس نے کہا ہمارے ہاں جو صاحب ہیں وہ تو کہتے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تم اللہ کا ذکر کرو گے تو وہ تمہاری یاد کرے گا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ ① تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔ اسے سن کر آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا یعنی دونوں مطلب درست ہیں۔ یہ بھی اور وہ بھی' اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا کہ اس جملے کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے مراد نماز میں ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ وغیرہ کہنا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے عجیب بات کہی یہ یوں نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حکم کے اور منع کے وقت اللہ کا تمہیں یاد کرنا' تمہارے ذکر اللہ سے بہت بڑا بہت اور اہم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابو درداء' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور اسی کو امام ابن جریر رحمہ اللہ پسند فرماتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوٓا
اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے مناظرے کرو مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے بے انصاف ہیں اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر نازل ہوئی ہے ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں O

غیر مسلموں کو دلائل کے ذریعے قائل کرنا: حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے حکم کی آیت کے ساتھ منسوخ ہے۔ اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا لڑائی لڑیں۔ لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم باقی ہے۔ جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اور اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے کیا عجب کہ وہ راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے

① [البقرہ : ۱۷۲]

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ ① الخ' اپنے رب کی راہ کی دعوت' حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دو' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے کہ ﴿قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی﴾ ② یعنی اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس کا دل پگھل جائے۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ہاں ان میں سے جو ظلم پر اڑ جائیں اور ضد اور تعصب برتیں حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ پھر مناظرے مباحثے بے سود ہیں پھر تو جدال وقتال کا حکم ہے۔ جیسے جناب باری عزاسمہٗ کا ارشاد ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ③ الخ' ہم نے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب ومیزان نازل فرمائی تاکہ لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام ہو سکے۔ اور ہم نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے جس میں سخت لڑائی ہے۔ پس حکم اللہ یہ ہے کہ بھلائی سے اور نرمی سے جو نہ مانے اس پر پھر سختی کی جائے۔ جو لڑے اسی سے لڑا جائے ہاں یہ اور بات ہے کہ ماتحتی میں رہ کر جزیہ ادا کرے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کے کھرے کھوٹے ہونے کا تمہیں یقینی علم نہ ہو تو اس کی تکذیب کی طرف قدم نہ بڑھاؤ اور نہ بے تامل تصدیق کر دیا کرو ممکن ہے کسی امر حق کو تم جھٹلا دو' اور ممکن ہے کسی باطل کی تم تصدیق کر بیٹھو۔ پس شرطیہ تصدیق کرو یعنی کہہ دو کہ ہمارا اللہ کی ہر بات پر ایمان ہے اگر تمہاری پیش کردہ چیز اللہ کی نازل کردہ ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر تم نے تبدیل وتحریف کر دی ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تم انہیں سچا کہو نہ جھوٹا بلکہ تم ﴿اٰمَنَّا بِالَّذِیْ﴾ سے آخر آیت تک پڑھ دیا کرو۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کیا یہ جنازے بولتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو علم ہے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ یقیناً بولتے ہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اہل کتاب جب تم سے کوئی بات بیان کریں تو تم نہ ان کی تصدیق کرو نہ جھٹلاؤ بلکہ کہہ دو کہ ہمارا اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو تم کسی جھوٹ کو سچا کہہ دو یا کسی سچ کو جھوٹ بتا دو۔ ⑤ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ان اہل کتاب کی اکثر بیشتر باتیں تو غلط اور جھوٹ ہی ہوتی ہیں۔ عموماً بہتان وافتراء ہوتا ہے۔ ان میں تحریف وتبدیل' تغیر وتاویل رواج پا چکی ہے۔ اور صداقت ایسی رہ گئی کہ گویا کچھ بھی نہیں پھر ایک بات اور بھی ہے کہ بالفرض سچ بھی ہو تو ہمیں کیا فائدہ؟ ہمارے پاس تو اللہ کی تازہ اور کامل کتاب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل کتاب سے تم

---

① [النحل : ۱۲۵] ② [طه : ٤٤]

③ [سورة الحدید: آیت ۲۵]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی قولوا امنا بالله وما انزل الینا (٤٤٨٥)]

⑤ [حسن : مسند احمد (١٣٦/٤) ابو داؤد : کتاب العلم : باب روایة حدیث اهل الکتاب (٣٦٤٤) طبرانی کبیر (٣٥١/٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٢٢٥)]

کچھ بھی نہ پوچھو۔ وہ خود جب کہ گمراہ ہیں تو تمہاری تصحیح کیا کریں گے؟ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی کسی سچی بات کو تم جھوٹا کہہ دو۔ یا ان کی کسی جھوٹی بات کو تم سچ کہہ دو۔ یاد رکھو ہر اہل کتاب کے دل میں اپنے دین کا ایک تعصب ہے۔ جیسے کہ مال کی خواہش ہے۔ (ابن جریر) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے سوالات کیوں کرتے ہو؟ تم پر تو اللہ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے۔ جو بالکل خالص ہے جس میں باطل نہ ملا جلا نہ مل جل سکے۔ تم سے تو خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اہل کتاب نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا۔ اللہ کی کتاب میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ کی کتاب کہنے لگے اور دنیوی نفع حاصل کرنے لگے۔ کیوں بھلا تمہارے پاس جو علم اللہ ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ اگر ان سے دریافت کرو دیکھو تو کس قدر ستم ہے کہ ان میں سے تو ایک بھی تم سے کبھی کچھ نہ پوچھے اور تم ان سے دریافت کرتے پھرو؟ ① صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قریش کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ دیکھو ان تمام اہل کتاب میں اور ان کی باتیں بیان کرنے والوں میں سب سے اچھے اور سچے حضرت کعب بن احبار ہیں لیکن باوجود اس کے بھی ان کی باتوں میں بھی ہم کبھی کبھی جھوٹ پاتے ہیں۔ ② اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عمداً جھوٹ بولتے ہیں بلکہ جن کتابوں پر انہیں اعتماد ہے وہ خود گیلی سوکھی سب جمع کر لیتے ہیں ان میں خود سچ جھوٹ صحیح غلط بھرا پڑا ہے۔ ان میں مضبوط ذی علم حافظوں کی جماعت تھی ہی نہیں۔ یہ تو اسی امت مرحومہ پر اللہ کا فضل ہے کہ اس میں بہترین دل ودماغ والے اور اعلیٰ فہم وذکا والے اور عمدہ حفظ واتقان والے لوگ اللہ نے پیدا کر دیئے ہیں لیکن پھر بھی آپ دیکھیے کہ کس قدر موضوعات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے؟ اور کس طرح لوگوں نے باتیں گھڑ لیں ہیں۔ گو محدثین نے اس باطل کو حق سے بالکل جدا کر دیا۔ فالحمد للہ۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے پس جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں ○ اس سے پہلے تو تو کوئی کتاب پڑھتا نہ تھا اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے ○ بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر بجز ستم گروں کے اور کوئی نہیں ○

① [صحيح: صحيح بخاري : كتاب الاعتصام : باب قول النبي لا تسئلوا اهل الكتاب عن شيء (٧٣٦٣)]

② [صحيح: صحيح بخاري : كتاب الاعتصام باب قول النبي لاتسئلو اهل الكتاب عن شيء (٧٣٦١)]

آیات اہل علم کے سینوں میں: فرمان ہے کہ جیسے ہم نے اگلے انبیاء ﷩ پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن شریف ہم نے اے ہمارے آخری رسول ﷺ تم پر نازل فرمایا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ہماری کتاب کی قدر کی اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیا وہ جہاں اپنی کتابوں پر ایمان لائے اس پاک کتاب کو بھی مانتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اور ان لوگوں یعنی قریش وغیرہ میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہاں جو لوگ باطل سے حق کو چھپانے والے اور سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں وہ تو اس کے بھی منکر ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی (ﷺ)! تم ان میں مدت العمر تک رہ چکے ہو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ان میں گزار چکے ہو انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔ ساری قوم اور سارا ملک بخوبی علم رکھتا ہے کہ آپ محض اُمی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ پھر آج جو آپ ایک انوکھی فصیح و بلیغ اور پر از حکمت کتاب پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ اس حالت میں ایک حرف پڑھے ہوئے نہیں خود تصنیف و تالیف کر نہیں سکتے۔ حضور ﷺ کی یہی صفت اگلی کتابوں میں تھی جیسے قراءت ناقل ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ [1] الخ یعنی جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول و نبی اُمی کی جس کی صفات وہ اپنی کتاب تورات و انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو انہیں نیکیوں کا حکم کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اللہ کے معصوم نبی ہمیشہ لکھنے سے دور ہی رکھے گئے۔ ایک سطر کیا معنی' ایک حرف بھی لکھنا آپ کو نہ آتا تھا۔ آپ نے کاتب مقرر کر لئے جو وحی اللہ کو لکھ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے پچھلے فقہاء میں سے قاضی ابو الولید باجی وغیرہ نے کہا کہ حدیبیہ والے دن خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلح نامے میں لکھا تھا کہ ((هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ)) یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ ﷺ نے فیصلہ کیا۔ لیکن یہ قول درست نہیں۔ یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری شریف کی اس روایت سے ہوا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ((ثُمَّ اَخَذَ فَكَتَبَ)) یعنی پھر حضور ﷺ نے آپ لے کر لکھا۔ [2] لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا۔ جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے ((ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ)) یعنی آپ ﷺ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا۔ مشرق و مغرب کے تمام علماء کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی رحمہ اللہ وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ صلح نامہ پر لکھ لینا آپ کا ایک معجزہ تھا۔ جیسے

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان (۲۶۹۸۔ ۲۶۹۹)]

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اور ایک روایت میں ہے ''ک ف ر'' لکھا ہوا ہوگا۔ جسے ہر مومن پڑھ لے گا (1) یعنی اگر چہ ان پڑھ ہو تب بھی اسے پڑھ لے گا۔ یہ مومن کی ایک کرامت ہوگی اسی طرح یہ فقرہ لکھ لینا اللہ کے نبی ﷺ کا معجزہ تھا یہ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لکھنا جانتے تھے یا آپ نے سیکھا تھا۔ بعض لوگ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا انتقال نہ ہوا جب تک کہ آپ نے لکھنا نہ سیکھ لیا۔ یہ روایت بالکل ضعیف ہے بلکہ محض بے اصل ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھئے کس قدر تاکید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پڑھا ہوا ہونے کا انکار کرتی ہے اور کتنی سختی کے ساتھ پرزور الفاظ میں اس کا بھی انکار کرتی ہے کہ آپ لکھنا جانتے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے یہ باعتبار غالب کے کہہ دیا ہے ورنہ لکھا تو دائیں ہاتھ سے ہی جاتا ہے اسی طرح ﴿وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ (2) میں ہے کیونکہ ہر پرندہ اپنے پروں سے ہی اڑتا ہے۔ پس حضور ﷺ کا ان پڑھ ہونا بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست آپ کی نسبت شک کرنے کی گنجائش پاتے کہ سابقہ انبیاء کی کتابوں سے پڑھ لکھ کر نقل کر لیتا ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں۔ تعجب ہے کہ باوجود ایسا نہ ہونے کے پھر بھی یہ لوگ رسول ﷺ پر الزام لگاتے ہیں او رکہتے ہیں کہ یہ گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ لیا ہے وہی اس کے سامنے صبح وشام پڑھی جاتی ہیں۔ (3) باوجودیکہ خود جانتے ہیں کہ ہمارے رسول پڑھے لکھے نہیں۔

ان کے قول کے جواب میں جناب باری عزاسمہٗ نے فرمایا انہیں جواب دو کہ اسے اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو زمین وآسمان کی پوشیدگیوں کو جانتا ہے۔ (4) یہاں فرمایا بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ خود آیات واضح صاف اور سلجھے ہوئے الفاظ میں ہیں۔ پھر علماء پر ان کا سمجھنا یاد کرنا پہنچانا سب آسان ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (5) یعنی ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے بالکل آسان بنا دیا ہے پس کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز دی گئی جس کے باعث لوگ ان پر ایمان لائے مجھے ایسی چیز وحی اللہ دی گئی ہے جو اللہ نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو مجھے ذات اللہ سے امید ہے کہ تمام نبیوں کے تابعداروں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔ (6) صحیح مسلم کی حدیث میں فرمان باری ہے کہ اے نبی ﷺ! میں تمہیں آزماؤں گا اور تمہاری وجہ سے لوگوں

---

(1) [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب ذکر الدجال (۷۱۳۱)، (۷۴۰۸) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر الدجال وصفة وما معه (۲۹۳۳_ ۲۹۳۴) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی قتل عیسی ابن مریم الدجال (۲۲۴۵) مسند احمد (۱۷۳/۳)]

(2) [سورة الانعام: آیت ۳۸]

(3) [سورة الفرقان: آیت ٥]

(4) [سورة الفرقان: آیت ٦]

(5) [سورة القمر: آیت ۱۷]

(6) [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی و اول ما نزل (۴۹۸۱)، (۷۲۷۴) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب ایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲_ ۲۳۹)]

کی بھی آزمائش کرلوں گا۔ میں تم پر ایسی کتاب نازل فرماؤں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ ① مطلب یہ ہے کہ گو اس کے حروف پانی سے دھوئے جائیں لیکن وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں جلائے گی ② اس لئے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہے۔ زبانوں پر آسان ہے دلوں میں موجود ہے اور اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتابوں میں اس امت کی ایک صفت یہ بھی مروی ہے کہ ﴿اَنَا جِیْلُھُمْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ﴾ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسے پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں بلکہ اس کا علم کہ تو اس کتاب سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا یہ آیات بینات اہل کتاب کے ذی علم لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں۔ قتادہ اور ابن جریج رحمہم اللہ سے بھی یہی منقول ہے اور پہلا قول حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے اور یہی بہ روایت عوفی رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری آیتوں کا جھٹلانا قبول نہ کرنا یہ حد سے گزر جانے والوں اور ضدی لوگوں کا ہی کام ہے جو حق ناحق کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آجائیں۔ یہاں تک کہ وہ المناک عذاب کا مشاہدہ کرلیں۔ ③

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

کہتے ہیں کہ اس پر کچھ نشانات اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے؟ تو کہہ دے کہ نشانات تو سب اللہ کے پاس ہیں، میری حیثیت تو صرف کھلم کھلا آگاہ کر دینے والے کی ہے ○ کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرما دی جو ان پر پڑھی جا رہی ہے اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں ○ کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے، وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے، جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں ○

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة و اهل النار (۲۸۶۵۔ ۶۳)]

② [حسن : مسند احمد (۱۵۵/٤) مسند ابو یعلی (۱۷٤۵) مسند دارمی (۳۱۹۲) طبرانی (۳۰۸/۷)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۲۸۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷٤۲۰)]

③ [یونس: ۹۶۔ ۹۷]

پیغمبر ﷺ سے نشانی کا مطالبہ: کافروں کی ضد' تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں معجزے اور نشانات دکھانا میرے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزہ دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنا رہے ہو تو وہ اللہ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہو جائے تم جو مانگو وہ کر ہی دکھائے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں سوائے اس کے گزشتہ لوگ بھی برابر انکار ہی کرتے رہے۔ قوم ثمود کو دیکھو' ہماری نشانی اونٹنی جوان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھایا۔ ① کہہ دو کہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں' پیغامبر ہوں' قاصد ہوں' میرا کام تمہارے کانوں تک آواز اللہ کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا۔ نیک بد سمجھا دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک اور جگہ ہے' تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ کا کام ہے اور اس کی چاہت پر موقوف ہے۔ ② بھلا اس فضول گوئی کو تو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے پاس کسی طرف سے باطل پھٹک نہیں سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے۔ پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورت کا معارضہ بھی چیلنج کے باوجود نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور اتنا بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں؟ جو اور معجزہ طلب کر بیٹھے ہیں۔ یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی ہے اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض اُمی ہے۔ جس نے کسی سے الف با بھی نہیں پڑھا جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا۔ اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے گزشتہ کتابوں کی بھی صحت و عدم صحت معلوم ہوتی ہے جس کے الفاظ میں حلاوت' جس کی نظم میں ملاحت' جس کے انداز میں فصاحت' جس کے بیان میں بلاغت' جس کا طرز دلربا' جس کا سیاق دلچسپ جس میں دنیا بھر کی خوبیاں موجود۔ خود بنی اسرائیل کے علماء بھی اس کی تصدیق پر مجبور' اگلی کتابیں جس پر شاہد۔ بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل و عامل۔ اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزہ کی طلب محض بد نیتی اور گریز ہے۔ پھر فرماتا ہے اس میں ایمان والوں کے لئے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو برباد کرنے والا ہے گزشتہ لوگوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقعہ دیتا ہے۔ گنہگاروں کا انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب و سرکشی کو اور میری سچائی و خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا وہ ایسے لوگوں کو بغیر انتقام نہیں چھوڑتا۔ جیسے خود اس کا فرمان ہے

---

① بنی اسرائیل: ۵۹ ② البقرہ: ۲۷۲

کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جاں کاٹ دیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ (1) چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں اسی لئے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے اور اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں باطل کو ماننے والے اور اللہ کو نہ ماننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں دنیا میں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ بھلا اللہ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾
يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

یہ لوگ تجھ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آ پہنچتے یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچیں گے ○ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں تسلی رکھیں جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے ○ اس دن ان کے اوپر تلے سے انہیں عذاب ڈھانپ رہے ہوں گے اور ہم کہہ رہے ہوں گے کہ اب اپنے بداعمال کا مزہ چکھو ○

کفار کے لیے عذاب اور مومنوں کے لیے جنت: مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الٰہی طلب کرنا بیان ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کے نبی سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے کہ جناب باری اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب کر۔ (2) یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العالمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہوں گے اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ ان کی بے خبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحر اخضر ہے ستارے اسی میں جھڑیں گے اور سورج چاند اسی میں بے نور کر کے ڈال دیئے جائیں گے۔ اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔ مسند احمد میں مرفوع حدیث ہے کہ سمندر ہی جہنم ہے راوی حدیث حضرت یعلی سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ یعنی وہ آگ جسے قناتیں

(1) [سورۃ الحاقہ: آیت ٤٤_٤٧] (2) [الانفال : ٣٢]

گھیرے ہوئے ہیں تو فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں یعلی کی جان ہے کہ میں اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گا۔ جب تک کہ اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے گا یہاں تک کہ میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں۔ یہ تفسیر بھی بہت غریب ہے اور یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔ ① واللہ اعلم

پھر فرماتا ہے کہ اس دن انہیں نیچے سے آگ ڈھانک لے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ ② ان کے لئے جہنم ہی اوڑھنا بچھونا ہے اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ ③ یعنی ان کے اوپر نیچے سے آگ ہی کا فرش وسائبان ہوگا۔ اور مقام پر ارشاد ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ④ الخ' یعنی کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیں جب کہ نہ یہ اپنے آگے سے آگ کو ہٹا سکیں گے نہ پیچھے سے۔ ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہر طرف سے ان کفار کو آگ کھا رہی ہوگی آگے پیچھے سے' اوپر نیچے سے' دائیں بائیں سے۔ تو اس پر اللہ عالم کی ڈانٹ ڈپٹ اور مصیبت ہوگی۔ ادھر ہر وقت کہا جائے گا لو اب عذاب کے مزے چکھو پس ایک تو وہ ظاہری جسمانی عذاب دوسرا یہ باطنی روحانی عذاب اسی کا ذکر آیت ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ﴾ ⑤ الخ' اور آیت ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ ⑥ الخ' میں ہے یعنی جب کہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ جس دن انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب جہنم میں چلے جاؤ اب تمہارا صبر کرنا یا نہ کرنا یکساں ہیں۔ تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ ضرور بھگتنا ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ
ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا
وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرتے رہو ○ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم قطعاً جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے ○ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ○ بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان سب کو اور

---

① [الاعراف : ٤١] ② [الزمر : ١٦] ③ [الانبياء : ٣٩]
④ [غافر : ٧١] ⑤ [الطور : ١٣-١٦]

تمہیں بھی اللہ ہی روزی دیتا ہے وہ بڑا ہی سننے والا جاننے والا ہے O

ہجرت کا حکم: اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ایمان والوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ دین کو قائم نہ رکھ سکتے ہوں وہاں سے اس جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین میں انہیں آزادی رہے اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے جہاں وہ فرمان اللہ کے ماتحت اللہ کی عبادت وتوحید بجالاسکیں وہاں چلے جائیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمام شہر اللہ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پاسکتا ہو وہیں قیام کر ① چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب مکہ مکرمہ کی رہائش مشکل ہوگئی تو ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ امن وامان کے ساتھ اللہ کے دین پر قیام رہ سکیں وہاں کے سمجھ دار دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی پوری تائید ونصرت کی اور وہاں بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔ پھر اس کے بعد با اجازت الٰہی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور خود آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بعد ازاں فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرنے والا اور میرے سامنے حاضر ہونے والا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو موت کے پنجے سے نجات نہیں پاسکتے پس تمہیں زندگی بھر اللہ کی اطاعت میں اور اس کے راضی کرنے میں رہنا چاہئے تاکہ مرنے کے بعد اللہ کے ہاں جا کر عذاب میں نہ پھنسو۔ ایمان دار نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند وبالا منزلوں میں پہنچائے گا۔ جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں صاف شفاف پانی کی' کہیں شراب طہور کی' کہیں شہد کی' کہیں دودھ کی' یہ چشمے خود بخود جہاں جتنے چاہیں بہنے لگیں گے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ ہٹائے جائیں گے نہ وہ نعمتیں ختم ہوں گی نہ ان میں گھاٹا آئے گا۔ مومنوں کے نیک اعمال پر جنتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔ جنہوں نے اپنے سچے دین پر صبر کیا اور اللہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے دشمنوں کو ترک کیا اور اپنے اقرباء اور اپنے گھر والوں کو راہ اللہ میں چھوڑا اور اس کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی امید پر دنیا کے عیش وعشرت پر لات مار دی۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنائے ہیں جو کھانا کھلائیں خوش کلام نرم گو ہوں روزے نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ یہ نمازیں پڑھتے ہوں اور اپنے کل احوال میں دینی ہو یا دنیوی اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں۔ ② پھر فرمایا کہ رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقسیم کیا ہوا رزق عام ہے اور ہر جگہ جو جہاں ہوا سے وہیں پہنچ جاتا ہے۔ مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہوگئے اور بادشاہ بن گئے فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو اپنے رزق کے جمع

---

① [**ضعیف**: مسند احمد (۱۶۶/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں (راویوں کی) ایک جماعت کو میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد (۷۲/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تین راوی مجہول ہیں؛ جبیر بن عمرو قرشی، ابوسعد انصاری اور ابو یحییٰ مولی آل الزبیر۔ [الموسوعة الحديثية (۱٤۲۰)]

② [**حسن**: مسند احمد (۳٤۳/۵) طبرانی کبیر (۳٤٦٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۵٤/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۹۰۵)]

کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اللہ کے ذمے ان کی روزیاں ہیں۔ پروردگار انہیں ان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں پرندوں کو آسمان وزمین کے خلا میں مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ﴾ [1] الخ، یعنی کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا آپ مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں گئے اور گری پڑی ردی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کے کھانے لگے۔ مجھ سے بھی کھانے کو فرمایا۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے تو یہ ردی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ ملا ہی نہیں۔ سنو! اگر میں چاہتا تو اللہ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر وکسریٰ کا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہوگا جو سال سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودہ ہو جائے گا۔ ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے کہ جو آیت ﴿وَكَاَيِّنْ﴾ الخ، نازل ہوئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرے اور اس سے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ باقی رہنے والی حیات تو اللہ کے ہاتھ ہے۔ دیکھو میں نہ تو دینار درہم جمع کروں نہ کل کے لئے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔ [2] یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی ابوالعطوف جزری ضعیف ہے۔ یہ مشہور ہے کہ کوے کے بچے جب نکلتے ہیں تو انکے پروبال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد ان کے پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ کھلاتے ہیں ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سفر کرو تا کہ صحت اور روزی پاؤ [3] اور حدیث میں ہے ''سفر کرو تا کہ صحت وغنیمت ملے۔ اور حدیث میں ہے سفر کرو نفع اٹھاؤ گے

---

[1] [سورہ ھود: آیت ٦]

[2] [ضعیف : بغوی فی التفسیر (٢٥٣/٦) الواحدی فی اسباب النزول (٦٧٣) تفسیر فتح القدر للشوکانی (٢١٣/٤)]

[3] [ضعیف :بیھقی فی السنن الکبری (١٠٢/٧) الخطیب فی تاریخ بغداد (٣٨٧/١٠) ابن عدی فی الکامل (١٩٠/٦) مجمع الزوائد (٥٢٨١)] اس کی ایک سند میں قاسم انصاری اور دوسری میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ امام ابن ابی حاتم ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث منکر ہے۔[العلل (٣٠٦/٢)]

روزے رکھو تندرست رہو گے جہاد کرو غنیمت ملے گی۔'' [1] ایک اور روایت میں ہے جد والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ [2] پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات و سکنات کو جاننے والا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان و زمین کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ، پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں ○ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے ○ اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دینے والا کون ہے؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ۔ اقرار کر کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ ہاں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○

معبودِ برحق صرف اللہ کیونکہ خالق و مالک و رازق بھی وہی: اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا، سورج چاند کو مسخر کرنے والا، دن رات کو پے در پے لانے والا، خالق رازق موت و حیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا کے لائق کون ہے اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے قرآن کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے اس لئے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تو تھے ہی انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج و عمرہ میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ کے لاشریک ہونے کا اقرار کرتے تھے کہتے تھے ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ)) یعنی یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۲/ ۳۸۰) طبرانی اوسط (۱/ ۲۲۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابن لہیعہ اور دراج دونوں ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**موقوف**: الدیلمی فی مسند الفردوس (۳۳۸۷)]

شریک نہیں مگر ایسے شریک جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔ (1)

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ڔ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۼ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے اگر یہ جانتے ہوں ○ یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تب تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں ○ ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکرتے ہیں۔ اور برتتے رہیں ابھی ابھی پتہ چل جائے گا ○

دنیا کی حقارت و بے ثباتی: دنیا کی حقارت وذلت' اس کے زوال وفنا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اسے کوئی دوام نہیں اس کا کوئی ثبات نہیں یہ تو صرف لہو ولعب ہے۔ البتہ دار آخرت کی زندگی دوام وبقا کی زندگی ہے وہ زوال وفنا سے' قلت وذلت سے دور ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا تو اس بقا والی چیز پر اس فانی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین بے کسی اور بے بسی کے وقت تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کو ہی پکارنے لگتے ہیں۔ پھر مصیبت کے ہٹ جانے اور مشکل کے ٹل جانے کے بعد اس کے ساتھ دوسروں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ (2) الخ' یعنی جب سمندر میں مشکل میں پھنستے ہیں اس وقت اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہیں اور جب وہاں سے نجات پا کر خشکی میں آ جاتے ہیں تو فوراً ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ ہی کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا سنو اللہ کی قسم! اگر سمندر کی اس بلا سے سوائے اللہ کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میری خطاؤں سے درگزر فرما لیں گے اور مجھ پر رحم وکرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی (3) ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ اور ﴿لِيَتَمَتَّعُوْا﴾ میں لام جو ہے اسے لام عافیت کہتے ہیں اس لئے کہ ان کا

---

(1) [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الحج : باب التلبية وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

(2) [سورة بنى اسرائيل: آيت ٦٧]

(3) [ضعیف : ... (۳/ ۱ ۲ ۴) حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف وموضوع کہتے ہیں۔]

قصد دراصل یہ نہیں ہوتا اور فی الواقع ان کی طرف نظریں ڈالنے سے بات بھی یہی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تو یہ لام تعلیل ہے۔ اس کی پوری تقریر ہم آیت ﴿لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ [1] میں کر چکے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں پر احسان نہیں مانتے؟ ○ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرے اور جب حق اس کے پاس آ جائے وہ اسے ناحق بتلائے' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا ○ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھی ہے ○

قریش کو احسان کی یاددہانی: اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے اپنے حرم میں انہیں جگہ دی۔ جو شخص اس میں آ جائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال وقتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن وامان سے اپنے دن گزارتے ہیں۔ جیسے سورۂ ﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾ [2] الخ' میں بیان فرمایا۔ تو کیا اس اتنی بڑی نعمت کا شکریہ یہی ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان لانے کے شرک کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں۔ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ واحد کی عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے رہیں۔ نبی آخر الزمان ﷺ کے پورے اور سچے طرفدار رہیں۔ لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ کے ساتھ شرک وکفر کرنا اور نبی ﷺ کو جھٹلانا اور ایذاء پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔ اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔

بالآخر اللہ کی نعمتیں ان سے چھننی شروع ہو گئیں۔ بدر کے دن ان کے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ہاتھوں مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل وپست کیا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھے وحی آتی نہ ہو اور کہہ دے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ کی سچی وحی اور حق کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمربستہ رہے۔ ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ راہ اللہ میں مشقت کرنے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ آپ کے اصحاب اور آپ کے تابع فرمان لوگ ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ فرماتا ہے کہ ہم ان کوشش اور جستجو کرنے والوں کی رہنمائی کریں گے۔ دنیا اور دین میں ان کی رہبری کرتے رہیں گے۔

[1] [سورۃ القصص: آیت ۸]
[2] [سورۃ قریش: آیت ۱-۴]

حضرت ابو احمد عباس ہمدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اللہ انہیں ان امور میں بھی ہدایت دیتا ہے جو ان کے علم میں نہیں ہوتے ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ سے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں کوئی بات پیدا ہو گو وہ بھلی بات ہو تاہم اسے اس پر عمل نہ کرنا چاہئے جب تک قرآن وحدیث سے وہ ثابت نہ ہو جب ثابت ہو عمل کرے۔ اور اللہ کی حمد کرے کہ جو اس کے جی میں آیا تھا وہی قرآن حدیث میں بھی نکلا۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احسان اس کا نام ہے جو تیرے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ احسان کرنے والے سے احسان کرنے کا نام احسان نہیں۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الروم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ② فِيۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ ③ فِيۡ
بِضۡعِ سِنِيۡنَ ۗ لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَيَوۡمَئِذٍ يَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ④
بِنَصۡرِ اللّٰهِ ؕ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ⑤ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ
وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ⑥ يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖۚ وَهُمۡ عَنِ
الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑦

رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع

الٓمّٓ ○ رومی مغلوب ہو گئے ہیں ○ نزدیک کی زمین پر اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے ○ چند سال میں ہی اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ ہی کا ہے اس روز مسلمان شادمان ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اصل غالب اور مہربان وہی ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں ○

رومیوں کو شکست: یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب کہ نیشاپور شاہ فارس بلاد شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آ گیا اور روم کا بادشاہ ہرقل تنگ آ کر قسطنطنیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہرقل کی فتح ہو گئی۔ مفصل بیان آگے آ رہا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی اہل فارس بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کہ کم

از کم وہ اہل کتاب تو تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا رومی عنقریب پھر غالب آ جائیں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط بدل لو اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینار دینا اور اگر تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی وہ مدت پوری ہوگئی اور رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خدمت نبوی میں یہ خبر پہنچائی آپ نے فرمایا تم نے دس سال کی مدت کیوں نہ مقرر کی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں قرآن میں مدت کے لئے لفظ ﴿بِضْعٌ﴾ استعمال ہوا ہے اور یہ دس سال سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر ہی رومی پھر غالب آ گئے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ [1]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدر کی لڑائی کے بعد رومی بھی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں دخان اور لزام اور بطشہ اور شق قمر کا معجزہ اور رومیوں کا غالب آنا۔ [2] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرط سات سال کی تھی۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ﴿بِضْعٌ﴾ کے کیا معنی تم میں ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ دس سال سے کم۔ فرمایا جاؤ پھر مدت میں دو سال بڑھا دو چنانچہ اسی مدت کے اندر اندر رومیوں کے غالب آ جانے کی خبریں عرب میں پہنچ گئیں۔ اور مسلمان خوشیاں منانے لگے۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ [3]

اور روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر کہا کہ کیا تم اس میں بھی اپنے نبی کو سچا جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر شرط ٹھہری اور مدت گزر چکی اور رومی غالب نہ آئے۔ حضور ﷺ کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ رنجیدہ ہوئے اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ اللہ اور رسول کی سچائی پر بھروسہ کر کے آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور مدت دس سال مقرر کر لو خواہ چیز بھی بڑھانی پڑے۔ آپ گئے مشرکین نے دوبارہ یہی مدت بڑھا کر شرط منظور کر لی۔ ابھی دس سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ رومی فارس پر غالب آ گئے اور مدائن میں ان کے لشکر پہنچ گئے۔ اور رومیہ کی بناء انہوں نے ڈال لی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش سے شرط کا مال لیا اور حضرت ﷺ کے پاس آئے آپ نے فرمایا اسے صدقہ کر دو۔ [4] اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ایسی شرط بد کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں ہے کہ مدت چھ سال مقرر ہوئی تھی۔ اس میں یہ

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة الروم (۳۱۹۳) مسند احمد (۲۷۶/۱) مستدرك حاكم (۴۱۰/۲) بیهقی فی دلائل النبوة (۳۳۰/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب فسوف یکون لزاما (۴۷۶۷) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب الدخان (۲۷۹۸)]

[3] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۸۷۶)]

[4] [ضعیف: ابو یعلی فی المسند الکبیر کما فی المطالب (۵/۹)] اس کی سند میں مؤمل راوی ضعیف ہے۔]

بھی ہے کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے تو بہت سے مشرکین ایمان بھی لے آئے۔ (ترمذی) [1] ایک بہت عجیب وغریب قصہ امام سنید ابن داؤد نے اپنی تفسیر میں وارد کیا ہے کہ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان اور بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ کسریٰ نے ایک مرتبہ اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ میں رومیوں پر ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں اور تیری اولاد میں سے کسی کو اس لشکر کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ اب تم مشورہ دو کہ کسے سردار بناؤں؟ اس نے کہا سنو! میرا ایک لڑکا ہرمز تو لومڑی سے زیادہ مکار اور شکرے سے زیادہ ہوشیار ہے۔ دوسرا لڑکا فرخان تیر جیسا ہے۔ تیسرا لڑکا شہر براز سب سے زیادہ حلیم الطبع ہے۔ اب تم جسے چاہو سرداری دو۔ بادشاہ نے سوچ سمجھ کر شہر براز کو سردار بنایا۔ یہ لشکروں کو لے کر چلا رومیوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آیا۔ ان کے لشکر کاٹ ڈالے ان کے شہر اجاڑ ڈالے۔ ان کے باغات برباد کر دیئے۔ اس سرسبز شاداب ملک کو ویران وغارت کر دیا۔ اذرعات اور بصرہ میں جو عرب کی حدود سے ملتے ہیں ایک زبردست معرکہ ہوا۔ اور وہاں فارسی رومیوں پر غالب آ گئے۔ جس سے قریش خوشیاں منانے لگے اور مسلمان ناخوش ہوئے۔ کفار قریش مسلمانوں کو طعنے دینے لگے کہ دیکھو تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں ہمارے والے تمہارے والوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو ہم بتلا دیں گے کہ تم ان اہل کتاب کی طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھاؤ گے۔ اس پر قرآن کی یہ آیتیں اتریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین کے پاس آئے اور فرمانے لگے اپنی فتح پر نہ اتراؤ یہ عنقریب شکست سے بدل جائے گی اور ہمارے بھائی اہل کتاب تمہارے بھائیوں پر غالب آئیں گے۔ اس بات کا یقین کر لو اس لئے کہ یہ میری بات نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی ہے۔ یہ سن کر ابی بن خلف کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے ابوفضیل تم جھوٹ کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے دشمن اللہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اچھا میں دس دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا ورنہ تم مجھے دینا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ شرط قبول کر لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ذکر اس کا کیا تو آپ نے کہا میں نے تم سے تین سال کا نہیں کہا تھا ﴿بِضْعِ﴾ کا لفظ قرآن میں ہے اور وہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ جاؤ اونٹنیاں بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے جب ابی کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا شاید تمہیں پچھتاوا ہوا؟ آپ نے فرمایا سنو! میں تو پہلے سے بھی زیادہ تیار ہو کر آیا ہوں۔ آؤ مدت بھی بڑھا لو اور شرط کا مال بھی زیادہ کر لو۔ چنانچہ ایک سو اونٹ مقرر ہوئے اور نو سال کی مدت ٹھہر گئی اسی مدت میں رومی فارس میں غالب آ گئے اور مسلمان قریش پر چھا گئے۔ رومیوں کے غلبے کا واقعہ یوں ہوا کہ جب فارسی غالب آ گئے تو شہر براز کا بھائی فرخان شراب نوشی کرتے ہوئے کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کسریٰ کے تخت پر آ گیا ہوں اور فارس کا بادشاہ بن گیا ہوں۔ یہ خبر کسریٰ کو بھی پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہر براز کو لکھا کہ میرا یہ خط پاتے ہی اپنے اس بھائی کو قتل کر

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة الروم (۳۱۹۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ شہر براز نے جواب لکھا کہ اے بادشاہ تم اتنی جلدی نہ کرو۔ فرخان جیسا بہادر شیر اور جرأت مند دشمنوں کے جمگھٹے میں گھسنے والا کسی کو تم نہ پاؤ گے بادشاہ نے پھر جواب لکھا کہ اس سے بہت زیادہ بہتر اور شیر دل پہلوان میرے دربار میں ایک سے ایک بہتر موجود ہیں تم اس کا غم نہ کرو اور میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ شہر براز نے پھر جواب لکھا اور دوبارہ بادشاہ کسریٰ کو سمجھایا اس پر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اس نے اعلان کر دیا کہ شہر براز سے میں نے سرداری چھین لی اور اس کی جگہ اس کے بھائی فرخان کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اسی مضمون کا ایک خط لکھ کر قاصد کے ہمراہ شہر براز کو بھیج دیا کہ تم آج سے معزول ہو اور تم عہدہ فرخان کو دے دو۔ ساتھ ہی قاصد نے ایک پوشیدہ خط اور دیا کہ شہر براز جب عہدے سے اتر جائے اور فرخان اس عہدے پر آ جائے تو تم اسے میرا یہ فرمان دے دینا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو شہر براز نے خط پڑھتے ہی کہا کہ مجھے بادشاہ کا حکم منظور ہے۔ میں بخوشی اپنا عہدہ فرخان کو دے رہا ہوں۔ چنانچہ وہ تخت سے اتر گیا اور فرخان کو قبضہ دے دیا۔ فرخان جب تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور لشکر نے اس کی اطاعت قبول کر لی تو قاصد نے وہ دوسرا خط فرخان کے سامنے پیش کیا جس میں شہر براز کے قتل کا اور اس کا سر دربار میں بھیجنے کا حکم تھا۔ فرخان نے اسے پڑھ کر شہر براز کو بلایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ شہر براز نے کہا بادشاہ جلدی نہ کر مجھے وصیت تو لکھ لینے دے۔ اس نے منظور کر لیا تو شہر براز نے اپنا دفتر منگوایا اور اس میں سے وہ کاغذات جو شاہ کسریٰ نے فرخان کے قتل کے لئے لکھے تھے وہ سب نکالے اور فرخان کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ دیکھ اتنے سوال و جواب میرے اور بادشاہ کے درمیان تیرے بارے میں ہوئے۔ لیکن میں نے اپنی عقلمندی سے کام لیا اور عجلت نہ کی تو ایک خط دیکھتے ہی میرے قتل پر آمادہ ہو گیا ذرا سوچ لے۔ ان خطوط کو دیکھتے ہی فرخان کی آنکھیں کھل گئیں وہ فوراً تخت سے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی شہر براز کو پھر سے مالک کل بنا دیا۔ شہر براز نے اسی وقت شاہ روم ہرقل کو خط لکھا کہ مجھے تم سے خفیہ ملاقات کرنی ہے اور ایک ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے اسے میں نہ تو کسی قاصد کی معرفت آپ کو کہلوا سکتا ہوں نہ خط میں لکھ سکتا ہوں۔ بلکہ میں آپ ہی آمنے سامنے اس کو پیش کر دوں گا۔ پچاس آدمی اپنے ساتھ لے کر خود آ جائیے اور پچاس ہی میرے ساتھ ہوں گے۔

قیصر کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ لیکن احتیاطاً اپنے ساتھ پانچ ہزار سوار لے لئے اور آگے آگے جاسوسوں کو بھیج دیا کہ اگر کوئی ترکیب ہو یا کوئی مکر ہو تو کھل جائے جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ کوئی بات نہیں اور شہر براز تنہا اپنے ساتھ صرف پچاس سواروں کو لے کر آیا ہے اس کے ساتھ اور کوئی نہیں۔ چنانچہ قیصر نے بھی مطمئن ہو کر اپنے سواروں کو لوٹا دیا اور اپنے ساتھ صرف پچاس آدمی رکھ لئے۔ جو جگہ ملاقات کی مقرر ہوئی تھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ایک ریشمی قبہ تھا اس میں جا کر دونوں تنہا بیٹھ گئے۔ پچاس پچاس آدمی الگ چھوڑ دیئے گئے۔ دونوں وہاں بے ہتھیار تھے صرف چھریاں پاس تھیں اور دونوں کی طرف سے ایک ایک ترجمان ساتھ تھا۔ خیمہ میں پہنچ کر شہر براز نے کہا اے شاہ روم یہ بات ہے کہ تمہارے ملک کو ویران کرنے والے اور تمہارے لشکروں کو شکست دینے والے ہم دونوں بھائی ہیں ہم نے اپنی چالاکیوں اور شجاعت سے یہ ملک اپنے قبضہ میں کر لیا

ہے۔ لیکن اب ہمارا بادشاہ کسریٰ ہم سے حسد کرتا اور ہمارا مخالف بن بیٹھا ہے۔ مجھے اس نے میرے بھائی کو قتل کر دینے کا فرمان بھیجا میں نے تو فرمان کو نہ مانا تو اس نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ ہم آپ کے لشکروں میں آ جائیں اور کسریٰ کے لشکروں سے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ قیصر نے یہ بات بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ پھر ان دونوں میں آپس میں اشاروں اور کنایوں سے باتیں ہوئیں جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ترجمان قتل کر دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ یہ راز ان کی وجہ سے کھل جائے کیونکہ جہاں دو کے سوا تیسرے کے کان میں کوئی بات پہنچی تو پھر وہ پھیل جاتی ہے۔ دونوں اس پر اتفاق کر کے کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی چھری سے اپنے ترجمان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کیا اور حدیبیہ والے دن اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی اصحاب رسول ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہ سیاق عجیب ہے اور یہ خبر غریب ہے۔[1] اب آیت کے الفاظ کے متعلق سنئے۔ حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں ان کی بحث تو ہم کر ہی چکے ہیں سورۂ بقرہ کی تفسیر کا شروع دیکھ لیجئے۔ رومی سب کے سب عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے بنو اسرائیل کے چچازاد بھائی ہیں۔ رومیوں کو بنو اصفر بھی کہتے ہیں یہ یونانیوں کے مذہب پر تھے۔ یونانی یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ترکوں کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں' یہ ستارہ پرست تھے ساتوں ستاروں کو مانتے اور پوجتے تھے۔ انہیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قطب شمالی کو قبلہ مانتے تھے۔ دمشق کی بنا انہی کے ہاتھوں پڑی ہے۔ وہیں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بنائی جس کے محراب شمال کی طرف ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی تین سو سال تک رومی اپنے پرانے خیالات پر ہی رہے ان میں سے جو کوئی شام کا اور جزیرے کا بادشاہ ہو جاتا اسے قیصر کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے رومیوں کے بادشاہ قسطنطین بن قسطس نے نصرانی مذہب قبول کیا۔ اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ ہیلانیہ غندقانیہ تھی حران کی رہنے والی۔ پہلے اسی نے نصرانیت قبول کی تھی پھر اس کے کہنے سننے سے اس کے بیٹے نے بھی یہی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ بڑا فلسفی عقلمند اور مکار آدمی تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دراصل دل سے اس مذہب کو نہیں مانا تھا۔ اس کے زمانے میں نصرانی جمع ہو گئے۔ ان میں آپس میں مذہبی چھیڑ چھاڑ اور اختلاف اور مناظرے چھڑ گئے۔ عبداللہ بن اویوس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے اور اس قدر انتشار اور تفریق ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ تین سو اٹھارہ پادریوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جو بادشاہ کو دی گئی اور وہ شاہی عقیدہ تسلیم کی گئی۔ اسی کو امانت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جو در حقیقت خیانت صغیرہ ہے۔ یہیں فقہی کتابیں اسی کے زمانے میں لکھی گئیں۔ ان میں حرام حلال کے مسائل بیان کئے گئے اور ان علماء نے دل کھول کر جو چاہا ان میں لکھا۔ جس قدر جی میں آئی کمی یا زیادتی اصل دین مسیح میں کی۔ اور اصل مذہب محرف اور مبدل ہو گیا مشرق کی جانب نمازیں پڑھنے لگے۔ بجائے ہفتہ کے اتوار کے دن کو بڑا دن بنایا۔ صلیب کی پرستش شروع ہو گئی۔ خنزیر کو حلال کر لیا گیا۔ اور بہت سے تہوار ایجاد کر لئے جیسے عید صلیب' عید قدرس' عید غطاس وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان علماء کے سلسلے قائم کئے گئے ایک تو بڑا پادری ہوتا تھا پھر اس کے نیچے درجہ

---

[1] [موصل تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۸۷۳)]

بدرجہ اور محکمے ہوتے تھے۔ رہبانیت اور ترک دنیا کی بدعت بھی ایجاد کر لی۔ کلیسا اور گرجے بہت سارے بنا لئے گئے۔ اور شہر قسطنطنیہ کی بنا رکھی گئی اور اس بڑے شہر کو اسی بادشاہ کے نام پر نامزد کیا گیا۔ اس بادشاہ نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) گرجے بنائے۔ تین محرابوں سے بیت لحم بنا۔ اس کی ماں نے بھی قمامہ بنایا۔ ان لوگوں کو ملکیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر تھے۔ ان کے بعد یعقوبیہ پھر نسطوریہ۔ یہ سب نسطوریہ کے مقلد تھے۔ پھر ان کے بہت سے گروہ تھے جیسے حدیث میں ہے کہ ان کے بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے۔ ان کی سلطنت برابر چلی آتی تھی ایک کے بعد ایک قیصر ہوتا آتا تھا یہاں تک کہ آخر میں قیصر ہرقل ہوا۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ عقلمند تھا' بہت بڑا عالم تھا' دانائی زیرکی' دوراندیشی اور دوربینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سلطنت بہت وسیع کر لی اور مملکت دور دراز تک پھیلا دی اس کے مقابلے میں فارس کا بادشاہ کسریٰ کھڑا ہوا اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس کی سلطنت قیصر سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ یہ مجوسی لوگ تھے' آگ کو پوجتے تھے۔ مندرجہ بالا روایت میں تو ہے کہ اس کا سپہ سالار مقابلہ پر گیا۔

لیکن مشہور بات یہ ہے کہ خود کسریٰ اس کے مقابلے پر گیا۔ قیصر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں گر گیا۔ نصرانی اس کی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے گو کسریٰ لمبی مدت تک محاصرہ کئے پڑا رہا لیکن دارالسلطنت کو فتح نہ کر سکا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس شہر کا نصف حصہ سمندر کی طرف تھا اور نصف خشکی سے ملا ہوا تھا۔ تو شاہ قیصر کو کمک اور رسد تری کے راستے سے برابر پہنچتی رہی آخر میں قیصر ایک چال چلا اس نے کسریٰ کو کہلوا بھیجا کہ آپ جو چاہیں مجھ سے تسلی لے لیجئے اور جن شرائط پر چاہیں مجھ سے صلح کر لیجئے۔ کسریٰ اس پر خوش ہو گیا اور اتنا مال طلب کیا کہ وہ اور یہ مل کر بھی جمع کرنا چاہیں تو جمع ہونا ناممکن تھا۔ قیصر نے اسے بھی قبول کر لیا کیونکہ اس نے اس سے کسریٰ کی بے وقوفی کا پتہ چلا لیا کہ وہ چیز مانگتا ہے جس کا جمع کرنا دنیا کے اختیار سے باہر ہے بلکہ ساری دنیا مل کر اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتی۔ قیصر نے کسریٰ سے کہلوا بھیجا کہ مجھے اجازت ملنی چاہیے کہ میں اپنے ملک شام میں چل پھر کر یہ دولت جمع کر لوں اور آپ کو سونپ دوں۔ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اب شاہ روم نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں ایک ضروری اور اہم کام کے لئے اپنے مخصوص احباب کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر ایک سال کے اندر اندر آ جاؤں تو یہ ملک میرا ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ تو آپ ہی ہیں خواہ دس سال تک بھی واپس نہ لوٹیں تو کیا ہوا۔ یہ یہاں سے مختصر سی جانباز جماعت لے کر چپ چاپ چل کھڑا ہوا۔ پوشیدہ راستوں سے نہایت ہوشیاری' احتیاط اور چالاکی سے بہت جلد فارس کے شہروں تک پہنچ گیا اور یکا یک دھاوا بول دیا چونکہ یہاں کی فوجیں تو روم پہنچ چکی تھیں عوام کہاں تک مقابلہ کرتے۔ اس نے قتل عام شروع کر دیا۔ جو سامنے آیا تلوار کے کام آیا یونہی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مدائن پہنچ گیا جو کسریٰ کی سلطنت کی کرسی تھی وہاں کی محافظ فوج پر بھی غالب آیا۔ انہیں بھی قتل کر دیا اور چاروں طرف سے مال جمع کیا۔ ان کی تمام عورتوں کو قید کر لیا اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا۔ کسریٰ کے لڑکے کو زندہ گرفتار کیا اور اس

کے محل سرائے کی عورتوں کو زندہ گرفتار کیا۔ اس کی درباردار عورتیں وغیرہ بھی پکڑ لی گئیں اس کے لشکر کا سر منڈوا کر گدھے پر بٹھا کر عورتوں سمیت کسریٰ کی طرف بھیجا کہ لیجئے جو مال اور عورتیں اور غلام آپ نے مانگے تھے وہ حاضر ہیں۔ جب یہ قافلہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو کسریٰ کو سخت صدمہ ہوا۔

یہ ابھی تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے پڑا تھا اور قیصر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پاس اس کا کل خاندان اور ساری حرم سرا اس ذلت کی حالت میں پہنچی۔ یہ سخت غضبناک ہوا اور شہر پر زبردست حملہ کر دیا لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب یہ نہر جیجون کی طرف چلا کہ قیصر کو وہاں روک لے کیونکہ قیصر کا فارس سے قسطنطنیہ آنے کا راستہ یہی تھا۔

قیصر نے اسے سن کر پہلے سے بھی زبردست حیلہ کیا یعنی اس نے اپنے لشکر کو تو دریا کے اس دہانے کے پاس چھوڑا اور خود تھوڑے سے آدمی لے کر سوار ہو کر پانی کے بہاؤ کی طرف چل دیا کوئی ایک دن رات کا راستہ چلنے کے بعد اپنے ساتھ جو کچھ چارہ لید گوبر وغیرہ لے گیا تھا اسے پانی میں بہا دیا۔ یہ چیزیں پانی میں بہتی ہوئی کسریٰ کے لشکر کے پاس سے گزریں تو وہ سمجھ گئے کہ قیصر یہاں سے گزر گیا ہے۔ یہ اس کے لشکر کے جانوروں کے آثار ہیں۔ اب قیصر واپس اپنے لشکر میں پہنچ گیا ادھر کسریٰ اس کی تلاش میں آگے گیا۔ قیصر اپنے لشکروں سمیت جیجون کا دہانہ عبور کر کے راستہ بدل کر قسطنطنیہ پہنچ گیا جس دن یہ اپنے دارالسلطنت میں پہنچا نصرانیوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ کسریٰ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس کا عجب حال ہوا کہ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن نہ تو روم ہی فتح ہوا اور نہ فارس ہی رہا رومی غالب آ گئے۔ فارس کی عورتیں اور وہاں کا مال ان کے قبضے میں آئے۔ یہ کل امور نو سال میں ہوئے اور رومیوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت فارسیوں سے دوبارہ لے لی اور مغلوب ہو کر غالب آ گئے۔ اذرعات اور بصریٰ کے معرکے میں اہل فارس غالب آ گئے تھے اور یہ ملک شام کا وہ حصہ تھا جو حجاز سے ملتا تھا یہ بھی قول ہے کہ یہ ہزیمت جزیرہ میں ہوئی تھی جو رومیوں کی سرحد کا مقام ہے اور فارس سے ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔

قرآن کریم میں جو لفظ ﴿بِضْعِ﴾ کا ہے اور اس کا اطلاق بھی نو تک ہوتا ہے۔ اور یہی تفسیر اس لفظ کی ترمذی اور ابن جریر والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں احتیاطاً دس سال تک رکھنے چاہیے تھے کیونکہ ﴿بضع﴾ کے لفظ کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے۔[1] اس کے بعد ''قبل'' اور ''بعد'' پر پیش اضافت کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد حکم اللہ ہی کا ہے اس دن جب کہ روم فارس پر غالب آ جائے گا مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ بدر کی لڑائی والے دن رومی فارسیوں پر

---

[1] [ضعیف: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الروم (۳۱۹۱) تفسیر ابن جرير الطبرى (۲۷۸٦٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

غالب آ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سدی، ثوری اور ابو سعید رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں [1] ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ غلبہ حدیبیہ والے سال ہوا تھا۔ عکرمہ، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر روم نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے فارس پر غالب کرے گا تو وہ اس کے شکریہ میں پا پیادہ بیت المقدس تک جائے گا چنانچہ اس نے اپنی نذر پوری کی اور بیت المقدس پہنچا۔ یہ یہیں تھا کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا جو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معرفت بصریٰ کے گورنر کو بھیجا تھا اور اس نے اسے ہرقل کو پہنچایا تھا۔ ہرقل نے نامہ نبی پاتے ہی شام میں جو حجازی عرب تھے انہیں اپنے پاس بلوایا۔ ان میں ابوسفیان صخر بن حرب اموی بھی تھا اور دوسرے بھی قریش کے ذی عزت بڑے بڑے لوگ تھے اس نے ان سب کو اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا کہ تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ بادشاہ نے انہیں آگے بٹھا لیا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ دیکھو میں اس شخص سے چند سوالات کروں گا اگر یہ کسی بات کا غلط جواب دے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ لوگ اسے ظاہر کر دیں گے اور پھر اس جھوٹ کی میری طرف نسبت کریں گے۔ تو میں یقیناً جھوٹ بولتا۔ اب ہرقل نے بہت سے سوالات کیے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب نسب، آپ کے اوصاف و عادات کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔ انہی میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا وہ غداری کرتا ہے؟

ابوسفیان نے کہا کہ آج تک تو کبھی بدعہدی، وعدہ شکنی اور غداری نہیں کی۔ اس وقت ہم میں اور اس میں ایک معاہدہ ہے نہ جانے اس میں وہ کیا کرے؟ ابوسفیان کے اس قول سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یہ بات بھی ٹھہری تھی کہ آپس میں دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی۔ یہ واقعہ اس قول کی پوری دلیل بن سکتا ہے کہ رومی فارس پر حدیبیہ والے سال غالب آئے تھے۔ اس لئے قیصر نے اپنی یہ نذر حدیبیہ کے بعد پوری کی تھی۔ واللہ اعلم

لیکن اس کا جواب وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلبہ روم فارس پر بدر والے سال ہوا تھا یہ دے سکتے ہیں کہ چونکہ ملک کی اقتصادی اور مالی حالت خراب ہو چکی تھی۔ ویرانی غیر آبادی اور تنگ حالی بہت بڑھ گئی تھی اس لئے چار سال تک ہرقل نے اپنی پوری توجہ ملک کی خوش حالی اور آبادی پر رکھی۔ اس کے بعد اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے نذر پوری کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ واللہ اعلم۔ یہ اختلاف کوئی ایسا اہم امر نہیں۔ ہاں مسلمان رومیوں کے غلبے سے خوش ہوئے اس لئے گو وہ کیسے ہی ہوں تاہم تھے تو اہل کتاب۔ اور ان کے مقابل مجوسیوں کی جماعت تھی جنہیں کتاب سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تو لازمی امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے ناخوش ہوں اور رومیوں کے غلبے سے خوش ہوں۔ خود قرآن میں موجود ہے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ دشمن یہود اور مشرک ہیں اور ان سے دوستیاں

---

[1] [**صحیح لغیرہ** بترمذی: کتاب تفسیر القران: باب ومن سورة الروم (۳۱۹۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶/۲۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

رکھنے میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور درویش لوگ ہیں اور یہ متکبر نہیں۔

قرآن سن کر یہ رو دیتے ہیں کیونکہ حق کو جان لیتے ہیں پھر اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی ماننے والوں میں کر لے۔ (1) پس یہاں بھی فرمایا کہ مسلمان اس دن خوش ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ رومیوں کی مدد کرے گا وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ بڑا غالب اور بہت مہربان ہے۔

حضرت زبیر کلابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے فارسیوں کا رومیوں پر غالب آنا' پھر رومیوں کا فارسیوں پر غالب آنا' پھر روم اور فارس دونوں پر مسلمانوں کا غالب آنا خود اپنی آنکھوں سے پندرہ سال کے اندر دیکھ لیا۔ آخر آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلہ اور انتقام لینے پر قادر اور اپنے دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ جو خبر تمہیں دی ہے کہ رومی عنقریب فارسیوں پر غالب آ جائیں گے۔ یہ اللہ کی خبر ہے۔ رب کا وعدہ ہے' پروردگار کا فیصلہ ہے ناممکن ہے کہ غلط نکلے' ٹل جائے یا خلاف ہو جائے۔ جو حق کے قریب ہوا سے بھی رب حق سے بہت دور والوں پر غالب رکھتا ہے۔ ہاں اللہ کی حکمتوں کو کم علم جان نہیں سکتے۔ اکثر لوگ دنیا کا علم تو خوب رکھتے ہیں اس کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں اس میں خوب دماغ دوڑاتے ہیں۔ اس کے برے بھلے' نفع نقصان کو پہچان لیتے ہیں۔ بہ یک نگاہ اس کی اونچ نیچ دیکھ لیتے ہیں' دنیا کمانے کا پیسے جوڑنے کا سلیقہ رکھتے ہیں لیکن امور دین میں' اخروی کاموں میں محض جاہل اور کم فہم ہوتے ہیں۔ یہاں نہ ذہن کام کرے نہ سمجھ پہنچ سکے نہ غور وفکر کی عادت۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ نماز تک تو ٹھیک پڑھ نہیں سکتے لیکن درہم چٹکی میں لیتے ہی وزن بتا دیا کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دنیا کی آبادی اور رونق کی تو بیسیوں صورتیں ان کا ذہن گھڑ لیتا ہے۔ لیکن دین میں محض جاہل اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم ۗ مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ﴿٨﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١٠﴾

کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے

سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں ○ کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا؟ کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی ان سے زیادہ آبادی تھی ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرتا بلکہ دراصل وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر آخرش برا کرنے والوں کا برا ہی ہوا اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے ○

کائنات میں غور و فکر کی ترغیب: چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اور اس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور و فکر کیا کرو اور قدرت اللہ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہچانو اور اس کی قدر و تعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بے کار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب نے انہیں کار آمد اور نشان قدرت بنایا ہے۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن۔ جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لو ان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اور ان کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہاں میں عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جو تم سے زیادہ زور آور تھیں تم سے زیادہ مال و زر والی تھیں تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں۔ تم تو ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ وہ تم سے زیادہ عمر والے تھے۔ تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے اس کے باوجود جب ان کے پاس اس زمانے کے رسول آئے انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اور اپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب اللہ ان پر برس پڑے۔ اس وقت کوئی نہ تھا جو انہیں بچا سکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ یہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور رب کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو ان کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے [1] اور آیت میں ہے ان کی کجی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے [2] اور اس آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ [3] اس بنا پر ﴿السُّوٰٓاَى﴾ منصوب ہوگا ﴿اَسَآءُوا﴾ کا مفعول ہو کر۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ﴿سُوٰٓاَى﴾ یہاں پر اس طرح واقع ہے کہ برائی ان کا انجام ہوئی۔ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کے جھٹلانے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے تھے۔ تو اس معنی کی رو سے یہ لفظ منصوب ہوگا ﴿كَانَ﴾ کی خبر ہو کر۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہی توجیہ بیان کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے نقل بھی کی ہے ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے

ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ہے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٣﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿١٦﴾

اللہ ہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگاروں کی تو امیدیں ٹوٹ جائیں گی ○ ان کے تمام تر شریکوں میں سے ایک بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور خود یہ بھی اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے ○ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی ○ جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے وہ تو جنت میں خوش خرم کر دیئے جائیں گے ○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑوا دیئے جائیں گے ○

اللہ دوبارہ پیدائش پر بھی قادر: فرمان باری تعالیٰ ہے کہ سب سے پہلے مخلوقات کو اسی اللہ نے بنایا اور جس طرح وہ اس کے پیدا کرنے پر اس وقت قادر تھا' اب فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے تم سب قیامت کے دن اسی کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہو۔ وہاں وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ قیامت کے دن گنہگار ناامید رسوا اور خاموش ہو جائیں گے۔ اللہ کے سوا جن جن کی دنیا میں عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک بھی ان کی سفارش کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ اور یہ ان کے پوری طرح محتاج ہوں گے لیکن وہ ان سے بالکل آنکھیں پھیر لیں گے۔ اور خود ان کے معبودان باطل بھی ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ ہم میں ان میں کوئی دوستی نہیں۔ قیامت قائم ہوتے ہی اس طرح الگ الگ ہو جائیں گے جس کے بعد ملاپ ہے ہی نہیں۔ نیک لوگ تو علیین میں پہنچا دیئے جائیں گے اور برے لوگ سجین میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ وہ سب سے اعلیٰ بلندی پر ہوں گے یہ سب سے زیادہ پستی میں ہوں گے۔ پھر اس آیت کی تفصیل ہوتی ہے کہ نیک نفس تو جنتوں میں ہنسی خوشی سے ہوں گے اور کفار جہنم میں جل بھن رہے ہوں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١٩﴾ ع ۵

پس اللہ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو ○ تمام تعریفوں کے لائق آسمان و زمین میں صرف وہی ہے

تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو○ وہی زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے○

ہر قسم کی حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ: اس رب تعالیٰ کی کمال قدرت اور عظمت سلطنت پر دلالت اس کی تسبیح اور اس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرما رہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ رات اپنے اندھیروں کو لے کر آتی ہے اور صبح کے وقت جب کہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے۔ اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین و آسمان میں قابل حمد و ثنا وہی ہے ان کی پیدائش خود اس کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح شام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا۔ جو پورے اندھیرے اور کامل اجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بے شک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اجالوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ صبح کا ظاہر کرنے والا اور رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔ ① اس جیسی آیتیں اور بھی بہت سی ہیں ﴿وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا﴾ ② اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ﴾ ③ اور ﴿وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ﴾ ④ وغیرہ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لئے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے پھر آپ نے ﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُونَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ ⑤ طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو چیز چھوٹ گئی اسے پالیا۔ ⑥ پھر بیان فرمایا کہ موت و زیست کا خالق مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت' درخت سے دانے' مرغی سے انڈے' انڈے سے مرغ' نطفے سے انسان' انسان سے نطفہ' مومن سے کافر' کافر سے مومن غرض ہر چیز اور اس کے مقابلہ کی ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے۔ خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کرتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا

---

① [سورة الانعام: آیت ۹۶] ② [سورة الشمس : آیت ۳۔۴]

③ [سورة الليل: آیت ۱۔۲] ④ [سورة الضحى : آیت ۱۔۲]

⑤ [**ضعیف**: مسند احمد (۴۳۹/۳) طبرانی کبیر (۱۹۲/۲۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۷۳/۱۳) مجمع الزوائد (۱۱۷/۱۰)] اس کی سند میں ابن لهیعه، اور زبان بن فائد دونوں ضعیف هیں ۔ شیخ شعیب ارناؤوط بهی اسے ضعیف کهتے هیں ۔ [الموسوعة الحديثية] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

⑥ [**ضعیف** ابو داؤد : كتاب الادب : باب ما يقول اذا اصبح (۵۰۷۶) طبرانی کبیر (۲۳۹/۱۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں سعید بن بشیر اور محمد بن عبدالرحمٰن دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

کہ خشک زمین کا تروتازہ ہو کر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے [1] ایک اور آیت میں ہے تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے میں لہلہا دیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے اسے سرسبز کر دیتا ہوں۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں اس مضمون کو کہیں مفصل کہیں مجمل بیان فرمایا۔ یہاں فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تمہاری مٹی سے پیدائش ہے کہ پھر انسان بن کر چلتے پھرتے ہو ○ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں پیدا کرنا تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی قائم کر دی' یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○

مٹی سے انسانی تخلیق: فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں' نطفے سے خون بستہ کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں ڈھال کر پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر روح پھونکی' آنکھ کان' ناک پیدا کئے۔ ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا' پھر کمزوری کو قوت سے بدلا' دن بدن طاقتور اور مضبوط قد آور اور زور آور کیا۔ عمر دی' حرکت وسکون کی طاقت دی' اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا اور ادھر سے ادھر پہنچنے کے ذرائع دیئے۔ سمندروں کی زمین کی مختلف سواریاں عطا فرمائیں۔ عقل' علم' سوچ' سمجھ' تدبر' غور کے لئے دل ودماغ عطا فرمائے۔ دنیاوی کام سمجھائے رزق عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سنوارنے کا علم اور دنیاوی علم بھی سکھایا۔ پاک ہے وہ اللہ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل وصورت میں' بول چال میں' امیری فقیری میں' عقل وہنر میں' بھلائی برائی میں' سعادت وشقاوت میں ہر ایک کو جداگانہ کر دیا۔ تا کہ ہر شخص رب کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں۔ کوئی سفید' کوئی سرخ' کوئی سیاہ' کوئی خبیث' کوئی طیب' کوئی خوش خلق' کوئی بدخلق وغیرہ۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ

---

[1] [سورة يسين : آيت ٣٣-٣٤]

[2] [**صحیح** : ابو داؤد : كتاب السنة : باب في القدر (٤٦٩٣) ترمذي : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقره (٢٩٥٥) مستدرك حاكم (٢/٢٦١) صحيح ابن حبان (٦١٦٠) مسند احمد (٤/٤٠٠) بيهقي في الاسماء والصفات (٧١٥)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (١٦٣٠)]

تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لئے کہ تمہیں ان سے سکون وراحت آرام وآسائش حاصل ہو۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ وہ اس کی طرف سے راحت حاصل کرے۔ (1) حضرت حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے جو سب سے چھوٹی ہے پیدا ہوئی ہیں پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی جنس سے ان کا جوڑا بندھتا تو موجودہ الفت ورحم ان میں نہ ہو سکتی۔ یہ پیار اخلاص ایک جنسی کی وجہ سے ہے۔ ان میں آپس میں محبت' مودت' رحمت والفت' پیار واخلاص' رحم اور مہربانی ڈال دی پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا غم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے الغرض بہت سی وجوہات رب العلمین نے رکھ دی ہیں جن کے باعث انسان با آرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ بھی رب کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سے غور سے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے۔ دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں کی اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل یعنی روزی کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے' جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

مختلف رنگ مختلف زبانیں سب اللہ کی نشانیاں: رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند' کشادہ آسمان کی پیدائش اس میں ستاروں کا جڑاؤ ان کی چمک دمک ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا۔ بعض کا ایک جا ثابت رہنا زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا اسے کثیف پیدا کرنا اس میں پہاڑ' میدان' جنگل' دریا' سمندر' ٹیلے' پتھر' درخت وغیرہ جما دینا۔ خود تمہاری زبانوں میں' رنگتوں میں اختلاف رکھنا' عرب کی زبان' تاتاریوں' کردوں' رومیوں' فرنگیوں' تکرونیوں' بربر' حبشیوں' ہندیوں' ایرانیوں' حقالبہ' آرمنیوں' جزریوں اور اللہ جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی شانِ اللہ کا مظہر ہے۔ خیال تو فرمائیے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے۔ سب کی دو آنکھیں دو پلکیں' ایک ناک' دو دو کان' ایک پیشانی' ایک منہ' دو ہونٹ' دو

---

(1) [سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۹]

رخسار وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ کوئی نہ کوئی عادت' خصلت' کلام' بات چیت' طرز' ادا ایسی ضرور ہو گی کہ جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہی ہو۔ گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے راحت وسکون حاصل ہوتا ہے اس کے لئے قدرت نے رات بنا دی۔ کام کاج کے لئے' دنیا حاصل کرنے کے لئے' کمائی دھندے کے لئے تلاش معاش کے لئے اس اللہ نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اچاٹ ہو جایا کرتی تھی۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ ﴿اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَنِمْ عَيْنِيْ وَاَهْدِئْ لَيْلِيْ﴾ میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ دور ہو گئی۔ [1]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ
السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ
تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے تجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اس میں بھی عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے ○

بجلی کی کڑک، نزول بارش اور قیام ارض وسماء بھی اللہ کی نشانی: اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑک کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی گرے وغیرہ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہو گی ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۴۸۱۷) اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۶/۴۶۲) ذخیرۃ الحفاظ (۳۳۲۱)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں متروک راوی ہے۔ [المطالب العالیۃ (۳/۲۴۹)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۱۷۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلۃ الضعیفۃ (۱۳۲۸)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کو کوئی ہریاول نہ تھی مثل مردے کے بے کار تھی اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے لہلانے لگتی ہے ہری بھری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگا دیتی ہے۔ عقل مندوں کے لئے عظمت اللہ کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشان کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا ہماری موت کے بعد ہمیں بھی از سر نو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین وآسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا اور آسمان وزمین کو تھامے ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر قیامت کے دن وہ زمین وآسمان کو بدل دے گا مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود اللہ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے۔ (۱) اور آیت میں ہے ﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ﴾ (۲) صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی اور آیت میں ہے ﴿إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ﴾ (۳) یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہو گی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

زمین وآسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے ○ وہی ہے جس نے شروع شروع میں مخلوق کو پیدا کیا وہی پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی ذی عزت غلبے والا حکمت والا ہے ○

ہر چیز اللہ کے فرمان کے تحت: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ ہی کی ہے سب اس کے لونڈی غلام ہیں۔ سب اسی کی ملکیت میں ہیں۔ ہر ایک اس کے سامنے عاجز ولاچار مجبور وبے بس ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "قرآن کریم میں جہاں کہیں قنوت کا ذکر ہے وہاں مراد اطاعت وفرمانبرداری ہے" (۴) ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔ صحیح

(۱) [بنی اسرائیل: ۵۲] (۲) [النازعات: ۱۳۔۱۴] (۳) [یس: ۵۳]

(۴) [**ضعیف**: مسند احمد (۳/۷۵) ابو نعیم فی الحلیة (۸/۳۲۵) مسند ابو یعلی (۱۳۷۹) مجمع الزوائد (۶/۳۲۳) صحیح ابن حبان (۲/۳۰۹)] اس کی سند میں دراج اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عمادی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اسے یہ چاہئے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اس نے مجھے اولاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا کر نہیں سکتا؟ حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل ہی آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد اور صمد ہوں۔ جس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ۔ اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔[1] الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت کی مظہر ہیں نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿خَلْق﴾ ہو ﴿مَثَلُ﴾ سے مراد یہاں اس کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت ہے نہ کہ مثال' اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات مثال سے پاک ہے فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾[2] اس کی مثال کوئی اور نہیں۔ بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور بادصبا کے تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں نہ اس کے سامنے کسی کی کچھ چل سکے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست ولاچار عاجز و بے بس ہے۔ اس کی قدرت' سطوت' سلطنت ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ حکیم ہے اپنے اقوال' افعال' شریعت' تقدیر غرض ہر ہر امر میں۔ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿مَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی' جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا خطرہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا' ہم عقل رکھنے والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں○ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بے علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں' اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ راہ سے ہٹا دے؟ ان کا ایک بھی مددگار نہیں○

مشرکین کے لیے ایک مثال: مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک اللہ جانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب اللہ کے غلام اور اس کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ وہ حج وعمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہوئے کہتے تھے کہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورہ قل ہو اللہ احد (۴۹۷۴)]

[2] [سورۃ الشوری: آیت ۱۱]

((لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ)) یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے۔ یعنی ہمارے شریکوں کا اور ان کی ملکیت کا تو ہی اصلی مالک ہے پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں ہی پائیں۔ اور بہت اچھی طرح غور و خوض کر سکیں۔ فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی اس امر پر رضامند ہوگا کہ اس کے کل مال وغیرہ میں اس کے غلام اس کے برابر شریک ہوں اور ہر وقت اسے یہ دھڑکا رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد اور ملکیت آدھوں آدھ بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے اللہ کے لئے بھی یہ نہ چاہو جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ یہ عجب ناانصافی ہے کہ اپنے لئے جس بات سے چڑیں نفرت کریں اللہ کے لئے وہی بات ثابت کرنے بیٹھ جائیں۔ خود بیٹیوں سے جلتے تھے اتنا سنتے ہی کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے منہ کالے پڑ جاتے تھے اور اللہ کے مقرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ اسی طرح خود اس بات کے کبھی روادار نہیں ہونے کہ اپنے غلاموں کو اپنا برابر کا شریک و سہیم سمجھیں۔ لیکن اللہ کے غلاموں کو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہیں کس قدر انصاف کا خون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرک جو لبیک پکارتے تھے اور اس میں اللہ کے لاشریک ہونے کا اقرار کر کے پھر اس کی غلامی تلے دوسروں کو مان کر پھر انہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [1] اور اس میں بیان ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر کا شریک ٹھہرانے سے عار رکھتے ہو تو اللہ کے غلاموں کو اللہ کا شریک کیوں ٹھہرا رہے ہو؟ یہ صاف بات بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اسی طرح تفصیل وار دلائل غافلوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اور بتلاتا ہے کہ مشرکین کے شرک کی کوئی سند عقلی نقلی کوئی دلیل نہیں صرف کرشمہ جہالت اور پیروی خواہش ہے۔ جب کہ یہ راہ راست سے ہٹ گئے تو پھر انہیں اللہ کے سوا اور کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ یہ گو دوسروں کو اپنا کارساز اور مددگار مانتے ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ دشمنان اللہ کا دوست کوئی نہیں۔ کون ہے جو اس کی مرضی کے خلاف لب ہلا سکے۔ کون ہے جو اس پر مہربانی کرے جس پر اللہ نامہربان ہو؟ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جسے وہ نا چاہے ہو نہیں سکتا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ
لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉚ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ
وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ㉛ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا
شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ㉜

پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دے اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے بنائے کو

---

[1] **[ضعیف:** طبرانی کبیر (۱۲۳۴۸) مجمع الزوائد (۳/۲۲۳)] اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف ہے۔]

بدلنا نہیں یہی راست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ○ اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں نہ مل جاؤ ○ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے ○

انسان کی پیدائش دین اسلام پر: ملت ابراہیم حنیف پر جم جاؤ جس دین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور جسے اے نبی آپ کے ہاتھ پر اللہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔ رب کی فطرت سلیمہ پر وہی قائم ہے جو اس دین اسلام کا پابند ہے۔ اسی پر یعنی توحید پر رب نے تمام انسانوں کو بنایا ہے۔ روز اوّل میں اسی کا سب سے اقرار کر لیا گیا تھا کہ کیا میں سب کا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے اقرار کر لیا کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ [1] وہ حدیثیں عنقریب ان شاء اللہ بیان ہوں گی جن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ مخلوق کو اپنے سچے دین پر پیدا کیا ہے گو اس کے بعد لوگ یہودیت نصرانیت وغیرہ پر چلے گئے۔ لوگو! اللہ کی اس فطرت کو نہ بدلو۔ لوگوں کو اس راہ راست سے نہ ہٹاؤ۔ تو یہ خبر معنی میں امر کے ہوگی جیسے ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ [2] میں یہ معنی نہایت عمدہ اور صحیح ہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو فطرت سلیمہ پر یعنی دین اسلام پر پیدا کیا۔ رب کے اس دین میں کوئی تبدل و تغیر نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معنی کئے ہیں کہ یہاں خلق اللہ سے مراد دین اور فطرت اسلام ہے۔ [3] بخاری شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان رسول ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے بکری کا صحیح سالم بچہ ہوتا ہے جس کے کان لوگ کتر دیتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾ [4] مسند احمد میں ہے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا وہاں سے ہم بفضل اللہ غالب آ گئے اس دن لوگوں نے بہت سے کفار کو قتل کیا یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی قتل کر ڈالا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے لوگ حد سے آگے نکل جاتے ہیں آج بچوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آخر وہ بھی تو مشرکین کی ہی اولاد تھی آپ نے فرمایا نہیں نہیں۔ یاد رکھو تم میں سے بہترین لوگ مشرکین کے بچے ہیں۔ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا' نابالغوں کے قتل سے رک جانا۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲]

[2] [سورۃ آل عمران: آیت ۹۷]

[3] [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ الروم باب قولہ تعالی لا تبدیل لخلق اللہ]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ الروم (۴۷۷۵) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۵۸) ترمذی: کتاب القدر: باب ما جاء کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۱۳۸) مسند احمد (۲/۲۵۳)]

کہ اپنی زبان سے کچھ کہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہود و نصرانی بنا لیتے ہیں۔ ① جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے مسند شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے زبان آ جائے اب یا تو شاکر بنتا ہے یا کافر۔ ②

مسند میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔ ③ آپ سے مروی ہے کہ ایک زمانے میں میں کہتا تھا مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ اور مشرکوں کی اولاد مشرکوں کے ساتھ ہے یہاں تک کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کر کے مجھے سنایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ خوب عالم ہے اس چیز سے جو وہ کرتے۔

اس حدیث کو سن کر میں نے اپنا فتویٰ چھوڑ دیا ④ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا کہ مجھے جناب باری ذوالجلال نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم جاہل ہو وہ میں تمہیں سکھا دوں۔ فرمایا ہے کہ جو میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے میں نے ان کے لئے حلال کیا ہے میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ خالص دین والا بنایا ہے' ان کے پاس شیطان پہنچتا ہے اور انہیں دین سے گمراہ کرتا ہے اور حلال کو ان پر حرام کرتا ہے اور انہیں میرے ساتھ شریک کرنے کو کہتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نگاہ ڈالی اور عرب و عجم سب کو ناپسند فرمایا سوائے چند اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے صرف آزمائش کے لئے بھیجا ہے تیری اپنی بھی آزمائش ہو گی اور تیری وجہ سے اور سب کی بھی۔ میں تجھ پر وہ کتاب اتاروں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ پھر مجھ سے جناب باری نے ارشاد فرمایا کہ میں قریش کو ہوشیار کر دوں میں نے اپنا

---

① [**صحیح** : مسند احمد (۴۳۵/۳) مسند ابو یعلی (۹۴۲) نسائی فی السنن الکبری (۸۶۱۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کی بعض اسانید کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵۷۰/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۵۷۱) السلسلة الصحیحه (۴۰۲)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [**ضعیف** : مسند احمد (۳۵۳/۳)] اس کی سند میں ابو جعفر راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثية (۱۴۸۰۵)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

③ [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ما قیل فی اولاد المشرکین (۱۳۸۳)، (۶۵۹۷) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲۶۶۰۔ ۶۷۰۷) ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی ذراری المشرکین (۴۷۱۱) نسائی : کتاب الجنائز : باب اولاد المشرکین (۱۹۵۰)]

④ [**صحیح** : مسند احمد (۷۳/۵)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۱۸/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثية (۲۰۶۹۷)]

اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں وہ میرا سر کچل کر روٹی جیسا نہ بنا دیں؟ تو فرمایا سن جیسے یہ تجھے نکالیں گے میں انہیں نکالوں گا تو ان سے جہاد کر میں تیرا ساتھ دوں گا تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا تو لشکر بھیج میں اس سے پانچ حصے زیادہ لشکر بھیجوں گا فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں پر چڑھائی کر دے۔ اہل جنت تین قسم کے ہیں عادل بادشاہ توفیق خیر والا سخی۔ نرم دل ہر مسلمان کے ساتھ سلوک احسان کرنے والا پاک دامن' سوال اور حرام سے بچنے والا عیالدار آدمی' اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں وہ بے وقعت کمینے جو بے زر اور بے گھر ہیں جو تمہارے دامنوں میں لپٹے رہتے ہیں۔ وہ خائن جو حقیر چیزوں میں بھی خیانت کئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ لوگ جو ہر وقت لوگوں کو ان کی جان و مال اور اہل وعیال میں دھوکے دیتے رہتے ہیں صبح شام چالبازیوں اور مکر وفریب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر آپ نے بخیل یا کذاب کا ذکر کیا اور فرمایا پانچویں قسم کے لوگ بدزبان بدگو ہیں (مسلم وغیرہ)۔[1]

یہی فطرت سلیمہ یہی شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ اور اپنی اسی جہالت کی وجہ سے اللہ کے ایسے پاک دین سے دور بلکہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے گو تیری حرص ہو لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔[2] ایک اور آیت میں ہے اگر تو اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ اللہ سے بہکا دیں گے۔[3] تم سب اللہ کی طرف راغب رہو' اسی کی جانب جھکے رہو' اسی کا ڈر خوف رکھو' اسی کا لحاظ رکھو۔ نمازوں کی پابندی کرو جو سب سے بڑی عبادت اور اطاعت ہے۔ تم مشرک نہ بنو بلکہ موحد اور خالص بن جاؤ اس کے سوا کسی اور سے کوئی مراد وابستہ نہ رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تین چیزیں ہیں اور یہی نجات کی جڑیں ہیں اول اخلاص جو فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے دوسری نماز جو دراصل دین ہے تیسری اطاعت جو عصمت اور بچاؤ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا[4] تمہیں مشرکوں میں نہ ملنا چاہئے تمہیں ان کا ساتھ نہ دینا چاہئے اور نہ ان جیسا فعل کرنا چاہئے جنہوں نے دین اللہ کو بدل دیا بعض باتوں کو مان لیا بعض سے انکار کر گئے ﴿فَرَّقُوْا﴾ کی دوسری قرات ﴿فَارَقُوْا﴾ ہے یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ جیسے یہود' نصاریٰ' مجوسی' بت پرست اور دوسرے باطل مذہب والے۔ جیسے ارشاد ہے جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کی اور گروہ بندی کر لی تو ان میں شامل ہی نہیں۔ ان کا انجام سپرد اللہ ہے'[5] تم سے پہلے والی قومیں گروہ در گروہ ہو گئیں اور سب کی سب باطل پر جم گئیں اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا رہا کہ وہ سچا ہے دراصل حقانیت ان سب سے گم ہو گئی تھی۔ اس امت میں بھی تفرقہ پڑا لیکن اس میں ایک حق پر ہے۔ ہاں باقی سب گمراہی پر ہیں۔ یہ حق والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے جو کتاب اللہ کو اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط تھامنے والی ہے جس پر سابقہ زمانے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸۶۵)]

[2] [یوسف: ۱۰۳]

[3] [الانعام: ۱۱۶]

[4] [تفسیر الطبری (۱۰/۱۸۳)]

[5] [سورة الانعام: آیت ۱۵۹]

ہے کے صحابہؓ تابعین اور ائمہ مسلمین تھے گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی۔ جیسے مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ان سب میں نجات پانے والا فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ((مَنْ كَانَ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ)) یعنی وہ لوگ جو اس پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں (برادران غور فرمائیے کہ وہ چیز جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے زمانے میں تھے وہ وحی اللہ یعنی قرآن وحدیث ہی تھی یا کسی امام کی تقلید؟)۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف پوری طرح رجوع ہو کر دعائیں کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک جماعت اپنے رب سے شرک کرنے لگتی ہے ○ تاکہ وہ اس چیز کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہے' اچھا تم فائدہ اٹھا لو ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا ○ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو اسے بیان کرے جسے یہ اللہ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں ○ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہو جاتے ہیں' اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں ○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور تنگ بھی' اس میں بھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں ○

تکلیف میں عاجزی اور آسانی میں ناشکری: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ دکھ درد' مصیبت وتکلیف کے وقت تو وہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کو بڑی عاجزی زاری اور نہایت توجہ اور پوری دلسوزی کے ساتھ پکارتے ہیں اور جب اس کی نعمتیں ان پر برسنے لگتی ہیں تو یہ اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔ ﴿لِيَكْفُرُوا﴾ میں لام بعض تو کہتے ہیں لام عاقبت ہے اور بعض کہتے ہیں لام تعلیل ہے۔ لیکن اس کا لام تعلیل ہونا اس وجہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ان کے لئے یہ مقرر کیا پھر انہیں دھمکایا کہ تم ابھی معلوم کر لو گے۔ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ کوتوال یا سپاہی اگر کسی کو ڈرائے دھمکائے تو وہ کانپ اٹھتا ہے تعجب ہے کہ اس کے دھمکانے سے ہم دہشت میں نہ آئیں جس کے قبضے میں ہر چیز ہے اور جس کا صرف یہ کہہ دینا ہر امر کے لئے کافی ہے کہ ہو جا۔ اس سے نہ ڈریں پھر مشرکین کا محض بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کے

شرک کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ پھر انسان کی ایک بیہودہ خصلت بطور انکار بیان ہو رہی ہے کہ سوائے چند ہستیوں کے عموماً حالت یہ ہے کہ راحتوں کے وقت پھول جاتے ہیں اور سختیوں کے وقت مایوس ہو جاتے ہیں۔ گویا اب کوئی بہتری ملے گی نہیں۔ ہاں مومن سختیوں میں صبر اور نرمیوں میں نیکیاں کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مومن پر تعجب ہے اس کے لئے اللہ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور مصیبت میں صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہان کا نظام چلا رہا ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی ترشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لئے نشان ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

قرابت دار کو مسکین کو مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہوں ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں ○ تم جو بیاج (سود) پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا' اور جو کچھ صدقہ زکوۃ تم اللہ کے چہرہ کی طلب کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دو چند کرنے والے ○ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر روزی دی پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا' بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو؟ اللہ کے لئے پاکی اور برتری ہے ہر اک اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں ○

حسن سلوک اور صلہ رحمی کی ترغیب: قرابتداروں کے ساتھ نیکی سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا حکم ہو رہا ہے مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا کچھ ہو لیکن بقدر کفایت نہ ہو۔ اس کے ساتھ بھی سلوک و احسان کرنے کا حکم ہو رہا ہے مسافر جس کا خرچ کم پڑ گیا ہو اور سفر خرچ پاس نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن دیدار اللہ کریں۔ حقیقت میں انسان کے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ دنیا اور آخرت میں نجات ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اس دوسری آیت کی ایک تفسیر تو ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' ضحاک' قتادہ' عکرمہ' محمد بن کعب' اور شعبی رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے جو شخص کوئی عطیہ اس ارادے سے دے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ دیں تو گویا اس ارادے سے ہدیہ دینا ہے تو مباح لیکن ثواب سے خالی ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا بدلہ کچھ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی روک دیا اس معنی میں یہ حکم آپ

---

(1) [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب المومن امره کله خیر (۲۹۹۹) مسند احمد (۴/۳۳۲)]

کے لئے مخصوص ہوگا۔ اسی کی مشابہ آیت ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ [1] ہے یعنی زیادتی معاوضہ کی نیت سے کسی کے ساتھ احسان نہ کیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سود یعنی نفع کی دو صورتیں ہیں ایک تو بیوپار تجارت میں سود یہ تو حرام محض ہے۔ دوسرا سود یعنی زیادتی جس میں کوئی حرج نہیں وہ کسی کو اس ارادہ سے ہدیہ تحفہ دینا ہے کہ یہ مجھے اس سے زیادہ دے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب تو زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں کو بہت برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقے میں دے لیکن حلال طور سے حاصل کی ہوئی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہی ایک کھجور احد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ [2] اللہ ہی خالق و رازق ہے۔ انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا' بے علم' بے کان' بے آنکھ' بے طاقت نکلتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال' ملکیت' کمائی' تجارت غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو سر ہلنے لگے تب بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا پھر رب ہی اسے روزیاں دیتا ہے۔ [3] اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ اللہ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت زندگی کا مالک ہے۔ وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس' منزہ' معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں وہ احد ہے' صمد ہے' فرد ہے' ماں باپ اولاد سے پاک ہے' اس کا کفو کوئی نہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

---

[1] [سورة المدثر: آيت ٦]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الزكاة : باب الصدقة من كسب طيب (١٤١٠)، (٧٤٣٠) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها (١٠١٤) نسائی : كتاب الزكاة : باب الصدقة من غلول (٢٥٢٤) ترمذی : كتاب الزكاة : باب ما جاء فی فضل الصدقة (٦٦١) مسند احمد (٥٣٨/٢)]

[3] [ضعيف : مسند احمد (٤٦٩/٣) ابن ماجه : كتاب الزهد (٤١٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف الجامع الصغير (٦٢٩٥) السلسلة الضعيفة (٤٧٩٨)]

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث مصیبتیں آن پڑیں اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں' زمین پر چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا؟ جن میں اکثر لوگ مشرک تھے ○

اللہ کی فرمانبرداری سے ہی فساد ختم ہوگا: ممکن ہے ''بر'' یعنی خشکی سے مراد میدان اور جنگل ہوں اور ''بحر'' یعنی تری سے مراد شہر اور دیہات ہوں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بر کہتے ہیں خشکی کو اور بحر کہتے ہیں تری کو خشکی کے فساد سے مراد بارش کا نہ ہونا پیداوار کا نہ ہونا قحط سالیوں کا آنا ہے۔ تری کے فساد سے مراد بارش کا رک جانا جس سے پانی کے جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ انسان کا قتل اور کشتیوں کا جبراً چھین جھپٹ لینا یہ خشکی تری کا فساد ہے۔ ''بحر'' سے مراد جزیرے اور ''بر'' سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔ لیکن اول قول زیادہ ظاہر ہے اور اسی کی تائید محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے ایلہ کے بادشاہ سے صلح کی اور اس کا ''بحر'' یعنی شہر اسی کے نام کر دیا[1] پھلوں کے اناج کا نقصان دراصل انسان کے گناہوں کی وجہ سے ہے اللہ کے نافرمان زمین کو بگاڑنے والے ہیں۔ آسمان و زمین کی اصلاح اللہ کی عبادت اور اطاعت سے ہے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ زمین پر ایک حد کا قائم ہونا زمین والوں کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔[2] یہ اس لئے کہ حد قائم ہونے سے مجرم گناہوں سے باز رہیں گے اور جب وہ گناہ نہ ہوں گے تو آسمانی اور زمینی برکتیں لوگوں کو حاصل ہوں گی۔ چنانچہ آخر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور اس پاک شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے مثلاً خنزیر کا قتل' صلیب کی شکست' جزیے کا ترک یعنی اسلام کی قبولیت یا جنگ پھر جب آپ کے زمانے میں دجال اور اس کے مرید ہلاک ہو جائیں گے یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے تو زمین سے کہا جائے گا کہ اپنی برکتیں لوٹا دے اس دن ایک انار لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے یہ سب لوگ سایہ حاصل کر لیں۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے کو کفایت کرے گا۔ یہ سب برکتیں صرف رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے جاری کرنے کی وجہ سے ہوں گی جیسے جیسے عدل و انصاف مطابق شریف بڑھے گا ویسے ویسے خیر و برکت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے برخلاف فاجر شخص کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر بندے' شہر' درخت' جانور سب راحت پا لیتے ہیں۔[3] مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانے میں ایک تھیلی پائی گئی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانے میں اگتے تھے جس میں عدل و انصاف کو کام میں لایا

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۲۲۰)]

[2] [حسن: ابن ماجه: کتاب الحدود: باب اقامة الحدود (۲۵۳۸) نسائی: کتاب قطع السارقة: باب الترغيب فی اقامة الحد (۴۹۱۹)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب سکرات الموت (۶۵۱۲) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب ما جاء فی مستریح و مستراح منه (۹۵۰)]

جاتا تھا۔[1] زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد فساد سے شرک ہے لیکن یہ قول تأمل طلب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور پیداوار کی اور پھر اناج کی کمی بطور آزمائش کے اور بطور ان کے بعض اعمال کے بدلے کے ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[2] ہم نے انہیں بھلائیوں برائیوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ لوٹ جائیں۔ تم زمین میں چل پھر کر آپ ہی دیکھ لو کہ تم سے پہلے جو مشرک تھے ان کے نتیجے کیا ہوئے؟ رسولوں کی نہ ماننے اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا کیا وبال ان پر آیا؟ یہ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ
يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾
لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

پس تو اپنا رخ اس سچے اور سیدھے دین کی طرف ہی رکھ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس کی بازگشت اللہ کی طرف سے ہے ہی نہیں اس دن سب متفرق ہو جائیں گے ○ کفر کرنے والوں پر ان کا کفر ہوگا۔ اور نیک عمل کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں ○ تا کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے' وہ کافروں کو دوست رکھتا ہی نہیں ○

دین اسلام پر مضبوطی سے جم جاؤ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے دین پر جم جانے کی اور چستی سے اللہ کی فرمانبرداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ مضبوط دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جب اس کے آنے کا اللہ کا حکم ہو چکے گا پھر اس حکم کو یا اس آنے والی ساعت کو کوئی لوٹا نہیں سکتا۔ اس دن نیک بد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایک جماعت جنت میں ایک جماعت بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ کافر اپنے کفر کے بوجھ تلے دب رہے ہوں گے۔ اور نیک اعمال لوگ اپنے کئے ہوئے بہترین آرام دہ ذخیرے پر خوش خرم ہوں گے۔ رب انہیں ان کی نیکیوں کا اجر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے دے رہا ہوگا۔ ایک ایک نیکی دس دس بلکہ سات سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ کر کے انہیں ملے گی۔ کفار اللہ کے دوست نہیں لیکن تاہم ان پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ
بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

---

[1] [**ضعیف:** مسند احمد (۲/۲۹۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۹۴۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الاعراف: آیت ۱٦۸]

اس کی نشانیوں میں سے خوش خبریاں دینے والی ہواؤں کا چلانا بھی ہے اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم شکرگزاری کرو ○ ہم نے تجھ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلیلیں لائے پھر ہم نے گنہگاروں سے انتقام لیا' ہم پر مومنوں کی مدد لازم ہے ○

اللہ کی چند نشانیاں: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا۔ اس کے بعد مینہ برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں اور جاندار زندہ رہیں سمندروں اور دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں۔ کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لئے ادھر سے ادھر' ادھر سے ادھر آ جا سکو۔ پس تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرو۔ پھر اپنے نبی کو تسکین اور تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے کہ اگر آپ کو لوگ جھٹلاتے ہیں تو آپ اسے کوئی انوکھی بات نہ سمجھیں۔ آپ سے پہلے کے رسولوں کو بھی ان کی امتوں نے ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے فقرے سنائے ہیں۔ وہ بھی صاف روشن اور واضح دلیلیں معجزے اور احکام لائے تھے بالآخر جھٹلانے والے عذاب کے شکنجے میں کس دیئے گئے اور مومنوں کو اس وقت ہر قسم کی برائی سے نجات ملی۔ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نفس کریم پر یہ بات لازم کر لی ہے کہ وہ اپنے باایمان بندوں کو مدد دے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [1] ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچا لے اللہ پر حق ہے کہ وہ اس سے جہنم کی آگ کو ہٹا لے۔ پھر آپ نے پڑھا ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾۔ [2]

اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تیرے دیکھتے ہوئے اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں' اور جنہیں اللہ چاہتا ہے ان اپنے

---

[1] [سورة الانعام: آیت ٥٤]

[2] [**ضعیف** : مسند احمد (٦/٤٤٩)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٥٨٠)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم اور شہر بن حوشب دونوں ضعیف ہیں۔]

بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش خوش ہو جاتے ہیں۔ یقین مانو کہ بارش ان پر برسے اس سے پہلے پہلے تو ناامید ہو رہے تھے۔ پس تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھ کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم بادتند چلا دیں اور یہ لوگ انہیں کھیتیوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں ○

ہلکی اور تیز ہوائیں: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں یا تو سمندر پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ کا حکم ہو۔ پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے اسے بڑھا دیتا ہے تھوڑے کو زیادہ کر دیتا ہے تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اٹھا پھر جو وہ پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لیے۔ اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی کے بھرے ابر اٹھتے ہیں۔ اسی مضمون کو آیت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ﴾ [1] الخ' میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے۔ دو دفعہ ﴿مِنْ قَبْلِ﴾ کا لفظ لانا تاکید کے لئے ہے۔ ﴿ہٖ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿اِنْزَال﴾ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تاسیسی دلالت ہو۔ یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے۔ پھر اس ناامیدی کے بعد دفعتاً ابر اٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے۔ اور ان کی خشک زمین تر ہو جاتی ہے قحط سالی تر سالی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریاول دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ پروردگار عالم بارش سے کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ یاد رکھو جس رب کی یہ قدرت تم دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے حالانکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے۔ سمجھ لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم بادتند چلا دیں اگر آندھیاں آ جائیں اور ان کی لہلہاتی ہوئی کھیتیاں پژمردہ ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے ﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ سے مَحْرُوْمُوْنَ﴾ [2] تک حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی اور چار زحمت کی۔ ناشرات' مبشرات' مرسلات اور ذاریات تو رحمت کی ہیں۔ اور عقیم' صرصر' عاصف اور قاصف عذاب کی ہیں۔ ان میں پہلی دو خشکی کی ہیں اور آخر دو تری کی ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان اللہ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی پوری چیزیں الٹ پلٹ ہو جائیں

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ۵۷]　[2] [سورة الواقعة: آیت ۶۳-۶۷]

گی۔ اتنا نہیں بلکہ اتنا وزن کرو جتنا انگوٹھی میں نگینہ ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے وہ ہوا چلی جو جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا۔ جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا منکر ہے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ خود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ①

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾

بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں ○ اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا ہے' تو صرف ان ہی لوگوں کو سناتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہیں بھی وہ اطاعت گزار ○

کیا مردے سنتے ہیں؟ باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ جس طرح یہ تیری قدرت سے خارج ہے کہ مردوں کو جو قبروں میں ہوں تو اپنی آواز سنا سکے۔ اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ بہرے شخص کو جب کہ وہ پیٹھ پھیرے منہ موڑے جا رہا ہو تو اپنی بات سنا سکے۔ اسی طرح سے جو حق سے اندھے ہیں تو ان کی رہبری ہدایت کی طرف نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے جب وہ چاہے مردوں کو زندوں کی آواز بھی سنا سکتا ہے۔ ہدایت ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو باایمان ہوں اور اللہ کے سامنے جھکنے والے اور اس کے فرمانبردار ہوں۔ یہ لوگ حق کو سنتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ یہ تو حالت مسلمان کی ہوئی اور اس سے پہلے جو حالت بیان ہوئی وہ کافر کی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ﴾ ② الخ' تیری پکار وہی قبول کریں گے جو کان دھر کر سنیں گے مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائے گا پھر سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیے گئے تھے اور بدر کی کھائیوں میں ان کی لاشیں پھینک دی گئی تھیں ان کی موت کے تین دن بعد ان سے خطاب کر کے انہیں ڈانٹا اور غیرت دلائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے خطاب کرتے ہیں جو مر کر مردہ ہو چکے۔ تو آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھی میری اس بات کو جو میں انہیں کہہ رہا ہوں اتنا نہیں سنتے جتنا یہ سن رہے ہیں۔ ہاں وہ جواب نہیں دے سکتے۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی سن کر فرمایا کہ آپ نے یہ یوں فرمایا ہے کہ وہ اب بخوبی جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے پھر آپ نے مردوں کے نہ سن سکنے پر اسی آیت سے استدلال کیا کہ

---

① [**ضعیف**: اس کی سند میں دراج راوی ضعیف ہے۔]

② [سورۃ الانعام: آیت ۳۶]

③ [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار (۲۸۷٤)]

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی یہ بات انہوں نے سن لی تا کہ انہیں پوری ندامت اور کافی شرم ساری ہو۔ لیکن علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ایک روایت صحت کر کے وارد کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے یہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو اللہ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ سب سے پورا واقف ہے اور سب پر پورا قادر ہے ○

مرحلہ وار انسانی پیدائش: انسان کی ترقی وتنزل پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے۔ پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف ونحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہو جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے آخر نشوونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قوی پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بڈھا ہوتا ہے پھر بڈھا پھوس ہو جاتا ہے طاقت کے بعد یہ کمزوری بھی قابل عبرت ہوتی ہے۔ کہ ہمت پست ہے دیکھنا سننا چلنا پھرنا اٹھنا اچکنا پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں رخسار پچک جاتے ہیں دانت ٹوٹ جاتے ہیں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام وہ سب کا مالک وہ عالم وقادر نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کو قدرت۔ حضرت عطیہ عوفی کہتے ہیں میں نے اس آیت کو ﴿ضُعْفًا﴾ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے پڑھا تو آپ نے بھی اسے تلاوت کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس آیت کو اتنا ہی پڑھا تھا جو آپ پڑھنے لگے جس طرح میں نے تمہاری قرأت پر قرأت شروع کر دی۔ [2] (ابوداؤد' ترمذی' مسند احمد)

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جهل (۳۹۸۰) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه (۹۳۲) مسند احمد (۱۷۵/۶)]

[2] [حسن: ابو داؤد: کتاب الحروف والقراءات (۳۹۷۸) ترمذی: کتاب القراءات (۲۹۳۶) مسند احمد (۵۸/۲)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ز فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

جس دن قیامت برپا ہو جائے گی گنہگار لوگ قسمیں کھانے لگیں گے۔ کہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے اسی طرح یہ بہکے ہوئے ہی رہے ○ اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ جواب دیں گے کہ تم تو جیسا کہ کتاب اللہ میں ہے یوم قیامت تک ٹھہرے رہے آج کا یہ دن قیامت ہی کا دن ہے۔ لیکن تم تو یقین ہی نہیں مانتے تھے ○ آج ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی ○

روز قیامت کا ذکر: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفار دنیا اور آخرت کے کاموں سے بالکل جاہل ہیں۔ دنیا میں ان کی جہالت تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے رہے اور آخرت میں یہ جہالت کریں گے کہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت ہی رہے۔

اس سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں ہم پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی۔ ہمیں معذور سمجھا جائے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ جیسے یہاں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں دنیا میں یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ فرماتا ہے کہ علماء کرام جس طرح ان کے اس کہنے پر دنیا میں انہیں دلائل دے کر قائل معقول کرتے رہے آخرت میں بھی ان سے کہیں گے کہ تم جھوٹی قسمیں کھا رہے ہو۔ تم کتاب اللہ یعنی کتاب الاعمال میں اپنی پیدائش سے لے کر جی اٹھنے تک ٹھہرے رہے لیکن تم بے علم اور نرے جاہل لوگ ہو۔ پس قیامت کے دن ظالموں کو اپنے کرتوت سے معذرت کرنا محض بے سود رہے گا۔ اور وہ دنیا کی طرف لوٹائے نہ جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ [1] یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں تو لوٹ نہیں سکتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں، تو ان کے پاس کوئی بھی نشان لا یہ کافر تو یہی کہیں گے کہ تم بیہودہ گو جھوٹے ہو ○ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر کر دیتا ہے ○ تو صبر کر یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تجھے وہ لوگ خفیف نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے ○

[1] [سورۃ فصلت: آیت ۲۴]

قرآن میں ہر چیز کی وضاحت: حق کو ہم نے اس پاک کلام میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور مثالیں دے دے کر سمجھا دیا ہے کہ لوگوں پر حق کھل جائے اور اس کی تابعداری میں لگ جائیں۔ ان کے پاس تو کوئی بھی معجزہ آ جائے کیسا ہی نشان حق دیکھ لیں لیکن یہ تو جھٹ سے بلا غور علی الفور کہہ دیں گے کہ یہ جادو ہے باطل ہے جھوٹ ہے دیکھئے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

خود قرآن کریم کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ' میں ہے کہ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کا معائنہ کر لیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ بے علم لوگوں کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ جاتی ہے۔ اے نبی (ﷺ) آپ صبر کیجئے۔ ان کی مخالفت اور دشمنی پر درگزر کیئے چلے جایئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور تمہیں ایک دن ان پر غالب کرے گا اور تمہاری امداد کر فرمائے گا۔ اور دنیا اور آخرت میں تجھے اور تیرے تابعداروں کو مخالفین پر غلبہ دے گا۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے کام پر لگے رہو حق پر جم جاؤ اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو اسی میں ساری ہدایت ہے باقی سب باطل کے ڈھیر ہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں تھے کہ ایک خارجی نے آپ کا نام لے کر زور سے اس آیت کی تلاوت کی ﴿وَلَقَدْ اُوْحِىَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ [2] آپ نے خاموشی سے اس آیت کو سنا سمجھا اور نماز ہی میں اس کے جواب میں آیت ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ تلاوت فرمائی (ابن جریر' ابن ابی حاتم) [3] (وہ حدیث جس سے اس مبارک سورت کی فضیلت اور اس کی قرأت کا صبح کی نماز میں مستحب ہونا ثابت ہے)۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اسی صورت کی قرأت کی۔ اثناءِ قرأت میں آپ کو وہم سا ہو گیا فارغ ہو کر فرمانے لگے تم میں بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن با قاعدہ ٹھیک ٹھاک وضو نہیں کرتے۔ تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوا سے اچھی طرح وضو کرنا چاہئے (مسند احمد) [4] اس کی سند حسن ہے متن بھی حسن ہے اور اس میں ایک عجیب بھید اور بہت بڑی خبر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے مقتدیوں کے وضو بالکل درست نہ ہونے کا اثر آپ پر بھی پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدیوں کی نماز امام کی نماز کے ساتھ معلق ہے۔ الحمد للہ سورۂ روم کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۹۶۔۹۷]　　[2] [سورۃ الزمر: آیت ٦٥]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۲۰۰)]

[4] [**حسن**: مسند احمد (۳/٤۷۱)، (٥/۳٦۸) نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءۃ فی الصبح بالروم (۹٤۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۲٤۱)] علامہ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح الترغیب (۲۲۲) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٥۸۷٤)]

تفسیر سورہ لقمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ
یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ
عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع

الٓمّٓ ○ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ جو نیک کاروں کے لئے رہبر اور سراسر رحمت ہے ○ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں ○

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے اول ہی میں حروف مقطعات کے معنی اور مطلب کی توضیح کر دی گئی ہے۔ یہ قرآن ہدایت' شفا اور رحمت ہے ان نیک کاروں کے لئے جو شریعت کے پورے پابند ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں ارکان واوقات وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ہی نوافل سنت وغیرہ بھی نہیں چھوڑتے۔ فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں صلہ رحمی' سلوک' احسان' سخاوت اور داد و دہش کرتے رہتے ہیں۔ آخرت کی جزاء کا انہیں کامل مکمل یقین ہے اس لئے اللہ کی طرف پوری رغبت کرتے ہیں ثواب کے کام کرتے ہیں۔ اور رب کے اجر پر نظریں رکھتے ہیں۔ نہ ریاکاری کرتے ہیں نہ لوگوں سے داد چاہتے ہیں ان اوصاف والے راہ یافتہ ہیں۔ راہ اللہ پر لگا دیئے گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دین ودنیا میں فلاح نجات اور کامیابی حاصل کریں گے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ
وَّ یَتَّخِذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۶﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی
مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡہِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو راہ الٰہی سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والے عذاب ہیں ○ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں تو اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دے ○

گانے بجانے اور موسیقی کی حرمت: اوپر بیان ہوا تھا نیک بختوں کا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے تھے اور اسے سن کر نفع اٹھاتے تھے۔ تو یہاں بیان ہو رہا ہے ان بد بختوں کا جو کلام الٰہی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں

اور بجائے اس کے گانے بجانے اور باجے گاجے ڈھول تاشے سنتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اللہ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ [1] ایک اور جگہ ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے گانا اور راگ اور راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، علی بن بذیمہ رحمہم اللہ کا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچ یہاں مراد خرید سے اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ وہ باطل کی بات کو حق پر پسند کر لے۔ اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کر لے۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ لغو بات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید وفروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کھانا حرام ہے انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ [2] امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے غریب کہا ہے اور اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں خود علی ان کے استاد اور ان کے تمام شاگرد ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم، ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے شرک ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو اللہ سے اور اتباع شرع سے روکے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اس سے غرض اس کی اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ ایک قرأت میں ﴿لِيَضِلَّ﴾ ہے تو لام لام عاقبت ہوگا یا لام تعلیل ہوگا۔ یعنی امر تقدیری ان کی اس کارگزاری سے ہو کر رہے گا۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ کو ہنسی بنا لیتے ہیں۔ آیات اللہ کو بھی مذاق میں اڑاتے ہیں اب ان کا انجام بھی سن لو کہ جس طرح انہوں نے اللہ کی راہ کی، کتاب اللہ کی اہانت کی قیامت کے دن ان کی اہانت ہوگی اور خطرناک عذاب میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں، باجوں گاجوں، راگ راگنیوں پر ریجھا ہوا ہے۔ یہ قرآن کی آیتوں سے بھاگتا ہے کان ان سے بہرے کر لیتا ہے، یہ اسے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ سن بھی لیتا ہے تو بے سنی کر دیتا ہے۔ لیکن ان کا سننا اسے ناگوار گزرتا ہے کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ اسے فضول کام قرار دیتا ہے چونکہ اس کی کوئی اہمیت اور عزت اس کے دل میں نہیں اس لئے وہ ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا وہ تو ان سے محض بے پرواہ ہے۔ یہ یہاں اللہ کی آیتوں سے اکتاتا ہے تو قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ اکتا اکتا اٹھے۔ یہاں آیات قرآنی سن کر اسے دکھ ہوتا ہے وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔

---

[1] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰/۱۲۷) مستدرك حاكم (۲/۴۱۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورة لقمان (۳۱۹۵) ابن ماجه : کتاب التجارات : باب ما لا يحل بيعه (۲۱۶۸) تفسير ابن جرير الطبری (۸۰۳۵)] امام ترمذیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] البتہ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کام بھی مطابق سنت کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ کا سچا وعدہ ہے' وہ بہت بڑی عزت والا اور کامل حکمت والا ہے ○

نیکوں کے لیے ہمیشہ کی جنت: نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ پر ایمان لائے رسول کو مانتے رہے شریعت کی ماتحتی میں نیک کام کرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن میں طرح طرح کی نعمتیں' لذیذ غذائیں' بہترین پوشاکیں' عمدہ عمدہ سواریاں' پاکیزہ نورانی چہروں والی بیویاں ہیں۔ وہاں انہیں اور ان کی نعمتوں کو دوام ہے کبھی زوال نہیں۔ نہ تو یہ مریں نہ ان کی نعمتیں فنا ہوں نہ کم ہوں نہ خراب ہوں۔ یہ حتماً اور یقیناً ہونے والا ہے کیونکہ اللہ فرما چکا ہے اور رب کی باتیں بدلتی نہیں اس کے وعدے ٹلتے نہیں۔ وہ کریم ہے' منان ہے' محسن ہے' منعم ہے' جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے' عزیز ہے' سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' حکیم ہے' کوئی کام کوئی بات کوئی فیصلہ خالی از حکمت نہیں۔ اس نے قرآن کریم کو مومنوں کے لئے ہادی اور شافی بنایا ہے ہاں بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہیں آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ [1] اور آیت ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [2] یعنی جو قرآن ہم نے نازل فرمایا ہے وہ مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالم تو نقصان میں ہی بڑھتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

اس نے آسمانوں کو بغیر ستون پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے ○ یہ ہے مخلوق اللہ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ۔ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ○

پہاڑ بطور میخیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔ واقع ہی میں کوئی ستون ہے نہیں۔ گو مجاہد رحمہ اللہ کا یہ

---

[1] [سورۂ فصلت: آیت ٤٤]
[2] [سورۂ بنی اسرائیل: آیت ٨٢]

قول بھی ہے کہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے۔ اس مسئلہ کا پورا فیصلہ میں سورۂ رعد کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس نے اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے۔ اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کیے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔ اپنا خالق اور اخلق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرمارہا ہے کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگادی جو دیکھنے میں خوش منظر کھانے میں بے ضرر۔ نفع میں بہت بہتر۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔ اللہ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم اس کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے فی الواقع اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا' بہرا' بے عقل' بے علم' بے سمجھ' بے وقوف اور کون ہوگا؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ کا شکر کر' ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تو بے نیاز اور تعریفوں والا ہے O

حضرت لقمان علیہ السلام کا تعارف: اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے پرہیزگار ولی اور اللہ کے پیارے بزرگ بندے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نوبی تھے۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ مصر کے رہنے والے حبشی تھے۔ آپ کو حکمت عطا ہوئی تھی لیکن نبوت نہیں ملی تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ تین شخص جو تمام لوگوں سے اچھے تھے تینوں سیاہ رنگ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسالت پناہ کے غلام تھے۔ حضرت مہجع رضی اللہ عنہ جو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے۔

حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے کچھ دنوں کے بعد پھر ان کے آقا نے یہی حکم کیا اور کہا آج اس کے سارے گوشت میں جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لادو۔ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تو یہی دو لایا اور بدترین مانگے تو تو نے یہی لا دیئے۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہیں تو

ان سے بہترین جسم کا کوئی عضو نہیں۔ اور جب یہ برے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی یہی ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے نیک بندے تھے۔ سیاہ فام غلام تھے' موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے۔ اور بزرگ سے یہ بھی مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ ایک اور قول ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ اس نے کہا پھر تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا سچ بولنے اور بے کار کلام نہ کرنے سے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بلندی کی یہ وجہ بیان کی کہ اللہ کا فضل اور امانت کی ادائیگی اور کلام کی سچائی اور بے نفع کاموں کو چھوڑ دینا۔ الغرض ایسے ہی آثار صاف ہیں کہ آپ نبی نہ تھے۔ بعض روایتیں اور بھی ہیں جن میں گو صراحت نہیں کہ آپ نبی نہ تھے لیکن ان میں بھی آپ کا غلام ہونا بیان کیا گیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ نبی نہ تھے کیونکہ غلامی نبوت کے خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام عالی نسب اور عالی خاندان ہوا کرتے تھے۔

اسی لئے جمہور سلف کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے۔ ہاں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نبی تھے لیکن یہ بھی جب کہ سند صحیح ثابت ہو جائے لیکن اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم' کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم سے ایک شخص نے کہا کیا تو بنی حسحاس کا غلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔ اس نے کہا کیا تو بکریوں کا چرواہا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔ کہا کیا تو سیاہ رنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ظاہر ہے میں سیاہ رنگ ہوں تم یہ بتاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یہی کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری مجلس پر رہتی ہے لوگ تیرے دروازے پر آتے رہتے ہیں اور تیری باتیں شوق سے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو! بھائی جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں ان پر عمل کر لو تو تم بھی مجھ جیسے ہو جاؤ گے۔ آنکھیں حرام چیزوں سے بند کر لو زبان بے ہودہ باتوں سے روک لو۔ مال حلال کھایا کرو۔ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' زبان سے سچ بات بولا کرو' وعدے کو پورا کیا کرو' مہمان کی عزت کیا کرو' پڑوسی کا خیال رکھو' بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دو۔ انہی عادتوں کی وجہ سے میں نے بزرگی پائی ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم کسی بڑے گھرانے کے امیر اور بہت زیادہ کنبے قبیلے والے نہ تھے۔ ہاں ان میں بہت سی بھلی عادتیں تھیں۔ وہ خوش خلق خاموش غور و فکر کرنے والے گہری نظر والے دن کو نہ سونے والے تھے۔ لوگوں کے سامنے تھوکتے نہ تھے نہ پاخانہ پیشاب اور غسل کرتے تھے۔ لغو کاموں سے دور رہتے تھے ہنستے نہ تھے جو کلام کرتے تھے حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا جس وقت ان کی اولاد فوت ہوئی یہ بالکل نہیں روئے۔ وہ بادشاہوں امیروں کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ غور و فکر اور عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ اسی وجہ سے انہیں بزرگی ملی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ایک عجیب اثر وارد ہے کہ حضرت لقمان کو حکمت و نبوت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے حکمت قبول فرمائی راتوں رات ان پر حکمت برسا دی گئی اور رگ و پے میں حکمت بھر دی گئی۔ صبح کو ان کی باتیں اور عادتیں سب حکیمانہ ہو گئیں۔ آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں

حکمت کیسے اختیار کی؟ تو جواب دیا کہ اگر اللہ مجھے نبی بنا دیتا تو اور بات تھی ممکن تھا کہ منصب نبوت کو میں نبھا جاتا۔ لیکن جب مجھے اختیار دیا گیا تو مجھے ڈر لگا کہیں ایسا نہ ہو میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں۔ اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا' اس روایت کے ایک راوی سعید بن بشیر ہیں جن میں ضعف ہے۔ واللہ اعلم' حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد حکمت سے اسلام کی سمجھ ہے۔ حضرت لقمان نہ نبی تھے نہ ان پر وحی آئی تھی پس سمجھ علم اور عبرت مراد ہے۔ ہم نے انہیں اپنا شکر بجالانے کا حکم فرمایا تھا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر جو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اس پر تو میری شکر گزاری کر۔ شکر گزار کچھ مجھ پر احسان نہیں کرتا وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ [1] نیکی والے اپنے لئے ہی بھلا توشہ تیار کرتے ہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ کو اس کی ناشکری ضرر نہیں پہنچا سکتی وہ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے ساری زمین والے بھی اگر کافر ہو جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ سب سے غنی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿١٤﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾

جبکہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا' بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے○ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھٹائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر' میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے○ اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو' تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا○

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں: حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کو جو نصیحت و وصیت کی تھی اس کا بیان ہو رہا ہے یہ لقمان بن عنقاء بن سدون تھے ان کے بیٹے کا نام سہیلی کے بیان کی رو سے ثاران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اچھائی سے کیا اور یہ فرمایا ہے کہ انہیں حکمت عنایت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے جو بہترین وعظ اپنے لڑکے کو سنایا تھا اور انہیں مفید ضروری اور عمدہ نصیحتیں کی تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اولاد سے زیادہ

[1] [سورة الروم: آیت ٤٤]

پیاری چیز انسان کو اور کوئی نہیں ہوتی اور انسان اپنی بہترین اور انمول چیز اپنی اولاد کو دینا چاہتا ہے۔ تو سب سے پہلے یہ نصیحت کی کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یاد رکھو اس سے بڑی بے حیائی اس سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب یہ آیت ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ﴾ اتری تو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر بڑی مشکل آ پڑی اور انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو؟ اور آیت میں ہے کہ ایمان کو جنہوں نے ظلم سے نہیں ملایا وہی باامن اور راہ راست والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہیں بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔ ①

اس پہلی وصیت کے بعد حضرت لقمان دوسری وصیت کرتے ہیں اور وہ بھی درجے اور تاکید کے لحاظ سے واقعی ایسی ہی ہے کہ اس پہلی وصیت سے ملائی جائے۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ ② الخ، یعنی تیرا رب یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک واحسان کرتے رہو۔

عموماً قرآن کریم میں ان دونوں چیزوں کا بیان ایک ساتھ ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے ﴿وَھْنٌ﴾ کے معنی مشقت تکلیف ضعف وغیرہ کے ہیں۔ ایک تکلیف تو حمل کی ہوتی ہے جسے ماں برداشت کرتی ہے۔ حالت حمل کے دکھ درد کی حالت سب کو معلوم ہے پھر دو سال تک اسے دودھ پلاتی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ﴾ ③ الخ، یعنی جو لوگ اپنی اولاد کو پورا پورا دودھ پلانا چاہیں ان کے لئے آخری انتہائی مدت یہ ہے کہ دو سال کامل تک ان بچوں کو ان کی مائیں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

چونکہ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا﴾ ④ یعنی مدت حمل اور دودھ چھٹائی کل تیس ماہ ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بڑے بڑے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ ماں کی اس تکلیف کو اولاد کے سامنے اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اولاد اپنی ماں کی ان مہربانیوں کو یاد کر کے شکر گزاری، اطاعت اور احسان کرے جیسے آیت میں فرمان عالیشان ہے ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا﴾ ⑤ ہم سے دعا کرو اور کہو کہ میرے سچے پروردگار

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب ظلم دون ظلم (۳۲)، (٤٦٢٩) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب صدق الایمان و اخلاصه (۱۲٤ـ ۱۹۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانعام (۳۰٦۷) مسند احمد (۱/۳۸۷)]

② [الأسراء : ۲۳] ③ [البقره : ۲۳۳]

④ [الاحقاف : ۱۵] ⑤ [سورة الاسراء : ۲٤]

میرے ماں باپ پر اس طرح رحم وکرم فرما جس طرح میرے بچپن میں وہ مجھ پر رحم وکرم کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا تا کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مند ہو۔ سن لے آخری لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اگر میری اس بات کو مان لیا تو پھر بہترین جزا دوں گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ پیغام لے کر کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو میری باتیں مانتے رہو میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سب کو لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے۔ پھر یا تو جنت مکان بنے گی یا جہنم ٹھکانا ہوگا۔ پھر وہاں سے نہ اخراج ہوگا نہ موت آئے گی۔ (1) پھر فرماتا ہے اگر تمہارے ماں باپ تمہیں اسلام کے سوا اور دین قبول کرنے کو کہیں۔ گو وہ تمام تر طاقت خرچ کر ڈالیں خبردار! تم ان کی مان کر میرے ساتھ ہرگز شرک نہ کرنا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا چھوڑ دو نہیں دنیوی حقوق جو تمہارے ذمہ ان کے ہیں ادا کرتے رہو۔ ایسی باتیں ان کی نہ مانو بلکہ ان کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ سن لو! تم سب لوٹ کر ایک دن میرے سامنے آنے والے ہو اس دن میں تمہیں تمہارے تمام تر اعمال کی خبر دوں گا۔

طبرانی کی کتاب العشرہ میں ہے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے اللہ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں بچے یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا؟۔ سنو! میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ۔ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوؤں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام نہ چھوڑا اور میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور ہر طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی تنگ دل ہوا اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا خوشامدیں کیں سمجھایا کہ اللہ کے لئے اپنی ضد سے باز آجاؤ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی ضد میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا میری اچھی اماں جان سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں۔ واللہ! ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں بھی ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہو گئیں کھانا پینا شروع کر دیا۔

---

(1) [ابن عساکر فی تاریخہ (٦٢١/١٦) مستدرك حاكم (٨٣/١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ معاذ بن جبل تک صحیح ہے۔]

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝

پیارے بیٹے اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر کے تلے ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تجھ پر آ جائے اس پر صبر کرنا' یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین پر اترا اکڑ کر نہ چل' کسی تکبر کرنے والے شیخی خور کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز کو پست کر' یقیناً بد سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ذرہ برابر بھی نیکی اور بدی پیش کردی جائے گی: حضرت لقمان کی یہ اور وصیتیں ہیں اور چونکہ یہ سب حکمتوں سے پر ہیں۔ قرآن انہیں بیان فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ فرماتے ہیں کہ برائی' خطا' ظلم چاہے رائی کے دانے کے برابر بھی ہو پھر وہ خواہ کتنا ہی پوشیدہ اور ڈھکا چھپا کیوں نہ ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پیش کرے گا میزان میں سب کو رکھا جائے گا اور بدلہ دیا جائے گا نیک کام پر جزا بد پر سزا جیسے فرمان ہے ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ [1] الخ' یعنی قیامت کے دن عدل کی ترازو رکھ کر ہر ایک کو بدلہ دیں گے کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور آیت میں ہے ذرے برابر نیکی اور ذرے برابر برائی ہر ایک دیکھ لے گا [2] خواہ وہ نیکی یا بدی کسی مکان میں' محل میں' قلعہ میں' پتھر کے سوراخ میں' آسمانوں کے کونوں میں' زمین کی تہہ میں ہو کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ اسے لا کر پیش کرے گا وہ بڑے باریک علم والا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز اس پر ظاہر ہے اندھیری رات میں چیونٹی جو چل رہی ہو اس کے پاؤں کی آہٹ کا بھی وہ علم رکھتا ہے۔ بعض نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ ﴿اِنَّهَا﴾ میں ضمیر شان کی اور قصہ کی ہے اور اس بنا پر انہوں نے ﴿مِثْقَالُ﴾ کی لام کا پیش پڑھنا بھی جائز رکھا ہے لیکن پہلی بات ہی زیادہ اچھی ہے۔ بعض کہتے ہیں ﴿صَخْرَةٍ﴾ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتویں آسمان اور زمین کے نیچے ہے اس کی بعض سندیں بھی سدی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہیں اگر صحیح ثابت ہو جائیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہ مروی تو ہے۔ واللہ اعلم' بہت ممکن ہے کہ یہ بھی بنی اسرائیل سے منقول ہو لیکن ان کی کتابوں کی کسی بات کو ہم نہ سچی مان سکیں نہ جھٹلا سکیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بقدر رائی کے دانہ کے کوئی عمل حقیر ہو اور ایسا پوشیدہ ہو کہ کسی پتھر کے اندر ہو۔ جیسے

---

[1] [سورۃ الانبیاء: آیت ٤٧]
[2] [سورۃ الزلزال: آیت ٧، ٨]

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی عمل کرے کسی بے سوراخ کے پتھر کے اندر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی ہو نہ سوراخ ہو تاہم اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر ظاہر کر دے گا خواہ کچھ ہی عمل ہو نیک ہو یا بد۔ ① پھر فرماتے ہیں بیٹے نماز کا خیال رکھنا۔ اس کے فرائض' اس کے واجبات' ارکان اوقات وغیرہ کی پوری حفاظت کرنا۔ اپنی طاقت کے مطابق پوری کوشش کے ساتھ اللہ کی باتوں کی تبلیغ اپنوں' غیروں میں کرتے رہنا بھلی باتیں کرنے اور بری باتوں سے بچنے کے لئے ہر ایک سے کہنا۔ اور چونکہ نیکی کا حکم یعنی بدی سے روکنا جو عموماً لوگوں کو کڑوی لگتی ہے۔ اور حق گو شخص سے لوگ دشمنی رکھتے ہیں اس لئے ساتھ ہی فرمایا کہ لوگوں سے جو ایذا اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا درحقیقت اللہ کی راہ میں ننگی شمشیر رہنا اور حق پر مصیبتیں جھیلتے ہوئے پست ہمت نہ ہونا یہ بڑا بھاری اور جوانمردی کا کام ہے۔ پھر فرماتے ہیں' اپنا منہ لوگوں سے نہ موڑ انہیں حقیر سمجھ کر یا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر لوگوں سے تکبر نہ کرنا۔ بلکہ نرمی برت خوش خلقی سے پیش آ۔ خندہ پیشانی سے بات کر۔ حدیث شریف میں ہے کسی مسلمان بھائی سے تو کشادہ پیشانی سے ہنس مکھ ہو کر مل لے یہ بھی تیری بڑی نیکی ہے۔ تہبند اور پاجامے کو ٹخنے سے نیچا نہ کر' یہ تکبر و غرور ہے اور تکبر اور غرور اللہ کو ناپسند ہے۔ حضرت لقمان ﷬ بھی اپنے بچے کو تکبر نہ کرنے کی وصیت کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھ کر تو ان سے منہ موڑ لے اور مسکینوں سے بات کرنے سے بھی شرمائے۔ منہ موڑے ہوئے بات کرنا بھی غرور میں داخل ہے۔ باچھیں پھاڑ کر لہجہ بدل کر حاکمانہ انداز کے ساتھ گھمنڈ بھرے الفاظ سے بات چیت بھی ممنوع ہے۔

''صعر'' ایک بیماری ہے جو اونٹوں کے گردن میں ظاہر ہوتی ہے یا سر میں اس سے گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پس متکبر شخص کو اسی ٹیڑھے منہ والے شخص سے ملا دیا گیا ہے۔ عرب عموماً تکبر کے موقعہ پر صعر کا استعمال کرتے ہیں اور یہ استعمال ان کے شعروں میں بھی موجود ہے۔ زمین پر تن کر' اکڑ کر' اترا کر' غرور و تکبر سے نہ چلو یہ چال اللہ کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند رکھتا ہے جو خود بین' متکبر' سرکش اور فخر و غرور کرنے والے ہوں اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ ③ الخ' یعنی اکڑ کر زمین پر نہ چلو نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔ اس آیت کی تفسیر بھی اس کی جگہ گزر چکی ہے۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ تکبر کا ذکر آ گیا تو آپ ﷺ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ ایسے خود پسند مغرور لوگوں سے اللہ غصے ہوتا ہے اس پر ایک صحابی ؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں جب کپڑے دھوتا ہوں اور خوب سفید ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت اچھے بھلے لگتے ہیں میں ان سے خوش ہوتا ہوں۔ اسی طرح جوتے میں اچھا تسمہ بھلا لگتا ہے۔ کوڑے کا خوبصورت

---

① [ضعیف : مسند احمد (۲۸/۳) مسند ابو یعلی (۱۳۷۸) مستدرك حاكم (۳۱۴/٤)] اس کی سند میں دراج اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔]

② [صحیح :ابو داؤد : كتاب اللباس : باب اسبال الازار (٤٠٨٤) مسند احمد (٦٥/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

③ [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳۷]

غلاف بھلا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے تکبر اس کا نام ہے کہ تو حق کو حقیر سمجھے اور لوگوں کو ذلیل خیال کرے ① یہ روایت اور طریق سے بہت لمبی مروی ہے اور اس میں حضرت ثابت کے انتقال اور ان کی وصیت کا ذکر بھی ہے۔ اور میانہ روی کی چال چلا کر نہ بہت آہستہ خراماں خراماں نہ بہت جلدی لمبے ڈگ بھر بھر کے۔ کلام میں مبالغہ نہ کر بے فائدہ چیخ چلا نہیں۔ بدترین آواز گدھے کی ہے۔ جو پوری طاقت لگا کر بے سود چلاتا ہے۔ باوجودیکہ وہ بھی اللہ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ بھی بری مثال دے کر سمجھا دیا کہ بلاوجہ چیخنا ڈانٹ ڈپٹ کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بری مثالوں کے لائق ہم نہیں۔ اپنی دے دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ ② نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔ ③ ایک روایت میں ہے رات کو۔ ④ واللہ اعلم یہ وصیتیں حضرت لقمان حکیم کی نہایت ہی نفع بخش ہیں۔ قرآن حکیم نے اسی لئے بیان فرمائی ہیں۔ آپ سے اور بھی بہت سے حکیمانہ قول اور وعظ و نصیحت کے کلمات مروی ہیں۔ بطور نمونہ کے اور دستور کے ہم بھی تھوڑے سے بیان کرتے ہیں۔ مسند میں بزبان رسول اللہ ﷺ حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اللہ کو جب کوئی چیز سونپ دی جائے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ⑤ اور حدیث میں آپ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ تقنع سے بچ یہ رات کے وقت ڈراؤنی چیز ہے اور دن کو مذمت و برائی والی چیز ہے ⑥ آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے

---

① [**اسنادہ ضعیف ولہ شواھد** : طبرانی کبیر (۱۳۱۷)۔ بزار فی کشف الاستار (۳۵۷۸)] اس کی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۳/۵)] مگر اس کے صحیح شاہد موجود ہیں۔ دیکھئے: صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم الکبر (۱۳۱)]

② [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الھبۃ : باب لا یحل لا حد ان یرجع فی ھبتہ وصدقتہ (۲۶۲۱) صحیح مسلم : کتاب الھبات : باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ والھبۃ (۴۱۴۶) ابن ماجہ : کتاب الصدقات : باب الرجوع فی الصدقۃ (۲۳۹۱) ابو داؤد : کتاب البیوع والاجارات : باب الرجوع فی الھبۃ (۳۵۳۸) نسائی : کتاب الھبۃ (۳۶۹۵) مسند احمد (۲۱۷/۱)]

③ [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب خیر مال المسلم غنم (۳۳۰۳) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب استحباب الدعاء عند صیاح الدیك (۲۷۲۹) ابو داؤد : کتاب الادب : باب ماجاء فی الدیك والبھائم (۵۱۰۲) ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما یقوی اذا سمع نھیق الحمار (۳۴۵۹)]

④ [**صحیح** :ابو داؤد : کتاب الادب : باب ماجاء فی الدیك والبھائم (۵۱۰۳) صحیح ابوداود للألبانی]

⑤ [**صحیح** :مسند احمد (۸۷/۲) النسائی فی الیوم واللیلۃ (۵۱۷) بیھقی فی شعب الایمان (۳۳۴۴) مسند عبد بن حمید (۸۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۵۶۰۶)]

⑥ [**ضعیف** :مستدرك حاکم (۴۱۱/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے [illegible]

مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اگر وہ لوگ ذکر اللہ کریں تو تم ان میں سب سے پہلے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر وہ گپ شپ کریں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔ مروی ہے کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لئے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہوگئی تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حبشیوں کو دوست رکھا کران میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں لقمان حکیم' نجاشی رحمہ اللہ اور بلال موذن رضی اللہ عنہ۔ ①

تواضع وانکساری کا بیان: ''حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بچے کو اس کی وصیت کی تھی اور ابن ابی الدنیا نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے''۔ ہم اس میں سے اہم باتیں یہاں ذکر کر دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بہت سے پراگندہ بالوں والے میلے کچیلے کپڑوں والے جو کسی بڑے گھر تک نہیں پہنچ سکتے اللہ کے ہاں اتنے بڑے مرتبہ والے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم لگا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی پوری فرما دے۔ ② اور حدیث میں ہے براء بن مالک رضی اللہ عنہ ایسے ہی لوگوں سے ہیں۔ ③ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر رسول اللہ ﷺ کے پاس روتے دیکھ کر دریافت فرمایا تو جواب ملا کہ صاحب قبر ﷺ سے ایک حدیث میں نے سنی ہے جسے یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے جو متقی ہیں جو لوگوں میں چھپے چھپائے ہیں جو کسی گنتی میں نہیں آتے اگر وہ کسی مجمع میں نہ ہوں تو کوئی ان کا پرسان حال نہیں اگر آ جائیں تو کوئی آؤ بھگت نہیں لیکن ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر ایک غبار آلود اندھیرے سے بچ کر نور حاصل کر لیتے ہیں۔ ④ حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ میلے کچیلے کپڑوں والے جو ذلیل گنے جاتے ہیں اللہ کے ہاں ایسے مقرب ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ پوری کر دے گو انہیں اللہ نے دنیا نہیں

---

① [**ضعیف جدا** : طبرانی کبیر (۱۱۴۸۲) ابن حبان فی المجروحین (۱/۱۸۰)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۲/۲۳۱] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔]

② [**صحیح** : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب البراء بن عاذب (۳۸۵۴) طبرانی اوسط (۸۶۵) مجمع الزوائد (۱۰/۲۶۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

③ [**صحیح** : مستدرك حاكم (۳/۲۹۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

④ [**ضعیف** : ابن ماجه: کتاب الفتن : باب من ترجی له السلامة من الفتن (۳۹۸۹) ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۸) مستدرك حاكم (۱/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

دی لیکن اگر ان کی زبان سے پوری جنت کا سوال بھی نکل جائے تو اللہ تعالیٰ پورا کر لیتا ہے۔ (1)

آپ فرماتے ہیں میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر آ کر وہ لوگ ایک دینار ایک درہم بلکہ ایک فلوس بھی مانگیں تو تم نہ دو لیکن اللہ کے وہ ایسے پیارے ہیں کہ اللہ سے جنت کی جنت مانگیں تو پروردگار دے دے ہاں دنیا نہ تو انہیں دیتا ہے نہ روکتا ہے اس لئے کہ یہ کوئی قدر کے قابل چیز نہیں۔ یہ میلی کچیلی دو چادروں میں رہتے ہیں اگر کسی موقعہ پر قسم کھا بیٹھیں تو جو قسم انہوں نے کھائی ہو اللہ پوری کرتا ہے۔ (2)

حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں غبار آلود اور گرد سے اٹے ہوئے وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو اجازت نہیں ملتی اگر کسی بڑے گھرانے میں نکاح کی مانگ کر ڈالیں تو وہاں کی بیٹی نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور ان کی امنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے ہی خود ہی فوت ہو جاتی ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کے لئے کافی ہو جائے۔ (3) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے ملک و منال والے عزت و جلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں' نہروں میں' نعمتوں میں' راحتوں میں مشغول ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری کا ارشاد ہے سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو مومن ہو' کم مال والا' کم عال و عیال والا' غازی' عبادت و اطاعت گزار' پوشیدہ وعلانیہ مطیع ہو' لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو' اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں' اور وہ اس پر صابر ہو' پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ جھاڑ کر فرمایا اس کی موت جلدی آ جاتی ہے اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے اس کی رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ (4) فرماتے ہیں اللہ کے سب سے زیادہ محبوب بندے غرباء ہیں جو اپنے دین کو لئے پھرتے ہیں جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں یہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر انعام واکرام نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے دیا نہیں؟ کیا میں نے تیرا جسم نہیں ڈھانپا؟ کیا میں نے تمہیں یہ نہیں دیا؟ کیا وہ نہیں دیا؟ کیا لوگوں میں تجھے عزت

---

(1) [ضعیف دون الجملة : مسند بزار (٣٦٢٨) مجمع الزوائد (١٠/٢٦٤)] اس کی سند میں حمید بن عطا ضعیف ہے۔ [میزان (١/٦١٤)] البتہ اس کا پہلا حصہ صحیح ہے۔]

(2) [مرسل وضعیف : ابن ابی الدنیا فی الاولیاء (٩)]

(3) [منقطع وضعیف: بیھقی فی شعب الایمان (١٠٤٨٦)] عوف کا ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں۔]

(4) [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الزھد : باب من لا یؤبه له (٤١١٧) ترمذی : کتاب الزھد : باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

نہیں دی تھی؟ وغیرہ تو جہاں تک ہو سکے ان سوالوں کے جواب دینے کا موقعہ کم ملے اچھا ہے۔ لوگوں کی تعریفوں سے کیا فائدہ اور مذمت کریں تو کیا نقصان ہوگا۔ ہمارے نزدیک تو وہ شخص زیادہ اچھا ہے جسے لوگ برا کہتے ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہو۔ ابن محیریز رحمہ اللہ تو دعا کرتے تھے کہ اللہ میری شہرت نہ ہو۔ خلیل بن احمد رحمہ اللہ اپنی دعا میں کہتے تھے کہ مجھے اپنی نگاہوں میں تو بلندی عطا فرما اور خود میری نظر میں مجھے بہت حقیر کر دے اور لوگوں کی نگاہوں میں مجھے درمیانہ درجہ کا رکھ' پھر شہرت کا باب باندھ کر امام صاحب اس حدیث کو لائے ہیں انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ لوگ اس کی دینداری یا دنیاداری کی شہرت دینے لگیں اور اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں اشارے ہونے لگیں۔ پس اسی میں آ کر بہت سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ بچالے۔ سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت مرسلاً مروی ہے جب آپ نے یہ روایت بیان کی تو کسی نے کہا آپ کی طرف بھی تو انگلیاں اٹھتی ہیں آپ نے فرمایا سمجھے نہیں مراد انگلیاں اٹھنے سے دینی بدعت ہے یا دنیوی فسق و فجور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ شہرت حاصل کرنا نہ چاہو۔ اپنے آپ کو اونچا نہ کرو کہ لوگوں میں تذکرے ہونے لگیں علم حاصل کرو لیکن چھپاؤ چپ رہو تا کہ سلامت رہو' نیکوں کو خوش رکھو بدکاروں سے تصرف رکھو۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں شہرت کا چاہنے والا اللہ کا ولی نہیں ہوتا۔ حضرت ایوب رحمہ اللہ کا فرمان ہے جسے اللہ دوست بنالیتا ہے وہ تو لوگوں سے اپنا درجہ چھپاتا پھرتا ہے۔

محمد بن علاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے دوست لوگ اپنے تئیں ظاہر نہیں کیا کرتے۔ سماک بن سلمہ رحمہ اللہ کا قول ہے عام لوگوں کے میل جول سے اور احباب کی زیادتی سے پرہیز کرو۔ حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اپنے دین کو سالم رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں سے کم جان پہچان رکھو۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قاعدہ تھا جب دیکھتے کہ ان کی مجلس میں تین سے زیادہ لوگ جمع ہو رہے ہیں تو انہیں چھوڑ کر خود چل دیتے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ بھیڑ دیکھی تو فرمانے لگے طمع کی مکھیاں اور آگ کے پروانے جمع ہو گئے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو لوگ گھیرے کھڑے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑا تانا اور فرمایا اس میں تابع کی ذلت اور متبوع کے لئے فتنہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب لوگ چلنے لگے تو آپ نے فرمایا اگر میرا باطن تم پر ظاہر ہو جائے تو تم میں سے دو بھی شاید میرے پیچھے چلنا پسند نہ کرو۔ حماد بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں جب ہم کسی مجلس کے پاس سے گزرتے اور ہمارے ساتھ ایوب رحمہ اللہ ہوتے تو لوگ سلام کرتے اور وہ سختی سے جواب دیتے۔ پس یہ ایک نعمت تھی۔ آپ لمبی قمیض پہنتے اس پر لوگوں نے کہا تو آپ نے جواب دیا کہ لمبی قمیض اگلے زمانہ میں شہرت کی چیز تھی۔ لیکن یہ شہرت اس کے اونچا کرنے میں ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی ٹوپیاں مسنون رنگ کی رنگوائیں کچھ دنوں پہن کر اتار دیں اور فرمایا میں نے دیکھا عام لوگ انہیں نہیں پہنتے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نہ تو ایسا لباس پہنو کہ لوگوں کی انگلیاں اٹھیں نہ اتنا گھٹیا پہنو کہ لوگ حقارت سے دیکھیں۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام سلف کا یہی معمول تھا کہ نہ بہت بڑھیا کپڑا پہنتے تھے نہ بالکل گھٹیا۔ ابوقلابہ رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص بہت ہی بہترین اور شہرت کا لباس پہنے

ہوئے آیا تو آپ نے فرمایا اس آواز دینے والے گدھے سے بچو۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دلوں میں تو تکبر بھر رکھا ہے اور ظاہری لباس میں تواضع کر رکھی ہے گویا چادر ایک بھاری ہتھوڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا میرے سامنے تو درویشوں کی پوشاک میں آئے ہو حالانکہ تمہارے دل بھیڑیوں جیسے ہیں۔ سنو لباس چاہے بادشاہوں جیسا پہنو مگر دل خوف اللہ سے نرم رکھو۔

اچھے اخلاق کا بیان: حضور ﷺ سب سے بہتر اخلاق والے تھے (1) آپ سے سوال ہوا کہ کونسا مومن بہتر ہے؟ فرمایا اچھے اخلاق والا۔ (2) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ باوجود کم اعمال کے صرف اچھے اخلاق کی وجہ سے انسان بڑے بڑے درجے اور جنت کی اعلیٰ منزل حاصل کر لیتا ہے۔ اور باوجود بہت ساری نیکیوں کے صرف اخلاق کی برائی کی وجہ سے جہنم کے نیچے کے طبقے میں چلا جاتا ہے۔ (3) فرماتے ہیں اچھے اخلاق ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ (4) فرماتے ہیں انسان اپنی خوش اخلاقی کے باعث راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزے رکھنے والوں کے درجوں کو پالیتا۔ (5) حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ دخول جنت کا موجب عام طور سے کیا ہے؟ فرمایا اللہ کا ڈر اور اخلاق کی اچھائی۔ پوچھا گیا عام طور سے جہنم میں کونسی چیز لے جاتی ہے؟ فرمایا دو سوراخ دار چیزیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔ (6) ایک مرتبہ چند اعراب کے اس سوال پر کہ انسان کو سب سے بہتر عطیہ کیا ملا ہے؟ فرمایا حسن خلق۔ (7) فرماتے ہیں نیکی کی ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی چیز اور کوئی نہیں۔ (8) فرماتے ہیں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ (9) فرماتے ہیں جس طرح مجاہد کو جو

---

(1) [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب کان رسول الله احسن الناس خلقا (۵۹۷۰)]

(2) [**حسن** : ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الموت والاستعداد له (۴۲۵۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(3) [**ضعیف** : ابن ابی الدنیا (۱۶۸) طبرانی کبیر (۶۰/۱) مجمع الزوائد (۲۵/۸)]

(4) [**ضعیف** : ابن ابی الدنیا (۱۶۹)] اس کی سند میں سنان بن ہارون راوی ضعیف ہے۔]

(5) [**صحیح** : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی حسن الخلق (۴۷۹۸) مسند احمد (۹۴/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(6) [**حسن** : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی حسن الخلق (۲۰۰۴) ابن ماجه (۴۲۴۶) صحیح ابن حبان (۴۷۶)] امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

(7) [**صحیح** : مسند احمد (۲۷۸/۴) مستدرك حاكم (۱۲۱/۱) مسند حمیدی (۸۲۴) الادب المفرد للبخاری (۲۹۱) نسائی فی السنن الکبری (۷۵۰۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند کو صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ شیخین کے راوی ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۸۴۵۴)]

(8) [**صحیح** : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی حسن الخلق (۲۰۰۲) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی حسن الخلق (۴۷۹۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۸۷۶)]

(9) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب فی صفة النبی (۳۵۵۹) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب کثرة حیائه (۲۳۲۱)]

راہ اللہ میں جہاد کرتا ہے صبح شام اجر ملتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق پر بھی اللہ ثواب عطا فرماتا ہے۔① ارشاد ہے تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ بغض ونفرت کے قابل اور مجھ سے سب سے دور جنت میں وہ ہوگا جو بدخلق' بد گو' بدکلام' بدزبان ہوگا۔② فرماتے ہیں کامل ایماندار اچھے اخلاق والے ہیں جو ہر ایک سے سلوک ومحبت سے ملیں جلیں۔③ ارشاد ہے جس کی پیدائش اور اخلاق اچھے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم کا لقمہ نہیں بنائے گا۔ ارشاد ہے دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوتیں بخل اور بداخلاقی۔④ فرماتے ہیں بدخلقی سے زیادہ بڑا کوئی گناہ نہیں۔اس لئے کہ بداخلاقی سے ایک سے ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔⑤ حضور ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بداخلاقی سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔اچھے اخلاق سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقیاں نیک اعمال کو غارت کر دیتی ہیں جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔⑥ حضور ﷺ فرماتے ہیں غلام خریدنے سے غلام نہیں بڑھتے البتہ خوش اخلاقی سے بہت سے لوگ گرویدہ اور جان نثار ہو سکتے ہیں۔⑦ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اچھا خلق دین کی مدد کرتا ہے۔

تکبر کی مذمت: حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو۔اور وہ جہنمی نہیں جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔⑧ فرماتے ہیں جس دل میں ایک ذرے کے برابر تکبر ہے وہ اندھے منہ جہنم میں جائے گا۔⑨ ارشاد ہے کہ انسان اپنے غرور اور خود پسندی میں بڑھتے

---

① [**ضعیف** : ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۱۷۶)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [**حسن** : مسند احمد (۱۹۳/٤) ترمذی : کتاب البر و الصلة (۲۰۱۸)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۲٤/۸)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (۷۹۱) صحیح الجامع الصغیر (۳۷۰٤) الموسوعة الحدیثیة (۱۷۷٤۳)]

③ [**ضعیف** : ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۱۷۸) بیهقی فی شعب الایمان (۸۱۱۸)]

④ [**ضعیف ومرسل** : ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۱۸۰)]

⑤ [**ضعیف** : ترمذی : کتاب البر والصله : باب ما جاء فی البخیل (۱۹٦۲) مسند عبد بن حمید (۹۹٦) الادب المفرد للبخاری (۲۸۲)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفه (۱۱۱۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔اس میں صدقہ بن موسیٰ ضعیف ہے۔]

⑥ [**ضعیف ومرسل**: ابن ابی الدنیا (۱۸۳)] اس میں مروان بن سالم راوی ضعیف ہے۔]

⑦ [**ضعیف** : ابن ابی الدنیا (۱۸٤)] اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔]

⑧ [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۳۹) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤۱۷۳) ترمذی : کتاب البر والصلة (۱۹۹۸) مسند احمد (٤۱۳/۱)]

⑨ [**صحیح لغیره** : مسند احمد (۲۱۵/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مرفوعاً صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۳۹۱۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

بڑھتے اللہ کے ہاں جباروں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر سرکشوں کے عذاب میں پھنس جاتا ہے۔ [1] امام مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے آپ کے دربار میں اس وقت دو لاکھ انسان تھے اور دو لاکھ جن تھے آپ کو آسمان تک پہنچایا گیا یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی۔ اور پھر زمین تک لایا گیا یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے آپ کے قدم بھیگ گئے۔ پھر ہاتف غیب نے ندا دی کہ اگر اس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو جتنا اونچا گیا تھا اس سے زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں انسان کی ابتدائی پیدائش کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ دو شخصوں کی پیشاب گاہ سے نکلتا ہے۔ اس طرح اسے بیان فرمایا کہ سننے والے کراہت کرنے لگے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے جس نے دو شخصوں کو قتل کر دیا وہ بڑا ہی سرکش اور جبار ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ﴾ [2] کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے؟ جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ تیرا ارادہ تو دنیا میں سرکش اور جبار بن کر رہنے کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کا مقولہ ہے وہ انسان جو ہر دن میں دو مرتبہ اپنا پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے وہ کس بنا پر تکبر کرتا ہے اور اس کا وصف اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ ضحاک بن سفیان رحمہ اللہ سے دنیا کی مثال اس چیز سے دینا بھی مروی ہے جو انسان سے نکلتی ہے۔ امام محمد بن حسین بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس دل میں جتنا تکبر اور گھمنڈ ہوتا ہے اتنی ہی عقل اس کی کم ہو جاتی ہے۔ یونس بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں سجدہ کرنے کے ساتھ تکبر اور توحید کے ساتھ نفاق نہیں ہوا کرتا۔ بنی امیہ مار مار کر اپنی اولاد کو اکڑ کر چلنا سکھاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو آپ کی خلافت سے پہلے ایک مرتبہ اٹھلاتی ہوئی چال چلتے ہوئے دیکھ کر حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے ان کے پہلو میں ایک ٹھونگا مارا اور فرمایا یہ چال اس کی جس کے پیٹ میں پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے معاف فرمائیے ہمیں مار مار کر اس چال کی عادت ڈلوائی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص فخر و غرور سے اپنا کپڑا نیچے لٹکا کر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف رحمت سے نہ دیکھے گا۔ [3] فرماتے ہیں اس کی طرف اللہ قیامت کے دن نظر نہ ڈالے گا جو اپنا تہبند لٹکائے۔ ایک شخص دو عمدہ چادریں اوڑھے دل میں غرور لئے اکڑتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا قیامت تک وہ دھنستا ہوا چلا جائے گا۔ [4]

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۱۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے بخاری کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۰۱۵)]

[2] [سورۃ القصص: آیت ۱۹]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخيلاء (۵۷۸۹) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم التبختر في المشي (۲۰۸۸)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخيلاء (۳۴۸۵)]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

کیا تم نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں' بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں ○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی کی تابعداری کریں گے' بھلا اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو○

نعمتوں کی یاددہانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے لئے کام میں مشغول ہیں چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں بادل' بارش' اولے' خنکی' سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں خود آسمان تمہارے لئے محفوظ اور مضبوط چھت ہے۔ زمین کی نہریں' چشمے' دریا' سمندر' درخت' کھیتی' پھل یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بیشمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے تمہیں دے رکھی ہیں مثلاً رسولوں کا بھیجنا' کتابوں کا نازل فرمانا' شک وشبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ۔ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اس ذات پر سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اب تک اللہ کے بارے میں یعنی اس کی توحید اور اس کے رسولوں کی رسالت کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں اور محض جہالت سے' ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو تو بڑی بے حیائی سے جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے اگلوں کی تقلید کریں گے گو ان کے باپ دادے محض بے عقل اور بے راہ شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے اور اس نے انہیں دوزخ کی راہ پر ڈال دیا تھا یہ تھے ان کے سلف اور یہ ہیں ان کے خلف۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝

جو شخص اپنے منہ کو اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور ہو بھی وہ نیک کار اس نے مضبوط کڑا تھام لیا تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے○ کافروں کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر ان سب کو لوٹنا تو ہماری جانب ہے اس وقت ان کے کئے کو

ہوئے سے اللہ انہیں خبردار کردے گا' وہ تو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے ○ ہم انہیں گو کچھ یونہی سا فائدہ دے دیں لیکن بالآخر ہم انہیں نہایت بے چارگی کی حالت میں سخت عذابوں کی طرف ہنکا لئے جائیں گے ○

عذاب سے نجات کا وعدہ: فرماتا ہے کہ جو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے جو اللہ کا سچا فرمانبردار بن جائے جو شریعت کا تابعدار ہو جائے اللہ کے حکموں پر عمل کرے اللہ کے منع کردہ کاموں سے باز آ جائے تو اس نے مضبوط دستاویز حاصل کر لیں گویا اللہ کا وعدہ لے لیا کہ عذابوں میں وہ نجات یافتہ ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ اے پیارے پیغمبر (ﷺ)! کافروں کے کفر سے آپ غمگین نہ ہوں۔ اللہ کی تحریر یونہی جاری ہو چکی ہے سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے۔ اس وقت اعمال کے بدلے ملیں گے اس اللہ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ دنیا میں مزے کر لیں پھر تو ان عذابوں کو بے بسی سے برداشت کرنا پڑے گا۔ جو بہت سخت اور نہایت گھبراہٹ والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [1] اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے فلاح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ دنیا کا فائدہ تو خیر الگ چیز ہے لیکن ہمارے ہاں (موت کے بعد) آنے کے بعد تو اپنے کفر کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ۔ تو کہہ دے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے' لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا غنی بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا اللہ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ! تو کہہ کہ اللہ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز اللہ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں وہی سزاوار حمد ہے وہی خوبیوں والا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا
كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

[1] [سورۂ یونس : آیت ۶۹ ـ ۷۰]

روئے زمین کے تمام درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے' بے شک وشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے ○تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد جلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا' بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے ○

اللہ کے اَن گنت کلمات: اللہ رب العالمین اپنی عزت کبریائی' بڑائی اور بزرگی' جلالت اور شان بیان فرما رہا ہے۔ اپنی پاک صفتیں اپنے بلند ترین نام اور بیشمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے جنہیں نہ کوئی گن سکے نہ شمار کر سکے نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے۔ سید البشر خاتم الانبیاء ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ﴾ [1] اے اللہ! میں تیری تعریفوں کا اتنا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثناء تو نے اپنی آپ فرمائی ہے۔ پس یہاں جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات' جلالت وبزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں ختم ہو جائیں سب سیاہیاں پوری ہو جائیں ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر اللہ کے پورے کلمات لکھنے کے لئے کافی ہو جائیں۔ نہیں یہ گنتی تو زیادتی دکھانے کے لئے ہے۔ اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں جو عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بات ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو تفسیر ہم نے کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا﴾ [2] الخ۔

یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات اللہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں۔ پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی ویسا ہی پھر ویسا ہی الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں۔ مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا جس کی تردید اس آیت میں ہو رہی ہے کہ نہ رب کے عجائبات ختم ہوں نہ اس کی حکمت کی انتہا نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ اللہ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ ان سے سوا ہے۔ یہود کے علماء نے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب ما یقال فی الرکوع والسجود (٤٨٦) ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود (٨٧٩) ابن ماجه: کتاب الدعاء: باب ما تعوذ منه رسول الله (٣٨٤١) نسائی: کتاب الطهارة: باب ترك الوضوء من مس الرحل (١٦٩)]

[2] [سورۃ الکہف: آیت ١٠٩]

مدینے میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ① یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ نے فرمایا ہاں سب۔ انہوں نے کہا پھر کلام اللہ شریف کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ تورات میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہوا تنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ② لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہئے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں کوئی اس کے ارادے کے خلاف نہیں جا سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کی منشاء کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ اپنے افعال اقوال شریعت حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کا پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے کسی ایک شخص کو مارنا اور پیدا کرنا ہے۔ اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے جتنی دیر بھی نہیں لگتی' نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت' ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی ایک ہی آواز کے ساتھ سب جی اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے سب کے کاموں کا جاننے والا ہے۔ ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہان کے معلامات اس سے پوشیدہ نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے سورج کو اسی نے فرمانبردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ○ یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق: رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی' گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی اسی کی قدرت کا ظہور ہے سورج چاند اسی کے تحت فرمان ہیں۔ جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جا کر اللہ

---

① [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ۸۵]

② [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸/۴۹)] اس کی سند میں محمد بن ابی محمد راوی مجہول ہے۔]

کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب سے اجازت چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے گا جہاں سے آیا ہے وہیں کو لوٹ جا۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو۔ اسی طرح چاند بھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ سب کا خالق سب کا عالم اللہ ہی ہے جیسے ارشاد ہے اللہ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی مثل زمینیں بنائیں۔ یہ نشانیاں پروردگار عالم اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہیں۔ سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں۔ کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں۔ گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کر لے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آ جائیں گے۔ اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہ پائیں گے۔ وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲

کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ دریا میں کشتیاں اللہ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے یقیناً اس میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب باری تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ تو ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں۔ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں ○

سمندری طوفانوں میں کام آنے والا: اللہ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے اگر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے کی اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلا رہا ہے مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح ادھر سے ادھر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (۳۱۹۹) صحیح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان (۱۵۹) ترمذی : كتاب الفتن : باب ما جآء فی طلوع الشمس من مغربها (۲۱۸۶) مسند احمد (۵/۱۷۷)]

ادھر سے ادھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک وکفر سب بھول جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ﴾ [1] الخ' دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ﴾ [2] ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا ہو اور جب انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند کے سب کافر ہو جاتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ نے یہی تفسیر کی ہے جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ لفظی معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ یہی کہتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ [3] الخ' ان میں سے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہو اسے تو چاہئے کہ نیکیوں میں پوری کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں ﴿خَتَّارٍ﴾ کہتے ہیں غدار کو جو عہد شکن ہو۔ ﴿ختر﴾ کے معنی پوری عہد شکنی کے ہیں۔ ﴿كَفُوْرٍ﴾ کہتے ہیں منکر کو جو نعمتوں سے نٹ جائے منکر ہو جائے' شکر تو ایک طرف بھول جائے اور ذکر بھی نہ کرے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا
مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ؀

لوگو اپنے رب کا لحاظ رکھو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھو اللہ کا وعدہ سچا ہے دیکھو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکے میں ڈال دے○

تقویٰ اختیار کرو اور قیامت سے ڈرو: اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقوے کا حکم فرما رہا ہے ارشاد ہے اس دن باپ اپنے بچے کو یا بچہ اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گا۔ ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا۔ تم دنیا پر اعتماد کرنے والو آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ' شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ' وہ تو صرف پردہ کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم ورنج بہت بڑھ گیا نیند اچاٹ ہو گئی تو اپنے رب کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں میں نے نہایت تضرع وزاری کی' خوب رویا گڑ گڑایا اور نمازیں پڑھیں' روزے رکھے دعائیں مانگیں' ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا جو میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا میں نے اس سے پوچھا کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا کوئی بغیر اس کی

اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا کسی کو دوسرے کے بدلے نہ پکڑا جائے گا نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے نہ غلام آقا کے بدلے نہ کوئی کسی کا غم و رنج کرے گا نہ کسی کی طرف سے کسی کو خیال ہوگا نہ کسی پر رحم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف پکڑا جائے گا۔ ہر شخص نفسا نفسی میں ہوگا ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا کسی اور کا نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۴

سمجھ رکھو کہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے' اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے' کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا؟ یاد رکھو اللہ پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے O

پانچ غیبی اُمور: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ اسے علم عطا فرمائے۔ قیامت کے آنے کا صحیح وقت نہ کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ' اس کا وقت صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب کہاں اور کتنی برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں اور جسے اللہ معلوم کرائے۔ اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں جب جناب باری تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ' لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی' نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ [1] غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا اور حدیث میں ہے غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں جن کا بیان آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ﴾ الخ' میں ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ [3] مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں سوائے پانچ کے پھر یہی آیت آپ نے پڑھی۔ [4] حضرت

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۵۹]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۵/۳۵۳) مسند بزار (۲۲۴۹) مجمع الزوائد (۷/۸۹)]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاستسقاء: باب لا یدری متی یجیئ المطر الا الله تعالی (۱۰۳۹)]

[4] [**صحیح**: مسند احمد (۲/۸۵) طبرانی کبیر (۱۳۳۴۶) کنز العمال (۱۱/۴۲۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ الموسوعة الحديثية (۵۵۷۹)]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کو‘ فرشتوں کو‘ کتابوں کو‘ رسولوں کو‘ آخرت کو‘ مرنے کے بعد جی اٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ فرمایا ایک اللہ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا نمازیں پڑھنا‘ زکوۃ دینا‘ رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے دریافت کیا احسان کیا ہے؟ فرمایا تیرا اس طرح کی عبادت کرنا کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا حضور ﷺ قیامت کب ہے؟ فرمایا اس کا علم نہ مجھے نہ تجھے ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں جب لونڈی اپنے سردار کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں۔ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا آپ نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ لوگ دوڑ پڑے لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ آپ نے فرمایا یہ جرائیل علیہ السلام تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری)[1]

ہم نے اس حدیث کا مطلب شرح صحیح بخاری میں خوب بیان کر دیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت جرائیل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اپنا چہرہ اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ کے واحد و لاشریک ہونے کی گواہی دے اور محمد ﷺ کے عبد و رسول ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو تو مسلمان ہو گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ پر‘ آخرت کے دن پر‘ فرشتوں پر‘ کتاب پر‘ نبیوں پر عقیدہ رکھنا۔ موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا‘ جنت‘ دوزخ‘ حساب‘ میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔ پوچھا جب میں ایسا کر لوں تو کیا میں مومن ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر قیامت کا پوچھا آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔[2] ایک صحیح سند کے ساتھ مسند احمد میں مروی ہے کہ بنو عامر قبیلے کا پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ پر‘ آخرت کے دن پر‘ فرشتوں پر‘ کتاب پر‘ نبیوں پر عقیدہ رکھنا۔ موت اور موت کے بعد ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا میں آؤں؟ آپ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو پھر دریافت کرو کہ میں آ سکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا بھلائی ہی بھلائی۔ سنو! تم ایک اللہ کی عبادت کرو‘ لات و عزیٰ کو چھوڑ دو‘ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو‘ سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو‘ اپنے مال داروں سے زکوتیں وصول کر کے اپنے فقیروں میں تقسیم کرو‘ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ آپ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالى ان الله عنده علم الساعة (٤٧٧٧)]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (٣١٩/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٧٧٥)]

نے فرمایا ہاں ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ① مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آکر حضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے بتلایئے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمایئے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ مجھے ان چیزوں کے متعلق علم نہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمان باری ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ ② حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو تم سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا نہ نبی کو نہ فرشتہ کو اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے گی؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ میں بچہ نر ہوگا یہ مادہ ہوگا سرخ ہوگا یا سیاہ؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی؟ مرے گا یا جئے گا بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آجائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آجاتی ہے ③ اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اعشی ہمدان کے شعر ہیں جن میں اس مضمون کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا ہے ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔ ④ طبرانی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ الحمد للہ سورۂ لقمان کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ سجدہ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجمعہ میں حدیث وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن کی صبح کی نماز میں ﴿الٓمّٓ السَّجْدَةَ﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ الخ پڑھا کرتے تھے۔ ⑤ مسند احمد میں ہے کہ

---

① [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٥/٣٦٩) مجمع الزوائد (٧/٤٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٣١٢٧)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح الادب المفرد (٨٣٠)]

② [موسل : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨١٧٣)]

③ [صحیح : ترمذی : کتاب القدر : باب ما جاء ان النفس تموت حیث ما کتب لها (٢١٤٦ـ ٢١٤٧) مسند احمد (٥/٢٢٧) الادب المفرد للبخاری (١٨١٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (١٢٢١)]

④ [صحیح : ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الموت والاستعداد له (٤٢٦٣)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد، صحیح ابن ماجه]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعه : باب ما یقراء فی صلاة الفجر یوم الجمعه (٨٩١) صحیح مسلم : کتاب الجمعه : باب ما یقراء فی یوم الجمعه (٨٨٠)]

حضور ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے سورہ الم سجدہ اور سورہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ پڑھ لیا کرتے تھے۔ [1]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الٓمٓ ۝١ تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝٢ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝٣

اللہ تعالیٰ مہربان لطف وکرم والے کے نام سے شروع

بلا شبہ اس کتاب کا اتارنا تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، نہیں نہیں بلکہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تو انہیں ڈرا دے جن کے پاس تجھ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں ○

سورتوں کے شروع میں جو مقطعات حروف ہیں ان کی پوری بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب قرآن حکیم بے شک وشبہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ مشرکین کا یہ قول غلط ہے کہ حضور ﷺ نے خود اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں یہ تو یقیناً اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اترا ہے کہ حضور ﷺ اس قوم کو ڈرا دے کے ساتھ آگاہ کر دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں آیا۔ تاکہ وہ حق کی اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝٦

اللہ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○ وہ آسمان سے زمین کی طرف کاموں کی تدابیر اتارتا ہے پھر ایک ہی دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے ○ یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا زبردست غالب بہت ہی مہربان ○

اللہ ہی خالق ومالک ومدبر الامور: تمام چیزوں کا خالق اللہ ہے اس نے چھ دن میں زمین وآسمان بنائے پھر

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات (٣٤٠٤) مسند احمد (٣/٣٤٠) مستدرک حاکم (٢/٤١٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (٥٨٥)]

عرش پر قرار پکڑا۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی نکیل اسی کے ہاتھ ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے۔ اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہو۔ دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا؟ وہ برابری سے' وزیر و مشیر سے' شریک و سہیم سے پاک منزہ اور مبرا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔ نسائی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی' پہاڑ اتوار کے دن' درخت سوموار کے دن' برائیاں منگل کے دن' نور بدھ کے دن' جانور جمعرات کے دن' آدم جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔[1] جس میں سفید و سیاہ' اچھی' بری ہر طرح کی تھی۔ اسی باعث اولاد آدم بھی بھلی بری ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسے معلل بتلاتے ہیں فرماتے ہیں اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے کعب احبار سے بیان کیا ہے اور حضرات محدثین رحمہم اللہ نے بھی اسے معلول بتلایا ہے۔ واللہ اعلم' اس کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ﴾[2] اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہی کے مثل زمینیں۔ اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے۔ اعمال اپنے دیوان کی طرف اٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے۔ زمین سے آسمان اول پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا گھیراؤ ہے۔ اتنا اترنا چڑھنا اللہ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ ان امور کا مدبر اللہ ہے وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے۔ سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنے ماتحت کر رکھا ہے کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں وہ اپنے مومن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے عزیز ہے اپنی رحمت میں اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ
نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ
السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۗ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی ○ پھر اس کی نسل کو ایک بے وقعت پانی

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب ابتداء الخلق وخلق آدم (۲۷۸۹) مسند احمد (۲/۳۲۷) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۱۰) صحیح ابن حبان (۶۱۶۱)]

[2] [سورۃ الطلاق: آیت ۱۲]

کے خلاصے سے پیدا کیا ○ جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں روح پھونکی۔ اسی نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو ○

ہر چیز کو بہترین بنانے والا خالق: فرماتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر چیز کو قرینے سے بہترین طور سے بہترین ترکیب پر خوب صورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کتنی عمدہ کیسی مستحکم اور مضبوط ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ پر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی۔ تمہیں کان آنکھ سمجھ عطا فرمائی۔ افسوس کہ پھر بھی تم شکر گزاری میں کثرت نہیں کرتے۔ نیک انجام اور خوش نصیب وہ شخص ہے جو اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (جل شانہ وعزاسمہ)

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

کہنے لگے کیا جب ہم زمین میں کھو جائیں گے کیا ہم پھر نئی پیدائش میں آ جائیں گے؟ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے رب کی ملاقات کا یقین ہی نہیں ○ کہہ دے کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ موت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر: کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں۔ اور اسے وہ محال جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی کیا ہم نئے سرے سے بنائے جائیں گے؟۔ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ کو بھی قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں۔ مانتے ہیں جانتے ہیں کہ اللہ نے اول بار پیدا کیا ہے۔ تعجب ہے پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قدرت والا کیوں نہیں مانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے جہاں کہا' یوں ہو جا وہیں ہو گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کو قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے۔ اس آیت سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک فرشتے کا لقب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا بیان سورۂ ابراہیم میں گزر چکا ہے اس سے بھی پہلی بات یہی سمجھ میں آتی ہے اور بعض آثار میں ان کا نام عزرائیل بھی آیا ہے اور یہی مشہور ہے۔ ہاں ان کے ساتھی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور

ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی طشتری رکھی ہوئی ہو۔ کہ جو چاہا اٹھالیا۔ ایک مرسل حدیث بھی اس مضمون کی ہے۔① ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے واللہ میں خود باایمان اور نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ کی دنیا تمام کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقین مانئے اللہ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ جب تک مجھے اللہ کا حکم نہ ہو۔ حضرت جعفر کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کو ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کی تلقین کرتا ہے۔② مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار رحمہ اللہ اس کے ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو۔ پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اپنے کیے کا پھل پانا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا
وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا
وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا
بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے' کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے تو نیک اعمال کریں گے ہم یقین والے ہیں ○ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کردوں گا ○ اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کے فراموش کر دینے کا مزہ چکھو' ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اپنے کیے ہوئے اعمال کی شامت سے ابدی عذاب کا لطف اٹھاؤ ○

---

① [مرسل وضعیف : الدرالمنثور للسیوطی (۵/۳۳۲)]

② [ضعیف : ابو الشیخ فی العظمة (۴۷۵)] اس میں عمرو بن شمر راوی ضعیف ہے۔]

عذاب دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کا مطالبہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ گنہگار اپنا دوبارہ جینا خود اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ نادم ہو کر گردنیں جھکائے سر ڈالے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کہیں گے کہ اے اللہ! ہماری آنکھیں روشن ہوگئیں کان کھل گئے۔ اب ہم تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے ہر طرح تیار ہیں اس دن خوب سوچ سمجھ والے دانا بینا ہو جائیں گے۔ سب اندھاپن و بہراپن جاتا رہے گا خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگیں گے اور جہنم میں جاتے ہوئے کہیں گے کہ اگر کانوں اور آنکھوں سے دنیا میں کام لیتے تو آج جہنمی نہ بنتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم نیک اعمال کر آئیں ہمیں اب یقین ہو گیا ہے کہ تیری ملاقات سچ ہے تیرا کلام حق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ اگر دوبارہ بھی بھیجے جائیں تو یہی حرکت کریں گے۔ پھر سے اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں گے دوبارہ نبیوں کو ستائیں گے۔ جیسے کہ خود قرآن کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ [1] میں ہے۔ اسی لئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے جیسے فرمان ہے۔ اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کا ایک ایک رہنے والا مومن بن جاتا۔ لیکن اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ انسان اور جنات سے جہنم کو پر ہونا ہے۔ اللہ کی ذات اور اس کے پورے پورے کلمات کا یہ اٹل امر ہے۔ ہم اس کے تمام عذابوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ دوزخیوں سے بطور سرزنش کے کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کی فراموشی کا مزہ چکھو۔ اور اس کے جھٹلانے کا خمیازہ بھگتو۔ اسے محال سمجھ کر تم نے وہ معاملہ کیا کہ جو ہر ایک بھولنے والا کیا کرتا ہے۔ اب ہم بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ اللہ کی ذات حقیقی نسیان اور بھول سے پاک ہے۔ یہ تو صرف بدلے کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اور روایت میں بھی ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ [2] آج ہم تمہیں بھول جاتے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھولے بیٹھے تھے۔ اپنے کفر وتکذیب کی وجہ سے اب دائمی عذاب کا مزہ اٹھاؤ۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ [3] وہاں ٹھنڈک اور پانی نہ رہے گا سوائے گرم پانی اور لہو پیپ کے اور کچھ نہ ہوگا۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ⑮ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جنہیں جب کبھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں ○ ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی

---

[1] [الانعام: ۲۷۔۲۹]　[2] [الجاثیہ: ۳]　[3] [النباء: ۲۴۔۳۰]

ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں ○ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے ○

سچے مومنوں کی نشانی: سچے ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ دل کے کانوں سے ہماری آیتوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں' زبانی حق مانتے ہیں اور دل سے بھی برحق جانتے ہیں۔ سجدے کرتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں۔ اور اتباع حق سے جی نہیں چراتے۔ نہ اکڑتے ہیں' نہ ضد کرتے ہیں' یہ بدعادت کافروں کی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ [1] یعنی میری عبادت سے تکبر کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ ان سچے ایمانداروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں تہجد پڑھتے ہیں' مغرب عشاء کے درمیان کی نماز بھی بعض نے مراد لی ہے۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار ہے۔ اور قول ہے کہ عشاء اور صبح کی نماز باجماعت اس سے مراد ہے۔ وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اس کے عذابوں سے نجات پانے کے لئے اور اس کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہی صدقہ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق راہ اللہ میں دیتے رہتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں جن کا تعلق انہی کی ذات سے ہے اور وہ نیکیاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یعنی سید اولاد آدم علیہ السلام فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شعروں میں ہے:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ ... اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعٗ

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ ... اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

یعنی ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو صبح ہوتے ہی اللہ کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ راتوں کو جب کہ مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کروٹ آپ کے بستر سے الگ ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعۃً اپنے رب کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم وگرم بسترے کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے کافروں سے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب کی رضامندی ہے میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور اس کے سامنے اس کے اس عمل کی تعریف

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ٦٠]

کرتا ہے۔ ① مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا صبح کے وقت میں آپ کے قریب ہی چل رہا تھا میں نے پوچھا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا لیکن اللہ جس پر آسان کر دے اس پر بہت سہل ہے۔ سن تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر نمازوں کی پابندی کر رمضان کے روزے رکھ بیت اللہ کا حج، زکوۃ ادا کرتا رہ۔ آ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلاؤں۔ روزہ ڈھال ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿تَتَجَافٰی﴾ کی ﴿یَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا آ اب میں تجھے اس امر کے سر اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی بتاؤں۔ اس تمام کام کا سر تو اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا اب میں تجھے تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں؟ پھر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک کر رکھ میں نے کہا کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! افسوس تجھے یہ معلوم ہی نہیں کہ انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈلوانے والی چیز تو اس کی زبان کے کنارے ہی ہیں۔ ② یہی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے ایک میں یہ بھی ہے کہ اس آیت ﴿تَتَجَافٰی﴾ کو پڑھ کر حضور ﷺ نے فرمایا اس سے مراد بندے کا رات کی نماز پڑھنا ہے۔ ③ اور روایت میں حضور ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان کا آدھی رات کا قیام کرنا۔ پھر حضور ﷺ کا اسی آیت کو تلاوت کرنا مروی ہے۔ ④ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو ایک منادی فرشتہ آواز بلند کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی وہ کہے گا کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے زیادہ ذی عزت اللہ کے نزدیک کون ہے؟ پھر لوٹ کر آواز لگائے گا کہ تہجد گزار لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور اس آیت کی تلاوت فرمائے گا تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور گنتی میں بہت کم ہوں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ہم لوگ مجلس میں بیٹھے تھے اور بعض

---

① [**حسن**: مسند احمد (۱/۴۱٦) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی الرجل یشری نفسه (۲۵۳٦) مستدرك حاكم (۲/۱۱۲)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمی اسے حسن کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲/۲۵٦)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود، الموسوعة الحدیثیة (۳۷۵۳)]

② [**صحیح**: مسند احمد (۵/۲۳۱) ترمذی: کتاب الایمان: باب ما جاء فی حرمة الصلوٰة (۲٦۱٦) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب کف اللسان فی الفتن (۳۹۷۳) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی تتجافی جنوبهم (۱۱۳۹٤)] امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

③ [**ضعیف ومنقطع**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲٤۰)]

④ [**ضعیف ومنقطع**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۳۷)]

صحابہ رضی اللہ عنہم مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک نماز میں مشغول رہتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] اس حدیث کی یہی ایک سند ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کے لئے جنت میں کیا کیا نعمتیں اور لذتیں پوشیدہ پوشیدہ بنا کر رکھی ہیں۔ اس کا کسی کو علم نہیں چونکہ یہ لوگ بھی پوشیدہ طور پر عبادت کرتے تھے اسی طرح ہم نے بھی پوشیدہ طور پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دل کا سکھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا ہو۔ بخاری کی حدیث قدسی میں ہے میں نے نیک بندوں کے لئے وہ رحمتیں اور نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ کے دیکھنے میں آئیں نہ کسی کان کے سننے میں نہ کسی کے دل کے سوچنے میں آئی ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے کہا قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ الخ، [2] اس روایت میں ﴿قُرَّةِ﴾ کے بجائے ﴿قُرَّاءتِ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اور روایت میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جنت کی نعمتیں جسے ملیں وہ کبھی بھی واپس نہیں ہوں گی۔ ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے۔ ان کی جوانی ڈھلے گی نہیں ان کے لئے جنت میں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان آیا۔ (مسلم) [3] ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں یہی فرمایا اور پھر یہ آیت ﴿تَتَجَافٰی﴾ سے ﴿یَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ [4] حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں نہ کانوں نے سنی ہیں بلکہ اندازہ میں بھی نہیں آ سکتیں۔ [5] صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت چلے جانے کے بعد آئے گا اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ وہ کہے گا اے اللہ کہاں جاؤں ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے؟ کہ تیرے لئے اور اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا۔ وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور پانچ گنا۔ یہ کہے گا بس بس اے رب میں راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا میرے پروردگار میری تو باچھیں کھل گئیں جی خوش ہو گیا۔ حضرت

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۵۰)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۹۰/۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة سجدہ (۴۷۷۹) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب صفة الجنة (۲۸۲۴) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۱۹۷)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی دوام نعیم اهل الجنة (۲۸۳۶)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب صفة الجنة (۲۸۲۵) مسند احمد (۳۳۴/۵)]

[5] [صحیح بالشواهد : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۵۶)]

موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کی خاطر و مدارات کی کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی نہ کسی کے سننے میں نہ کسی کے خیال میں۔ اس کا مصداق اللہ کی کتاب کی آیت ﴿فَلَا تَعْلَمُ﴾ الخ ہے۔[1] حضرت عباس بن عبدالواحد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت و پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری چیز کی طرف اس کا التفاف ہی نہیں ہوگا۔ پھر جو دوسری طرف التفاف ہوگا تو دیکھے گا کہ پہلی سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے۔ وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد پوری ہوگی یہ کہے گا تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی میں اللہ کی مزید نعمتوں میں سے ہوں اب یہ سراپا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ پھر ستر سال کے بعد دوسری کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے وہ کہے گی اب وقت آ گیا کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو یہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی میں ان سے ہوں جن کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتے جنتیوں کے پاس دنیا کے دن کے اندازے سے ہر دن میں تین تین بار جنت عدن کے اللہ کے تحفے لے کر جائیں گے جو ان کی جنت میں نہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ وہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ تم سے خوش ہے۔ حضرت ابوالیمان فزاری یا کسی اور سے مروی ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں پہلا درجہ چاندی کا ہے اس کی زمین چاندی کی اس کے محلات بھی چاندی کے اس کی مٹی مشک کی ہے دوسرا درجہ سونے کا ہے زمین بھی سونے کی مکانات بھی سونے کے برتن بھی سونے کے مٹی مشک کی ہے۔ تیسری موتی کی۔ زمین بھی موتی کی گھر بھی موتی کا برتن بھی موتی کے اور مٹی مشک کی۔ اور باقی ستانوے تو وہ ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسان کے دل میں گزرے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن جریر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت روح الامین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انسان کی نیکیاں بدیاں لائی جائیں گی۔ بعض بعض سے کم کی جائیں گی پھر اگر ایک نیکی بھی باقی بچ گئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا اور جنت میں کشادگی عطا فرمائے گا۔

راوی نے یزداد سے پوچھا کہ نیکیاں کہاں چلی گئیں؟ تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ﴾[2] الخ، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم نے قبول فرمالئے اور ان کی برائیوں سے ہم نے درگزر فرمالیا۔ راوی نے کہا پھر اس آیت کے معنی کیا ہیں؟ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ الخ، فرمایا بندہ جب کوئی نیکی لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے آرام کی چیزیں جو اس کے لئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھیں عطا فرمائے گا۔[3]

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۸۹) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة السجده (۳۱۹۸)]

[2] [سورة الاحقاف: آیت ۱۶]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۵۵)] اس کی سند میں حکم بن ابان ضعیف ہے۔]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۞ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۞ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۞ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۞

کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو؟ برابر نہیں ہو سکتے ○ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بھی کئے ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں مہمان داری ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے ○ لیکن جن لوگوں نے حکم عدولی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو ○ بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے اس کے سوا بھی چکھائیں گے تاکہ وہ لوٹ آئیں ○ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا یقین مانو کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں ○

نیک اور بد برابر نہیں: اللہ تعالیٰ کے عدل وکرم کا بیان ان آیتوں میں ہے کہ اس کے نزدیک نیک کار اور بدکار برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [1] الخ یعنی کیا ان لوگوں نے جو برائیاں کر رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ایمان اور نیک عمل والوں کی مانند کر دیں گے؟ ان کی موت وزیست برابر ہے۔ یہ کیسے برے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ [2] الخ یعنی ایماندار نیک عمل لوگوں کو کیا ہم زمین کے فسادیوں کے ہم پلہ کر دیں؟ پرہیزگاروں کو گنہگاروں کے برابر کر دیں؟ اور آیت میں ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ [3] دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے۔

یہاں بھی فرمایا کہ مومن اور فاسق قیامت کے دن ایک مرتبے کے نہیں ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ان دونوں قسموں کا تفصیلی بیان فرمایا کہ جس نے اپنے دل سے کلام اللہ کی تصدیق کی اور اس کے مطابق عمل بھی کیا تو انہیں وہ جنتیں ملیں گی جن میں مکانات ہیں بلند بالا خانے ہیں اور رہائش وآرام کے تمام سامان ہیں۔ یہ ان کی نیک اعمالی کے بدلے میں مہمانداری ہوگی۔ اور جن لوگوں نے اطاعت چھوڑ دی ان کی جگہ جہنم میں ہوگی جس میں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔

---

[1] [سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۱] [2] [سورۃ ص: آیت ۲۸]

[3] [سورۃ الحشر: آیت ۲۰]

جیسے اور آیت میں ہے ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ [1] یعنی جب کبھی وہاں کے غم سے چھٹکارا چاہیں گے دوبارہ وہیں جھونک دیئے جائیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے' آگ کے شعلے انہیں اوپر نیچے لے جا رہے ہوں گے۔ فرشتے انہیں سزائیں دے رہے ہوں گے اور جھڑک کر فرماتے ہوں گے اس جہنم کے عذاب کا لطف اٹھاؤ جسے تم جھوٹا جانتے تھے۔ عذاب ادنیٰ سے مراد دنیوی مصیبتیں آفتیں دکھ درد اور بیماریاں ہیں یہ اس لئے ہوتی ہیں کہ انسان ہوشیار ہو جائے اور اللہ کے سامنے جھک جائے اور بڑے عذابوں سے نجات حاصل کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد گناہوں کی وہ مقرر کردہ سزائیں ہیں جو دنیا میں دی جاتی ہیں جنہیں شرعی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ نسائی میں ہے کہ اس سے مراد قحط سالیاں ہیں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاند کا شق ہو جانا' دھویں کا آنا اور پکڑ اور برباد کن عذاب اور بدر والے دن ان کفار کا قید ہونا اور قتل کیا جانا ہے۔ [2] کیونکہ بدر کی اس شکست نے مکے کے گھر گھر کو ماتم کدہ بنا دیا تھا۔ ان عذابوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جو اللہ کی آیتیں سن کر اس کی وضاحت کو پا کر اس سے منہ موڑ لے بلکہ ان کا انکار کر جائے اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے ذکر سے اعراض نہ کرو ایسا کرنے والے بے عزت' بے وقعت اور بڑے گنہگار ہیں۔ یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ ایسے گنہگاروں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین کام جس نے کئے وہ مجرم ہو گیا۔ جس نے بے وجہ کوئی جھنڈا باندھا۔ جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی' جس نے ظالم کے ظلم میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ مجرم لوگ ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ ہم مجرموں سے باز پرس کریں گے اور ان سے پورا بدلہ لیں گے۔ (ابن ابی حاتم) [3]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' تجھے ہرگز اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا چاہئے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا○ اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت

---

[1] [سورۃ الحج: آیت ۲۲]

[2] [صحیح : مسند احمد (۱۲۸/۵) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقين واحكامهم : باب نزول اهل الجنة (۲۷۹۹) مستدرك حاكم (۴۲۷/۴)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۹۸) طبرانی کبیر (۶۱/۲۰)] اس کی سند میں عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔]

کرتے تھے اور تھے بھی وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ○ تیرا رب ان سب کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ○

معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات: فرماتا ہے ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب تورات دی تو اس کی ملاقات کے بارے میں شک وشبہ میں نہ رہ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی معراج والی رات میں۔ حدیث میں ہے میں نے معراج والی رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں رنگ کے لانبے قد کے گھونگریالے بالوں والے تھے ایسے جیسے قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی رات میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ درمیانہ قد کے سرخ وسفید تھے۔ سیدھے بال تھے۔ میں نے اسی رات حضرت مالک کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ ہیں اور دجال کو دیکھا یہ سب ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں پس تو اس ملاقات میں شک وشبہ نہ کر۔ آپ نے یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے ملے جس رات آپ کو معراج کرائی گئی۔ [1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بنی اسرائیل کا ہادی بنا دیا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ ہم نے اسرائیلیوں کو ہدایت دی۔ جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ [2] الخ، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لئے ہادی بنایا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری، اس کی نافرمانیوں کے ترک، اس کی باتوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی اتباع وصبر میں جمے رہے ہم نے ان سے بعض کو ہدایت کے پیشوا بنا دیا جو اللہ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں بھلائی کی طرف بلاتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں۔ لیکن جب ان کی حالت بدل گئی انہوں نے کلام اللہ میں تبدیلی، تحریف، تاویل شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہ منصب چھین لیا۔ ان کے دل سخت کر دیئے عمل صالح اور اعتقاد صحیح ان سے دور ہوگیا۔ پہلے تو یہ دنیا سے بچے ہوئے تھے۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لوگ پہلے ایسے ہی تھے لہٰذا انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی پیشوا ہو جس کی یہ اقتدا کر کے دنیا سے بچا ہوا رہے۔ آپ فرماتے ہیں دین کے لئے علم ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں سوال ہوا کہ صبر کا درجہ ایمان میں کیسا ہے؟ فرمایا ایسا ہے جیسا سر کا جسم میں۔ کیا تو نے اللہ کے اس فرمان کو نہیں سنا؟ ہم نے ان کے صبر کی وجہ سے ان کو ایسا پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے تمام کاموں کو اپنے ذمہ لے لیا اللہ نے بھی انہیں پیشوا بنا دیا۔ چنانچہ فرمان ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب وحکمت اور نبوت دی اور پاکیزہ روزیاں عنایت فرمائیں اور جہاں والوں پر فضیلت دی۔ [3] یہاں بھی آیت کے آخر میں فرمایا کہ جن عقائد واعمال میں ان کا اختلاف ہے ان کا فیصلہ قیامت کے دن خود اللہ کرے گا۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۹۹)]
[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۲]
[3] [سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۶۔۱۷]

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں' اس میں تو بڑی بڑی عبرتیں ہیں' کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے؟ ۞ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر غیر آباد زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس کی وجہ سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں' کیا یہ پھر بھی نہیں دیکھتے؟ ۞

کیا پہلوں کی ہلاکت تمہارے لیے مقامِ عبرت نہیں؟ کیا یہ اس بات کے ملاحظہ کے بعد بھی راہ راست پر نہیں چلتے؟ کہ ان سے پہلے کے گمراہوں کو ہم نے تہہ وبالا کر دیا ہے۔ آج ان کے نشان مٹ گئے۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا' اللہ کی باتوں سے بے پرواہی کی۔ اب یہ جھٹلانے والے بھی ان ہی کے مکانوں میں رہتے سہتے ہیں۔ ان کی ویرانی' ان کے اگلے مالکوں کی ہلاکت ان کے سامنے ہے۔ لیکن یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ غیر آباد کھنڈر یہ اجڑے ہوئے محلات تو تمہاری آنکھوں کو اور تمہارے کانوں کو کھولنے کے لئے اپنے اندر بہت سی نشانیاں رکھتے ہیں۔ دیکھ لو کہ اللہ کی باتیں نہ ماننے کا' رسولوں کی تحقیر کرنے کا کتنا بدانجام ہوا؟ کیا تمہارے کان ان خبروں سے ناآشنا ہیں۔

پھر جناب باری تعالیٰ اپنے لطف وکرم کو احسان وانعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پہاڑوں سے اونچی جگہوں سے سمٹ کر ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعہ وہ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین میں اس سے ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ خشکی تری سے موت زیست سے بدل جاتی ہے۔ گو مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ جرز مصر کی زمین ہے لیکن یہ ٹھیک ہے۔ ہاں مصر میں بھی ایسی زمین ہو تو ہو آیت میں مراد تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں جو پانی کے محتاج ہوں سخت ہو گئے ہوں۔ زمین پیوست (خشکی) کے مارے پھٹنے لگی ہو۔ بے شک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے وہ سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو ادھر ادھر کا ہوتا ہے۔ اس حکیم وکریم منان ورحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت میں ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوائی کے مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں کسی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو جو اپنے

ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضا مند کر لیتے ہیں اور اسے عمدہ کپڑے اور بہت سے قیمتی زیور پہنا کر بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے تم اب ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے لیکن دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا پورا مہینہ نکل گیا لیکن دریا خشک رہا۔ لوگ تنگ آ کر ارادہ کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں یہاں کی بود و باش ترک کر دیں اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا اور اس میں تحریر تھا کہ یہ خط ہے اللہ کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تب تو خیر تو نہ چل اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں دواں کر دے۔ یہ پرچہ لے کر امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے' گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا۔[1] (کتاب السنہ للحافظ ابو القاسم اللالکائی) اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ﴾[2] الخ 'یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کئے اسی طرح یہاں بھی فرمایا کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جرز وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برستی ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ زمین یمن میں ہے حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسی بستیاں یمن اور شام میں ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾[3] الخ 'ان کے لئے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع ۱۶

اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ○ جواب دے کہ فیصلے والے دن ایمان لانا بے ایمانوں کو کچھ کام نہ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ عبس: آیت ۲۴۔۳۲] [3] [سورۃ یسین: آیت ۳۳۔۳۵]

آئے گا اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی ○ اب تو ان کا خیال بھی چھوڑ دے اور منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں ○

کفار کی عجلت پسندی: کافر اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ اے نبی ﷺ تم جو ہمیں کہا کرتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو مطمئن کر دیا ہے کہ تم ہم پر فتح پاؤ گے اور ہم سے بدلے لو گے وہ وقت کب آئے گا؟ ہم تو مدتوں سے تمہیں مغلوب زیر اور بے وقعت دیکھ رہے ہیں۔ چھپ رہے ہو ڈر رہے ہو اگر سچے ہو تو اپنے غلبے اور اپنی فتح کا وقت تو بتاؤ۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب عذاب اللہ آ جاتا ہے اور جب اس کا غصہ اور غضب اتر پڑتا ہے خواہ دنیا ہو خواہ آخرت ہو اس وقت نہ تو ایمان نفع دیتا ہے نہ مہلت ملتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [1] الخ، یعنی جب ان کے پاس اللہ کے پیغمبر دلیلیں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر نازاں ہونے لگے۔ پوری دو آیتوں تک۔ اس سے فتح مکہ مراد نہیں۔ فتح مکہ والے دن تو رسول اللہ ﷺ نے کافروں کا اسلام لانا قبول فرمایا تھا اور تقریباً دو ہزار آدمی اس دن مسلمان ہوئے تھے۔ اگر اس آیت میں یہی فتح مکہ مراد ہوتی تو چاہیے تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ان کا اسلام قبول نہ فرماتے جیسے اس آیت میں ہے کہ اس دن کافروں کا اسلام لانا نامقبول ہوگا۔ بلکہ یہاں مراد فتح سے فیصلہ ہے جیسے قرآن میں ہے ﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا﴾ [2] ہمارے درمیان تو فتح کر یعنی فیصلہ کر۔ اور جیسے اور مقام پر ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ [3] یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے آپس کے فیصلے فرمائے گا اور آیت میں ہے ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ [4] یہ فیصلہ چاہتے ہیں سرکش ضدی تباہ ہوئے۔ اور جگہ ہے ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [5] اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ اور آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ [6] اگر تم فیصلے کے آرزومند ہو تو لو فتح آ گئی۔ پھر فرماتا ہے آپ ان مشرکین سے بے پرواہ ہو جائیے جو رب نے اتارا ہے اسے پہنچاتے رہیے۔ جیسے اور آیت میں ہے اپنے رب کی وحی کی اتباع کرو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ [7] پھر فرمایا تم اپنے رب کے وعدوں کو سچا مان لو اس کی باتیں اٹل ہیں اس کے فرمان سچے ہیں وہ عنقریب تجھے تیرے مخالفین پر غالب کرے گا۔ وہ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ یہ بھی منتظر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی آفت آئے لیکن ان کی یہ چاہتیں بے سود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے والوں کو بھولتا نہیں نہ انہیں چھوڑتا ہے بھلا جو رب کے احکام پر جمے رہیں اللہ کی باتیں دوسروں کو پہنچائیں وہ تائید ایزدی سے کیسے محروم کر دیئے جائیں؟ یہ جو کچھ تم پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ ان پر اترے گا بدبختی (نکبت) و ادبار میں ہائے وائے واویلا میں گرفتار کئے جائیں گے۔ رب کے عذابوں کا شکار ہوں گے کہہ دو کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

اللہ کے فضل و کرم و لطف سے سورہ سجدہ کی تفسیر ختم ہوئی (فالحمدللہ)

---

[1] [غافر : ۸۳۔۸۵] [2] [الشعراء : ۱۱۸] [3] [سبا : ۲۶]

[4] [ابراھیم : ۱۵] [5] [البقرہ : ۸۹] [6] [الانفال : ۱۹]

[7] [الانعام : ۱۰۶]

تفسیر سورۃ الاحزاب

حضرت زر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں شمار ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا تہتر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں میں نے تو دیکھا ہے کہ یہ سورت سورۂ بقرہ کے قریب تھی اسی میں یہ آیت بھی پڑھی جاتی تھی ﴿اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ﴾ یعنی جب بڑی عمر کا مرد اور بڑی عمر کی عورت بدکاری کریں تو انہیں ضرور سنگسار کردو۔ یہ سزا اللہ کی طرف سے اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ (مسند احمد)[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی کچھ آیتیں اللہ کے حکم سے ہٹالی گئیں۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ﴿۱﴾
وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَکَّلْ
عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۳﴾

بہت ہی رحم وکرم والے سچے معبود کے نام سے شروع

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آجانا اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے ○ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کرتا رہ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے ○ تو اللہ ہی پر توکل رکھ وہ کارسازی کے لئے کافی ہے ○

تقویٰ وتوکل علی اللہ کی ترغیب: تنبیہ کی ایک موثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تاکہ چھوٹا چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا نہ ان کے مشوروں پر کاربند ہونا نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادے سے سننا۔ علم وحکمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چونکہ وہ اپنے وسیع علم سے ہر کام کا نتیجہ جانتا ہے اور اپنی بے پایاں

---

[1] [صحیح : عبداللہ بن احمد (۱۳۲/۵) اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۲۵۷/۶) نسائی فی السنن الکبری (۷۱۵۰) مسند بزار (البحر الزخار ـ ۲۸۶) صحیح ابن حبان (۴۴۲۹) طبرانی اوسط (۳۳۲/۴) تھذیب الآثار للطبری (۹۹۲) ابن ماجہ (۲۵۴۳) دارمی (۲۳۲۳) مسند شافعی (۲۶۶) تمسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ (۳۱۳/۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ (۲۹۱۳) صحیح ابن ماجہ (۲۰۶۷) ارواء الغلیل (۲۳۳۸)]

حکمت سے اس کی کوئی بات کوئی فعل غیر حکیمانہ نہیں ہوتا تو تو اسی کی اطاعت کرتا رہ تا کہ بدانجام سے اور بگاڑ سے بچا رہے۔ جو قرآن وسنت تیری طرف وحی ہو رہا ہے اس کی پیروی کر اللہ پر کسی کا کوئی فعل مخفی نہیں۔ اپنے تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھ۔ اس پر بھروسہ کرنے والوں کو وہ کافی ہے۔ کیونکہ تمام کارسازی پر وہ قادر ہے اس کی طرف جھکنے والا کامیاب ہی کامیاب ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے۔ اور اپنی جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھے ہو انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچ مچ کی مائیں نہیں بنایا۔ اور نہ تمہارے لے پالک لڑکوں کو تمہارے واقعی بیٹے بنائے ہیں۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا اور وہی سیدھی راہ سجھاتا ہے ۝ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک سے جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم قصد اور ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے ۝

لے پالک کو اصلی باپ کی طرف منسوب کرو: مقصود کو بیان کرنے سے پہلے بطور مقدمے اور ثبوت کے مثالاً ایک وہ بات بیان فرمائی ہے جسے سب محسوس کرتے ہیں اور پھر اس کی طرف سے ذہن ہٹا کر اپنے مقصود کی طرف لے گئے۔ بیان فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی انسان کے دو دل نہیں ہوتے اسی طرح تم سمجھ لو کہ اپنی جس بیوی کو تم ماں کہہ دو تو وہ واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ ٹھیک اسی طرح دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ سچ مچ بیٹا ہی نہیں ہو جاتا۔ اپنی بیوی سے اگر کسی نے بحالت غضب وغصہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس کے کہنے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔ جیسے فرمایا ﴿مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ﴾ [1] الخ، یعنی ایسا کہہ دینے سے وہ مائیں نہیں بن جاتیں مائیں تو وہ ہیں جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بیان کے بعد اصل مقصود کو بیان فرمایا کہ تمہارے لے پالک لڑکے بھی درحقیقت تمہاری اولاد نہیں۔ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ تھے انہیں حضور ﷺ نے نبوت سے پہلے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ انہیں زید بن محمد (ﷺ) کہا جاتا تھا۔ اس آیت سے اس

---

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۲]

نسبت اور اس الحاق کا توڑ دینا منظور ہے جیسے کہ اسی سورت کے اثنا میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [1] الخ، تم میں سے کسی مرد کے باپ محمد (ﷺ) نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ یہاں فرمایا یہ تو صرف تمہاری ایک زبانی بات ہے جو تم کسی کے لڑکے کو لڑکا کہو اس سے حقیقت بدل نہیں سکتی۔ واقع میں اس کا باپ وہ ہے، جس کی پیٹھ سے یہ نکلا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لڑکے کے دو باپ ہوں جیسے یہ ناممکن ہے کہ ایک سینے میں دو دل ہوں۔ اللہ تعالیٰ حق فرمانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں اتری ہے۔ جس نے مشہور کر رکھا تھا کہ اس کے دو دل ہیں اور دونوں عقل وفہم سے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نماز میں تھے آپ کو کچھ خطرہ گزرا اس پر جو منافق نماز میں شامل تھے وہ کہنے لگے دیکھو اس کے دو دل ہیں ایک تمہارے ساتھ ایک ان کے ساتھ۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ [2]

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تو صرف بطور مثال کے فرمایا گیا ہے یعنی جس طرح کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے اسی طرح کسی بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ اسی کے مطابق ہم نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پہلے تو رخصت تھی کہ لے پالک لڑکے کو پالنے والے کی طرف نسبت کر کے اس کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے۔ لیکن اب اسلام نے اس کو منسوخ کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ ان کو جوان کے اپنے حقیقی باپ ہیں ان ہی کی طرف منسوب کر کے انہیں پکارو۔ عدل، نیکی، انصاف اور سچائی یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے سے پہلے ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد (ﷺ) کہا کرتے تھے لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد ہم نے یہ کہنا چھوڑ دیا۔ [3] بلکہ پہلے تو ایسے لے پالک کے وہ تمام حقوق ہوتے تھے جو سگی اور صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا اب قرآن نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس سے اب تک پردہ نہیں کرتی وہ آتے جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ میرے خاوند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے اس طرح آنے سے کچھ بیزار ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہے جاؤ سالم کو اپنا دودھ پلا دو اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ [4] الغرض یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صاف لفظوں میں

---

[1] [سورة الاحزاب: آیت ٤٠]

[2] [ضعیف الاسناد: مسند احمد (١/١٦٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الاحزاب (٣١٩٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں قابوس راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورة الاحزاب (٤٧٨٢) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل زید ابن حارثة (٢٤٢٥)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب رضاعة الکبیر (١٤٥٣) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب من حرم به (٢٠٦١)]

ایسے لڑکوں کی بیویوں کی بھی حلت انہیں لڑکا بنانے والوں کے لئے بیان فرما دی۔ اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا نکاح ان سے کر لیا اور مسلمان اس ایک مشکل سے بھی چھوٹ گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں حرام عورتوں کا ذکر کیا وہاں فرمایا ﴿وَحَلَائِلُ اَبْنَاۗىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ [1] یعنی تمہاری اپنی صلب سے جو لڑکے ہوں ان کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ ہاں رضاعی لڑکا نسبی اور صلبی لڑکے کے حکم میں ہے۔ جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ [2] یہ بھی خیال رہے کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ دینا یہ اور چیز ہے یہ ممنوع نہیں۔

مسند احمد وغیرہ میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سب خاندان عبد المطلب کے چھوٹے بچوں کو مزدلفہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ہی جمرات کی طرف رخصت کر دیا اور ہماری رانیں تھپکتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹو سورج نکلنے سے پہلے جمرات پر کنکریاں نہ مارنا۔ [3] یہ واقعہ سنہ ۱۰ ہجری ماہ ذی الحجہ کا ہے اور اس کی دلالت ظاہر ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما جن کے بارے میں یہ حکم اترا یہ سنہ ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا کہہ کر بلایا۔ [4] اسے بیان فرما کر کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو پالنے والوں کی طرف نہیں۔ پھر فرماتا ہے اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور اسلامی دوست ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضا والے سال مکہ شریف سے واپس لوٹے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی ہوئی آپ کے پیچھے دوڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور فرمایا یہ تمہاری چچا زاد بہن ہے انہیں اچھی طرح رکھو۔ حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس بچی کے حقدار ہم ہیں ہم انہیں پالیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نہیں یہ میرے ہاں رہیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو یہ دلیل دی کہ میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ حضرت

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۲۲]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب الشهادة على الانساب والرضاع (۲٦٤٥) صحیح مسلم : كتاب الرضاع : باب تحريم ابنة الاخ من الرضاعة (۳۵۸۳) ابن ماجه : كتاب النكاح (۱۹۳۸) نسائی : كتاب النكاح (۳۳۰۵)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : كتاب المناسك : باب التعجيل من جمع (۱۹٤۰) ابن ماجه : كتاب المناسك : باب من تقدم من جمع الىٰ منىٰ لرمى الجمار (۳۰۲۵) نسائی : كتاب المناسك : باب النهى عن رمى جمرة العقبة قبل طلوع الشمس (۳۰٦٤) مسند احمد (۲۳٤/۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الآداب : باب جواز قوله بغير ابنه يا بنى واستحباب للملا طفة (۲۱۵۱) ابو داؤد : كتاب الادب : باب فى الرجل يقول لا بن غيره يا بنى (٤۹۱٤) ترمذی : كتاب الادب : باب ما جآء فى يا بنى (۲۸۳۱)]

زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ اور ان کی چچی میرے گھر میں ہیں یعنی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ صاحبزادی تو اپنی خالہ کے پاس رہیں کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو صورت سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ ① اس حدیث میں بہت سے احکام ہیں۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم حق سنا کر اور دعویداروں کو بھی ناراض نہیں ہونے دیا اور آپ نے اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی آیت کے ماتحت میں تمہارا بھائی ہوں۔ ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! اگر یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کے والد کوئی ایسے ویسے ہی تھے تو بھی یہ ان کی طرف منسوب ہوتے۔ ② حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف سے دوسرے باپ کی طرف کرے اس نے کفر کیا۔ ③

اس سے سخت وعید پائی جاتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحیح نسب سے اپنے آپ کو ہٹانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

پھر فرماتا ہے جب تم نے اپنے طور پر جتنی طاقت تم میں ہے تحقیق کر کے کسی کو کسی کی طرف نسبت کیا اور فی الحقیقت وہ نسبت غلط ہے تو اس خطا پر تمہاری پکڑ نہیں۔ چنانچہ خود پروردگار نے ہمیں ایسی دعا تعلیم دی کہ ہم اس کے جناب میں کہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ④ اے اللہ ہماری بھول چوک اور غلطی پر ہمیں نہ پکڑ۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے جب مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی جناب باری عزاسمہٗ نے فرمایا میں نے یہ دعا قبول فرمائی۔ ⑤ صحیح بخاری شریف میں ہے جب حاکم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے اپنے اجتہاد میں صحت کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ ⑥ اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب عمرة القضاء (٤٢٥١) مسند احمد (٤/٢٩٨)]

② [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٣٣٢)]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المناقب (٣٥٠٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان حال من قال لاخیة المسلم یا کافر (٦١)]

④ [سورة البقرہ: آیت ٢٨٦]

⑤ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان تجاوز الله تعالی عن حدیث النفس (١٢٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورة البقره (٢٩٩٢) مسند احمد (١/٢٣٣)]

⑥ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (٧٣٥٢) صحیح مسلم : کتاب الاقضیه : باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (١٧١٦) ترمذی : کتاب الاحکام : باب ما جآء فی القاضی یصیب ویخطئ (١٣٢٦) ابن ماجه : کتاب الاحکام : باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق (٢٣١٤) نسائی : کتاب آداب القضاء : باب الاصابة فی الحکم (٥٣٩٦) ابو داؤد : کتاب الاقضیه : باب فی القاضی یخطئ (٣٥٧٤)]

نے میری امت کو ان کی خطائیں بھول چوک اور جو کام ان سے زبردستی کرائے جائیں ان سے درگزر فرما لیا ہے۔ ① یہاں بھی یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہاں جو کام تم قصد قلب سے عمداً کرو وہ بے شک قابل گرفت ہیں۔ قسموں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اوپر جو حدیث بیان ہوئی کہ نسب بدلنے والا کفر کا مرتکب ہے وہاں بھی یہ لفظ ہیں کہ باوجود جاننے کے۔ ② آیت قرآن جواب تلاوتاً منسوخ ہے اس میں تھا ﴿فَإِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ﴾ یعنی تمہارا اپنے باپ کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس میں رجم کی بھی آیت تھی حضور ﷺ نے خود رجم کیا (یعنی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کیا) اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ ہم نے قرآن میں یہ آیت بھی پڑھی ہے کہ اپنے باپوں سے اپنا سلسلہ نسب نہ ہٹاؤ یہ کفر ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے مجھے تم میری تعریفوں میں اس طرح بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسیٰ بن مریم ﷺ کے ساتھ ہوا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کہنا۔ ③ ایک روایت میں صرف ابن مریم ہے۔ اور حدیث میں ہے تین خصلتیں لوگوں میں ہیں جو کفر ہیں۔ نسب میں طعنہ زنی' میت پر نوحہ' ستاروں سے باراں طلبی۔ ④

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ⑥

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حق دار ہیں ہاں تمہیں اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم کتاب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ○

حُبِّ رسول تکمیل ایمان کی شرط: چونکہ رب العزت وحدہ لاشریک لہ کو علم ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت پر خود ان کی

① [صحیح : ابن ماجه : كتاب الطلاق : باب طلاق المكره والناسي (۲۰۴۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه]

② [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المناقب (۳۵۰۸) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان حال ايمان من قال لا خيه المسلم يا كافر (۶۱)]

③ [صحیح : مسند احمد (۱/۴۷) مسند بزار (۱/۴۷) مسند حمیدی (۲۷) مسند طیالسی (۲۴) عبد الرزاق (۹۷۵۸) بغوی فی شرح السنة (۶/۴۲۴)] شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۴۹)]

④ [صحیح : مستدرك حاكم (۱/۳۸۳) صحيح مسلم: كتاب الجنائز : باب التشديد في النياحه (۹۳۴) ابن ماجه : كتاب الجنائز : باب في النهي عن النياحة (۱۵۸۱) مسند احمد (۲/۳۷۷)]

اپنی جان سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ اس لئے آپ کو ان کی اپنی جان سے بھی ان کا زیادہ اختیار دیا۔ یہ خود اپنے لئے کوئی تجویز نہ کریں بلکہ ہر حکم رسول کو بدل وجان قبول کرتے جائیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ① الخ 'تیرے رب کی قسم یہ مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں اور تیرے تمام تر احکام اور فیصلوں کو دل وجان بکشادہ پیشانی قبول نہ کر لیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی با ایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے نفس سے اس کے مال سے اس کی اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ② ایک اور صحیح حدیث میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ہاں خود میرے اپنے نفس سے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں عمر جب تک کہ میں تجھے خود تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ یہ سن کر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے قسم اللہ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اب مجھے ہر چیز سے یہاں تک کہ میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں آپ نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔ ③ بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام مومنوں کا زیادہ حقدار دنیا اور آخرت میں خود ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ میں ہوں۔ اگر تم چاہو تو پڑھ لو۔ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ سنو! جو مسلمان مال چھوڑ کر مرے اس کا مال تو اس کے وارثوں کا حصہ ہے اور اگر کوئی مر جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو یا اس کے چھوٹے چھوٹے بال بچے ہوں تو اس قرض کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں اور ان بچوں کی پرورش میرے ذمے ہے۔ ④ پھر فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حرمت اور احترام میں عزت اور اکرام میں بزرگی اور عظام میں تمام مسلمانوں میں ایسی ہیں جیسی خود ان کی اپنی مائیں۔ ہاں ماں کے اور احکام مثلاً خلوت یا ان کی لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کی حرمت یہاں ثابت نہیں گو بعض علماء نے ان کی بیٹیوں کو بھی مسلمانوں کی بہنیں لکھا ہے جیسے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے مختصر میں نصاً فرمایا ہے لیکن یہ عبارت کا اطلاق ہے نہ کہ حکم کا اثبات۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جو کسی نہ کسی ام المومنین کے بھائی تھے انہیں ماموں کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے تو کہا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو المومنین بھی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ ابو المومنین کہنے میں تو مسلمان عورتیں بھی آ جائیں گی جمع مذکر سالم میں با اعتبار

---

① [سورة النسآء: آيت ٦٥]

② [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الايمان : باب حب الرسول الله من الايمان (١٥) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب وجوب محبة رسول الله اكثر من الاهل والولد (٤٤) نسائي : كتاب الايمان : باب علامة الايمان (٥٠٢٨) مسند احمد (١٧٧/٣)]

③ [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الايمان والنذور : باب كيف كانت يمين النبي (٦٦٣٢)]

④ [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الاستقراض والابون : باب الصلوٰة على من ترك دينا (٢٣٩٩) مسند احمد (٣٥٦/٢)]

تغلب کے مونث بھی شامل ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ نہیں کہہ سکتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دوقولوں میں بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت میں ﴿أُمَّهَاتُهُمْ﴾ کے بعد یہ لفظ ہیں ﴿وَهُوَ أَبٌ لَّهُمْ﴾ یعنی آپ ان کے والد ہیں۔مذہب شافعی میں بھی ایک قول یہی ہے۔اور کچھ تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے قائم مقام باپ کے ہوں میں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں سنو! تم میں سے جب کوئی پاخانے میں جائے قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھے۔نہ اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلے لے نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔آپ تین ڈھیلے لینے کا حکم دیتے تھے اور گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت فرماتے تھے۔(نسائی وغیرہ) [1] دوسرا قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باپ نہ کہا جائے۔کیونکہ قرآن کریم میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔پھر فرماتا ہے کہ بہ نسبت عام مومنوں مہاجرین اور انصار کے ورثے کے زیادہ مستحق قرابتدار ہیں۔اس سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں جو بھائی چارہ کرایا تھا اسی کے اعتبار سے یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور قسمیں کھا کر ایک دوسرے کے جو حلیف بنے ہوئے تھے وہ بھی آپس میں ورثہ بانٹ لیا کرتے تھے۔اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔پہلے اگر انصاری مر گیا تو اس کے وارث اس کے قرابت کے لوگ نہیں ہوتے تھے بلکہ مہاجر ہوتے تھے جن کے درمیان اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کرادیا تھا۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ حکم خاص ہم انصار و مہاجرین کے بارے میں اترا ہے ہم جب مکہ چھوڑ کر مدینے آئے تو ہمارے پاس کچھ مال نہ تھا یہاں آ کر ہم نے انصاریوں سے بھائی چارہ کیا یہ بہترین بھائی ثابت ہوئے یہاں تک کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے مال کے وارث بھی ہوتے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فلاں کے ساتھ تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک زرقی شخص کے ساتھ۔خود میرا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔یہ زخمی ہوئے اور زخم بھی کاری تھے اگر اس وقت ان کا انتقال ہو جاتا تو میں بھی ان کا وارث بنتا۔پھر یہ آیت اتری اور میراث کا عام حکم ہمارے لئے بھی ہو گیا۔[3] پھر فرماتا ہے ورثہ تو ان کا نہیں لیکن ویسے اگر تم اپنے ان مخلص احباب کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔وصیت کے طور پر کچھ دے دلا سکتے ہو۔پھر فرماتا ہے اللہ کا یہ حکم پہلے ہی سے اس کتاب میں لکھا ہوا تھا جس میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں ہوئی۔بیچ میں جو بھائی چارے پر ورثہ بٹتا تھا یہ صرف ایک خاص مصلحت کی بنا پر خاص وقت تک کے لئے تھا اب یہ ہٹا دیا گیا اور اصلی حکم دے دیا گیا۔واللہ اعلم

---

[1] [حسن : ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة (۸) ابن ماجه : كتاب الطهارة : باب كراهة مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين (۳۱۲) نسائی : كتاب الطهارة : باب النهي عن الاستطابه بالروث (۴۰) مسند احمد (۲/۲۵۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الاحزاب: آیت ۴۰]

[3] [مستدرك حاكم (۳/۴۴۳)]

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾ ع

جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوح سے اور ابرہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا○ تاکہ آخرکار اللہ سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے' نہ فرمانے والوں کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں○

انبیاء علیہم السلام سے میثاق: فرمان ہے کہ ان پانچوں اولوالعزم پیغمبروں سے اور عام نبیوں سے سب سے ہم نے عہد و وعدہ لیا کہ وہ میرے دین کی تبلیغ کریں گے اس پر قائم رہیں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کی مدد امداد اور تائید کریں گے اور اتفاق و اتحاد رکھیں گے۔ اسی عہد کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ﴾ [1] الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے قول و قرار لیا کہ جو کچھ کتاب و حکمت دے کر میں تمہیں بھیجوں پھر تمہارے ساتھ کی چیز کی تصدیق کرنے والا رسول آ جائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ بولو تمہیں اس کا اقرار ہے؟ اور میرے سامنے اس کا پختہ وعدہ کرتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہمیں اقرار ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا بس اب گواہ رہنا اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ یہاں عام نبیوں کا ذکر کر کے پھر خاص جلیل القدر پیغمبروں کا نام بھی لے دیا۔ اسی طرح ان کے نام اس آیت میں بھی ہیں ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ [2] الخ' یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جو زمین پر اللہ کے پہلے پیغمبر تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جو سب سے آخری پیغمبر تھے۔ اور ابراہیم' موسیٰ' اور عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہے جو درمیانی پیغمبر تھے۔ ایک لطافت اس میں یہ ہے کہ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور درمیانی پیغمبروں علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم' اور حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ یہاں تو ترتیب یہ رکھی کہ فاتح اور خاتم کا ذکر کر کے بیچ کے نبیوں کا بیان کیا اور اس آیت میں سب سے پہلے خاتم الانبیاء کا نام لیا اس لئے کہ سب سے اشرف و افضل آپ ہی ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے جس طرح آئے ہیں اسی طرح ترتیب وار بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام نبیوں پر اپنا درود و سلام نازل فرمائے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب سے آخر ہوں پس مجھ سے ابتداء کی ہے۔ [3] یہ حدیث

---

[1] [سورة آل عمران: آیت ۸۱] [2] [سورة الشورى: آیت ۱۳]

[3] [ضعیف : ابو نعیم في الدلائل (۳) بغوی فی التفسیر کما فی البدایة والنهایة (۴۹۸/۳) الدر المنثور للسیوطی (۳۵۳/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۶۶۱)] اس کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔]

ابن ابی حاتم میں ہے لیکن اس کے ایک راوی سعید بن بشیر ضعیف ہیں۔ اور سند سے یہ مرسل ہے اور یہی مشابہت رکھتی ہے اور بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ پانچ پیغمبر ہیں۔ نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور محمد علیہم السلام اور ان میں بھی سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا ایک راوی حمزہ ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جس عہد و میثاق کا ذکر ہے یہ وہ ہے جو روز ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام انسانوں کو نکال کر لیا تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا گیا آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا ان میں مالدار مفلس خوبصورت اور ہر طرح کے لوگ دیکھے تو کہا کہ اللہ کیا اچھا ہوتا کہ تو نے ان سب کو برابر ہی رکھا ہوتا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ان میں جو انبیاء کرام علیہم السلام تھے انہیں بھی آپ نے دیکھا وہ روشنی کی مانند نمایاں تھے اور ان پر نور برس رہا تھا ان سے نبوت و رسالت کا ایک اور خاص عہد لیا گیا تھا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ صادقوں سے ان کے صدق کا سوال ہو یعنی ان سے جو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے والے تھے۔ ان کی امتوں میں سے جو بھی ان کو نہ مانے اسے سخت عذاب ہو گا۔ اے اللہ! تو گواہ رہ ہماری گواہی ہے ہم دل سے مانتے ہیں کہ بے شک تیرے رسولوں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو بلا کم وکاست پہنچا دیا۔ انہوں نے پوری خیر خواہی اور حق کو صاف طور پر نمایاں طریقے سے واضح کر دیا جس میں کوئی پوشیدگی' کوئی شبہ' کسی طرح کا شک نہ رہا گو بدنصیب' ضدی' جھگڑالو لوگوں نے انہیں نہ مانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرے رسولوں کی تمام باتیں سچ اور حق ہیں اور جس نے ان کی راہ نہ پکڑی وہ گمراہ اور باطل پر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ⑨ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جب کہ تمہارے مقابلے کو فوجیں کی فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں' جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو دیکھتا ہے ○ جب کہ دشمن تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے آ گئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت مختلف گمان کرنے لگے ○

جنگ خندق کا ذکر: جنگ خندق جو سنہ ۵ ہجری ماہ شوال میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنا فضل و احسان کیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے۔ جب کہ مشرکین نے پوری طاقت سے اور پورے اتحاد سے مسلمانوں کو مٹا دینے کے ارادے سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنگ خندق سنہ ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی کا

قصہ یہ ہے کہ بنونضیر کے یہودی سرداروں نے جن میں سلام بن ابوحقیق سلام بن مشکم کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے مکے میں آ کر قریشیوں کو جو اول ہی سے تیار تھے حضور ﷺ سے لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے زیر اثر لوگوں کے ساتھ آپ کی جماعت میں شامل ہیں۔ انہیں آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے ان سے ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ قریشیوں نے بھی ادھر ادھر سے پھر کر تمام عرب میں آگ لگا کر سب گرے پڑے لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا ان سب کا سردار ابوسفیان صخر بن حرب بنا اور غطفان کا سردار عیینہ بن حصن بن بدر مقرر رہوا۔ ان لوگوں نے کوشش کر کے دس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا اور مدینے کی طرف چڑھ دوڑے۔ حضور ﷺ کو جب اس لشکر کشی کی خبریں پہنچیں تو آپ نے بہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینے شریف کی مشرقی سمت میں خندق یعنی کھائی کھدوائی اس خندق کے کھودنے میں تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم شامل تھے اور خود آپ ﷺ بھی بہ نفس نفیس اس کے کھودنے اور مٹی ڈھونے میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مشرکین کا لشکر بلا مزاحمت مدینے شریف تک پہنچ گیا اور مدینے کے مشرقی حصے میں احد پہاڑ کے متصل اپنا پڑاؤ جمایا یہ تھا مدینے کا نیچا حصہ اوپر کے حصے میں انہوں نے اپنی ایک بڑی بھاری جمعیت بھیج دی جس نے اعالی مدینہ میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور نیچے اوپر سے مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ حضور ﷺ اپنے ساتھ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو تین ہزار سے نیچے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ صرف سات سو تھے لے کر ان کے مقابلہ پر آئے۔ سلع پہاڑی کو آپ نے اپنی پشت پر کیا اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہو کر فوج کو ترتیب دیا۔ خندق جو آپ نے کھودی اور کھدوائی تھی اس میں پانی وغیرہ نہ تھا وہ صرف ایک گڑھا تھا جو مشرکین کے ریلے کو بے روک آنے نہیں دیتا تھا آپ نے بچوں اور عورتوں کو مدینے کے ایک محلے میں کر دیا۔ یہودیوں کی ایک جماعت بنوقریظہ مدینے میں تھی۔ مشرقی جانب ان کا محلہ تھا۔ نبی ﷺ سے ان کا معاہدہ صلح مضبوط تھا ان کا بھی بڑا بھاری گروہ تھا تقریباً آٹھ سو جنگجو لڑنے کے قابل مردان میں موجود تھے مشرکین اور یہود نے ان کے پاس حیی بن اخطب نضری کو بھیجا اس نے انہیں بھی شیشے میں اتار کر سبز باغ دکھلا کر اپنی طرف کر لیا اور انہوں نے بھی ٹھیک موقع پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی۔ اور علانیہ طور پر صلح توڑ دی۔ باہر سے دس ہزار (۱۰۰۰۰) کا وہ لشکر جو گھیرا ڈالے پڑا ہے اندر سے ان یہودیوں کی بغاوت جو بغلی پھوڑے کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمان بتیس دانتوں میں زبان یا آٹے میں نمک کی طرح ہو گئے۔ یہ کل سات سو آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ یہ وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں دل الٹ گئے طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ جھنجھوڑ دیئے گئے اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ مہینہ بھر تک محاصرہ کی یہی تلخ صورت قائم رہی۔

گو مشرکین کو یہ جرأت تو نہیں ہوئی کہ خندق سے پار ہو کر دستی لڑائی لڑتے' لیکن ہاں گھیرا ڈالے پڑے رہے اور مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔ البتہ عمرو بن عبدود عامری جو عرب کا مشہور شجاع پہلوان اور فن سپہ سالاری میں یکتا تھا ساتھ ہی بہادر جی دار اور قوی تھا ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے ساتھ چند جانباز پہلوانوں کو لے کر خندق سے اپنے گھوڑوں کو گزار لایا۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سواروں کی طرف اشارہ کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں

تیار نہ پا کر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس کے مقابلے پر آ جاؤ آپ گئے تھوڑی دیر تک تو دونوں بہادروں میں تلوار چلتی رہی لیکن بالآخر علی رضی اللہ عنہ نے کفر کے اس دیو کو تہہ تیغ کیا۔ جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ فتح ہماری ہے۔ پھر پروردگار نے وہ تند و تیز آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام خیمے اکھڑ گئے کوئی چیز قرینے سے نہ رہی آگ کا جلانا مشکل ہو گیا۔ کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی بالآخر تنگ آ کر نامرادی سے واپس ہوئے۔ جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ جس ہوا کا اس آیت میں ذکر ہے بقول مجاہد رحمہ اللہ یہ صبا ہے اور اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ میں صبا ہوا سے مدد دیا گیا ہوں اور قوم عاد کے لوگ تند و تیز ہواؤں سے ہلاک کئے گئے تھے۔[1] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوبی ہوا نے شمالی ہوا سے اس جنگ احزاب میں کہا کہ چل ہم تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے کہا کہ گرمی رات کو نہیں چلا کرتی۔ پھر ان پر صبا ہوا بھیجی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینے شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے کر آؤں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ اب میں چلا ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے نیچے پھینک دیا۔[2] اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو۔ بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ایک نوجوان شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ اے ابوعبداللہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! ہم جان نثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پاتے تو واللہ! آپ کو قدم زمین پر نہ رکھنے دیتے اپنی گردنوں پر اٹھا کر لے جاتے آپ نے فرمایا اے بھتیجے لو ایک واقعہ سنو جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جا کر لشکر کفار کی خبر لائے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (۴۱۰۵) صحیح مسلم: کتاب صلوۃ الاستسقاء: باب ریح الصبا والدبور (۹۰۰)]

[2] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۳۶۱)] اس میں عبداللہ عمری ضعیف ہے۔]

ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف کی بھوک کی اور سردی کی انتہا تھی۔ پھر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا ہے کوئی جو جا کر یہ خبر دے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ کے رسول ﷺ اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔ اب تک بھی کوئی کھڑا نہ ہوا اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہا تھا خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے بالآخر میرا نام لے کر سرور رسول ﷺ نے آواز دی اب تو بے کھڑے ہوئے چارہ ہی نہ تھا۔ فرمانے لگے حذیفہ رضی اللہ عنہ تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے کوئی نیا کام نہ کرنا میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرأت کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں۔ چولہوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی ہیں۔ خیموں کی چوبیں اکھڑ گئی ہیں آگ جلا نہیں سکتے کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر نہیں رہی۔ اسی وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور باآواز بلند منادی کی کہ اے قریشیو! اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہو۔ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں نے کہا اب ہوشیار رہنا۔ پھر ابوسفیان نے کہا قریشیو اللہ گواہ ہے ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی۔ اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ ہم پکا کھا نہیں سکتے، آگ تک نہیں جلا سکتے، خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے میں تو تنگ آ گیا ہوں میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔ اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانو بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مارا وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا پھر اس کا پاؤں کھولا۔ اس وقت ایسا اچھا موقع تھا کہ اگر میں چاہتا تو ایک تیر ہی میں ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔ اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے ہیں جو آپ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھی نماز میں مشغول ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اوڑھا دی۔ پھر رکوع و سجدہ کیا اور میں وہیں وہی چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ قریشیوں کے واپس لوٹ جانے کی خبر جب قبیلہ بنو غطفان کو پہنچی تو انہوں نے سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سردی کے قسم اللہ کی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں لشکر کفار میں پہنچا ہوں اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان پر چڑھا لیا اور چاہتا تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا نا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۳۶۲)]

ممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں۔ ہاں جب میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مجھے اوڑھا دی۔ میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا صبح خود حضور ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا اے سونے والے بیدار ہو جا۔[1] اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور آپ کے زمانے کو پاتے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کاش! کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو۔ برادر زادے جو تمنا تم کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے نہ جانے تم ہوتے تو کیا کرتے؟ ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر آپ نے مندرجہ بالا خندق کی رات کا واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہوا جھڑی اور آندھی کے ساتھ بارش بھی تھی۔[2]

اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ کے واقعات کو بیان فرما رہے تھے جو اہل مجلس نے کہا اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے اس پر آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے۔ اندر سے بنو قریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں۔ بال بچے اور عورتیں مدینے میں ہیں۔ خطرہ لگا ہوا ہے کہ اگر بنو قریظہ نے اس طرف رخ کیا اور ایک ہی ساعت میں ہی عورتوں بچوں کا فیصلہ کر دیں گے۔ واللہ! اس رات جیسی خوف و ہراس کی حالت ہم پر کبھی نہیں گزری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں' آندھیاں اٹھتی ہیں اندھیرا چھا جاتا ہے' کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے کہ العظمۃ للہ۔ ساتھی کو دیکھنا تو کہاں اپنی انگلیاں بھی نظر نہیں آتی تھیں۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر کہ ہمارے بال بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں۔ حضور ﷺ سے آ آ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا جس نے کہا کہ میں جاؤں؟ آپ نے فرمایا شوق سے جاؤ۔ وہ ایک ایک ہو کر سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو کے قریب رہ گئے۔ حضور ﷺ اب تشریف لائے ایک ایک کو دیکھا میری عجیب حالت تھی نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے کوئی آلہ تھا نہ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ جب حضور ﷺ میرے پاس پہنچے اس وقت میں گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا حذیفہ۔ فرمایا حذیفہ سن! واللہ مجھ پر تو زمین تنگ آ گئی کہ کہیں حضور ﷺ مجھے کھڑا نہ کریں میری تو درگت ہو رہی ہے لیکن کرتا کیا حضور ﷺ کا فرمان تھا میں نے کہا حضور ﷺ سن رہا ہوں ارشاد؟ آپ ﷺ نے فرمایا دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے جاؤ ان کی خبر لاؤ۔ واللہ! اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی۔ لیکن حضور ﷺ کا

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب غزوة الاحزاب (۱۷۸۸)]

[2] [بيهقى فى دلائل النبوة (۳/۴۵۴) مستدرك حاكم (۳/۳۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

حکم سنتے ہی کھڑا ہو گیا۔ اور چلنے لگا تو میں نے سنا کہ آپ میرے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ اس کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اس کی حفاظت کر۔ حضور ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف ڈر وہشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے آواز دے کر فرمایا دیکھو حذیفہ وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے پہچانتا نہ تھا۔ میں گیا تو وہاں یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی ہے کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھی وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی واللہ اس سے ایک بالشت بھر باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفایت کر دی ہے اور آپ کے دشمنوں کو مات دی۔ (1) اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ جب کبھی کوئی گھبراہٹ اور دقت کا وقت ہوتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ (2) جب میں نے حضور ﷺ کو خبر پہنچائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ شدت خوف اور سخت گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئی تھیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تھے اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آ جائیں گے عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو ہمیں کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے مسلمان تو یقین کرتے تھے کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الخ، لیکن منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت ﷺ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عین اس وقت گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور ﷺ اس وقت ہمیں بچاؤ کی کوئی دعا تلقین کریں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو ﴿اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا﴾ اللہ ہماری پردہ پوشی کر اللہ ہمارے خوف ڈر کو امن و امان سے بدل دے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ دعائیں بلند ہوئیں ادھر اللہ کا لشکر ہواؤں کی شکل میں آیا اور کافروں کا تیاپانچا کر دیا۔ (3) فالحمد للہ

---

(1) [حسن: بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۴۵۰)]

(2) [حسن: مسند احمد (۵/۳۸۸) ابوداود: کتاب الصلاة: باب وقت قیام النبی من اللیل (۱۳۱۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(3) [اسناده ضعیف: مسند احمد (۳/۳)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۰۹۹۶)] البتہ اس روایت میں موجود دعا دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

یہیں مومنوں کا امتحان کر لیا گیا اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے ○ اس وقت منافق اور کمزور دل والے کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکے فریب کے ہی وعدے کئے تھے ○ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینے والو! تمہارے ٹھہرنے کا یہ موقعہ نہیں چلو لوٹ چلو' ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں' دراصل وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے' لیکن ان کا تو پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا ہو چکا تھا ○

منافقوں کی حالت: اس گھبراہٹ اور پریشانی کا حال بیان ہو رہا ہے جو جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی تھی کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور کافی لشکر سے گھیرا ڈالے کھڑا ہے۔ اندرون شہر میں بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے یہودیوں نے دفعتہً صلح توڑ کر بے چینی پیدا کر دی ہے۔ مسلمان کھانے پینے تک سے تنگ ہو گئے ہیں۔ منافق کھلم کھلا الگ ہو گئے ہیں۔ ضعیف دل لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ بس اللہ کے اور رسول ﷺ کے وعدے دیکھ لئے۔ کچھ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے کان میں صور پھونک رہے ہیں کہ میاں پاگل ہوئے ہو؟ دیکھ نہیں رہے دو گھڑی میں نقشہ پلٹنے والا ہے۔ بھاگ چلو۔ لوٹو لوٹو واپس چلو۔ یثرب سے مراد مدینہ ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ جو دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان ہے پہلے تو میرا خیال ہوا تھا کہ یہ ہجر ہے لیکن نہیں وہ جگہ یثرب ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جگہ مدینہ ہے۔[1] البتہ یہ خیال رہے کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے جو مدینے کو یثرب کہے وہ استغفار کر لے۔ مدینہ تو طابہ ہے وہ طابہ ہے یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے۔[2] کہا گیا ہے کہ عمالیق میں سے جو شخص یہاں آ کر ٹھہرا تھا چونکہ اس کا نام یثرب بن عبیل بن مہلائیل بن عوض بن عملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح تھا اس لئے اس شہر کو بھی اسی کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بھی قول ہے کہ تورات شریف میں اس کے گیارہ نام آئے ہیں۔ مدینہ' طابہ' طیبہ' مسکینہ' جابرہ' محبہ' محبوبہ' قاصمہ' مجبورہ' عذراء' مرحومہ۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تورات میں یہ عبارت پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف سے فرمایا اے طیبہ

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوۃ فی الاسلام (۳۶۲۲) صحیح مسلم : کتاب الرؤیا : باب رؤیا النبی (۲۲۷۲)]

[2] [**ضعیف** : مسند احمد (۲۸۵/٤)] اس میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اے طابہ اور اے مسکینہ خزانوں میں مبتلا نہ ہو تمام بستیوں پر تیرا درجہ بلند ہوگا۔ کچھ لوگ تو اس موقعہ خندق پر کہنے لگے یہاں حضور ﷺ کے پاس ٹھہرنے کی جگہ نہیں اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ بنو حارثہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھروں میں چوری ہونے کا خطرہ ہے وہ خالی پڑے ہیں ہمیں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہئے۔ اوس بن قیظی نے بھی یہی کہا تھا کہ ہمارے گھروں میں دشمن کے گھس جانے کا اندیشہ ہے ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات بتلا دی کہ یہ تو ڈھونگ رچایا ہے حقیقت میں عذر کچھ بھی نہیں نامردی سے بھگوڑا پن دکھاتے ہیں۔ لڑائی سے جی چرا کر سرکنا چاہتے ہیں۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

اگر مدینے کے چوطرف سے ان پر لشکر داخل کئے جائیں پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو یہ ضرور برپا کر دیں گے اور کچھ ڈھیل بھی کریں گے تو یونہی سی ○ اس سے پہلے تو انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اللہ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس ضرور ہے ○ کہہ دے کہ گو تم موت سے یا خوف قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ مند کئے جاؤ گے ○ پوچھ تو کہ اگر اللہ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے یا تم سے روک سکے؟ اپنے لئے بجز اللہ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار ○

بلا عذر جہاد سے پیٹھ پھیرنا قابل مذمت: جو لوگ یہ عذر کر کے جہاد سے بھاگ رہے تھے کہ ہمارے گھر اکیلے پڑے ہیں جن کا بیان اوپر گزرا۔ ان کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر ان پر دشمن مدینے کے چاروں طرف سے اور ہر ہر رخ سے آ جائے پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کیا جائے تو یہ بے تامل کفر کو قبول کر لیں گے لیکن تھوڑے خوف اور خیالی دہشت کی بنا پر ایمان سے دست برداری کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہی تو ہیں جو اس سے پہلے لمبی لمبی ڈینگیں مارتے تھے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والے نہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ جو وعدے انہوں نے اللہ سے کئے تھے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ موت وفوت سے بھاگنا لڑائی سے منہ چھپانا میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔ حالانکہ دنیا تو آخرت جیسی باقی چیز کے مقابلے پر کل کی کل حقیر اور محض ناچیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بجز اللہ کے کوئی نہ دے سکے نہ دلا سکے نہ مددگاری کر سکے نہ حمایت پر آ سکے۔ اللہ اپنے ارادوں کو پورا کر کے ہی رہتا ہے۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِہِمْ ہَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّۃً عَلَیْکُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَہُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ تَدُوْرُ اَعْیُنُہُمْ کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَہَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ اَشِحَّۃً عَلَی الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰہُ اَعْمَالَہُمْ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ تم میں سے انہیں بخوبی جانتا ہے جو دوسروں کو روکتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ اور کبھی کبھی ہی لڑائی میں آ جاتے ہیں ○ تمہاری مدد میں پورے بخیل ہیں' پھر جب ڈر دہشت کا موقعہ آ جائے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف نظریں جما دیتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرف گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر موت کی غشی طاری ہو پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں مال کے بڑے ہی حریص ہیں۔ یہ ایمان لائے ہی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال نابود کر دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے ○

جہاد سے روکنے والے اللہ کے علم میں ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے محیط علم سے انہیں خوب جانتا ہے جو دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ اپنے ہم صحبتوں سے یار دوستوں سے کنبے قبیلے والوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اپنے گھروں کو اپنے آرام کو اپنی زمین کو اپنے بیوی بچوں کو نہ چھوڑو۔ خود بھی جہاد میں آتے نہیں یہ اور بات ہے کہ کسی کسی وقت منہ دکھا جائیں اور نام لکھا جائیں۔ یہ بڑے بخیل ہیں نہ ان سے تمہیں کوئی مدد پہنچے نہ ان کے دل میں تمہاری ہمدردی' نہ مال غنیمت میں تمہارے حصے پر یہ خوش۔ خوف کے وقت تو ان نامردوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں' آنکھیں چھاچھ پانی ہو جاتی ہیں' مایوسانہ نگاہوں سے تکنے لگتے ہیں۔ لیکن خوف دور ہوا کہ انہوں نے لمبی لمبی زبانیں نکال ڈالیں اور بڑھے چڑھے دعوے کرنے لگے اور شجاعت و مردمی کا دم بھرنے لگے۔ اور مال غنیمت پر بے طرح گرنے لگے۔ ہمیں دو ہمیں دو کا غل مچا دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھی ہیں۔ ہم نے جنگی خدمات انجام دی ہیں' ہمارا حصہ ہے۔ اور جنگ کے وقت صورتیں بھی نہیں دکھاتے بھاگتوں کے آگے اور لڑتوں کے پیچھے رہا کرتے ہیں دونوں عیب جس میں جمع ہوں اس جیسا بے خیر انسان اور کون ہوگا؟ امن کے وقت عیاری بدخلقی بدزبانی اور لڑائی کے وقت نامردی روباہ بازی اور زنانہ پن۔ لڑائی کے وقت حائضہ عورتوں کی طرح الگ اور یکسو اور مال لینے کے وقت گدھوں کی طرح ڈھینچو ڈھینچو۔ اللہ فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے دل شروع سے ہی ایمان سے خالی ہیں۔ اس لئے ان کے اعمال بھی اکارت ہیں۔ اللہ پر یہ آسان ہے۔

یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْہَبُوْا ۚ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّہُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِکُمْ ؕ وَلَوْ کَانُوْا فِیْکُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۸

سمجھتے ہیں کہ اب تک لشکر چلے نہیں گئے اور اگر فوجیں آ جائیں تو تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش کہ وہ جنگلوں میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے کہ تمہاری خبریں دریافت کیا کرتے۔ اگر وہ تم میں موجود ہوں تو بھی کیا؟ یونہی چھدا اتارنے کو ذراسی لڑائی کر لیں ○

ان کی بزدلی اور ڈرپوکی کا یہ عالم ہے کہ اب تک انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں ہوا کہ لشکر کفار لوٹ گیا اور خطرہ ہے کہ وہ پھر کہیں آ نہ پڑے۔ مشرکین کے لشکروں کو دیکھتے ہی چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کاش کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس شہر میں ہی نہ ہوتے بلکہ گنواروں کے ساتھ کسی اجاڑ گاؤں یا کسی دور دراز کے جنگل میں ہوتے کسی آتے جاتے سے پوچھ لیتے کہ کہو بھئی لڑائی کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اگر تمہارے ساتھ بھی ہوں تو بیکار ہیں۔ ان کے دل مردہ ہیں' نامردی کے گھن نے انہیں کھوکھلا کر رکھا ہے۔ یہ کیا لڑیں گے اور کونسی بہادری دکھائیں گے؟

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے آخری دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے ○ ایمانداروں نے جب کفار کے لشکر کو دیکھا بے ساختہ کہہ اٹھے کہ انہیں کا وعدہ ہمیں اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں یہ تو اپنے ایمان میں اور شیوہ فرمانبرداری میں اور بھی بڑھ گئے ○

رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ: یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اقوال' افعال' احوال' اقتدار' پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں جو صبر تحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور ﷺ نے قائم کی۔ مثلاً راہ اللہ کی تیاری میں شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزو اعظم بنا لیں اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ اللہ کے حبیب' احمد' مجتبیٰ ﷺ کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان کے اوصاف سے اپنے تئیں بھی موصوف کریں۔ اسی لئے قرآن کریم ان لوگوں کو جو اس وقت سٹ پٹا رہے تھے اور گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم نے میرے نبی ﷺ کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول (ﷺ) تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے تھا تمہیں صبر و استقلال کی نہ صرف تلقین تھی بلکہ ثابت قدمی استقلال اور اطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے تھا۔ تم جب کہ اللہ پر' قیامت پر ایمان رکھتے ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ قائم کرتے؟ پھر اللہ کی فوج کے سچے مومنوں کو حضور ﷺ کے سچے ساتھیوں کے

ایمان کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے جب ٹڈی دل لشکر کفار کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں ہی بول اٹھے کہ انہی پر فتح پانے کی خوشخبری ہمیں دی گئی ہے۔ ان ہی کی شکست کا ہم سے وعدہ ہوا ہے اور وعدہ بھی کس کا اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا۔ اور یہ ناممکن محض ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا وعدہ غلط ہو یقیناً ہمارے سر اس جنگ کی فتح کا سہرا ہو گا۔ ان کے اس کامل یقین اور سچے ایمان کو رب نے بھی دیکھ لیا اور دنیا اور آخرت میں انجام کی بہتری انہیں عطا فرمائی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ کے جس وعدہ کی طرف اس میں اشارہ ہے وہ آیت یہ ہے جو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ الخ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بغیر اس کے کہ تمہاری آزمائش ہو تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ تم سے اگلے لوگوں کی آزمائش بھی ہوئی انہیں بھی دکھ درد لڑائی بھڑائی میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ انہیں ہلایا گیا کہ ایماندار اور خود اللہ کے رسول کی زبان سے نکل گیا کہ اللہ کی مدد کو دیر کیوں لگ گئی؟ یاد رکھو رب کی مدد بہت ہی قریب ہے یعنی یہ تو صرف امتحان ہے ادھر تم نے ثابت قدمی دکھائی ادھر رب کی مدد آ گئی اللہ اور اس کا رسول سچا ہے فرماتا ہے کہ ان اصحاب پر رسول ﷺ کا ایمان اپنے مخالفین کی اس قدر زبردست جمعیت دیکھ کر اور بڑھ گیا۔ یہ اپنے ایمان میں اپنی تسلیم میں اور بڑھ گئے۔ یقین کامل ہو گیا فرمانبرداری اور بڑھ گئی۔ اس آیت میں دلیل ہے ایمان کی زیادتی ہونے پر۔ بہ نسبت اوروں کے ان کے ایمان کے قوی ہونے پر جمہور ائمہ کرام کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ہم نے بھی اس کی تقریر شرح بخاری کے شروع میں کر دی ہے۔ وللہ الحمد والمنه۔ پس فرماتا ہے کہ اس تنگی ترشی نے اس سختی اور تنگ حالی نے اس حال اور اس نقشہ نے ان کا جو ایمان اللہ پر تھا اسے اور بڑھا دیا اور جو تسلیم کی خوان میں تھی کہ اللہ و رسول کی باتیں مانا کرتے تھے اور ان پر عامل تھے اس اطاعت میں اور بڑھ گئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ
وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

مومنوں میں وہ جوانمرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ سے کئے تھے انہیں سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ○ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور اگر چاہے منافقوں کو سزا دے یا ان پر بھی مہربانی فرمائے اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے ○

اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرنے والے لوگ: منافقوں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ وقت سے پہلے تو جاں نثاری کے لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے لیکن وقت آنے پر پورے بزدل اور نامرد ثابت ہوئے سارے دعوے اور وعدے دھرے کے دھرے رہ گئے اور بجائے ثابت قدمی کے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ بعض نے تو جام شہادت نوش فرما لیا اور بعض اس کے انتظار میں

بے چین ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی تھی۔ آخر حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت ملی یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر کر دیا تھا وہ آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ﴾ الخ' ہے۔[1]

یہ آیت حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے[2] واقعہ یہ ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا انہیں سخت افسوس تھا کہ سب سے پہلی جنگ میں جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے میں شامل نہ ہو سکا اب جو جہاد کا موقعہ آئے گا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سچائی دکھا دوں گا اور یہ بھی کہ میں کیا کرتا ہوں؟ اس سے زیادہ کہتے ہوئے خوف کھایا۔ اب جنگ احد کا موقعہ جب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ واپس آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تعجب سے فرمایا کہ ابو عمرو کہاں جا رہے ہو؟ واللہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف جنت کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ کہتے ہیں آپ آگے بڑھے اور مشرکوں پر خوب تلوار چلائی۔ چونکہ مسلمان لوٹ گئے تھے یہ تنہا تھے ان کے بے پناہ حملوں نے کفار کے دانت کھٹے کر دیئے اور کفار لڑتے لڑتے ان کی طرف بڑھے اور چاروں طرف سے گھیر لیا اور شہید کر دیا۔ آپ کو اسی (۸۰) سے اوپر اوپر زخم آئے تھے کوئی نیزے کا کوئی تلوار کا کوئی تیر کا۔ شہادت کے بعد کوئی پہچان نہ سکا یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو پہچانا اور وہ بھی ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے دیکھ کر۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہی ایسے تھے جنہوں نے جو کہا تھا کر دکھایا۔[3]

اور روایت میں ہے کہ جب مسلمان بھاگے تو آپ نے فرمایا اے اللہ انہوں نے جو کیا میں اس سے اپنی معذوری ظاہر کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کیا اس سے میں بیزار ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ساتھ چلے بھی لیکن فرماتے ہیں جو وہ کر رہے تھے وہ میری طاقت سے باہر تھا۔[4] حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ابن ابی حاتم میں ہے کہ جنگ احد سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینے آئے تو منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء بیان کی اور مسلمانوں سے ہمدردی ظاہر کی جو شہید ہو گئے تھے ان کے درجوں کی خبر دی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ! جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب قول الله تعالى من المؤمنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه (۲۸۰۷)، (۲۷۸٤) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التوبه (۳۱۰٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينظر (٤۷۸۳)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب ثبوت الجنة للشهيد (۱۹۰۳) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الاحزاب (۳۲۰۰) مسند احمد (۱۹٤/۳)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب قول الله عزوجل من المؤمنين رجال صدقو ما عهدو الله عليه (۲۸۰۵) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الاحزاب (۳۲۰۱)]

وہ کون ہیں؟ اس وقت میں سامنے سے آ رہا تھا اور حضرمی سبز رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے پوچھنے والے یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ (۱) ان کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئے جب وہاں سے واپس آنے لگے دروازے سے باہر نکلے ہی تھے جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بلایا اور فرمایا آؤ مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمہارے والد طلحہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنا عہد اور نذر پوری کر دی۔ (۲) رب العالمین ان کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ بعض اس دن کے منتظر ہیں کہ پھر لڑائی ہو اور وہ اپنی کارگزاری اللہ کو دکھائیں اور جام شہادت نوش فرمائیں۔ پس بعض نے تو سچائی اور وفاداری ثابت کی ہے اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں انہوں نے نہ عہد بدلا نہ نذر کو پوری نہ کرنے کا کبھی انہیں خیال گزرا بلکہ وہ اپنے وعدے پر قائم ہیں وہ منافقوں کی طرح وقت پر بہانے بنانے والے نہیں۔ یہ خوف اور زلزلہ محض اس واسطے تھا کہ خبیث وطیب کی تمیز ہو جائے اور برے بھلے کا حال ہر ایک پر کھل جائے۔ کیونکہ اللہ تو عالم الغیب ہے اس کے نزدیک تو ظاہر و باطن برابر ہے جو نہیں ہوا اسے بھی وہ تو اسی طرح جانتا ہے جس طرح اسے جو ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی عادت ہے کہ جب تک مخلوق عمل نہ کرلے انہیں صرف اپنے علم کی بنا پر جزا سزا نہیں دیتا۔ جیسے اس کا فرمان ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ﴾ (۳) الخ ' ہم تمہیں خوب پرکھ کر مجاہدین اور صابرین کو تم میں سے ممتاز کر دیں گے پس وجود سے پہلے کا علم پھر وجود کے بعد کا علم دونوں اللہ کو ہیں اور اس کے بعد جزا سزا ہے جیسے فرمایا ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ (۴) الخ ' یعنی اللہ تعالیٰ جس حال پر تم ہو اسی پر مومنوں کو چھوڑ دے ایسا نہیں جب تک کہ وہ بھلے برے کی تمیز نہ کرلے نہ اللہ ایسا ہے کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور عہد شکن منافقوں کو سزا دے۔ یا انہیں توبہ کی توفیق دے کہ یہ اپنی روش بدل دیں اور سچے دل سے اللہ کی طرف جھک جائیں تو اللہ بھی ان پر مہربان ہو جائے اور ان کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کی خطائیں معاف فرمانے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ اس کی رأفت ورحمت غضب وغصے سے بڑھی ہوئی ہے۔

---

(۱) [حسن صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاحزاب (۳۲۰۳) مسند ابو یعلی (٦٦٣) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۳۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۱/۳)]

(۲) [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب ابی محمد طلحة بن عبیدالله (۳۷۲۰) ابن ماجه: مقدمه : باب فضل طلحة بن عبیدالله (۱۲٦) ابن ابی عاصم فی السنة (۱۳۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

(۳) [سورة محمد: آیت ۳۱]

(۴) [سورة ال عمران: آیت ۱۷۹]

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ
اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے ہی نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوئی اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کو کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا اور غالب ہے۔

اللہ ہی مومنوں کو کافی: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے طوفان باد و باراں بھیج کر اور اپنے نہ نظر آنے والے لشکر اتار کر کافروں کی کمر توڑ دی اور انہیں سخت مایوسی اور نامرادی کے ساتھ محاصرہ ہٹانا پڑا۔ بلکہ اگر رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت میں یہ نہ ہوتے تو یہ ہوائیں ان کے ساتھ وہی کرتیں جو عادیوں کے ساتھ اس بے برکت ہوا نے کیا تھا چونکہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ جب تک ان میں ہے اللہ انہیں عام عذاب نہیں کرے گا [1] لہٰذا انہیں صرف ان کی شرارت کا مزہ چکھا دیا۔ ان کے مجمع کو منتشر کر کے ان پر سے اپنا عذاب ہٹا لیا۔ چونکہ ان کا یہ اجتماع محض ہوائے نفسانی تھا اس لئے ہوا نے ہی انہیں پراگندہ کر دیا جو سوچ سمجھ کر آئے تھے سب خاک میں مل گیا کہاں کی غنیمت؟ کہاں کی فتح؟ جان کے لالے پڑ گئے۔ اور ہاتھ ملتے دانت پیستے پیچ و تاب کھاتے ذلت و رسوائی کے ساتھ نامرادی اور ناکامیابی سے واپس ہوئے۔ دنیا کا خسارہ الگ اور آخرت کا وبال الگ ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اپنے قصد کو عملی صورت بھی دے دے پھر وہ اس میں کامیاب نہ ہو گنہگار تو ہو ہی گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قتل اور آپ کے دین کو فنا کرنے کی آرزو پھر اہتمام پھر اقدام سب کچھ انہوں نے کر لیا۔ لیکن قدرت نے دونوں جہاں کا بوجھ ان پر لاد کر انہیں جلے دل سے واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مومنوں کی طرف سے ان کا مقابلہ کیا۔ نہ مسلمان ان سے لڑے نہ انہیں ہٹایا۔ بلکہ مسلمان اپنی جگہ پر رہے اور وہ بھاگتے رہے۔ اللہ نے اپنے لشکر کی لاج رکھ لی اور اپنے بندے کی مدد کی اور خود ہی کافی ہو گیا اسی لئے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کی عزت کی۔ تمام دشمنوں سے آپ ہی نمٹ لیا اور سب کو شکست دے دی۔ اس کے بعد اور کوئی بھی نہیں۔ [2] (بخاری مسلم)

حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقعہ پر جناب باری تعالیٰ سے جو دعا کی تھی وہ بھی بخاری مسلم میں مروی ہے آپ نے فرمایا ﴿اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ﴾ اے اللہ اے کتاب اتارنے والے جلد حساب لے لینے والے ان لشکروں کو شکست دے دے اور انہیں ہلا ڈال۔ [3] اس فرمان ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ یعنی اللہ نے مومنوں کی کفایت جنگ سے کر دی۔ اس میں ایک

---

[1] [سورة الانفال: آيت ٣٣]

[2] [**صحيح** :صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٤) صحيح مسلم : كتاب الذكر و الدعاء : باب التعوذ من شرما عمل ومن شر مالم يعمل (٢٧٢٤)]

[3] [**صحيح** :صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٥) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب استحباب الدعا بالنصر عند لقاء العدود (١٧٤٢)]

نہایت لطیف بات یہ ہے کہ نہ صرف اس جنگ سے ہی مسلمان چھوٹ گئے بلکہ آئندہ ہمیشہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے بچ گئے کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑیں۔ چنانچہ آپ تاریخ دیکھ لیں جنگ خندق کے بعد کافروں کی ہمت ہی نہیں پڑی کہ وہ مدینے پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جگہ خود چڑھائی کرتے۔ ان کے منحوس قدموں سے اللہ نے اپنے نبی کے مسکن و آرام گاہ کو محفوظ کر لیا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ بلکہ برخلاف اس کے مسلمان ان پر چڑھ چڑھ گئے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اللہ نے شرک و کفر ختم کر دیا۔ جب اس جنگ سے کافر لوٹے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی فرما دیا تھا کہ اس سال کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے [1] چنانچہ یوں ہی ہوا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ ہو گیا۔ اللہ کی قوت کا مقابلہ بندے کے بس کا نہیں۔ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اسی نے اپنی مدد و قوت سے ان کے بپھرے ہوئے اور بکھرے ہوئے لشکروں کو پسپا کیا۔ انہیں برائے نام بھی کوئی نفع نہ پہنچا۔ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو غالب کیا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے عبد و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع

جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کر لی تھی انہیں بھی اللہ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں بھی رعب بھر دیا۔ کہ تم ان کی ایک جماعت کو قتل کر رہے ہو اور ایک جماعت کو قیدی بنا رہے ہو○ اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا ان کے گھر بار کا ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تمہارے قدم ہی نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکنے پر قادر ہے○

یہود کی عہد شکنی و غداری: اتنا ہم پہلے لکھ چکے ہیں جب مشرکین و یہود کے لشکر مدینے پر آئے اور انہوں نے گھیرا ڈالا تو بنو قریظہ کے یہودی جو مدینے میں تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان ہو چکا تھا انہوں نے بھی عین موقعہ پر بے وفائی کی اور عہد توڑ کر آنکھیں دکھانے لگے ان کا سردار کعب بن اسد باتوں میں آ گیا اور حیی بن اخطب خبیث نے اسے بدعہدی پر آمادہ کر دیا پہلے تو یہ نہ مانا اور اپنے عہد پر قائم رہا حیی نے کہا کہ دیکھ تو سہی میں تو تجھے عزت کا تاج پہنانے آیا ہوں۔ قریش اور ان کے ساتھی غطفان اور ان کے ساتھی اور ہم سب ایک ساتھ ہیں۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ایک ایک مسلمان کا قیمہ نہ کر لیں یہاں سے نہیں ہٹنے کے کعب چونکہ جہاندیدہ شخص تھا اس نے جواب دیا کہ محض غلط ہے۔ یہ تمہارے بس کے نہیں تو ہمیں ذلت کا طوق پہنانے آیا ہے۔ تو بڑا منحوس شخص ہے میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھے اپنی مکاری کا شکار نہ بنا لیکن حیی پھر بھی نہ ٹلا اور اسے سمجھاتا بجھاتا رہا۔ آخر میں کہا سن اگر بالفرض قریش اور غطفان بھاگ بھی جائیں تو میں مع اپنی جماعت کے تیری گڑھی میں آ جاؤں گا اور جو کچھ تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا وہی میرا اور میری قوم کا حال ہوگا۔ بالآخر کعب پر حیی کا جادو چل گیا اور بنو قریظہ نے صلح توڑ دی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت صدمہ ہوا اور بہت ہی بھاری پڑا پھر جب اللہ تعالیٰ نے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (٤١١٠)]

اپنے غلاموں کی مدد کی اور حضور ﷺ مع اصحاب کے مظفر و منصور مدینے شریف کو واپس آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہتھیار کھول دیئے اور حضور ﷺ بھی ہتھیار اتار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لئے غسل کرنے کو بیٹھے ہی تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوئے آپ کے سر پر ریشمی عمامہ تھا خچر پر سوار تھے جس پر ریشمی گدی تھی۔ فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے کمر کھول لی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا لیکن فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کئے۔ میں کافروں کے تعاقب سے ابھی ابھی آ رہا ہوں۔ سنئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلئے اور ان کی پوری گوشمالی کیجئے۔ مجھے بھی اللہ کا حکم مل چکا ہے کہ میں انہیں تھرا دوں۔ حضور ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تیار ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم میں سے ہر ایک عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔ ظہر کے بعد یہ حکم ملا تھا بنو قریظہ کا قلعہ یہاں سے کئی میل پر تھا۔ نمازِ کا وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو راستہ ہی میں آ گیا تو بعض نے تو نماز ادا کر لی اور فرمایا حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت تیز چال چلیں۔ اور بعض نے کہا ہم وہاں پہنچے بغیر نماز نہیں پڑھیں گے جب آپ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے دونوں میں سے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ آپ نے مدینے پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیچھے ہی پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور جا کر ان کے قلعہ کو گھیر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ جب یہودیوں کا ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریظہ میں اور قبیلہ اوس میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق و یگانگت تھی ایک دوسرے کے حلیف تھے اس لئے ان یہویوں کو یہ خیال رہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمارا الحاظ اور پاس کریں گے جیسے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع کو چھڑوایا تھا ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا حضور ﷺ نے زخم پر داغ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا کہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کر لیا کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ اس میں شرکت کر سکوں اور اگر تو نے کوئی ایک لڑائی بھی ایسی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہاتا رہے لیکن اے میرے رب! جب تک میں بنو قریظہ قبیلے کی سرکشی کی سزا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر لوں تو میری موت کو موخر فرمانا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ یہ دعا کرتے ہیں ادھر یہودانِ بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضامندی کر کے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ آدمی بھیج کر آپ کو مدینے سے بلواتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کر لئے گئے اور سارا قبیلہ ان سے لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھیئے گا بنو قریظہ آپ کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے۔ وہ آپ کے حلیف ہیں۔ آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر رحم فرمایئے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے گا۔ دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں وغیرہ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ محض

خاموش تھے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا آخر آپ نے فرمایا وقت آ گیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں کے تو دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو آپ نے فرمایا لوگو! اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو عزت واکرام وقعت واحترام سے سواری سے اتارا یہ اس لئے تھا کہ اس وقت آپ حاکم کی حیثیت میں تھے ان کے فیصلے پورے ناطق ونافذ سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضامند ہو کر قلعے سے نکل آئے ہیں اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم کیجئے۔ آپ نے کہا کیا جو میں ان پر حکم کروں وہ پورا ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہوگی؟ آپ نے فرمایا یقیناً۔ پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم تھے۔ لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی اور عزت وعظمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے میں کہتا ہوں بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا اے سعد! تم نے ان کے بارے میں وہی حکم دیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر حکم کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے سچے مالک اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خندقیں کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں۔ یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے اور ان کی عورتیں نابالغ بچے اور مال لے لئے گئے۔ [1] ہم نے یہ کل واقعات اپنی کتاب السیر میں تفصیل سے لکھ دیئے ہیں۔ والحمد للہ۔ پس فرماتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کافروں کے لشکروں کی ہمت افزائی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرا دیئے۔ اس قوم قریظہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانے میں آ کر حجاز میں اسی طمع میں بسے تھے کہ نبی آخر الزمان کی پیش گوئی ہماری کتابوں میں ہے وہ چونکہ یہیں ہونے والے ہیں تو ہم سب سے پہلے آپ کی اتباع کی سعادت سے مسعود ہوں گے۔ لیکن ان ناخلفوں نے جب اللہ کے وہ نبی آئے ان کی تکذیب کی جس کی وجہ سے اللہ کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔ ﴿صَیَاصِی﴾ سے مراد قلعے ہیں اسی معنی کے لحاظ سے سینگوں کو بھی ﴿صَیَاصِی﴾ کہتے ہیں اس لئے کہ جانور کے سارے جسم کے اوپر اور سب سے بلند یہی ہوتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا انہوں نے ہی مشرکین کو بھڑکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرائی تھی۔ عالم جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینا چاہا تھا لیکن معاملہ برعکس ہو گیا پانسہ پلٹ گیا قوت کمزوری سے اور مراد نامرادی سے بدل گئی۔ نقشہ بگڑ گیا حمایتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ بے دست وپارہ

---

[1] [صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (٤١١٧) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٤٣)]

گئے۔عزت کی خواہش نے ذلت دکھائی مسلمانوں کے برباد کرنے اور پیس ڈالنے کی خواہش نے اپنے تئیں پسوا دیا۔ اور ابھی آخرت کی محرومی باقی ہے۔ کچھ قتل کر دیئے گئے باقی قید کر لئے گئے۔ عطیہ قرظی کا بیان ہے کہ میں جب حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو میرے بارے میں حضور ﷺ کو کچھ تردد ہوا۔ فرمایا اسے الگ لے جاؤ دیکھو اگر اس کے ناف کے نیچے بال ہوں تو قتل کر دو ورنہ قیدیوں میں بٹھا دو دیکھا تو میں بچہ ہی تھا زندہ چھوڑ دیا گیا۔ [1] ان کی زمین، گھر، ان کے مال کے مالک مسلمان بن گئے بلکہ اس زمین کے بھی جواب تک پڑی تھی اور جہاں مسلمانوں کے نشان قدم بھی نہ پڑے تھے یعنی خیبر کی زمین یا مکہ شریف کی زمین۔ یا فارس یا روم کی زمین اور ممکن ہے کہ یہ کل خطے مراد ہوں اللہ بڑی قدرتوں والا ہے۔

مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خندق والے دن میں لشکر کا کچھ حال معلوم کرنے نکلی۔ مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے بہت تیز آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی میں راستے سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئی دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حارث بن اوس تھے جن کے ہاتھ میں ان کی ڈھال تھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے لیکن بڑے لانبے چوڑے تھے زرہ پورے بدن پر نہیں آئی تھی ہاتھ کھلے تھے اشعار رجز پڑھتے ہوئے جھومتے جھامتے چلے جا رہے تھے میں یہاں سے اور آگے بڑھی اور ایک باغیچے میں چلی گئی وہاں کچھ مسلمان موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ایک اور صاحب جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا پس پھر کیا تھا؟ بڑے ہی بگڑے اور مجھ سے فرمانے لگے یہ دلیری؟ تم نہیں جانتیں لڑائی ہو رہی ہے؟ اللہ جانے کیا نتیجہ ہو؟ تم کیسے یہاں چلی آئیں وغیرہ وغیرہ۔ جو صاحب مغفر سے اپنا منہ چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر اپنے سر سے لوہے کا ٹوپ اتار دیکھا اب میں پہچان گئی کہ وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خاموش کیا کہ کیا ملامت شروع کر رکھی ہے نتیجے کا کیا ڈر ہے؟ کیوں تمہیں اتنی گھبراہٹ ہے؟ کوئی بھاگ کے جائے گا کہاں؟ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہا لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے اسی وقت آپ نے دعا کی اے اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ بنو قریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں نہ دیکھ لوں۔ اللہ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔ مشرکین کو ہواؤں نے بھگا دیا اور اللہ نے مومنوں کی کفایت کر دی۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تو بھاگ کر تہامہ میں چلے گئے عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد میں

---

[1] [صحیح :ابو داؤد : كتاب الحدود : باب في الغلام يصيب الحد (٤٤٠٤) ترمذی : كتاب السير : باب ما جاء في النزول على الحكم (١٥٨٤) ابن ماجه : كتاب الحدود : باب من لا يجب عليه الحد (٢٥٤١ـ ٢٥٤٢) نسائی : كتاب الطلاق : باب متى يقع طلاق الصبي (٣٤٣٠) مسند احمد (٣١٠/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

چلے گئے۔ بنو قریظہ اپنے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ میدان خالی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مدینے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں ہی چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے آپ کا چہرہ گرد آلود تھا فرمانے لگے آپ نے ہتھیار کھول دیئے؟ حالانکہ فرشتے ابھی تک ہتھیار بند ہیں۔ اٹھئے بنو قریظہ سے بھی فیصلہ کر لیجئے ان پر چڑھائی کیجئے حضور ﷺ نے فوراً ہتھیار لگا لئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی کوچ کی منادی کرا دی۔ بنو تمیم کے مکانات مسجد نبوی سے متصل ہی تھے راہ میں آپ نے ان سے پوچھا کیوں بھئی؟ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا کہ ہاں ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ حالانکہ تھے تو وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لیکن آپ کی داڑھی چہرہ وغیرہ بالکل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے ملتا جلتا تھا۔

آپ ﷺ نے جا کر بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک یہ محاصرہ رہا جب وہ گھبرائے اور تنگ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ قلعہ ہمیں سونپ دو اور تم اپنے آپ کو بھی ہمارے حوالے کر دو۔ رسول اللہ ﷺ تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ کر دیں گے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اس صورت میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا ہے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے اسے تو نامنظور کر دیا اور کہنے لگے ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں آپ کی فوج کو قبضہ دے دیتے ہیں ہمارے بارے کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ آپ نے اسے بھی منظور کر لیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا آپ تشریف لے آئے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کے درخت کی چھال کی گدی تھی آپ اس پر بمشکل سوار کرا دیئے گئے تھے آپ کی قوم آپ کو گھیرے ہوئے تھی اور سمجھا رہی تھی کہ دیکھو بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہمارے دوست ہیں۔ ہماری موت زیست کے شریک ہیں اور ان کے تعلقات جو ہم سے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ خاموشی سے سب کی باتیں سنتے جا رہے تھے جب ان کے محلے میں پہنچے تو ان کی طرف نظر ڈالی اور کہا وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ کروں۔

جب حضور ﷺ کے خیمے کے پاس ان کی سواری پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سید کے لئے اٹھو اور انہیں اتارو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اتارو۔ لوگوں نے مل جل کر انہیں سواری سے اتارا حضور ﷺ نے فرمایا سعد ان کے بارے میں جو حکم کرنا چاہو کر دو۔ آپ نے فرمایا ان کے بڑے قتل کر دیئے جائیں ان کے چھوٹے غلام بنائے جائیں ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔ آپ نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ تم نے اس حکم میں اللہ و رسول کی پوری موافقت کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر تیرے نبی ﷺ پر قریش کی کوئی اور چڑھائی بھی باقی ہو تو مجھے اس کی شمولیت کے لئے زندہ رکھ ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ اسی وقت زخم سے خون بہنے لگا حالانکہ وہ پورا بھر چکا تھا یونہی سا باقی تھا چنانچہ انہیں پھر واپس اسی خیمے میں پہنچا دیا گیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ خود حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی آئے سب رو رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز اور عمر رضی اللہ عنہ کی آواز میں پہچان بھی ہو رہی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی۔ فی الواقع

اصحاب رسول ﷺ ایسے ہی تھے جیسے اللہ نے فرمایا ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [1] آپس میں ایک دوسرے کی پوری محبت اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تھے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح رویا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کی آنکھیں کسی پر آنسو نہیں بہاتی تھیں ہاں غم ورنج کے موقعہ پر آپ داڑھی مبارک اپنی مٹھی میں لے لیتے تھے۔ [2]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد زندگانی دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں ○ اور اگر تمہاری مراد اللہ اور رسول اللہ اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں ○

ازواجِ مطہرات کو دین و دنیا میں سے ایک کے انتخاب کا حکم: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کی قبولیت کا اختیار دیں۔ اگر تم دنیا اور اس کی رونق پر مائل ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا ہوں اگر تم تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے اللہ کی خوشی رسول ﷺ کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو۔ اللہ تمہیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز کرے گا اللہ آپ کی تمام بیویوں سے جو ہماری مائیں ہیں خوش رہے سب نے اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور دار آخرت کو ہی پسند فرمایا جس پر رب راضی ہوا اور پھر آخرت کے ساتھ ہی دنیا کی مسرتیں بھی عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس آیت کے اترتے ہی اللہ کے نبی ﷺ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ یہ تو آپ جانتے ہی تھے کہ ناممکن ہے میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کرنے کا مشورہ دیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس میں ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے اللہ پسند ہے اس کے رسول پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ [3] آپ کی اور تمام بیویوں نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا [4] اور روایت میں ہے کہ تین دفعہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو اپنے ماں باپ سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔

---

[1] [سورة الفتح: آیت ۲۹]

[2] [**صحيح** :صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب مرجع النبي من الاحزاب و مخرجه الى بني قريظة (٤١٢٢) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب جوز القتل من نقض العهد (١٧٦٩)]

[3] [**صحيح** :صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب قوله يا ايها النبي قل لا زواجك ان كنتن (٤٧٨٥)]

[4] [**صحيح** :صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب قوله يا ايها النبي قل لا زواجك ان كنتن (٤٧٨٦)]

پھر جب حضور ﷺ نے میرا جواب سنا تو آپ ﷺ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ [1] پھر آپ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں تشریف لے گئے ان سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا ہے وہ کہتی تھیں یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ [2] فرماتی ہیں کہ اس اختیار کے بعد جب ہم نے آپ کو اختیار کیا تو یہ اختیار طلاق میں شمار نہیں ہوا۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ اندر تشریف فرما تھے اجازت ملی نہیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا گیا گئے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا دیکھو میں اللہ کے پیغمبر ﷺ کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس تھا نہیں جب زیادہ ضد کرنے لگی تو میں نے اٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لپکے اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور فرمانے لگے افسوس! تم رسول اللہ ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں۔ وہ تو کہئے خیر گزری جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک لیا ورنہ عجب نہیں دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں کہ اچھا قصور ہوا اب ہم حضور ﷺ کو ہرگز اس طرح تنگ نہیں کریں گی۔ اب یہ آیتیں اتریں اور دنیا اور آخرت کی پسندیدگی میں اختیار دیا گیا۔ سب سے پہلے آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے آخرت کو پسند کیا جیسے کہ تفصیل وار بیان گزر چکا ہے۔ ساتھ ہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی کسی بیوی سے یہ بھی نہ فرمایئے گا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے چھپانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں سکھانے والا آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھ سے تو جو دریافت کرے گی میں صاف صاف بتا دوں گا۔ [4] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دنیا یا آخرت کی ترجیح کا اختیار دیا گیا تھا [5] لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے اور یہ آیت کے ظاہری لفظوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی آیت کے آخر میں صاف موجود ہے کہ آؤ میں تمہارے حقوق ادا کر دوں اور تمہیں رہائی دے دوں اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ اگر آپ طلاق دے دیں تو پھر کسی کو ان سے نکاح

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤٦٤)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤٦٥)]

[3] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب الطلاق : باب من خیر ازواجه وقول الله تعالی قل لا زواجك ان کنتن (۵۲٦۲ـ ۵۲٦۳) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب بیان ان تخییره امرته لا یکون طلاقا (۱٤۷۷) ترمذی : کتاب الرضاع : باب ما جآء فی الخیار (۱۱۷۹) مسند احمد (۱۷۳/٦)]

[4] [**صحیح** :صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب بیان ان تخییره امرته لایکون طلاقا الا بالنیة (۱٤۷۸) مسند احمد (۳۲۸/۳)]

[5] [**ضعیف** :مسند احمد (۷۸/۱) کنز العمال (٤۸۱/۲) البدر المنیر (۸۰/۸) التلخیص الحبیر (٤٤۷/۳) المسند الجامع لأبی الفضل (۱۰۱٤۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۸۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

جائز ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے تاکہ اس طلاق سے وہ نتیجہ ملے یعنی دنیا طلبی اور دنیا کی زینت و رونق وہ انہیں حاصل ہو سکے۔ واللہ اعلم۔ جب یہ آیت اتری اور جب اس کا حکم حضور ﷺ نے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سنایا اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں۔ پانچ تو قریش سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ بنت حیی قبیلہ نضر رضی اللہ عنہن سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ تھیں۔ حضرت زینب بنت جحش اسدیہ تھیں۔ اور حضرت جویریہ بنت حارث جو مصطلقیہ تھیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بد اخلاقی کرے گی اسے دوہرا دوہرا عذاب کیا جائے گا اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل سی بات ہے ○

ازواج مطہرات معزز ترین خواتین: حضور ﷺ کی بیویوں نے یعنی مومنوں کی ماؤں نے جب اللہ کو اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے پہلے گھر کو پسند کر لیا اور حضور ﷺ کے گھر میں وہ ہمیشہ کے لئے مقرر ہو چکیں۔ تو اب جناب باری عزاسمہٗ اس آیت میں انہیں وعظ فرما رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اگر بالفرض تم سے کوئی بد اخلاقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہو گا چونکہ تمہارے بڑے رتبے ہیں تمہیں گناہوں سے بالکل دور رہنا چاہیے۔ ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی۔ اللہ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ فرمان بطور شرط کے ہے اور شرط کا ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے فرمان ہے ﴿لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [1] الخ اے نبی ﷺ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ﴿لَىِٕنْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [2] اگر یہ شرک کریں تو ان کی نیکیاں بیکار ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ [3] اگر رحمان کے اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے عابد ہوں۔ اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ﴾ [4] الخ یعنی اگر اللہ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا پسند فرما لیتا وہ پاک ہے وہ یکتا اور غالب ہے اور سب پر حکمران ہے۔ پس ان پانچوں آیتوں میں شرط کے ساتھ بیان ہے لیکن ایسا ہوا نہیں۔ نہ نبیوں سے شرک ہونا ممکن نہ سردار رسولاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ممکن۔ نہ اللہ کی اولاد۔ اسی طرح امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہو گی اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بد خلقی کی ہو۔ نعوذ باللہ۔

الحمد للہ اکیسواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [سورة الزمر: آيت ٦٥] [3] [سورة الانعام: آيت ٨٨]

[2] [سورة الزخرف: آيت ٨١] [4] [سورة الزمر: آيت ٤]

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے دوہرا اجر دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل وفضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے۔ اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی۔ اور حضور ﷺ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے۔ اسی کا نام وسیلہ ہے۔ یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرش اللہ ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

اے نبی کی بیویو! اگر تم پرہیزگاری کرو تو تم مثل معمولی عورتوں کے نہیں ہو تم نرم لہجے سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی خیال نہ کرنے لگے ہاں قاعدے کے مطابق کلام کیا کرو○ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کیا کرو نماز ادا کرتی رہو زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو تم سے وہ ہر قسم کی لغویات کو دور کر دے اور تمہیں خوب صاف کر دے○ تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو حدیثیں پڑھی جاتی ہیں یاد رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے○

خواتین کے لیے بہترین آداب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے۔ اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں۔ اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں پس فرمایا کہ تم میں سے جو پرہیزگاری کریں وہ بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انہیں طمع پیدا ہو۔ بلکہ بات اچھی اور مطابق بدستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آوازی سے باتیں کرنی منع ہیں۔ گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی

کلام کرسکتی ہیں۔ پھر فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہئے کہ سادگی سے جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ ①

ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ ② بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پاسکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہی وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ③ ترمذی وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ جب یہ گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ ④ یہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب کہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھڑی کی نماز گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ ⑤ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں جس سے گردن اور کانوں کے زیور دوسروں کو نظر آئیں یہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کی دو نسلیں آباد تھیں ایک تو پہاڑ پر دوسری نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے

---

① [حسن صحیح : مسند احمد (۲/۵۲۸) ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب ما جآء فی خروج النسآء الی المسجد (۵۶۵) دارمی (۱۲۸۲) ابن خزیمۃ (۱۶۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] اس کا ابتدائی حصہ صحیحین میں بھی موجود ہے، ملاحظہ فرمایئے: صحیح بخاری (۹۰۰) صحیح مسلم (۴۴۲)]

② [صحیح : مسند احمد (۲/۷۶) ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب ما جآء فی خروج النسآء الی المسجد (۵۶۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

③ [ضعیف : مسند بزار (۱۴۷۵) مسند ابو یعلی (۳۴۱۶) صحیح ابن حبان (۱/۱۹۹) ابن عدی فی الکامل (۳/۱۴۴) ابن الجوزی فی العلل (۱۰۴۱)] اس میں روح بن مسیب ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [صحیح : ترمذی : کتاب الرضاع (۱۱۷۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۳۱۰۹) ارواء الغلیل (۲۷۳)]

⑤ [صحیح : ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ : باب التشدید فی ذلک (۵۷۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو دود] البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا پھر اس نے بانسری کی وضع کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور پھر بھیڑ لگنے لگی۔ اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد و عورت جمع ہونے لگے اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا۔ اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زنا کاری کا عام رواج ہو گیا۔

یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے۔ ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں سے سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح سے اسے ادا کرتی رہو۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو۔ یعنی زکوۃ نکالتی رہو۔ ان خاص احکام کی بجاآوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کے دور کرنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔ آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے گو بعض کہتے کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی۔ اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصتاً نازل ہوئی ہے۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے۔ یہ آیت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اور نہیں۔ تو یہ تو ٹھیک ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا داخل ہی نہیں تو اس میں نظر ہے وہ اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے اے اہل بیت نماز کا وقت آ گیا ہے پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔

ابن جریر کی ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے اس میں ایک راوی ابو داؤد اعمیٰ نفیع بن حارث کذاب ہے یہ روایت ٹھیک نہیں۔ [2]

---

[1] [**ضعیف**: مستدرك حاكم (۳/۱۵۸) مسند احمد (۳/۲۵۹) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الاحزاب (۳۲۰۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۸۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف جدا** : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۹۱)] اس میں ابو داود نخعی ضعیف ہے۔]

مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا جب وہ لوگ گئے تو مجھ سے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔ تو فرمایا سن میں نے جو دیکھا ہے تجھے سناتا ہوں میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی ہیں دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تو اپنے سامنے بٹھا لیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ [1] دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل میں سے ہے۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے۔ [2] اور روایت میں ہے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جو حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال کر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں یا اللہ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر دے میں نے کہا میں بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا اپنے میاں کو اپنے دونوں بچوں کو بھی بلا لو۔ چنانچہ وہ بھی آ گئے اور کھانا شروع ہوا آپ اپنے بستر پر تھے خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی جو یہ آیت اتری پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر انہیں اوڑھا دی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔ [4] اس روایت کے راویوں میں عطا کے استاد کا نام

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۰۷/٤) ابن ابی شیبة فی المصنف (۵۰۱/۷) بیھقی فی السنن الکبری (۱۵۲/۲) مستدرک حاکم (۱٤۷/۳) مسند ابو یعلی (۷٤۸٦) طبرانی کبیر (۲٦۷۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱٦۹۸۸)]

[2] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۷،٦/۲۲) طبرانی کبیر (۱۳۷/۲٤) عبد الرزاق (۹۷۸۱)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۹۳)] اس کی سند میں کلثوم بن زید راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح: مسند احمد (۲۹۲/٦) نسائی فی السنن الکبری (٤٦۰۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲٦۵۰۸)]

نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا آیت تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے۔ آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا۔ تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی؟ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے انہیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے میں انہیں بھی نہ روک سکی۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھے ہوئے تھے اسی میں اب سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اتری جب کہ یہ چادر میں جمع ہو چکے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی؟ لیکن اللہ جانتا ہے آپ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا تو خیر کی طرف ہے۔ مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ میرے گھر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو خادم نے آ کر خبر دی کہ فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما آ گئے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ میرے اہل بیت آ گئے ہیں۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ آپ نے دونوں بچوں کو گودی میں لے لیا پیار کیا اور ایک ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن میں ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر اوڑھا کر فرمایا یا اللہ تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میری اہل بیت۔ میں نے کہا میں بھی؟ فرمایا ہاں تو بھی۔[1] اور روایت میں ہے کہ میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تو بھلائی کی طرف ہے اور نبی کی بیویوں میں سے ہے۔[2] اور روایت میں ہے میں نے کہا مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے۔ تو فرمایا تو میری اہل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی (مسلم وغیرہ)[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ان کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھی۔ پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا میں نے قریب جا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ کے اہل بیت سے ہوں آپ نے فرمایا دور رہو تم یقیناً خیر پر ہو۔ (ابن ابی حاتم) حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔[4] اور سند سے یہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہونا مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲۹۶/۶) طبرانی کبیر (۳۹۳/۲۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۵۳۲۹)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۰۴/۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۴۹۷)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل اهل بیت النبی (۲۴۲۴)]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۴۸۷)] اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری تو آپ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا یارب یہ میرے اہل اور میرے اہل بیت ہیں۔ (ابن جریر) ① صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت یزید بن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اور حصین بن سیرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حصین کہنے لگے اے زید! آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ جہاد کئے' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں غرض آپ نے بہت خیر وبرکت پالی اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ۔ آپ نے فرمایا بھتیجے اب میری عمر بڑی ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دور کا ہوگیا۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں۔ اب تو ایسا کرو جو باتیں میں از خود بیان کروں انہیں تو قبول کرلو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو۔ سنو مکے اور مدینے کے درمیان کی ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور وعظ وپند کے بعد فرمایا میں ایک انسان ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی تو کتاب اللہ جس میں ہدایت ونور ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو پھر تو آپ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اس کی طرف ہمیں خوب متوجہ فرمایا۔ پھر فرمایا اور میری اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا۔ تو حصین رحمہ اللہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کے اہل بیت ہیں ہی۔ لیکن آپ کی اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے؟ پوچھا وہ کون ہیں؟' فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ کہا ہاں۔ ② دوسری سند سے یہ بھی مروی ہی کہ میں نے پوچھا کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں قسم ہے اللہ کی بیوی کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصہ دراز سے ہو لیکن پھر اگر اسے طلاق دیدے تو وہ اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کی اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ ③ اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو لینا ٹھیک ہے۔ اور اس دوسری میں جو ہے اس سے مراد صرف حدیث میں جن اہل بیت کا ذکر ہے وہ ہے کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے جن پر صدقہ خوری حرام ہے یا یہ کہ مراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کی اور آل کے ہیں۔ یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہوجاتی ہے۔ اور قرآن اور پہلی احادیث میں بھی جمع ہوجاتی ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں کہ ان احادیث کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے۔ کیونکہ ان کی بعض اسنادوں میں نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۰۱)] اس میں بشیر بن مسمار قوی نہیں۔]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۲۴۰۸) نسائی فی السنن الکبری (۸۱۷۵) مسند احمد (۴/۳۶۶)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۲۴۰۸)]

عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور ﷺ کی بیویاں بلا شک وشبہ داخل ہیں اس لئے کہ اوپر سے کلام ہے ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ اللہ کی آیتیں اور رسول کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ پس اللہ کی آیات اور حکمت سے مراد بقول حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کتاب وسنت ہے پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں اللہ کی وحی اور رحمت الٰہی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور اولیٰ اور سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ کسی عورت کے بستر ے پر حضور ﷺ کی طرف وحی نہیں آتی بجز آپ کے بستر ے کے۔ [1] یہ اس لئے بھی کہ حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ ان کا بستر بجز رسول اللہ ﷺ کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلندی مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں۔ ہاں جب کہ آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتے دار بطور اولیٰ آپ کے اہل بیت ہیں۔ جیسے حدیث میں گزر چکا ہے کہ میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہو سکتی ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ [2] الخ' کہ یہ اتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں جیسے کہ صاف صاف احادیث میں موجود ہے۔ لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کون سی مسجد مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ [3] پس جو صفت مسجد قبا میں تھی وہ صفت چونکہ مسجد نبوی میں بھی ہے اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر گھونپ دیا جو آپ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے ممبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جس میں فرمایا اے عراقیو! ہمارے بارے میں اللہ کا خوف کیا کرو ہم تمہارے حاکم ہیں' تمہارے مہمان ہیں۔ ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ الخ' اتری ہے۔ اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شامی سے فرمایا تھا کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ بڑے لطف وکرم والا بڑے علم اور پوری خبر والا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو۔ اس لئے اس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔ پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر یہ ہوئے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب فضل عائشه (۳۷۷۵)]

[2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۰۸]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی هو مسجد النبی بالمدینة (۱۳۹۸)]

تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں کیا جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت پڑھی جاتی ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے اور اس کی حمد پڑھنی چاہئے کہ تم پر اللہ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ حکمت سے مراد سنت و حدیث ہے۔ اللہ انجام تک سے خبردار ہے۔ اس نے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی ﷺ کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کر لیا۔ پس دراصل یہ بھی اللہ کا تم پر احسان ہے جو لطیف و خبیر ہے ہر چیز کے جز و کل سے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والی عورتیں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے وسیع مغفرت اور بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ○

خواتین کے لیے خصوصی آیت: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنے سر کے بال سلجھا رہی تھی جو میں نے حضور ﷺ کی آواز ممبر پر سنی میں نے بالوں کو یونہی لپیٹ کر حجرے میں آ کر آپ کی باتیں سننے لگی تو آپ اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ نسائی وغیرہ۔[1] اور بہت سی روایتیں آپ سے مختصراً مروی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضور ﷺ سے یہ کہا تھا[2] اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے یہ کہا تھا۔[3] اسلام و ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے۔ اور ایمان اسلام سے مخصوص و ممتاز ہے ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا﴾ الخ' والی آیت[4] اور بخاری و مسلم کی حدیث کہ زانی زنا کے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۶/۳۰۵) نسائی فی التفسیر (۴۲۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۶۶۰۳)]

[2] [اسناده ضعيف : تفسير ابن جرير الطبری (۲۸۵۱۰)] اس کی سند میں قابوس راوی ضعیف ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جرير الطبری (۲۸۵۰۵)]

[4] [سورة الحجرات: آیت ۱۴]

وقت مومن نہیں ہوتا [1] پھر اس امر پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتداء میں اسے ثابت کر چکے ہیں (یاد رہے کہ ان میں فرق اس وقت ہے جب اسلام حقیقی نہ ہو جیسے کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب الایمان میں بدلائل کثیرہ ثابت کیا ہے واللہ اعلم' مترجم)

قنوت سے مراد سکون کے ساتھ اطاعت گزاری ہے جیسے ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ﴾ [2] الخ' میں ہے اور فرمان ہے ﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ﴾ [3] یعنی آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کی فرمانبردار ہے اور فرماتا ہے ﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ﴾ [4] الخ' اور فرماتا ہے ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ [5] یعنی اللہ کے سامنے باادب فرماں برداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو۔ پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں فرماں برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں کی سچائی اللہ کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں تو وہ بزرگ بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا' سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ سچا نجات پاتا ہے سچ ہی بولا کرو سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔ جھوٹ سے بچو' جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے [6] اور بھی اس کے بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صبر ثابت قدمی کا نتیجہ ہے۔ مصیبتوں پر صبر ہوتا ہے اس علم پر کہ تقدیر کا لکھا ٹلتا نہیں۔ سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے خواہ مخواہ ہی صبر آ جاتا ہے خشوع سے مراد تسکین و جمعی تواضع فروتنی اور عاجزی ہے۔ یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جب کہ دل میں اللہ کا خوف اور رب کو ہر وقت حاضر ناظر جانتا ہو۔ اور اس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہو جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجے پر وہ ضرور ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو انہیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ اللہ کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام بنے۔

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب المظالم : باب النهی بغیر اذن صاحبه (۲٤۷٥) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی (٥۷) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء لا یزنی الزانی وهو مومن (۲٦۲٥) ابو داؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه (٤٦۸۹) مسند احمد (۳۷٦/۲)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ۹]

[3] [سورۃ الروم: آیت ۲٦]

[4] [سورۃ آل عمران: آیت ٤۳]

[5] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۸]

[6] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب قول الله تعالی یاایها الذین امنوا تقو الله وکونوا مع الصدیقین (٦۰۹٤) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله (۲٦۰۷)]

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتی۔ (۱) اور حدیث میں ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (۲) اور بھی اس بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ یہ بدن کی زکوۃ ہے (۳) یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبی طور پر بھی ردی اخلاط کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے رکھا کر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے وہ ﴿وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ﴾ الخ' میں داخل ہوگیا۔ روزہ شہوت کو بھی جھکا دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ تو اپنا نکاح کر لے تاکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں اور پاک دامنی حاصل ہو جائے اور جسے اپنے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے۔ (۴) اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایسے مسلمان مرد و عورت حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔ اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ (۵) ذکر اللہ کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگا کر دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ) (۶)

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ وفضل المساجد (٦٦٠) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فضل اخفاء الصدقۃ (١٠٣١)]

(۲) [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی حرمۃ الصلوٰۃ (٢٦١٦) ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب کف اللسان فی الفتنۃ (٣٩٧٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

(۳) [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الصیام : باب فی الصوم زکوٰۃ الجسد (١٧٤٥)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الزوائد (٣٤/٢) ضعیف ابن ماجہ] اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزبۃ (١٩٠٥)، (٥٠٦٥) صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ (١٤٠٠) ترمذی : کتاب النکاح : باب ما جآء فی فضل التزویج والحث علیہ (١٠٨١) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب ما جآء فی فضل النکاح (١٨٤٥) نسائی : کتاب الصائم (٢٢٣٩)]

(۵) [سورۃ المومنون: آیت ٥-٧]

(۶) [صحیح : ابو داؤد : کتاب التطوع : باب قیام اللیل (١٣٠٩) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا : باب ما جآء فیمن ایقظ اھلہ من اللیل (١٣٣٥) مستدرک حاکم (٣١٦/١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفیان اور اعمش دونوں مدلس راوی ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ کی راہ میں مجاہد سے بھی؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا۔ [1] (مسند احمد)

مسند ہی میں ہے کہ حضور ﷺ مکے کے راستے جارہے تھے جمدان پر پہنچ کر فرمایا یہ جمدان ہے مفرد بن کر چلو۔ آگے بڑھنے والوں نے پوچھا مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے۔ پھر فرمایا اے اللہ! حج وعمرے میں اپنا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔ [2] آپ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذابوں سے نجات دینے والا کوئی عمل اللہ کے ذکر سے بڑا نہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں تمہیں سب سے بہتر سب سے پاک اور سب سے بلند درجے کا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے حق میں سونا چاندی اللہ کی راہ میں لٹانے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بھی افضل ہو جو تم کل دشمن سے ملو گے اور ان کی گردنیں مارو گے اور وہ تمہاری گردنیں ماریں گے۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ ضرور بتلایئے فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔ [3] مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا مجاہد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزے دار کی نسبت پوچھا یہی جواب ملا پھر نماز' زکوۃ' حج صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضور ﷺ نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا پھر اللہ کا ذکر کرنے والے تو بہت ہی بڑھ گئے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ [4] کثرت ذکر اللہ کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ الخ' کی تفسیر میں ہم ان احادیث کو بیان کریں گے ان شاء اللہ۔ پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ
اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۞

---

[1] [حسن : مسند احمد (۲/۱۱ ٤)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعا : باب الحث علی ذکر الله تعالی (۲٦۷٦)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٥/۲۳۹) مجمع الزوائد (۱٦۷٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۰۷۹)]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۳/٤۳۸) طبرانی کبیر (۲۰/۱۸٦)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس میں زبان بن فائد اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷۷/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کسی مسلمان مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا○

اللہ اور رسول کے حکم کے بعد کسی کو کوئی اختیار نہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا میں اس سے نکاح نہیں کروں گی آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری۔ اسے سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اس نکاح سے رضا مند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں میں اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔ میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا۔[1] اور روایت میں ہے کہ وجہ انکار یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے زیادہ شریف تھیں۔[2] حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابو معیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور ﷺ میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔ پھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا۔ غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا۔ اس سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضور ﷺ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا۔ اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا۔ اور فرما دیا گیا کہ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ نبی مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں پس آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔[3] مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیب رضی اللہ عنہ سے کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کر لوں۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام کو رد کیا اور اب جلیبیب سے نکاح کر دیں۔ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی بول پڑی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بات کو رد کرتے ہو؟ جب حضور ﷺ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہئے۔ اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بیچ میں رسول اللہ ﷺ ہیں اس نکاح سے انکار گویا حضور ﷺ کے پیغام اور خواہش کو رد کرنا ہے۔ یہ ٹھیک

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۳)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

② [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۶)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵۱۷)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

نہیں۔ چنانچہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضامند ہوں کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کر دیجئے چنانچہ نکاح ہو گیا۔ ایک مرتبہ اہل اسلام مدینہ والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہوں نے بھی بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا۔ تمام مدینے میں سے ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت خوش مذاق تھی۔ اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں۔ انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت سے نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم نہ کرلیں کہ حضور ﷺ ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے۔ پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے یک مشت ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ ان کی تلاش کرتے ہوئے ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھا کر قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا۔ اور کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورت کے لئے جنہوں نے حضور ﷺ کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا کی تھی اللہ! اپنی رحمتوں کی بارش برسا۔ اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما۔ تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی عورت کوئی نہ تھی۔ [2] انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور ﷺ کی بات کو رد نہ کرو اس وقت یہ آیت ﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ﴾ نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے پوچھا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے منع فرمایا اور اسی آیت کی تلاوت کی پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق نہ کسی اور بات کا۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [3] الخ، یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپس کے تمام

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱۳۶/۳) مسند عبد بن حمید فی المنتخب (۱۲۴۵) مسند الصحابة (۶۶/۲۰)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳۶۸/۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۳۹۳)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة (۲۴۷۲) مسند احمد (۴۲۲/۴)]

[3] [سورۃ النساء: آیت ۶۵]

اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فرمان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ کھلے دل سے تسلیم کر لیں۔ صحیح حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی اس نافرمانی کی برائی بیان فرمادی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [1] یعنی جو لوگ ارشاد نبی ﷺ کا خلاف کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی فتنہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب ہو۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو آباد رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار تھا کہ اس سے ڈرے۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دی تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنا جی ان سے بھر لیں۔ اللہ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مقام: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سے سمجھایا۔ ان پر اللہ کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعت رسول ﷺ کی توفیق دی۔ اور حضور ﷺ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انہیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ بڑی شان والے تھے اور حضور ﷺ کو بہت ہی پیارے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں سب مسلمان ((حِبُّ الرَّسُوْل)) کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے اسامہ کو بھی ((حب بن حب)) کہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جس لشکر میں انہیں حضور ﷺ بھیجتے تھے اس لشکر کا سردار انہیں کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بن جاتے۔ (احمد) [2] بزار میں ہے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا میرے پاس حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آئے اور مجھ سے کہا جاؤ حضور ﷺ سے ہمارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی آپ نے فرمایا جانتے ہو؟ وہ

---

[1] [سورۃ النور: آیت ۶۳]

[2] [**حسن**: مسند احمد (۲۲۷/۶) نسائی فی السنن الکبری (۸۱۸۲) مستدرك حاكم (۲۱۵/۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ذرا بتائیے تو آپ کو اپنی اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا)۔ انہوں نے کہا ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما جن پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ ① حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھو امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اسدیہ سے کرا دیا تھا۔ دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا' ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں۔ ایک سال یا کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہوگئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پاس آ کر شکایت شروع کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ توڑو اللہ سے ڈرو الخ۔ (ابن ابی حاتم)۔ اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے لیکن اس بھی میں بڑی غرابت ہے اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ ② ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی ﷺ کو خبر دیدی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ یہی بات تھی جسے آپ نے ظاہر نہ فرمایا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اگر اللہ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔ ③ ﴿وَطَرٌ﴾ کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زید رضی اللہ عنہ ان سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے بھی میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نبی ﷺ کے نکاح میں دے دیا۔ اس لئے ولی کے ایجاب وقبول سے مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔ مسند احمد میں ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گئے اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا ٹھہرو! میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرلوں۔ یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ چنانچہ

---

① [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب اسامۃ بن زید (۳۸۱۹) مستدرک حاکم (۳/۵۹۶)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاۃ (۶۱۶۸)] البتہ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ (۴۷۸۷) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۲۱۲) مسندا حمد (۳/۱۴۹)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معنی قول اللہ عزو جل ولقد راہ نزلۃ اخری (۱۷۷)]

اسی وقت حضور ﷺ بے اطلاع چلے آئے پھر ولیمے کی دعوت میں آپ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی لوگ کھا پی کر چلے گئے مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے حجرے کے پاس گئے۔ آپ انہیں ﴿سَلَامٌ عَلَيْكِ﴾ کرتے تھے اور وہ آپ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمایئے بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خبر دی یا آپ خبر دیئے گئے کہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا میں نے آپ کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے پردہ گرا دیا اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردے کی آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیحت کی گئی اور فرمایا گیا کہ نبی کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔ (مسلم وغیرہ) [1]

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت زینب اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کئے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔ [2] سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میرا نکاح آسمان سے اترا ان کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری براءت کی آیتیں آسمان سے اتریں جس کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا۔ ابن جریر میں ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ کہا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمارے سفیر تھے۔ [3] پھر فرماتا ہے ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے لئے جائز کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انہیں طلاق دے دی جائے کوئی حرج نہ رہے یعنی وہ اگر چاہیں ان سے نکاح کر سکیں۔ حضور ﷺ نے نبوت سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انہیں زید بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انہیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے انہیں اپنے نبی ﷺ کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ہٹا دی۔ جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر کیا ہے وہاں بھی یہی فرمایا کہ تمہارے اپنے صلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ تاکہ لے پالک لڑکوں کی لڑکیاں اس حکم سے خارج رہیں۔ کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے۔ یہ امر اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا اس کا ہونا حتمی، یقینی اور ضروری تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں داخل ہوں۔

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات ولیمة العرس (١٤٢٨۔ ٨٩) مسند احمد (١٩٥/٣)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب وکان عرشه علی الماء (٧٤٢٠)]

[3] [ضعیف ومرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٥٢٦)]

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ ۚ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۝

جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے حلال کی ہیں ان میں نبی پر کوئی حرج نہیں۔ یہی دستور الٰہی ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں ۝

منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح: فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنیٰ کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبی ﷺ پر کیا حرج ہے؟ اگلے نبیوں پر جو جو حکم اللہ نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے غرض منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس اللہ کے مقرر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

جو اللہ کے احکام پہنچاتے رہتے اور اس سے خوف کھاتے رہے اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈرے کافی ہے اللہ کفایت کرنے والا ۝ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے ۝

محمد ﷺ خاتم الانبیاء: ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے۔ کسی کی سطوت و شان سے مرعوب ہو کر پیغام اللہ کو پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کافی ہے۔ اسی منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ہر ایک امر میں سب کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں۔ خیال فرمایئے کہ مشرق و مغرب کے ہر اک بنی آدم کو حضور ﷺ نے اللہ کے دین کی تبلیغ کی اور جب تک اللہ کا دین چاردانگ عالم میں پھیل نہ گیا آپ مسلسل مشقت کے ساتھ اللہ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور ﷺ ساری دنیا کی طرف اللہ کے رسول بن کر آئے تھے۔ قرآن میں فرمان الٰہی ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں [1] سَلَامٌ عَلَيْهِ۔ پھر آپ ﷺ کے بعد منصب تبلیغ آپ کی امت کو ملا۔ ان میں سب کے سردار آپ کے صحابہ ہیں۔ رضوان اللہ علیہم۔ جو کچھ انہوں نے حضور ﷺ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا۔ تمام اقوال و افعال و احوال دن اور رات

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸]

کے سفر وحضر کے ظاہر و پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے۔ اللہ ان پر اپنی رضا مندی نازل فرمائے۔ پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے پہلے والوں کے وارث بنے اور اللہ کا دین ان سے پھیلتا رہا۔ اور قرآن وحدیث لوگوں تک پہنچتے رہے۔ ہدایت والے ان کی اقتداء سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے ان کے مسلک پر چلتے رہے۔ اللہ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے۔

مسند احمد میں ہے تم میں سے کوئی اپنا آپ ذلیل نہ کرے۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ وہ کیسے؟ فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش ہو رہے۔ قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضور ﷺ کا صاحبزادہ کہا جائے۔ لوگ جو زید بن محمد ﷺ کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور ﷺ زید رضی اللہ عنہ کے والد نہیں یہی ہوا بھی کہ حضور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم، طیب، اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کے ہاں ہوئے لیکن تینوں بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی دودھ پلانے کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار تھیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ان میں سے تین تو آپ کی زندگی میں ہی رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا۔

پھر فرماتا ہے بلکہ آپ اللہ کے رسول ﷺ اور خاتم الانبیاء ہیں جیسے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔ [2] یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی رسول آپ کے بعد نہیں آئے گا رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے۔ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ متواتر احادیث سے بھی حضور ﷺ کا ختم الانبیاء ہونا ثابت ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ پر کر لی جاتی۔ پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ [3] امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

---

[1] [**صحیح**: ابن ماجه : كتاب الفتن : باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر (٤٠٠٨) مسنداحمد (٣/٣٠)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الزوائد ، صحيح ابن ماجه]

[2] [سورة الانعام: آیت ١٢٤]

[3] [**صحیح** : مسند احمد (١٣٧/٥) ترمذی : كتاب المناقب : باب في فضل النبي (٣٦١٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی (٢٨٥٨) فقه السيرة (١٤١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٢٤٤)]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں رسالت اور نبوت ختم ہوگئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا لیکن خوش خبریاں دینے والے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا خوشخبریاں دینے والے کیا ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ (۱) یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح غریب کہتے ہیں۔

محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ میں اس اینٹ کی جگہ ہوں مجھ سے انبیاء علیہم السلام ختم کئے گئے ہیں۔ (۲) اسے بخاری و مسلم اور ترمذی بھی لائے ہیں۔ مسند کی اس حدیث کی ایک سند میں ہے کہ میں آیا اور میں نے اس خالی اینٹ کی جگہ پر کردی۔ (۳) مسند احمد میں ہے میرے بعد نبوت نہیں مگر خوشخبری والے۔ پوچھا گیا یا رسول ﷺ! اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا اچھے خواب یا فرمایا نیک خواب۔ (۴) عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی؟ پس میں وہ اینٹ ہوں۔ (۵) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔ (۱) مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ (۲) صرف رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳) میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔ (۴) میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنا دی گئی۔ (۵) میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۶) اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ (۶) صحیح مسلم وغیرہ میں محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی۔ مسند میں ہے میں اللہ کے نزدیک نبیوں کا

---

(۱) [**صحیح** : مسند احمد (۳/۲٦۷) ترمذی : کتاب الرؤیا : باب ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات (۲۲۷۲)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب خاتم النبیین (۳۵۳٤) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر کونہ خاتم النبیین (۲۲۸۷)]

(۳) [**صحیح** : صحیح مسلم کتاب الفضائل : باب ذکر کونہ خاتم النبیین (۲۲۸٦) مسند احمد (۳/۹)]

(٤) [**صحیح** : مسند احمد (٥/٤٥٤)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۷/۱۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۷۹٥)]

(٥) [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب خاتم النبیین (۳٥۳٥) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب ذکر کونہ خاتم النبیین (۲۲۸٦) مسند احمد (۲/۳۱۲)]

(٦) [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ : باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ (٥۲۳) ابن ماجہ : کتاب الطھارۃ : ابو اب التیمم (٥٦۷) ترمذی : کتاب ابواب السیر : باب ما جآء فی الغنیمة (۱٥٥۳) مسند احمد (۲/٤۱۱)]

ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ ①

اور حدیث میں ہے میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں کے تلے ہوگا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری و مسلم) ② حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک روز حضور ﷺ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں اُمی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں جو نہایت جامع اور پورے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں؟۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے۔ جب تک میں تم میں ہوں میری سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو مضبوط تھام لو اس کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھو۔ ③ (مسند امام احمد)

اس کے بارے میں اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے عظیم رسول ﷺ کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء بنایا اور یکسوئی والا' آسان' سچا اور سہل دین آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمۃ للعالمین نے اپنی متواتر احادیث میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا مفتری' دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی بے رنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انہیں جیسے یہ تھے سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہوگئی۔ یہی حال ہوگا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا پس یہ بھی اللہ کی نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعوے داروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور برائی سے روکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا کوئی مقصد ہوتا ہے ان پر بہت زور دیتے

---

① [صحیح : مسند احمد (۱۲۷/۴) صحیح ابن حبان (۶۴۰۴) مستدرک حاکم (۶۰۰/۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۱۶۳)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

② [صحیح : صحیح بخاری : كتاب المناقب : باب ما جآء فی اسماء رسول الله (۳۵۳۲) و كتاب التفسير (۴۸۹۶) صحیح مسلم : كتاب الفضائل : باب في اسمائه (۲۳۵۴) ترمذی : كتاب الادب : باب ما جآء في اسماء النبي (۲۸۴۰) مسند احمد (۸۰/۴)]

③ [ضعیف : مسند احمد (۱۷۲/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۶۹۸۱)] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں۔ان کے اقوال ان کے افعال افترا اور فجور والے ہوتے ہیں۔جیسے فرمان باری ہے ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ [1] الخ' یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز گنہگار کے پاس الخ۔ سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ نہایت نیکی والے' بہت سچے' ہدایت والے' استقامت والے' قول وفعل کے اچھے' نیکیوں کا حکم دینے والے' برائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ساتھ ہی اللہ کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے۔معجزوں سے اور خارق عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔اور اس قدر ظاہر واضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ قلب سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے تمام سچے نبیوں پر قیامت تک درود وسلام نازل فرماتا رہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرتے رہا کرو○ اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو○ وہ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں وہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے○ جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے○

صبح وشام اذکار کی ترغیب: بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بکثرت ذکر کرنا چاہئے۔اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر وثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہتر عمل اور بہت ہی زیادہ پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔(ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ) [2] یہ حدیث پہلے ﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ﴾ [3] کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔
﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أُعْظِمُ شُكْرَكَ وَأَتَّبِعُ نَصِيحَتَكَ وَأُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَأَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ﴾ یعنی اے اللہ! تو مجھے بہت بڑا شکر گزار' فرماں بردار' بکثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا

---

[1] [سورة الشعراء: آيت ٢٢١-٢٢٢]

[2] [**صحيح**: مسند احمد (٦/٤٤٦) مستدرك حاكم (١/٤٩٦) ترمذي : كتاب الدعوات (٣٣٧٧) ابن ماجه : كتاب الادب : باب فضل الذكر (٣٧٩٠)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورة الاحزاب: آيت ٣٥]

بتا دے۔[1] (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول مقبول ﷺ کے پاس آئے۔ ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو لمبی عمر پائے اور نیک اعمال کرے۔ دوسرے نے پوچھا حضور ﷺ احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتا دیجئے کہ اس سے چمٹ جاؤں۔ آپ نے فرمایا ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ۔ (ترمذی)[2] فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں۔ (مسند احمد)[3] فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔[4] (طبرانی)

فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت وافسوس کا باعث بنے گی۔[5] (مسند) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر فرض کام کی کوئی حد ہے۔ پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے۔ ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، رات کو، دن کو، خشکی میں، تری میں، سفر میں، حضر میں، غنا میں، فقر میں، صحت میں، بیماری میں، پوشیدگی میں، ظاہر میں غرض ہر حال میں ذکر اللہ کرنا چاہئے۔ صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرنی چاہئے۔ تم جب یہ کرو گے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث و آثار ہیں۔ اس آیت میں بھی بکثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے۔ بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے امام نسائی، امام معمری رحمہم اللہ وغیرہ۔

ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمہ اللہ کی ہے، صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔ جیسے فرمایا ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾[6] الخ، اللہ کے لئے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۲۱۱) ترمذی : کتاب الدعوات : باب من ادعیۃ النبی (۳۶۰۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں فرج بن فضالہ ضعیف اور ابوسعید مجہول ہے۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۱/۴۹۵) ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما جاء فی فضل الذکر (۳۳۷۵) ابن ماجہ : کتاب الادب : باب فضل الذکر (۳۷۹۳) مستدرک حاکم (۱/۴۹۵)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۳/۶۸) مسند ابویعلی (۱۳۷۶) مستدرک حاکم (۱/۴۹۹) ابن عدی فی الکامل (۳/۱۱۳) صحیح ابن حبان (۸۱۷)] اس کی سند میں دراج راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلۃ الضعیفۃ (۵۱۷)]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۲۷۸۶) ابو نعیم فی الحلیۃ (۳/۸۰)] اس کی سند میں حسن بن ابی جعفر راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۷۶)]

[5] [صحیح : مسند احمد (۲/۲۲۴)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۷۰۹۳)]

[6] [سورۃ الروم: آیت ۱۷-۱۸]

پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔ اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت' پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہاری یاد رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ﴾ ① الخ' جس طرح ہم نے تم میں خود تم ہی میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ ②

صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اور قول میں ہے مراد اس سے رحمت ہے۔ اور دونوں قولوں کا انجام ایک ہی ہے۔ فرشتوں کی صلوٰۃ ان کی دعا اور استغفار ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ﴾ ③ الخ' عرش اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں' اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت و علم سے گھیر لیا ہے۔ اے اللہ! تو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں۔ انہیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے۔ انہیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انہیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں میں سے نیک ہوں' انہیں برائیوں سے بچا لے۔ وہ اللہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرما کر اپنے فرشتوں کی دعا کو تمہارے حق میں قبول فرما کر تمہیں جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نکال کر ہدایت و یقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مومنوں پر رحیم و کریم ہے۔ دنیا میں حق کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچا لے گا۔ فرشتے آ آ کر انہیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو۔ کیونکہ ان فرشتوں کے دل مومنوں کی محبت و الفت سے پر ہیں۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا اس کی ماں نے ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ' میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچے کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا رسول اللہ ﷺ! خیال تو فرمائیے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضور ﷺ ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے قسم اللہ کی! اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو

---

① [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۱۔۱۵۲]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی ویحذرکم اللہ (۷۴۰۵) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعا : باب الحث علی ذکر اللہ تعالی (۲۶۷۵) مسند احمد (۲/۲۵۱)]

③ [سورۃ غافر: آیت ۷۔۹]

آگ میں نہیں ڈالے گا۔ (مسند احمد)[1]

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا اور اپنے کلیجے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی آپ نے فرمایا بتاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہرگز نہیں آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے[2] اللہ کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہوگا جیسے فرمایا ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾[3] قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا۔ اس کی تائید بھی آیت ﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا﴾ الخ' سے ہوتی ہے[4] اللہ نے ان کے لئے اجر کریم یعنی جنت مع اس کی نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے۔ جن میں سے ہر نعمت کھانا' پینا' پہننا' اوڑھنا' عورتیں' لذتیں' منظر وغیرہ ایسی ہیں کہ آج تو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آ سکتیں۔ چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سننے میں آئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ
الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اے نبی یقیناً ہم نے ہی تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گواہیاں دینے والا خوشخبریاں سنانے والا آگاہ کرنے والا۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ ○ تو مومنوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مان اور جو ایذا ان کی طرف سے پہنچے اس کا خیال بھی نہ کر اللہ پر بھروسہ کئے رہ کافی ہے اللہ کام بنانے والا ○

تورات میں نبی ﷺ کی صفات: عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ حضور ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی میں کے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا' ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا اور معاف فرماتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳/۱۰۴) مسند ابو یعلی (۳۷۴۷) مستدرک حاکم (۴/۱۷۷)] امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۲۱۲)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۰۱۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الادب : باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته (۵۹۹۹) صحيح مسلم : كتاب التوبه : باب فى سعة رحمة الله تعالى وانها تغلب غضبه (۲۷۵۴)]

[3] سورة يسين : آيت ۵۸] [4] [سورة يونس: آيت ۱۰]

قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں۔اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔(بخاری)[1]

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا میں امیوں میں سے ایک نبی اُمی کو بھیجنے والا ہوں جو نہ بدخلق ہے نہ بدگو۔نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا۔اس قدر سکون وامن کا حامل ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی چاپ نہ معلوم ہو۔میں اسے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا جو حق گو ہوگا اور میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کر دوں گا۔اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا اور ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا۔دل جمعی اس کا لباس ہوگی۔نیکی اس کا وطیرہ ہوگا۔تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا۔حکمت اس کی گویائی ہوگی۔صدق ووفا اس کی عادت ہوگی۔عفو ودرگزر اس کا خلق ہوگا حق اس کی شریعت ہوگی۔عدل اس کی سیرت ہوگی۔ہدایت اس کی امام ہوگی۔اسلام اس کا دین ہوگا۔احمد اس کا نام ہوگا۔گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا۔جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا۔تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا۔انجانوں کو معروف ومشہور کر دوں گا۔قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے' فقیری کو امیری سے' فرقت کو الفت سے' اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا۔مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا۔جداگانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا۔دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا۔تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ اور افضل بنا دوں گا۔وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ہر ایک کو نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔وہ موحد ہوں گے مومن ہوں گے اخلاص والے ہوں گے رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے' بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح حمد وثنا بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے دشمنان اللہ سے صفیں باندھ کر جہاد کریں گے ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضا مندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے۔میری راہ میں قربانیاں دیں گے۔میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے۔میں اس نبی کی اہل بیت اور اولاد سے سبقت کرنے والے صدیق' شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا۔اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی۔اور حق کے ساتھ عدل وانصاف

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب انا ارسلنك شاهدا و مبشرا و نذیرا (٤٨٣٨) ، (٢١٢٥) مسند احمد (٢/١٧٤)]

کرے گی۔ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا۔ اوران کو بلانے والوں کی مدد کروں گا۔ان کے مخالفین اوران کے باغی اوران کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبی کے وارث کردوں گا۔ جواپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے۔ نیکیوں کی باتیں بتائیں گے برائیوں سے روکیں گے۔ نماز ادا کریں گے' زکوۃ دیں گے' وعدے پورے کریں گے۔اس خیر کوان کے ہاتھوں پوری کروں گا۔ جو ان سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہے میرا فضل میں جسے چاہوں دوں۔اور میں بہت بڑے فضل وکرم کا مالک ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے آپ حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جاؤ خوشخبریاں دینا نفرت نہ دلانا۔آسانی کرنا سختی نہ کرنا دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔[1]

طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی! ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبریاں دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے۔[2] پس آپ اللہ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں گواہ ہیں۔اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔جیسے ارشاد ہے ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾[3] یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول گواہ ہیں۔[4] آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔اور چونکہ اللہ کا حکم ہے اس کی بجا آوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے' اے نبی! کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اوران سے درگزر کرو۔ یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ پر پورا بھروسہ کرو وہ کافی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو' تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دے دینا چاہئے اور بھلے طریق سے انہیں رخصت کر دینا چاہئے ○

ہم بستری سے پہلے طلاق کی کوئی عدت نہیں: اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب وقبول کے لئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۱۸۴۱)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن عرزمی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مجمع الزوائد (۹۲/۷)]

[3] [سورۃ النسآء: آیت ۴۱] [4] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۴۳]

دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اس کا اطلاق عقد و وطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد ﷫ اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور ابوحنیفہ ﷫ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ پھر امام مالک اور ابو حنیفہ ﷫ میں اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں گا اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہ ؒ تو کہتے ہیں کہ جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک ؒ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے۔ پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔

مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں۔ [1] اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں۔ (ابن ماجہ) [2] پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں ان کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو اس سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو آدھا دینا پڑے گا ورنہ تھوڑا بہت دے دینا ہی کافی ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ [3]

---

[1] [حسن: ابو داؤد : كتاب الطلاق : باب فى الطلاق قبل النكاح (۲۱۹۰) نسائی : کتاب البیوع : باب بيع ما ليس عند البائع (٤٦٢٦) ابن ماجه : كتاب الطلاق : باب لا طلاق قبل النكاح (۲۰٤٧) ترمذی : كتاب الطلاق : باب ما جاء ان طلاق الامة تطليقتان (۱۱۸۲) مسند احمد (۱۸۹/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح ابو داود، صحيح ترمذی]

[2] [حسن صحيح : ابن ماجه : كتاب الطلاق : باب لا طلاق قبل النكاح (۲۰٤۸)] حافظ بوصیری ؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔[الزوائد (۱۳۲/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه]

[3] [سورۃ البقرۃ: آیت ۲۳۷]

یعنی اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ [1] الخ، یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو۔ اپنی اپنی طاقت کے مطابق' امیر وغریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کر دے' بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے۔ چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور ﷺ کے ساتھ بھی گزرا۔ کہ آپ نے امیمہ بنت شرجیل سے نکاح کیا یہ رخصت ہو کر آ گئیں آپ گئے ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے ناپسند کیا آپ نے حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انہیں دے دیں۔ [2] پس ''سراح جمیل'' یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دے دے۔ اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ کچھ سلوک کر دے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾﴾

اے نبی! ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں۔ جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے یہ اس صورت میں کہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ خاص طور پر صرف تیرے لئے ہی ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں احکام مقرر کر رکھے ہیں یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو اللہ تعالیٰ بہت بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○

جنہیں حق مہر دیا گیا ہے وہ تمام آپ کے لیے حلال: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر ادا کیا ہے وہ سب آپ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے تھے۔ ہاں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا مہر حضرت نجاشی رحمہ اللہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا۔ اور اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا مہر صرف

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۳۶]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الطلاق : باب من طلق وھل یواجه الرجل امراته بالطلاق (۵۲۵۶)]

ان کی آزادی تھی۔ خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔ اور حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہا نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت قیس بن ثابت بن شماس رضی اللہ عنہ کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضے میں آئیں وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔ صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما کے آپ مالک ہو گئے تھے پھر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون نصریہ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو فرزند بھی ہوا۔ جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا۔ چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا اس لئے اس عدل وانصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو۔ ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔ پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا۔ اور چچا کی لڑکی، پھوپھی کی لڑکی، ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ "عم اور خال" چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خلات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے۔ جیسے ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ (1) اور جیسے ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾ (2) یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اجالے کا ذکر تھا اور اجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے اس لئے وہ لفظ ظلمات جمع لائے۔ اور لفظ نور مفرد لائے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور ﷺ کا مانگا آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی جسے آپ نے تسلیم کر لیا۔ اور یہ آیت اتری میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی (3) مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں اس سے مراد اسلام لانا بھی مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَالّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ ہے۔ پھر فرمایا اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبی کے لئے ہبہ کر دے۔ اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں۔ تو بے مہر دیئے اسے نکاح میں لا سکتے ہیں۔ پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے جیسے آیت ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ

---

(1) [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۷] (2) [سورۃ الانعام: آیت ۱]

(3) [ضعیف جدا: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الاحزاب (۳۲۱٤) بیهقی فی السنن الکبری (۵٤/۷) مستدرك حاکم (۲/۲۰٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۵٤٦)] شیخ البانیؒ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ [1] میں۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تمہیں اس نصیحت سے مفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ [2] یعنی اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اور اگر تم مسلمان ہو گئے ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرائط ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرائط ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا دوسرے آپ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہیں۔ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ جو انہیں مہر میں دیں؟ جواب دیا کہ اس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اگر تم انہیں دے دو گے تو خود تہبند کے بغیر رہ جاؤ گے کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انہوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا بس تو انہی سورتوں پر میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی صاحبزادی بھی سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی۔ تو آپ نے فرمایا تم سے وہ بہتر نہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیں اور آپ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں۔ (بخاری) [4] مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت سی تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضور ﷺ میری مراد یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ آپ نے قبول فرمالیا وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ کہا حضور ﷺ نہ وہ کبھی بیمار پڑیں نہ سر میں درد ہوا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ [5] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا تھیں۔ [6] اور روایت میں ہے یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھیں۔ [7] اور روایت

---

[1] [سورة هود: آيت ٣٤]   [2] [سورة يونس: آيت ٨٤]

[3] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب الوكالة : باب وكالة المراة الامام فی النكاح (٢٣١٠)، (٥١٣٥) ترمذی : كتاب النكاح (١١١٤) نسائی : كتاب النكاح : باب هبة المراة نفسها رجل بغير صداق (٣٣٥٩) ابو داؤد : كتاب النكاح : باب فی التزويج علی العمل يعمل (٢١١١) مسند احمد (٣٣٦/٥)]

[4] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب النكاح : باب عرض المرأة علی الرجل الصالح (٥١٢٠)]

[5] [ضعيف :مسند احمد (١٥٥/٣) مسند ابو يعلی (٤٢٣٤) مجمع الزوائد (٢٩٤/٢)] اس کی سند میں سنان بن ربیعہ راوی اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔]

[6] [بيهقی فی السنن الكبری (٥٥/٧)]   [7] [تفسير ابن جرير الطبری (٢٣/٢٢)]

میں ہے یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں۔[1] ممکن ہے ام سلیم ہی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قریشی تھیں۔ خدیجہ' عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلہ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی۔ اور ایک عورت بنو ابی بکر بن کلاب سے۔ یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور ایک عورت اسدیہ جن کا نام زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہے۔ دو کنیزیں تھیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا تھیں۔ لیکن اس میں انقطاع ہے۔ اور یہ روایت مرسل ہے۔ یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی یہ زینب بنت خزیمہ تھیں۔ قبیلہ انصار میں سے تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں۔ واللہ اعلم

مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنہوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں جب یہ آیت اتری کہ ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ الخ' تو ان میں سے جسے چاہے اسے نہ کر اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے انہیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو میں نے کہا بس اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر خوب وسعت و کشادگی کر دی۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی ایسی عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا ہو۔ حضرت یونس بن بکیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے آپ اسے اپنے گھر میں رکھ لیں۔ لیکن آپ نے ایسا کیا نہیں۔ کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا۔ یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں ہاں مہر ادا کر دے تو بے شک جائز ہے۔ چنانچہ حضرت بروع بنت واشق رضی اللہ عنہا کے بارے میں جنہوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا جب ان کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انہیں مہر دیا جائے۔ جس طرح موت مہر کو مقرر کر دیتی ہے اسی طرح صرف دخول سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳/۲۲)]

[2] [مرسل وضعیف : ابن ابی شیبة (۲۷۰/۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله ترجی من تشاء منهن (۴۷۸۸) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب جواز هبتها نوبتها لضرتها (۱۴۶۴)]

اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دے دے۔ ہاں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تھا۔ اور دوسرے مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے اسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ رکھ نہیں سکتے۔ ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں۔ اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ اسی طرح ولی کی مہر کی گواہوں کی بھی شرط ہے۔ پس امت کا تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندیاں نہیں۔ تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝

ان میں سے جسے تو چاہے موقوف رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے موقوف کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دے دے اس پر سب کی سب راضی رہیں تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے اللہ علم اور حلم والا ہے ۝

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویاں چھوڑنے یا رکھنے میں اختیار: بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر عار رکھا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کریں اور کہتی تھیں کہ عورتیں بغیر مہر کے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے لئے کشادگی کرتا ہے۔ [1] پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ کے نبی کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں۔ پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنہیں قبول نہ فرمایا ہو انہیں جب چاہیں نواز دیں۔ عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنہیں مؤخر کر رکھا تھا ان میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا تھیں۔ ایک مطلب اس جملے کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں چاہیں نہ کریں۔ جسے چاہیں مقدم کریں جسے چاہیں موخر کریں۔ اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہاء شافعیہ کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم واجب تھی۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب النكاح: باب هل للمراة ان تهب نفسها لاحد (۵۱۱۳) صحیح مسلم: كتاب الرضاع: باب جواز هبتها نوبتها لضرتها (۱۴۶۴) ابن ماجه: كتاب النكاح: باب التي وهبت نفسها للنبي (۲۰۰۰)]

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی اللہ کے نبی ہم سے اجازت لیا کرتے تھے مجھ سے تو جب دریافت فرماتے میں کہتی اگر میری بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس آپ کو ہرگز نہ جانے دوں۔ ① پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ اپنے نفس کو سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں کو سب کو شامل ہے۔ ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سہولت والا ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپ باریوں کے مکلف نہیں ہیں۔ پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انہیں بہت خوشی ہوگی۔ اور ممنون اور مشکور ہوں گی اور آپ کے انصاف و عدل کی داد دیں گی۔ اللہ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسے کس کی طرف زیادہ رغبت ہے۔

مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد اللہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الہ العالمین جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے انصاف کر دیا۔ اب جو میرے بس میں نہیں اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ ② یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں۔ اللہ سینوں کی باتوں کا عالم ہے۔ لیکن حلم و کرم والا ہے۔ چشم پوشی کرتا ہے معاف فرماتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تجھ پر حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہیں کہ انہیں چھوڑ کر اور عورتوں سے نکاح کرے اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے ○

ازواج مطہرات پر اللہ کا انعام: پہلی آیتوں میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ کی طرف سے دنیوی بدلہ ایک یہ

---

① [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ترجی من تشاء منھن وتؤوی (٤٧٨٩) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب بیان ان تخییر امراته لا یکون طلاقا الا بالنیة (١٤٧٦) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی القسم بین النسآء (٢١٣٦) مسند احمد (٦/٧٦)]

② [**ضعیف**: مسند احمد (٦/١٤٤) ترمذی: کتاب النکاح: باب ما جآء فی التسویة بین الضرائر (١١٤٠) نسائی: کتاب النسآء: باب میل الرجل الی بعض نسآئه دون بعض (٣٩٥٣) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب القسمة بین النسآء (١٩٧١) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب فی القسم بین النسآء (٢١٣٤) مستدرك حاکم (٢/١٨٧) دارمی (٢/١٤٤) ابن حبان (٤٢٠٥) ابن ابی شیبه (٤/٣٨٦)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

بھی ملا کہ حضور ﷺ کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب ان کے سوا کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے۔ نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد پھر رب العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھا لی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود رسول اللہ ﷺ نے پھر سے کوئی اور نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے میں اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور ﷺ کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں۔ (ترمذی نسائی وغیرہ) [1] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حلال کرنے والی آیت ﴿تُرْجِي مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ الخ' ہے جو اس آیت سے پہلے گزر چکی ہے بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورہ بقرہ میں بھی اسی طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت ناسخ ہے۔ واللہ اعلم

اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں جن میں یہ صفتیں ہوں وہ ان کے علاوہ بھی حلال ہیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا حضور ﷺ کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جاتیں اور آپ اور عورتوں سے نکاح کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے ﴿لَا يَحِلُّ﴾ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں۔ یعنی نکاحتا بیویاں' لونڈیاں چچا کی' پھوپھیوں کی' ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہبہ کرنے والی عورتیں۔ ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں جن کے یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔ (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوائے ان مہاجرات مومنات کے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی آپ کو ممانعت کر دی گئی۔ غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ [2] الخ' یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿اِنَّآ اَحْلَلْنَا﴾ الخ' میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا وہ تو حلال ہیں ان کے ماسوا اور حرام ہیں۔ [3]

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہودیہ ہوں خواہ نصرانیہ سب

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الاحزاب (۳۲۱۶) نسائی: کتاب النکاح: باب ما افترض اللہ علی رسولہ وحرمہ علی خلقہ (۳۲۰۵) وفی السنن الکبری (۱۱۴۱۵) بیہقی (۵۴/۷) مسند احمد (۴۱/۶)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ المائدہ: آیت ۵]

[3] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: سورہ الاحزاب (۳۲۱۵)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

حرام ہیں ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعرابیہ اور انجان عورتوں سے نکاح سے روک دیئے گے۔لیکن جو عورتیں حلال تھیں ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کرلیں حلال ہیں۔الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کے اقسام بیان ہوئے سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف مروی ہے ان سے اس کے مطابق بھی مروی ہے لہٰذا کوئی منفی نہیں۔ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی پھر ان سے رجوع کرلیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔اس کا جواب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔اس لئے کہ آیت میں ان کے سوا دوسریوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی واللہ اعلم۔سودہ رضی اللہ عنہا والے واقعہ میں آیت ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ﴾ [1] الخ، اتری ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔[2]

ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن آئے کہ وہ رو رہی ہیں پوچھا کہ شاید تمہیں حضور ﷺ نے طلاق دے دی۔سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقعہ پیش آیا تو اللہ کی قسم میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔[3] آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے دوسری کو لانے سے منع کیا ہے۔مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک خبیث رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں اپنی بیویوں کا تبادلہ کرلیا کرتے تھے۔یہ اپنی اسے دے دیتے تھے اور وہ اپنی اسے دے دیتا تھا۔اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عینیہ بن حصن فزاری حضور ﷺ کے پاس آئے۔اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت لئے چلے آئے۔اس وقت آپ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔آپ نے فرمایا بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ۔میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے اجازت مانگی ہی نہیں۔پھر کہنے لگا یہ آپ کے پاس کون سی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو کہنے لگا حضور ﷺ انہیں چھوڑ دیں میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۱۲۸]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الطلاق : باب فی المراجعة (۲۲۸۳) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب حدثنا سوید بن سعید (۲۰۱۶) نسائی : کتاب الطلاق : باب الرجعة (۳۵٦۲) مستدرك حاکم (۲/۱۹۷) صحیح ابن حبان (٤۲۷۵)] شیخ البانی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (۲۰۰۷)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[3] [مسند ابو یعلی (۱۷۲) مجمع الزوائد (۹/۲٤٤) طبرانی کبیر (۲۳/۳۰۵)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں اعمش مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا حرام کر دیا ہے جب وہ چلے گئے تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ایک احمق سردار تھا۔ تم نے اس کی باتیں سنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ [1] اس روایت کا ایک راوی اسحاق بن عبداللہ بالکل گرے ہوئے درجے کا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو جایا کرو وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو' نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گزرتی ہے لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بیان حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا' جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو' تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے' نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو' یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو اللہ تو ہر ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے ○

پردے کے احکام: اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب و احکام کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو آیتیں اتری ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بخاری مسلم میں آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم اترا کہ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ [2] میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہ ومہ یعنی چھوٹا بڑا آ جائے آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہو پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا۔ جب حضور ﷺ

---

[1] [ضعیف جدا: مسند بزار (۲۲۵۱) دارقطنی (۳/۲۱۸)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۹۲/۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۵]

کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا کسی غرور میں نہ رہنا اگر تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہترین بیویاں آپ کو دلوائے گا چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔ (1) صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے۔ (2) اور روایت میں ہے سنہ ۵ ھ ماہ ذیقعدہ میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے جو نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ سن تین ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے آپ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی۔ پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ اب آپ گھر میں تشریف لے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر لیا اور یہ آیت اتری۔ (3) اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ لوگ آتے تھے کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ بلاتے تو آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا اب دسترخوان بڑھا دو لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک نہیں گئے۔ چونکہ آپ میں شرم وحیا لحاظ ومروت بے حد تھا اس لئے آپ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے اب نہ جانے میں نے خبر دی یا آپ کو خود خبردار کر دیا گیا کہ وہ تینوں بھی چلے گئے ہیں تو آپ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپ نے پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔ (4) ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ (5) ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی (٤٤٨٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة (٢٩٥٩) مسند احمد (٢٤/١)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل عمر (٢٣٩٩)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩١) صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب زواج زینب بن جحش ونزول الحجاب (١٤٢٨)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩٣)]

(5) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله لا تدخلوا بیوت النبی (٤٧٩٤)]

کے کسی نئے نکاح پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مالیدہ بنا کر ایک برتن میں رکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاؤ اور کہہ دینا کہ یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمایئے اور میرا سلام بھی کہہ دینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا اچھا اسے رکھ دو۔ میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا پھر فرمایا جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور پھر فرمایا ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے میں نے یہی کیا۔ جو ملا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے پر ہے تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے تھے اب مجھ سے آپ نے فرمایا جاؤ وہ پیالہ اٹھا لاؤ میں لایا تو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر دعا کی اور جو اللہ نے چاہا آپ نے زبان سے کہا پھر فرمایا چلو دس دس آدمی حلقہ کر کے بیٹھ جاؤ اور ہر ایک بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو اسی طرح کھانا شروع ہوا اور سب کے سب کھا چکے تو آپ نے فرمایا پیالہ اٹھا لو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت رکھا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر بھی ٹھہر گئے ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المومنین رضی اللہ عنہا دیوار کی طرف منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گذر رہا تھا لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپ گھر سے نکل کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کے پاس چلے گئے پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے بڑے نادم ہوئے اور جلدی سے نکل گئے آپ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے میں ہی تھا جو یہ آیت اتری اور آپ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے سب سے پہلے اس آیت کو عورتوں نے سنا اور میں تو سب سے اول ان کا سننے والا ہوں۔ [1] پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کا مانگا لے جانے کی روایت آیت ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾ الخ' کی تفسیر میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی اور ہاشم کی اس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ رات کے وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہ تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ نکلنا بند ہو اس لئے انہیں ان کے قد و قامت کی وجہ سے پہچان کر بہ آواز بلند ہو کر کہا کہ ہم نے تمہیں اے سودہ (رضی اللہ عنہا) پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اتریں۔ [2] اس روایت میں یونہی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب النكاح : باب زواج زينب بنت جحش (١٤٢٨) صحيح بخاری، تعليقا : كتاب النكاح : باب الهدية العروس (٥١٦٣) ترمذی (٣٢١٨)]

[2] [تفسير ابن جرير الطبری (٢٨٦١٩)]

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نکلیں اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آ گئیں آنحضرت ﷺ شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک ہڈی ہاتھ میں تھی آ کر واقعہ بیان کیا اسی وقت وحی نازل ہوئی جب ختم ہوئی اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی اسے چھوڑا ہی نہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ [1] آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتداءِ اسلام میں ان میں تھی کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جانا۔ پس اللہ تعالیٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار! عورتوں کے پاس نہ جاؤ۔ [2] پھر اللہ نے انہیں مستثنیٰ کر لیا جنہیں اجازت دے دی جائے۔ تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ کھانے کے لئے ایسے وقت پر نہ جاؤ کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت میں نہ پہنچو۔ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہو گیا۔ جا گھسے یہ خصلت اللہ کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ پھر فرمایا جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ اگر مجھے فقط ایک کھر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اسے قبول کروں گا۔ [4] دستورِ دعوت یہ بھی بیان فرمایا کہ جب کھا چکو تو اب میزبان کے ہاں چوکڑی مار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ وہاں سے چلے جاؤ۔ باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا۔ جس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ لیکن شرمندگی اور لحاظ سے آپ کچھ نہ بولے۔ اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ تمہارا بے اجازت آنحضرت کے گھروں میں چلے جانا آپ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپ بوجہ شرم و حیا سے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف فرما رہا ہے کہ اب سے ایسا نہ کرنا۔ وہ حق حکم سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔ اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مالیدہ کھا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا تدخلوا بیوت النبی (۴۷۹۵) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب اباحۃ الخروج للنساء لقضاء حاجۃ الانسان (۲۱۷۰) مسند احمد (۵۶/۶)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب لا یخلون رجل بامراۃ الا ذو محرم (۵۲۳۲) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب تحریم الخلوۃ بالا جنبیۃ (۲۱۷۲) ترمذی : کتاب الرضاع : باب ما جآء فی کراھیۃ الدخلول علی المغیبات (۱۱۷۱) مسند احمد (۱۴۹/۴)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب النکاح : باب الامر با جابۃ الداعی الی دعوۃ (۱۴۲۹)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الھبۃ وفضلھا : باب القلیل من الھبۃ (۲۵۶۸) ، (۵۱۷۸) مسند احمد (۴۲۴/۲)]

رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا لیا آپ بھی کھانے بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پردے کی تمنا میں تھے کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے کاش! کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا۔ تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی۔ اس وقت پردے کا حکم اترا۔ (۱) پھر پردے کی تعریف فرما رہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کی بیوی سے آپ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا چونکہ حضور ﷺ کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے۔ یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں۔ سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپ نے اپنی زندگی میں طلاق دے دی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں۔ اور جس سے دخول نہ کیا اور طلاق دے دی ہو اس سے دوسرے لوگ نکاح کر سکتے ہیں۔ قیلہ بنت اشعث بن قیس حضور ﷺ کی ملکیت میں آ گئی تھی آپ کے انتقال کے بعد اس نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل سے نکاح کر لیا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ اے خلیفہ رسول! یہ حضور ﷺ کی بیوی نہ تھی۔ نہ اسے حضور ﷺ نے اختیار دیا اور نہ اسے پردہ کا حکم دیا۔ اور اس کی قوم کی ردت کے ساتھ کی اس کی ردت کی وجہ سے اللہ نے اسے حضور ﷺ سے بری کر دیا یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا۔ (۲) پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسول ﷺ کو ایذا دینا ان کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کر لینا یہ دونوں گناہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں۔ تمہاری پوشیدگیاں اور علانیہ باتیں سب اللہ پر ظاہر ہیں اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ آنکھوں کی خیانت کو سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے۔ (۳)

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور عورتوں اور ملکیت کے ماتحتوں کے سامنے ہوں۔ عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر شاہد ہے ۝

جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہیں: چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن

---

(۱) [ضعیف: نسائی فی السنن الکبری (۱۱۴۱۹)] اس کی سند میں موسیٰ بن کثیر راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۶۲٤)]

(۳) [سورة غافر: آیت ۱۹]

قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورۂ نور [1] میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں' باپوں' سسروں' لڑکوں' خاوند کے لڑکوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں' عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو۔ ان کے سامنے یا کام کاج کرنے والے غیر خواہشمند مردوں' یا کم سن بچوں کے سامنے۔ اس کی پوری تفسیر اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ رحمہما اللہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے ﴿نِسَآئِهِنَّ﴾ سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں۔ جیسے کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام: صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا و صفت بیان کرنا۔ اور فرشتوں کا درود آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی برکت کی دعا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صلوٰۃ ﴿سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي﴾ ہے۔ مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت' عزت و مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں جچ جائے وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا ثناخواں ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ پر درود و سلام بھیجا کرو تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجتماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا اللہ تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے؟ تو اللہ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں بھی اشارہ ہے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے ارشاد ہے ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ [2] الخ' یعنی اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے رہا کرو۔ اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے۔ اور اس کے فرشتے بھی۔ اور آیت میں ہے ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [3] الخ' صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ

---

[1] [سورۃ النور: آیت ۳۱]
[2] [سورۃ الاحزاب: آیت ۴۱-۴۳]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵-۱۵۷]

﴿اِنَّـا لِلّٰـهِ﴾ الخ، پڑھتے ہیں۔ان پران کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ [1] دوسری حدیث میں حضور ﷺ کی ایک شخص کے لئے یہ دعا مروی ہے کہ اے اللہ آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوٰۃ بھیجئے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے۔ [3] درود شریف کے بیان کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں وارد کرتے ہیں ((واللہ المستعان)) بخاری شریف میں ہے کہ آپ سے کہا گیا یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے ﴿التَّحِيَّاتُ﴾ کے بعد کے دونوں درود بتلائے [4] لیکن دونوں میں ﴿وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ کا لفظ نہیں ہے ایک اور روایت میں ﴿عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ کا لفظ نہیں۔اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے اور دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آخر میں ﴿وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ﴾ بھی کہتے تھے۔(ترمذی) [5]

جس سلام کا یہاں ذکر ہے وہ التحیات میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾

---

[1] [حسن: ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب من یستحب ان یلی الامام فی الصف (٦٧٦) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوٰۃ : باب فضل میمنۃ الصف (١٠٠٥)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب صلوۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ (١٤٩٧)، (٤١٦٦)، (٦٣٣٢) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الدعاء لمن اتی بصدقتہ (٢٤٨٩) ابو داؤد : کتاب الزکاۃ : باب دعاء المصدق لا ھل الصدقۃ (١٥٩٠) ابن ماجہ : کتاب الزکاۃ : باب ما یقال عند اخراج الزکاۃ (١٧٩٦) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب صلاۃ الامام علی صاحب الصدقۃ (٢٤٥٨) مسند احمد (٤/٣٥٣)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الصلاۃ علی غیر النبی (١٥٣٣) مسند احمد (٣/١٩٨) بیہقی فی السنن الکبری (٢/١٥٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب الصلوٰۃ علی النبی (٦٣٥٧) صحیح مسلم : کتاب الصلوٰۃ : باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد (٩٠٧ـ٩٠٨) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء فی صفۃ الصلاۃ علی النبی (٤٨٣) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب الصلاۃ علی النبی (٩٠٤) نسائی : کتاب السھو : باب نوع آخر (١٢٨٦) ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب الصلوٰۃ علی النبی بعد التشھد (٩٧٦) مسند احمد (٤/٢٤١)]

[5] [صحیح : ترمذی: کتاب الوتر : باب ما جآء فی صفۃ الصلوٰۃ علی النبی (٤٨٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ہے۔ یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ اور روایت میں ہے ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ﴾ بھی ہے[1] اور پچھلے درود میں قدرے تغیر ہے ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾[2] بعض روایتوں میں ﴿عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ کے بعد ﴿فِي الْعَالَمِيْنَ﴾ کا لفظ بھی ہے۔[3] ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں؟[4] امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے۔ بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ صرف انہیں کا قول ہے اور اس کے خلاف اجماع ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے یہی کہا ہے مثلاً حضرت ابن مسعود، حضرت ابو مسعود بدری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تابعین میں بھی اس مذہب کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی، ابو جعفر باقر، مقاتل بن حیان رحمہم اللہ وغیرہ۔ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی آخری قول یہی ہے۔ جیسے کہ ابو زرعہ دمشقی رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ اسحٰق بن راہویہ، امام محمد بن ابراہیم فقیہ رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے یہی کہا ہے کہ کم از کم ﴿صلى الله عليه وسلم﴾ کا نماز میں کہنا واجب ہے۔ جیسے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال پر آپ نے تعلیم دی۔ اور ہمارے بعض ساتھیوں نے تو آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف خلف میں امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے۔ اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ سن رہے تھے ایک شخص نے بغیر اللہ کی حمد و ثنا کئے اور بغیر حضور ﷺ پر درود پڑھے اپنی نماز

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالى ان الله وملائكته (٤٧٩٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (٣٣٦٩) ، (٦٣٦٠) صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب الصلاة على النبي بعد التشهد (٩١٠) نسائی : کتاب السهو (١٢٩٣) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب الصلاة على النبي بعد التشهد (٩٧٩) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة (٩٠٥)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب الصلاة على النبي بعد التشهد (٩٠٦) ترمذی : کتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الاحزاب (٣٢٢٥) ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب الصلاة على النبي بعد التشهد (٩٨٠) نسائی : کتاب السهو : باب الامر بالصلاة على النبي (١٢٨٤)]

[4] [صحیح : مسند احمد (١١٩/٤) صحیح ابن خزیمه (٧١١) دارقطنی (٣٥٤/١) مستدرك حاكم (٢٦٨/١)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٠٧٢)]

میں دعا کی تو آپ نے فرمایا اس نے بہت جلدی کی پھر اسے بلا کر فرمایا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی تعریفیں بیان کرے پھر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے۔[1] ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔ جو وضو میں ((بِسْمِ اللّٰہِ)) نہ کہے اس کا وضو نہیں۔ جو نبی پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔ جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کی نماز نہیں۔[2] لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے۔ طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے مروی ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے۔ اور معروف روایت پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا حضور ﷺ ہم آپ پر سلام کہنا تو جانتے ہیں درود سکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾[3] اس کا راوی ابوداؤد اعمیٰ جس کا نام نفیع بن حارث ہے وہ متروک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی مروی ہے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِيَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ اٰلَائِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِعِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَكِلٍ فِيْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ حَافِظًا لِّعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نِفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِّقَابِسٍ اٰلَاءِ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ مُهَنَّاٰتٍ لَّهٗ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَحْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَعْلُوْلِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَانِيْنَ بُنْيَانَهٗ

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الدعاء (۱۴۸۱) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۴۷۷) نسائی : کتاب السھو (۱۲۸۳) مستدرك حاکم (۱/۲۳۰) مسند احمد (۶/۱۸) صحیح ابن خزیمه (۷۰۹) صحیح ابن حبان (۱۹۶۰)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الطھارۃ : باب ما جآء فی التسمیة فی الوضوء (۴۰۰) بیھقی فی السنن الکبری (۲/۳۷۹) دارقطنی (۱/۳۵۵) مستدرك حاکم (۱/۲۶۹)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الزوائد (۱/۱۶۷)] شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں عبدالمہیمن راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۵۳) مجمع الزوائد (۲۸۶۹)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوداود اعمیٰ راوی ضعیف ہے۔]

وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهُ وَاَتْمِمْ لَهُ نُوْرَهُ وَاَجْزِهُ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَ الْمَقَالَةِ ذَامَنْطِقٍ عَدْلٍ وَّخُطَّةَ فَصْلٍ وَّحُجَّةٍ وَّبُرْهَانٍ عَظِيمٍ﴾ مگر اس کی سند ٹھیک نہیں اس کا راوی ابوالحجاج مزی سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔① ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو تو بہت اچھا درود پڑھا کرو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضور ﷺ پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں کوئی ایسا درود سکھایئے آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ پڑھو ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ﴾ اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں۔② یہ روایت بھی موقوف ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن خباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور ﷺ کے جواب میں ((وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ)) کو بھی بیان فرمایا ہے۔③ اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی دعا میں کہا تھا اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے بہت ہی زیادہ کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔④ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ابو محمد بن ابوزید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعا رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو۔ (ابن ماجہ)⑤ فرماتے ہیں سب سے قریب روز قیامت مجھ سے وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود

---

① [ضعیف: اس کی سند میں سلامۃ کندی راوی مجہول ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۳۰۰/٤) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۹۵/٤)]

② [ضعیف: ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب الصلاة علی النبی (۹۰٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسعود عبدالرحمٰن راوی مختلط اور ترک کا مستحق ہے۔ [الزوائد (۳۱۱/۱)] شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٦۳۵)]

④ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب رحمة الناس والبهائم (٦۰۱۰) نسائی: کتاب السهو: باب الکلام فی الصلاة (۱۲۱٦) مسند احمد (۲۳۹/۲)]

⑤ [حسن: مسند احمد (٤٤٥/۳) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب الصلاة علی النبی (۹۰۷) مسند ابو یعلی (۱۵٤/۱۳) عبد الرزاق (۳۱/۵) ابو نعیم فی الحلیة (۱۲۰/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه] جبکہ حافظ بوصیری اس کی سند کو عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

پڑھا کرتا تھا۔ [1] (ترمذی) فرمان ہے مجھ پر جو ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تیری مرضی اس نے کہا پھر میں دو تہائیاں کرلوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے۔ تو اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا وقت اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دے دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آدھی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے ہلا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ! میں رات کو کچھ نماز پڑھا کرتا ہوں۔ تو اس کا تہائی حصہ آپ پر درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا آدھا کرلوں؟ فرمایا دو تہائی کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی)

اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے دو تہائی رات گزرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ لوگو! ذکر الٰہی کرو۔ دیکھو کپکپا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ رہی ہے۔ موت اپنے ساتھ کی کل مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آ رہی ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرلو اور اچھا ہے۔ کہا آدھا۔ تو یہی جواب دیا پوچھا دو تہائی تو یہی جواب ملا۔ کہا تو بس میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم و غم سے بچا لے گا۔ اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ [2] (ترمذی) ایک شخص نے آپ سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنی تمام تر صلوٰۃ آپ ہی پر کر دوں تو؟ آپ نے فرمایا دنیا و آخرت کے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ (مسند احمد) [3] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ایک مرتبہ گھر سے نکلے۔ میں ساتھ ہو لیا آپ کھجوروں کے ایک باغ میں گئے وہاں جا کر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا' اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں روح پرواز نہ کر گئی ہو۔ قریب جا کر غور سے دیکھنے لگا اتنے میں آپ نے سر اٹھایا مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔ فرمایا بات یہ تھی کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ جناب باری عز اسمہ' فرماتا ہے جو تجھ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر

---

[1] [حسن لغیرہ : ترمذی : کتاب الوتر : باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی (٤٨٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (١٦٦٨) تراجعات الالبانی (ص : ١٦)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب صفۃ القیامۃ : باب فی الترغیب فی ذکر اللہ و ذکر الموت (٢٤٥٧) مستدرک حاکم (٢/٥١٣) مسند احمد (٥/١٣٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحہ (٩٥٤)]

[3] [حسن : مسند احمد (٥/١٣٦)]

درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔[1] (مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ)

اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر اللہ کے شکریئے کا تھا۔[2] ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کسی کام کے لئے نکلے کوئی نہ تھا جو آپ کے ساتھ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں' دور ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔ آپ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنو! میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا۔ اللہ اس پر دس رحمتیں اتارے گا۔ اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ (طبرانی)[3] ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے۔ چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا ایک فرشتے نے آکر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا امتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام۔[4] (نسائی) اور روایت میں ہے کہ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بڑھیں گے اور اسی کی مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔[5] (مسند) جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا (مسلم وغیرہ)[6] فرماتے ہیں مجھ پر درود بھیجا کرو وہ تمہارے لئے زکوۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔ (احمد)[7] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضور ﷺ پر جو درود بھیجتا ہے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے اس میں زیادتی کرے سنو!

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱۹۱/۱) مجمع الزوائد (۲۸۷/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۶۶۲)]

[2] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱۹۱/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۶۶٤)]

[3] [طبرانی صغیر (۱۰۱٦)]

[4] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۳۰/٤) نسائی: کتاب السھو: باب فضل التسلیم علی النبی (۱۲۸٤)] شیخ البانی اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح نسائی، صحیح الترغیب (۱٦٦۱) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٦۳٦۳)]

[5] [حسن: مسند احمد (۲۹/٤) نسائی (٤٤/۳) مستدرک حاکم (٤۲۰/۲) طبرانی (۱۰۲/۵)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح نسائی (۲۷٤/۱)]

[6] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب الصلاۃ علی النبی بعد التشھد (٤۰۸۔ ۹۱۱) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی (٤۸۵) نسائی: کتاب السھو: باب الفضل فی الصلاۃ (۱۲۹۵) ابو داؤد: کتاب الوتر: باب فی الاستغفار (۱۵۳۰) مسند احمد (۳۷۲/۳)]

[7] [ضعیف: مسند احمد (۳٦۵/۲) مسند ابو یعلی (٦٤۱٤) مسند اسحاق بن راھویۃ (۳٦۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۸۷۷۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس آئے ایسے کہ گویا کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ تین بار فرمایا کہ میں اُمی نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے نہایت کھلا بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے۔ مجھے جہنم کے داروغوں کی، عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتا دی گئی ہے مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے۔ مجھے اور میری امت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم موجود ہوں سنتے اور مانتے رہو۔ جب مجھے میرا رب لے جائے تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا۔[①] (مسند احمد) فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔[②] (ابوداؤد طیالسی) ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے۔[③] (مسند) بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔[④] (ترمذی) اور روایت میں ہے ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔[⑤] ایک مرسل حدیث میں ہے انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ فرماتے ہیں وہ شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور نکل جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ اور یہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا پھر بھی انہوں نے اسے جنت میں نہ پہنچایا۔[⑥] (ترمذی)

یہ حدیثیں دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ جیسے طحاوی حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔[⑦] یہ حدیث مرسل مروی ہے۔ لیکن پہلی احادیث سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے پھر مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں

---

① [ضعیف : مسند احمد (۱۷۲/۲)] یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

② [جید : نسائی فی السنن الکبری (۹۸۸۹) ابو داؤد طیالسی (۲۱۲۲)]

③ [صحیح : مسند احمد (۱۰۲/۳) صحیح مسلم (۳۸٤) ترمذی (۳٦۱٤) صحیح ابن حبان (۹۰٤) الادب المفرد (٦٤۳)]

④ [صحیح : مسند احمد (۲۰۱/۱) ترمذی : کتاب الدعوات : باب رغم انف رجل ذکرت عنده (۳٥٤٦) صحیح ابن حبان (۹۰۹) مستدرك حاکم (٥٤۹/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۹۳۳)]

⑤ [فضل الصلاۃ علی النبی (۳۷) القول البدیع للسخاوی (ص : ۱٤۳)]

⑥ [صحیح : ترمذی : کتاب الدعوات : باب رغم انف رجل ذکرت عنده (۳٥٤٥)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ھیں ۔ [صحیح ترمذی ، المشکاۃ (۹۳۳)]

⑦ [حسن صحیح : ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة : باب الصلوٰة علی النبی (۹۰۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه] جبکہ حافظ بوصیریؒ اس کی سند کو جبارہ بن مغلس راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ [الزوائد (۳۱۳/۱)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

اور اللہ کے ذکر اور درود کے بغیر اٹھ کھڑے ہوں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب کرے چاہے معاف کر دے۔[1] اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں لیکن محرومی ثواب کے باعث انہیں سخت افسوس رہے گا۔[2] بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے پھر مستحب ہے تا کہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب جیسے آپ کی نبوت کی گواہی لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن میں حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا۔ لیکن بعض وقت واجب ہے۔ اور بعض جگہ واجب نہیں چنانچہ:

① **اذان سن کر:** دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہو تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگو۔ جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ سنو! جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔[3] پہلے درود کے زکوۃ ہونے کی۔ حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے ((اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی۔[4] (مسند) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دعا منقول ہے ((اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى))۔

② **مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت:** چنانچہ مسند میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مسجد میں جاتے تو درود و سلام پڑھ کر ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود و سلام کے بعد ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ

---

① [صحيح : مسند احمد (۲/۴۸۱) ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما جاء فی القوم يجلسون ولا يذكرون الله (۳۳۸۰)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی]

② [فضل الصلاة على النبی (۵۵)]

③ [صحيح : صحيح مسلم : کتاب الصلاة : باب استحباب القول مثل قول المؤذن (۳۸۴) نسائی : کتاب الاذان : باب الصلاة على النبی بعد الاذان (۶۷۷) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب ما يقول اذا سمع المؤذن (۵۲۳) ترمذی : کتاب المناقب : باب فضل النبی (۳۶۱۴) مسند احمد (۲/۱۶۸)]

④ [ضعيف : مسند احمد (۴/۱۰۸) طبرانی کبير (۲۶/۵) وفی الاوسط (۳۳۰۹)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۶۹۹۱)]

﴿اَبْوَابَ فَضْلِكَ﴾ پڑھتے ۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جب مسجدوں میں جاؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔

③ نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود: اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہی سے مروی ہے۔

④ جنازے کی نماز میں آپ پر درود پڑھنا: چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ دوسری میں درود پڑھے۔ تیسری میں میت کے لئے دعا کرے۔ چوتھی میں ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ﴾ الخ' پڑھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے سورۂ الحمدللہ پڑھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے پھر آہستہ سے سلام پھیر دے۔[2] (نسائی)

⑤ عید کی نماز میں: حضرت ابن مسعود' حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے عید کا دن ہے بتلاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ کی حمد کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر قرأت کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور دعا کر اور تکبیر کہہ کر اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔[3]

⑥ دعا کے خاتمے پر: ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دعا زمین و آسمان میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔[4] ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح کی آئی ہے اس میں یہ ہے کہ دعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کر لو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کر لیا پیاس لگی تو پانی پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتداء میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔[5] خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔

---

① [صحیح: مسند احمد (۵/۴۲۵) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ما جآء ما یقول عند دخول المسجد (۳۱۴) ابن ماجه: کتاب المساجد: باب الدعاء عند دخول المسجد (۷۷۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

② [بیهقی فی الکبری (۴/۳۹) مستدرك حاکم (۱/۳۶۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔]

③ [اسماعیل القاضی (۸۸)]

④ [حسن: ترمذی: کتاب الوتر: باب ما جآء فی فضل الصلوة علی النبی (۴۸۶)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحه (۲۰۵۳)]

⑤ [ذکرہ ابن الاثیر فی جامع الاصول (۴/۱۵۵)]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جنہیں میں وتروں میں پڑھا کرتا تھا۔﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ﴾ (اہل السنن)[1] نسائی کی ایک روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔((وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ))[2]

⑦ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات: مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں قبض کئے گئے اسی میں نفخہ ہے اسی میں بے ہوشی ہے پس تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔[3] ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ فارغ ہو پوچھا گیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔[4] یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو پایا نہیں۔ واللہ اعلم۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجو لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے ایک مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔

⑧ اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے: اس کے بغیر خطبے صحیح نہ ہوں گے اس کے لئے

---

[1] [صحیح :مسند احمد (۱/ ۲۰۰) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب القنوت فی الوتر (۱۴۲۵) نسائی : کتاب قیام اللیل وتطوع النهار : باب الدعا فی الوتر (۱۷۴۴) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰة : باب ما جآء فی القنوت فی الوتر (۱۱۷۸) ترمذی : کتاب الصلاة : باب ما جآء فی القنوت فی الوتر (۴۶۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، ارواء الغلیل (۴۲۹)]

[2] [ضعیف ومنقطع :نسائی: کتاب قیام اللیل : باب الدعاء فی الوتر (۱۷۴۷)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت کو منقطع کہتے ھیں ـ [التلخیص الحبیر (۱/ ۲۰۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ھے ـ [ضعیف نسائی ، تمام المنة (ص : ۲۴۳) ارواء لغلیل (۴۳۱)]

[3] [صحیح :مسند احمد (۴/ ۸) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب تفریع ابواب الجمعة (۱۰۴۷) نسائی : کتاب الجمعة : باب اکثار الصلاة علی النبی یوم الجمعه (۱۳۷۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب فی فضل الجمعة (۱۰۸۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (۱۵۲۷)]

[4] [ضعیف :ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ذکر وفاته ودفنه (۱۶۳۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔

کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول ﷺ بھی واجب ہوگا۔ جیسے اذان ونماز۔ شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔

⑨ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت: ابوداؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ [1] ابوداؤد میں ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤ۔ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ [2] قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمہ اللہ اپنی کتاب فضل الصلاۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضہء رسول ﷺ پر آتا تھا اور درود پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم نے کہا تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضور ﷺ پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناؤں میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری قبر کو عید نہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ جہاں کہیں تم ہو وہیں مجھ پر درود وسلام بھیجو وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں'' [3] اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ اور سند سے یہ روایت مرسل مروی ہے۔ حسن بن حسن بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپ نے روک دیا ہے۔ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضور ﷺ کے روضہ پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہے حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔ طبرانی میں ہے جہاں کہیں تم ہو وہیں سے سلام بھیجو تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ [4] طبرانی میں ہے حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خالص راز ہے اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو! میرے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تجھے بخشے۔ اور خود اللہ اور اس کے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ [5] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے

---

① [حسن: ابو داؤد: کتاب المناسك: باب زیارة القبور (۲۰۴۱) مسند احمد (۲/۵۲۷)] حافظ عراقیؒ اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار (۱/۲۶۶)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [فتح الباری (۶/۴۸۸)] امام نوویؒ اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [ریاض الصالحین (۱/۴۰۵)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۱۷۷۹) السلسلة الصحیحة (۲۲۶۶)]

② [صحیح: ابو داؤد: کتاب المناسك: باب زیارة القبور (۲۰۴۲)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

③ [صحیح: مسند ابویعلی (۴۶۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع (۳۷۸۵)]

④ [صحیح بالشواھد: طبرانی اوسط (۳۶۷) عبد الرزاق (۶۷۲۷) مجمع الزوائد (۱۰/۱۶۲)]

⑤ موضوع: طبرانی (۲۷۵۳) مجمع الزوائد (۱۱۲۸۳)] اس میں حکم بن عبداللہ بن خطاف کذاب ہے۔]

ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ (1) نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔ (2) یہ حدیث سنداً صحیح نہیں محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔

(10) ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکارے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہئے: دار قطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو ان کے درمیان اللہ کی حمد وثنا بیان کرو اور درود پڑھو۔ اور اپنے لئے دعا کرو پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔

(11) ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہئے: آیت ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (3) سے انہوں نے تائید چاہی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے کہ جہاں اللہ کا ذکر کیا جائے وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے جمہور اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایک اور حدیث میں ہے اللہ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر بھی صلوٰۃ وسلام بھیجو وہ بھی میری طرح اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ (4) لیکن اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں عمر بن ہارون اور ان کے استاد۔ کان کی سنسناہٹ کے وقت بھی درود پڑھنا ایک حدیث میں ہے۔ اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائے تو۔ صحیح ابن خزیمہ میں ہے جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کر کے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اسے اللہ بھی یاد کرے (5) اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

مسئلہ: اہل کتاب اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب کبھی حضور ﷺ کا نام لکھے (ﷺ) لکھے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب

---

(1) [**صحیح** :نسائی : کتاب السھو : باب التسلیم علی النبی (۱۲۸۳) مسند احمد (۱/۳۸۷) مستدرك حاكم (۲/ ۴۲۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(2) [**ضعیف** :العقیلی فی الضعفاء (۴/۱۳۶)]

(3) [سورۃ الم نشرح: آیت ۴]

(4) [**ضعیف** :اسماعیل القاضی (۴۳۵) فضل الصلاۃ علی النبی (۴۵)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن ثابت دو راوی ضعیف ہے۔]

(5) [**ضعیف** :طبرانی کبیر (۲/۱۲۰) مسند بزار (۳۱۲۵) ابن حبان (۲/ ۲۵۰) عمل الیوم واللیلة لابن السنی (۱۶۵) ابن عدی فی الکامل (۶/۱۱۳) العقیلی فی الضعفاء (۴/ ۱۰۴)] اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ضعیف ہے، امام بخاریؒ اور دیگر اہل علم اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

تک وہ کتاب رہے[1] لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے لیکن ایک سند بھی صحیح نہیں۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں میں نے امام احمد رحمہ اللہ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔

فصل: نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنا اگر تبعاً ہو تو بے شک جائز ہے جیسے حدیث میں ہے ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ﴾ ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض تو اسے جائز بتاتے ہیں اور دلیل میں آیت ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ﴾[2] الخ اور ﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ﴾[3] اور ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾[4] پیش کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ فرماتے ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ)) چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقے کا مال لائے تو آپ نے فرمایا ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی)) بخاری و مسلم۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر اور میرے خاوند پر درود بھیجئے تو آپ نے فرمایا ((صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ)) لیکن جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا اوروں پر خاصۃً صلوٰۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کیلئے اس قدر بکثرت ہو گیا کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال آتا ہے کہ یہ نام کسی نبی کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابوبکر صدیق ﷺ یا علی ﷺ نہ کہا جائے گو معنی اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد "عزوجل" نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو چکے ہیں۔ اور کتاب وسنت میں صلوٰۃ کا جو استعمال غیر انبیاء کے لئے ہوا ہے وہ بطور دعا کے ہے۔ اسی وجہ سے آل ابی اوفیٰ کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا نہ حضرت جابر اور ان کی بیوی کو۔ یہی مسلک ہمیں بھی اچھا لگتا ہے واللہ اعلم۔ بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ غیر انبیاء کے لئے یہ الفاظ صلوٰۃ استعمال کرنا بد دینوں کا شیوہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ پس ان کی اقتداء ہمیں نہ کرنی چاہئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجے کی ہے حرمت کے طور پر یا کراہت کے طور پر یا خلاف اولیٰ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے۔ جس پر ہمیں کاربند ہونا ٹھیک نہیں۔ اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو۔ زیادہ تر اعتبار اسی میں ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ سلف میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا۔ اب رہا سلام سو اس کے

---

[1] [ضعیف وباطل : ابو القاسم الاصبهانی فی الترغیب والترهیب (۱/ ۲۰۵)] اس کی سند میں کادح بن رحمہ کذاب اور نہشل متروک ہے۔]

[2] [سورة الاحزاب: آیت ٤٣]

[3] [سورة البقرہ: آیت ۱۵۷]

[4] [سورة التوبہ: آیت ۱۰۳]

بارے میں شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاصۃً اسے بھی نہ بولا جائے۔ پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے۔ ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے خطاب کر کے ((سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلَيْكُمْ)) کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ لیکن اس سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جناب میں ایک طرح کی سوء ادبی پائی جاتی ہے۔ ہمیں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہئے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ نہ بھیجنی چاہئے ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعا مغفرت کرنی چاہئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کو جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی' واعظ اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوٰۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو انہیں کہہ دینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لئے کہیں اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔

حضرت کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا رحمت کرتے رہتے ہیں۔ اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر شق ہو گی تو آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (فرع) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں صرف (صلی اللہ علیہ وسلم) یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔ اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے ((صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا))۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا
فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب تیار ہیں ○ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد نہ ہوا ہو وہ بڑے ہی بہتان باز اور کھلم کھلا گنہگار ہیں ○

دنیا و آخرت میں لعنتی: جو لوگ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب لوگ ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔

بخاری ومسلم میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں میں ہی دن رات کا تغیر وتبدل کر رہا ہوں۔ [1] مطلب یہ ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے ہائے زمانے کی ہلاکی اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا پس اللہ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر کے پھر زمانے کو برا بھلا کہتے تھے تو گویا افعال کے فاعل یعنی خود اللہ کو برا کہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب حضور ﷺ نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانا شروع کی تھیں۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت اس بارے میں اتری۔ آیت عام ہے کسی طرح بھی اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینی گویا اللہ کو ایذا دینی ہے۔ جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو اللہ کو بیچ میں رکھ کر تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض (بیر) رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے۔ انہیں جس نے ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی یقین مانو کہ اللہ اس کی بھوسی اڑا دے گا۔ [2] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ جو لوگ ایمانداروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں۔ جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنہگار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں۔

پھر رافضی شیعہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر عیب گیری کرتے ہیں اور اللہ نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انہیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ انصار ومہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح وستائش موجود ہے۔ لیکن یہ بے خبر کند ذہن انہیں برا کہتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دل اوندھے ہو گئے ہیں اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں حضور ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپ نے فرمایا جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ [3] (ترمذی) ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خواری کیا

---

[1] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب سورۃ الجاثیه (٤٨٢٦) ، (٧٤٩١) صحیح مسلم : کتاب الالفاظ من الادب : باب النهی عن سب الدهر (٢٢٤٦) مسند احمد (٢/٢٣٨)]

[2] [**ضعیف** :ترمذی : کتاب المناقب : باب فیمن سب اصحاب النبی (٣٨٦٢) مسند احمد (٤/٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (٢٩٠١)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ راوی مجہول ہے۔]

[3] [**صحیح** :مسند احمد (٢/٣٨٤) ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبة (٤٨٧٤) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الغیبة (١٩٣٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

ہے؟ انہوں نے کہا اللہ جانے اور اللہ کا رسول۔ آپ نے فرمایا سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ڔ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ○ اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینے کے وہ لوگ جو غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے ○ پھر تو وہ چند دنوں ہی تیرے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے ○ ان پر پھٹکار برسائی گئی۔ جہاں بھی مل جائیں پکڑ دکڑ اور خوب مار پیٹ کی جائے ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا۔ تو اللہ کے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا ○

پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیونکہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے ((جلباب)) اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنی دوپٹیا کے اوپر ڈالتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کاج کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا تک ڈھانپ لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لکی چھپی چلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرند ہیں سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔ حضرت زہری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟ خواہ خاوندوں والیاں ہوں یا بے خاوندوں کی ہوں۔ فرمایا دوپٹیا تو ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تاکہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ

سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت وعزت کی وجہ سے۔ کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی۔ اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔ پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر مہر و کرم کرے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرف دار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کر دیں گے۔ پھر تو وہ مدینے میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے۔ بہت جلد تباہ کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے وہ بھی لعنت و پھٹکار میں ذلت اور مار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے راندہ درگاہ ہو جائیں گے۔ جہاں جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے۔ ایسے کفار و منافقین پر جب کہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا ہماری قدیمی سنت ہے۔ جس میں نہ کبھی تغیر و تبدل ہوا نہ اب ہوگا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ ع ۵

لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے تجھے کیا خبر بہت ممکن ہے کہ قیامت بالکل ہی قریب ہو○ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے○ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے○ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے حسرت وافسوس سے کہیں گے کاش کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے○ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا○ پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما○

قیامت قریب ہی ہے: لوگ یہ سمجھ کر کہ قیامت کب آئے گی؟۔ اس کا علم حضور ﷺ کو ہے۔ آپ سے سوال کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرا دیا کہ اس کا مطلق مجھے علم نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی پہلی سورت مکے میں اتری تھی یہ سورت مدینے

میں نازل ہوئی۔ جس سے ظاہر کرا دیا گیا کہ ابتدا سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعیین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب۔ جیسے اور آیت میں ہے: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ [1] اور آیت میں ہے ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ [2] اور ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ﴾ [3] وغیرہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان پر اپنی ابدی لعنت فرمائی ہے۔ دار آخرت میں ان کے لئے آگ جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی نکل سکیں گے نہ چھوٹ سکیں گے اور وہاں نہ کوئی اپنا فریاد رس پائیں گے نہ کوئی دوست مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے' یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم اللہ و رسول کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھ کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم قرآن و حدیث کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے قرآن حدیث سے بہکا دیا فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ [4] عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔ اس وقت کہیں گے کہ اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علماء کی پیروی کی۔ امراء اور مشائخین کے پیچھے لگے رہے۔ رسولوں کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں۔ ان کے پاس حق ہے آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے۔ انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر۔ ایک تو ان کے اپنے کفر کا ایک ہمیں برباد کرنے کا۔ اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قرأت میں ﴿كَبِيْرًا﴾ کے بدلے ﴿كَثِيْرًا﴾ ہے مطلب دونوں کا یکساں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی دعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [5] یعنی اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا پس تو اپنی خصوصی بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر تو بڑا ہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ اس حدیث میں بھی ﴿ظُلْمًا كَثِيْرًا﴾ اور ﴿كَبِيْرًا﴾ دونوں ہی مروی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دعا میں ﴿كَثِيْرًا

---

[1] [سورة القمر: آیت ۱]
[2] [سورة الانبياء: آیت ۱]
[3] [سورة النحل: آیت ۱]
[4] [سورة الحجر: آیت ۲]
[5] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب الاذان: باب الدعاء قبل السلام (۸۳٤) وكتاب الدعوات (٦٣٢٦) صحيح مسلم: كتاب الدعوات: باب استحباب خفض الصوت بالذكر (۲۷۰۵) ابن ماجه: كتاب الدعا: باب دعاء رسول الله (۳۸۳۵) ترمذی: كتاب الدعوات (۳۵۳۱) نسائی: كتاب السهو: باب نوع آخر من الدعاء (۱۳۰۱)]

﴿كَبِيْـرًا﴾ دونوں لفظ ملا لے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ ٹھیک یہ ہے کہ کبھی ﴿كَثِيْـرًا﴾ کہے اور کبھی ﴿كَبِيْـرًا﴾ دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم اللہ کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ ﴿رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا﴾ الخ۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۭ﴾ (۶۹)

ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی جو داغ وہ لگاتے تھے اللہ نے انہیں اس سے بری کر دیا وہ اللہ کے نزدیک ذی عزت تھے ○

موسیٰ علیہ السلام کی شرم وحیا: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور بڑے لحاظ دار تھے۔[1] یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔ لیکن احادیث انبیاء کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ سخت حیا و شرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپ کی ایذا کے درپے ہو گئے اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی آفت ہے اس وجہ سے یہ اس قدر پردے داری کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا اردہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دور کر دے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے ایک پتھر پر آپ نے اپنے کپڑے رکھ دیئے جب غسل سے فارغ ہو کر آئے کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اے پتھر! میرے کپڑے میرے کپڑے کرتے ہوئے اسی کے پیچھے دوڑے۔ بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو فضول باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں ان سے اللہ نے اپنے نبی کو بری کر دیا غصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین یا چار یا پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللہ! لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے۔ اسی براءت وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔[2]

یہ حدیث مسلم میں نہیں یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ بعض روایتیں موقوف ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پہاڑ پر گئے تھے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا۔ پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اسے اٹھا لائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے اللہ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا۔ ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے۔ اور وہی

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تکونوا کالذین اذوا موسی (۴۷۹۹)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (۳۴۰۴) ترمذی: کتاب التفسیر (۳۲۲۱)]

ان کی قبر کی جگہ جانتا ہے۔ لیکن بے زبان ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ ایذا یہی ہو۔ اور ہو سکتا ہے وہ ایذا ہو جس کا بیان پہلے گزرا۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اور یہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو کہا اے اللہ کے دشمن! میں تیری اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر حضور ﷺ کو خبر دی کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر فرمایا اللہ کی رحمت ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے لیکن صبر کیا۔ (1) (بخاری، مسلم)

اور روایت میں ہے حضور ﷺ کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آ کر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بات نہ چبھتی ہو۔ ایک مرتبہ کچھ مال آپ کے پاس آیا آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ واللہ! اس تقسیم سے نہ تو حضور ﷺ نے اللہ کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا۔ میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سنیں۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سنیں اسے سن کر حضور ﷺ کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور آپ پر یہ بات بہت ہی گراں گزری۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا عبداللہ! جانے دو دیکھو موسیٰ علیہ السلام اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا" (2) قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ ہاں اللہ کا دیدار نہ ہوا اس لئے کہ یہ طاقت انسانی سے خارج تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی اللہ نے وہ بھی عطا فرمائی۔ فرماتا ہے ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ (3) ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی اور سچی باتیں کیا کرو ○ تا کہ اللہ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے تابعداری کرے اس نے بڑی مراد پالی ○

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الطائف (٤٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اعطاء المولفة قلوبهم علی الاسلام (١٠٦٢) مسند احمد (١/٣٨٠)]

(2) [ضعیف : مسند احمد (١/٣٩٥)] اس میں ولید بن ہشام مجہول ہے۔

(3) [سورۃ مریم: آیت ٥٣]

تقویٰ کی تلقین اور اس کے فوائد: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ اس طرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بات بالکل صاف، سیدھی، سچی، اچھی بولا کریں۔ جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کرلیں گے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا۔ اور ان کے تمام اگلے گناہ معاف فرمادے گا بلکہ آئندہ کے لئے بھی انہیں استغفار کی توفیق دے گا تا کہ گناہ باقی نہ رہے۔ اللہ رسول کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کا حکم ہوا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر یہی فرمایا۔ [1] (ابن ابی حاتم)

ابن ابی الدنیا کی کتاب التقوی میں ہے حضور ﷺ ہمیشہ منبر پر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے [2] لیکن اس کی سند غریب ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قول سدید ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ حضرت خباب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سچی بات قول سدید ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر سیدھی بات قول سدید میں داخل ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٣﴾

ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمینوں پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں کو اور مشرک مردوں، عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے ○

انسان کے پاس بڑی بھاری امانت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ امانت سے مراد یہاں اطاعت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ جناب باری عزاسمہٗ نے اسے اب حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو انکار کر رہے ہیں تم کہو آپ نے پوچھا اللہ اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجالاؤ گے ثواب پاؤ گے اور برائی

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۴/۳۹۱) بزار (البحر الزخار۔ ۳۱۴۸) مجمع الزوائد (۱۱۲۸۵)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ امام ہیثمیؒ اسے مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: اس کی سند میں عبدالعزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔ [میزان (۵۱۱۹)]

کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا۔ تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھا۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں۔ لیکن انسان جو کہ بھولا تھا اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھالیا۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہو گئی تھی۔ حضرت ابی کا بیان ہے کہ عورت کی پاک دامنی بھی اللہ کی امانت ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے دین' فرائض حدود سب اللہ کی امانت ہیں۔ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین چیزیں اللہ کی امانت ہیں غسل جنابت' نماز اور روزہ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت میں داخل ہیں۔ تمام احکام بجالانے تمام ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلّف ہے جو بجالائے گا ثواب پائے گا جہاں گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی' زینت' اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ کی امانت کو برداشت نہ کر سکا جب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ بجا آوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہو گا۔ زمین صلاحیت کے باوجود اور سختی کی لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے۔ اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔ مقاتل فرماتے ہیں کہ پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں کیونکہ عدم بجا آوری کی صورت میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا اگر پوری اتری تو فضل و کرم سے نواز دوں گا۔ لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح تابع فرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں لیکن میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں امانت ڈال دی جائے تو اٹھالیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں ہمیں معاف فرمادیا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا انہوں نے کہا اللہ اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی ہو گی جنت ملے گی رحم و کرم ہو گا۔ اور اگر اطاعت نہ کی نافرمانی کی تو پھر سخت عذاب ہو گا۔ اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے انہوں نے کہا اللہ منظور ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھالیا لیکن یہ نہیں اٹھا سکوں گا یہ تو فرائض کا بوجھ ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے دریا جاری کیے۔ لوگوں کو بسائے گا۔ لیکن یہ امانت میری بس کی نہیں۔ میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھا سکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا لیکن انسان نے لپک کر اسے اٹھالیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے ذمے لے لیا۔ اللہ نے اسے فرمایا اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کر دیتا ہوں کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کر لے۔ میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنا دیتا ہوں کہ جب وہ مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر

لے۔ تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس کو اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب و عذاب سے انکار کر دیا اور فرماں برادی میں مسخر رہے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔

ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسان پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں اللہ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی اور برائی معلوم کر لی۔ ہر شخص نیکی بدی کو جان گیا یاد رکھو۔ سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں جاہل جانتے ہیں لیکن انجان بن رہے ہیں اب یہ امانت و وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی۔ یاد رکھو اللہ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے آپ کو ہلاک کر لے۔ اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو ہوشیار رہو اپنے آپ پر نظر رکھو۔ شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تمہیں آزما رہا ہے۔ کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ [1] حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا جنت میں جائے گا۔ پانچوں وقت کی نماز کی حفاظت کرتا ہو' وضو رکوع' سجدہ اور وقت سجدہ اور وقت سمیت زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو واللہ! یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنابت کا فرضی غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی۔ [2] تفسیر ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت نہیں مٹاتا ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو یہ جواب دیں گے اللہ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوگا پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ۔ فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی تہہ میں پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی شکل میں جہنم کی آگ کی چیز نظر آئے گی۔ یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے جب کنارے تک پہنچیں گے تو وہاں پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے جائیں گے۔ پھر لائیں گے پھر گریں گے ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو بھی ہے۔ نماز میں بھی ہے۔ امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں؟ تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ [3] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۶۸۹)] اس میں عیسیٰ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [حسن : ابو داؤد: کتاب الصلاۃ : باب المحافظة علی الصلوات (۴۲۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۹/۲۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۶۹۴)] اس کی سند میں شریک راوی ضعیف ہے۔]

اللہ ﷺ سے میں نے دو حدیثیں سنی ہیں ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا امانت لوگوں کی جبلت میں اتاری گئی پھر قرآن اترا احادیثیں بیان ہوئیں۔ پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور پھپھولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے۔ اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے؟ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان نہ ہو گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو وہ خود میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا۔ [1] (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں ہے فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں۔ امانت کی حفاظت' بات چیت کی صداقت' حسن اخلاق' اور وجہ حلال کی روزی۔ [2] حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جبلہ بن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا قسم ہے امانت کی۔ اس پر حضرت زیاد رونے لگے بہت روئے میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا ہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے بہت ہی مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔ [3] امانتداری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انہیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جو اللہ کو' اس کے فرشتوں کو' اس کے رسولوں کو مانتے تھے اور اللہ کے سچے فرمانبردار رہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ الحمد للہ سورہ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب رفع الامانة (٦٤٩٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب رفع الامانة والایمان (١٤٣) مسند احمد (٣٨٣/٥) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جاء فی رفع الامانة (٢١٧٩) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب ذهاب الامانة (٤٠٥٣)]

[2] [ضعیف :مسند احمد (١٧٧/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٦٥٢)] اس میں ابن لہیعہ بھی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح :ابو داؤد: کتاب الایمان والنذور : باب فی کراهیة الحلف بالامانة (٣٢٥٣) مسند احمد (٣٥٢/٥)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (٩٤)]

تفسیر سورہ سبا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ
فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

سچے معبود مہربان کرم فرما کے نام سے شروع تمام تر تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے آخرت میں بھی قابل تعریف وہی ہے وہ بڑی حکمتوں والا اور پورا خبردار ہے○ جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے جو آسمان سے اترے اور جو چڑھ کر اس میں جائے وہ سب سے باخبر ہے' اور وہ بڑا مہربان نہایت بخشش والا ہے○

اللہ تعالیٰ کی چند صفات: چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے۔ اس لئے ہر قسم کی تعریف وثناء کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے لئے دنیا اور آخرت کی حمد وثناء سزاوار ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے ماتحت ہے۔ جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے قبضے میں ہیں سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ [1] آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال' افعال' تقدیر' شریعت سب پر حکومت والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ جو اپنے احکام میں حکیم جو اپنی مخلوق سے باخبر جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے اگتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اس کے محیط' وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے جو رزق وہاں سے اترتا ہے اس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ وہ اپنے بندوں پر خود ان سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا۔ بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں۔ برائیاں چھوڑ دیں رب کی طرف رجوع کریں۔ پھر غفور ہے۔ ادھر بندہ جھکا رویا پیٹا ادھر اس نے بخش دیا یا معاف فرما دیا درگزر کرلیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔

---

[1] [سورۃ اللیل : آیت ۱۳]

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے ہی کی نہیں۔ تو کہہ دے مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی۔ اللہ سے ایک ذرے کے برابر کی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز واضح کتاب میں موجود ہے ○ تاکہ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے یہی لوگ ہیں جن کے لئے باکرامت روزی ہے ○ ہماری آیتوں کے مقابلے میں جنہوں نے کوشش کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے المناک سزاؤں کا عذاب ہے ○ جنہیں علم ہے وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی کہ قیامت ضرور آئے گی: پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو سورۂ یونس میں ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ [1] لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم اللہ کو مغلوب نہیں کر سکتے دوسری آیت یہی۔ تیسری آیت سورۂ تغابن میں ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ [2] یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے۔ تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے اور یہ تو اللہ پر بالکل ہی آسان ہے۔ پس یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت کا ذکر کر کے اپنے نبی کو ان کے بارے قسمیہ بتا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو عالم الغیب ہے جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں ان کے ریزے متفرق ہو جائیں لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے وہ ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ انہیں پہلے پیدا کیا۔ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے گا۔ وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے اللہ کی باتوں سے ضد کی رسولوں کی نہ مانی انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں۔ نیک کار مومن جزا اور

---

[1] [سورة يونس: آيت ٥٣] [2] [سورة التغابن: آيت ٧]

بدکار سزا پائیں گے۔ جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب اور مقصد پانے والے ہیں۔ ①

اور آیت میں ہے ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ② الخ یعنی مومن اور مفسد متقی اور فاجر برابر نہیں۔ پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن جب نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کرلیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا۔ اور رسولوں سے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ اللہ نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آچکا ہے۔ وہ اللہ عزیز ہے یعنی بلند جناب والا بڑی سرکار والا ہے۔ بہت عزت والا ہے پورے غلبے والا ہے نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور۔ ہر چیز اس کے سامنے پست و عاجز۔ وہ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل میں۔ ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثناخواں ہے۔ جَلَّ وَعَلَا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۞ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۞ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۞ ع

کافروں نے کہا آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے ○ حقیقت یہ ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں ○ کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان وزمین کو دیکھ نہیں رہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو دل سے متوجہ ہو ○

کفار کے کفریہ کلمات: کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور اس پر اللہ کے نبی ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے ''لو اور سنو ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مرکر مٹی میں مل جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ ہوش حواس کی درستی میں وہ عمداً اللہ کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے' مجنون ہے' بے سوچے سمجھے جو جی میں آئے کہہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ

① [سورة الحشر: آیت ۲۰] ② [سورة ص: آیت ۲۸]

دونوں باتیں نہیں۔ آنحضرت ﷺ سچے ہیں' نیک ہیں' راہ یافتہ ہیں' دانا ہیں' باطنی اور ظاہری بصیرت والے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور نادانی سے کام لے رہے ہیں۔ اور غور وفکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور وہ بہت دور نکل جاتے ہیں۔ کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو۔ جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ ختم ہو نہ زمین کا فرش۔

جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْيدٍ وَّإِنَّا لَمُوسِعُونَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ﴾ [1] ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو پیچھے دیکھو اسی طرح دائیں دیکھو بائیں کی طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین ہی نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھے؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یا آسمان تم پر توڑ دے یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ کا حلم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ جس میں عقل ہے جس میں دور بینی کا مادہ ہو جس میں غور وفکر کی عادت ہو' جس کی اللہ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو۔ جس کے سینے میں دل' دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر وخالق اللہ کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں' گوشت' کھال کو ابتداءً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھا بٹھانا کیا بھاری ہے؟

اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِىْ﴾ [2] الخ' یعنی آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا کیا وہ ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک وہ قادر ہے اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [3] یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان زمین کی پیدائش ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا' اے پہاڑو اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی' اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا ○ کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ تم سب نیک کام کیا کرو' یقین مانو کہ میں

---

[1] [سورۃ الزاریات: آیت ۴۷-۴۸] [2] [سورۃ یٰس: آیت ۸۱]

[3] [سوۃ غافر: آیت ۵۷]

تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں ○

داؤد علیہ السلام پر خصوصی انعامات کا ذکر: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی بادشاہت بھی دی لاؤ لشکر بھی دیئے طاقت وقوت بھی دی۔ پھر ایک پاکیزہ معجزہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا' ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد وثناء شروع کی پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔ [1] ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ واللہ! ہم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ ﴿أَوِّبِي﴾ کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملا لیا کریں۔ ﴿تَأْوِيبُ﴾ کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔

جیسے ﴿سُرَى﴾ کے معنی رات کو چلنے کے ہیں۔ لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں لگتے یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد وثناء بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے' اب اس لوہے سے بفرمان اللہ آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز صرف ایک زرہ بناتے اس کی قیمت چھ ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے بلکہ ناپ تول اور صحیح اندازے سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔

ابن عساکر میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا اگر ایک کمی اس میں

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب فضائل القرآن : باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (۷۹۳) مسند احمد (۳۴۹/۵)]

نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں خود بھی اسی میں سے لیتا ہے اور اپنی اہل وعیال کو اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اللہ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھادے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے۔ کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتادے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانا سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کرتے ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے ایک صدقے کے لئے ایک رکھ چھوڑتے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد کو جو نغمہ دیا گیا تھا وہ تو محض بے نظیر تھا۔

اللہ کی کتاب زبور پڑھنے بیٹھتے۔ تو آواز نکلتے ہی چرند صبر وسکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ سارے باجے شیاطین نے نغمہ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آواز کی یہ چڑاؤنی جیسی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہئے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کے خلاف نہ کرو۔ یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں۔ اس کی فرمانبرداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں۔ تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۗ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۗ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾

ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○ جو کچھ سلیمان چاہتے تھے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک اعمال کرو، میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں ○

سلیمان علیہ السلام پر خصوصی انعامات: حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے۔ کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔

مہینے کی راہ صبح ہی صبح ہو جاتی تھی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کے کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں تو بلا دقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر دیا وہ جو چاہتے تھے اپنے سامنے ان سے کام لیتے۔ ان میں سے جو جن احکام سلیمان علیہ السلام کی تعمیل سے جی چراتا تھا فوراً آگ میں جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پر دار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اترتے ہیں وغیرہ۔ [1] یہ حدیث بہت غریب ہے۔ ابن نعیم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک کے لئے تو عذاب و ثواب ہے ایک آسمان و زمین میں اڑتے رہتے ہیں ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوائے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں عذاب ثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایماندار ولی ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں' محاریب کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو' گھر کے بہترین حصے کو' مجلس کی صدرات کی جگہ کو۔ بقول مجاہد رحمہ اللہ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجے کی ہوں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں گھروں کو۔ تماثیل تصویروں کو کہتے ہیں یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہ رحمہ اللہ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ جَوَابٌ جمع ہے جابیہ کی۔ جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آتا رہتا ہے۔ یہ مثل تالاب کے تھیں بہت بڑے بڑے لگن تھے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بڑی فوج کے لئے بہت سا کھانا بیک وقت تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری پن کے ادھر ادھر نہیں کی جا سکتی تھیں۔ ان سے اللہ نے فرما دیا تھا کہ دین و دنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے ؎

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرُ الْمُحْجَبَا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے فعل سے' زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمٰن سلمی

---

[1] [مستدرك حاكم (۲/۴۵٦) طبراني كبير (۲۲/۲۱٤) صحيح ابن حبان (۲۰۰۷) مجمع الزوائد (۱۳۳۸٦) ابو نعيم في الحلية (۵/۱۳۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ کے لئے کرے۔ شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکر اللہ تعالیٰ کا تقوی ہے اور نیک عمل ہے۔ آل داؤد دونوں طرح شکر ادا کرتے تھے قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل وعیال اولا د اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز کی تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا تھا۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد کی نماز تھی۔ آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔ آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ [1] ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنادیتی ہے۔ [2]

ابن ابی حاتم میں ہے اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک معطول حدیث مروی ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری سے عرض کیا کہ الہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہوگا؟ شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جب کہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ پھر ایک واقعے کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ
فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی بجز گھن کے کیڑے کے جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پس جب سلیمان گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے ○

سلیمان علیہ السلام کی وفات اور جنات کی لاعلمی: حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التهجد : باب من نام عند السحر (۱۱۳۱)، (۳۴۲۰) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب النهی عن صوم الدهر (۱۱۵۹) نسائی : کتاب صیام اللیل : باب ذکر الصلاۃ نبی الله داؤد باللیل (۱۶۲۹) ابن ماجه : کتاب الصیام : باب ما جاء فی صیام داؤد (۱۷۱۲) ابو داؤد : کتاب الصیام : باب فی صوم یوم وفطر یوم (۲۴۴۸) مسند احمد (۱۸۹/۲)]

[2] [**ضعیف** : ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب ما جاء فی قیام اللیل (۱۳۳۲)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الزوائد (۴۳۳/۱)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه (۲۷۹) الروض النضیر (۲۲۲) التعلیق الرغیب (۲۲۴/۱) ضعیف الجامع الصغیر (۴۰۷۰)]

کہ جو جنات ان کے فرمان کے تحت کام کاج میں مصروف تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی؟ وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کے ٹیکے پر کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہوگیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔

ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے تیرا کیا نام ہے؟۔ وہ بتا دیتا آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا ضروب۔ پوچھا تو کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کے لئے تب آپ نے دعا مانگی کہ اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تا کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل مشکل کام سونپ دیئے آپ کا انتقال ہوگیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہے ایک سال کامل ہوگیا۔ چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن اس کے ایک راوی عطا بن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم وبیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے وہ بتا تا آپ اسی کام میں اسے لاتے بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام ضروبہ بتایا کہا تو کس مطلب کا ہے؟ کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں البتہ تو میری موت اور اس شہر کی ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا دیا مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہوگیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی اپنی نوکری بجا لاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسول علیہ السلام آجائیں تو ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے ان میں جو بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر

دیکھتے ہی وہ مرجاتے تھے لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں اب آ کر سب کو خبر کی لوگ آئے محراب کو کھولا تو واقعی اللہ کے رسول علیہ السلام کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ان کی دھونس تھی۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت جھیلتے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو بہتر سے بہتر غذا ہم تجھے پہنچاتے۔ لیکن یہ سب بنی اسرائیل کے علماء کی روایتیں ہیں ان میں جو مطابق حق ہوں قبول۔ خلاف حق ہوں مردود دونوں سے الگ ہوں وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے۔ واللہ اعلم

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا وقت مجھے کچھ پہلے بتا دینا حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر کے چلے گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ اٹھا سکی اور آپ گر پڑے جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے اقوال سلف سے یہ مروی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ
وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ
وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرت الٰہی کی نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکریہ ادا کرو۔ عمدہ شہر اور بخشنے والا رب ○ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رو کا پانی کا نالا بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے ○ ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا۔ ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں ○

قوم سبا کا ذکر: قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی انہیں میں سے تھیں۔ یہ بڑی

نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ کے رسول ان کے پاس آئے انہیں شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا اس کی عبادت کا طریقہ سمجھایا۔ کچھ زمانے تک وہ یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی احکام اللہ بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت وتاراج ہو گئیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے۔ یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج' کندہ' ازد' اشعری' اغار' حمیریہ یہ چھ قبیلے یمن میں۔ لخم' جذام' عاملہ' اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں۔ [1] (مسند احمد) فردہ بن مسیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ نے فرمایا ہاں جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضور ﷺ! یہ سبا کس کا نام ہے؟ تو آپ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔ [2] ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فردہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا یا رسول اللہ ﷺ! جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری۔ لیکن اس میں غرابت ہے اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں عبدشمس بن العرب بن قحطان اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج ڈالا تھا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیشین گوئی کی تھی۔ کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے' جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی۔ اور بنو قحطان کے ایک نبی بھی ہوں گے اس نبی کا نام احمد ہوگا (ﷺ) کاش کہ میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پالیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو! جب بھی اللہ کے وہ رسول ﷺ ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/۳۱٦) مستدرك حاكم (٤/٤٢٣)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٨٩٨)] حافظ زبیر علی زئی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن صحيح : ترمذی : كتاب تفسير القرآن (٣٢٢٢) ابو داؤد : كتاب الحروف والقراءات (٣٩٨٨) تفسير ابن جرير الطبري (٢٨٧٨٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ۔ اور جو بھی آپ سے ملے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے (اکیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے۔ دوسرا یہ کہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔

تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ اس سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الابناہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور ﷺ ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا اے اولاد اسماعیل! تیراندازی کیے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیرانداز تھے۔[1] اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے۔ سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی دوسری شام چلی گئی۔ انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنویں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں۔ جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے۔ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے بعض ادھر ادھر چلے گئے دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے۔ جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا۔ اور بصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتاں لگا دی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا یہاں تک کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک پھلوں سے وہ جھلی بلکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے پھل خود بخود جو جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی صنعاء سے تین مراحل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی' صحت مزاج اور اعتدال عنایت الٰہیہ سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی' مچھر اور زہریلے جانور بھی نہیں ہوتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں اور دل و جان سے اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آبادبستی اور بستی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب التحریض علی الرمی (۲۸۹۹) مسند احمد (۴/ ۵۰)]

کے دونوں طرف ہرے بھرے پھل دار باغات اور سرسبز کھیتیاں۔ اور ان سے جناب باری نے فرما دیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو۔ لیکن انہوں نے اللہ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔

جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ ﴿ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴾ [1] الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے۔ بے راہ ہو رہے ہیں مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامت اعمال رنگ لائی جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی وہ چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہو گئی ان دریاؤں کے، چشموں کے، بارش کے، نالوں کے، سب پانی آ گئے ان کی بستیاں، ان کے محلات، ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہو گئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو۔ جھاؤ، کیکر، ببول اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بے کار درخت اگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے۔ جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھل دار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک کی سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابو خیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں تلخی آ جائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا وہاں فوراً کوئی زحمت آ پڑی اور مزہ مٹی ہو گیا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ
سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں ○ ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کے کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لئے ہم نے انہیں گزشتہ افسانوں کی صورت میں کر دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں ○

قوم سبا پر اللہ کے انعامات: ان پر جو نعمتیں تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو

[1] [سورہ النمل: آیت ۲۲۔۲۴]

اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزے دار تازے میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود ہر رات کو کسی بستی میں گزار لیں اور راحت وآرام امن وامان سے جائیں آئیں کہتے ہیں کہ یہ بستیاں صنعاء کے قرب وجوار میں تھیں باعد کی دوسری قراءت ﴿بَعِّدْ﴾ ہے۔ اس راحت وآرام سے وہ پھول گئے اور جس طرح بنواسرائیل نے من وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئیں غیر آباد جگہیں بھی آئیں کھانے پینے کا لطف بھی آئے۔ قوم موسیٰ علیہ السلام کی اس طلب نے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا بگاڑا۔ اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔ لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔ تتر بتر ہو گئے۔ یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

عکرمہ رحمہ اللہ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ان حویلیوں اور مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیے؟ آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی اس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی جری ہونے کے علاوہ مالدار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو! کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے برا بھلا کہوں گا تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ در پیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہیے۔ اس نے اقرار کیا دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا اس نے صاف انکار کر دیا اس نے اسے گالیاں دیں تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں۔ یہ غصے میں اٹھا اور اسے مارا لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا یہ اور غضبناک ہوا اور کہنے لگا چھری لاؤ تو میں اسے ذبح کروں گا تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا لوگ دوڑے بھاگے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی وہ سب آ گئے اول تو منت سماجت کی۔ منوانا چاہا لیکن یہ کب ماننا تھا انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے لیکن اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کروں گا انہوں نے کہا ایسا آپ نہیں کر سکتے اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا اچھا جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں مجھ سے میرے مکانات جائیدادیں اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد

وصول کر لی جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سنو عذاب اللہ آ رہا ہے زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزومند ہو تو وہ عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا پینا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے۔ قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا جسے جو جگہ اور جو چیز پسند تھی وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف' بعض بصرے طرف' کی بعض مدینے کی طرف۔ اس طرح تین قبیلے چلے تھے۔ اوس اور خزرج اور بنو عثمان۔ جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا ہمیں یہ جگہ بہت پسند ہے اب ہم آگے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور اوس وخزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔

یہ اثر بھی عجیب وغریب ہے۔ جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مآرب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں۔ یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہ وبالا کرے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہو لیا راستے میں عکہ ان سے لڑے برابر برابر کی لڑائی رہی۔ جس کا ذکر عباس بن مرداس اسلمی کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنۃ بن عمرو بن عامر شام میں گئے اوس وخزرج مدینے میں خزاعہ مر میں' ازمراۃ سراۃ میں۔ ازد عمان عمان میں یہاں سیلاب آیا جس نے مآرب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ اپنے بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت جس کا نام طریفہ تھا اس نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتائی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازدبھی ہلاک کر دیئے گئے۔ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل پھلوں اور کھیتوں کے بے شمار روزی کے باوجود سیل عرم سے یہ حالت ہو گئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک بوند پانی کو ترس گئے یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر وشاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر' نعمتوں پر شکر کرنے والے اس پر دلائل قدرت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے اگر اسے راحت ملے تو یہ شکر کرے تو اجر پائے۔ اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے۔ غرض مومن کو ہر حالت پر اجر وثواب ملتا ہے اس کا ہر کام نیک ہے۔ یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی

کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے۔[1] (مسند احمد) بخاری و مسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی لئے ہوتی ہے اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے۔ اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی والی ہے۔[2] حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں صبر و شکر کرنے والا بندہ کتنا ہی اچھا ہے کہ جب نعمت اسے ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

شیطان نے ان کے بارے میں سوچ رکھا تھا اسے سچا کر دکھایا یہ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی جماعت کے ○ شیطان کا ان پر کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تا کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں ممتاز طور پر ظاہر کر دیں جو اس شک میں ہیں۔ تیرا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے ○

ابلیس اور اس کے مرید: سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں ان کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور تھوڑی سی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اترا رہا تھا کہ جب انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔ (ابن ابی حاتم)

اس کا کوئی غلبہ، حجت، زبردستی، مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ، فریب اور مکر بازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے۔ اس میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ مومن و کافر ظاہر ہو جائیں۔ حجت اللہ ختم ہو جائے آخرت کو ماننے والے

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/۱۷۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۳۱)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب المؤمن امره کله خیر (۲۹۹۹)]

شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے مومنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی ہے اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور کافروں کی جماعت خود اللہ کو چھوڑ دیتی ہے اس لئے ان پر سے اللہ کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾

کہہ دے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو۔ نہ تو ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرے کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○ درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز اس کے جن کے لئے اجازت ہو جائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا' اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے ○

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں: بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اکیلا ہے' واحد ہے' احد ہے' فرد ہے' صمد ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بے نظیر' لاشریک اور بے مثل ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' ساتھی نہیں' مشیر نہیں' وزیر نہیں' مددگار و پشتی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کرنے والا کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو پکار کر دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں' نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے نہ آسمانوں میں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ [1] کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیار حکومت نہ ہو نہ سہی شرکت کے طور پر ہی ہو نہیں شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں اس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں' اس کی عظمت و کبریائی عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی جراُت نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے بھی لب ہلا سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [2] کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے ﴿كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ﴾ [3] الخ' یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے اللہ اپنی رضامندی سے اجازت دے دے۔ ایک اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ [4] الخ' وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ کی رضامندی

---

[1] [سورة فاطر: آیت ١٣]
[2] [سورة البقره: آیت ٢٥٥]
[3] [سورة النجم: آیت ٢٦]
[4] [سورة الانبياء : آیت ٢٨]

ہو وہ تو خود ہی اس کے خوف سے تھرا رہے ہیں۔ تمام اولاد آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا اللہ ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریفیں بیان کروں گا۔ کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ (1)

رب کی عظمت کا ایک مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے۔ ﴿فُزِّعَ﴾ کی دوسری قرأت ﴿فُرِّغَ﴾ بھی آئی ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔ تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہل عرش اپنے پاس والوں کو وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم پہنچا دیتے ہیں۔ بلا کم وکاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے۔ اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں اور قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش وحواس قائم ہو جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا کہ حق فرمایا' حق فرمایا اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے آج اس کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تو دلوں سے گھبراہٹ دور کئے جانے کے یہ معنی ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اس وقت سب شک وتکذیب الگ ہو جائیں گے۔ شیطانی وساوس دور ہو جائیں گے اس وقت رب کے وعدوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں۔ اور یہی ٹھیک ہے اور اس کی تائید احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو جب ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ اعلیٰ وکبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہہ بہ تہہ ایک دوسروں کے اوپر ہیں وہ کوئی کلمہ سن لیتے ہیں اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول الله تعالی لما خلقت بیدی (۷۴۱۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۳)]

ہے لیکن کبھی کبھی تو وہ اس کے آنے سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہے اور کبھی پہنچانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ اس کے مرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مطابق ہی ہوئی۔ ①

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے ٹوٹنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہم اس موقعہ پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔ زہری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے؟ کہا ہاں لیکن کم۔ آپ کی بعثت کے زمانے سے ان میں بہت زیادتی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! انہیں کسی کی موت وحیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملان عرش اس کی تسبیح کرتے ہیں پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتاتے ہیں پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اسے بتاتا ہے یہاں تک آسمان اول والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اچک لے جانے والے جنات اسے سن لیتے ہیں تو ان پر یہ ستارے جھڑتے ہیں تاہم جو بات اللہ کو پہنچانی منظور ہوتی ہے اسے وہ لے اڑتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔ ②

ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف سے کپکپا اٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ کا فرمان سنتے ہیں پھر ان کی زبانی فرشتے سنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ اللہ نے حق فرمایا وہ بلندی اور بڑائی والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا امین فرشتہ جس کی طرف ہوا سے پہنچا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بند ہو کر پھر ابتداء ختم المرسلین ﷺ پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی وحی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن آیت اس کو اور سب کو شامل ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ لَّا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔــلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ
يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ
بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

① [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب الامن استرق السمع فاتبعه شهاب مبين (٤٧٠١)]

② [صحيح : صحيح مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الكهانة واتيان الكاهن (٢٢٢٩)]

پوچھو تو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے روزی کون پہنچاتا ہے۔ خود جواب دے کہ اللہ سنو ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہیں ○ کہہ کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم میں سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی ○ انہیں خبر دے دے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا ہے اور دانا ○ کہہ کہ اچھا مجھے بھی تو ذرا انہیں دکھا دو جنہیں تم شریک اللہ ٹھہرا کر اس کے ساتھ ملا رہے ہو ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ ہے غالب باحکمت ○

خالق و رازق صرف اللہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلم کھلا اور واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول ﷺ نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے۔ کیونکہ اس قدر تضاد و تباین کے بعد دونوں کا سچا ہونا تو عقلاً محال ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ ہم چل رہے ہیں اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بیشک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔ اور ایک آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں۔

سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [1] الخ میں بھی اسی بے تعلقی اور براءت کا ذکر ہے رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھا کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اسی دن تمہیں ہماری حقانیت و صداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ [2] الخ قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغوں میں خوش وقت و فرحان ہوں گے اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے کفر کرنے والے دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم و عادل ہے حقیقت کا پورا علم ہے تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جبکہ میرا رب لانظیر بے شریک اور عدیم المثیل ہے وہ اکیلا ہے وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال و افعال میں۔ اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی۔ برکتوں والا بلندیوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔

---

[1] [سورة الكافرون : آيت ۱]   [2] [سورة الروم: آيت ۱۴-۱۶]

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٠﴾

ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے ○ پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ ہے کب؟ سچے ہو تو بتا دو ○ جواب دے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے جس سے ایک ساعت نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو ○

بعثتِ نبوی ساری انسانیت کے لیے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [2] بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہاں کو ہوشیار کر دے یہاں بھی فرمایا'' کہ اطاعت گزاروں کو بشارت جنت دے اور نافرمانوں کو خبر جہنم۔ لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے'' جیسے فرمایا ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [3] گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا اگر بڑی جماعت کی بات مانے گا تو وہ خود تجھے راہ راست سے ہٹا دیں گے۔ پس حضور ﷺ کی رسالت عام لوگوں کی طرف ہے۔ عرب و عجم سب کی طرف سے اللہ کو زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسول ﷺ بنا کر بھیجا۔ بخاری و مسلم میں فرمان رسالت مآب ہے کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری صرف مدد رعب سے کی گئی ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیمت کا مال حلال نہ تھا میرے لئے غنیمت حلال کر دی گئی۔ مجھے شفاعت دی گئی۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ [4] اور حدیث میں ہے

---

[1] [الاعراف : ۱۵۸] [2] [الفرقان : ۱] [3] [یوسف : ۱۰۳]

[4] **صحیح** [صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۱ ۔ ۳)]

سیاہ وسرخ سب کی طرف میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] یعنی جن وانس، عرب وعجم کی طرف، پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور باایمان اس سے کپکپا رہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں۔ [2] جواب دیتا ہے کہ تمہارے وعدے کا دن مقرر ہو چکا ہے جس میں تقدیم وتاخیر کی وزیادتی ناممکن ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ [3] اور فرمایا ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ﴾ [4] الخ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے جب وہ دن آ گیا پھر تو کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بد بخت۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾

کافروں نے کہا کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو۔ اے دیکھنے والے کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہوتے ○ یہ بڑے ان چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تمہارے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود گنہگار تھے ○ اس کے جواب میں یہ ادنیٰ لوگ ان متکبروں سے کہیں گے نہیں نہیں بلکہ تمہارا دن رات مکر وفریب سے ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا حکم دینا باعث ہوا ہماری بے ایمانی کا۔ عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے۔ کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ○

کافروں کی ضد وہٹ دھرمی: کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزار ہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن نہیں مانیں گے بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے اس قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے کھڑے چھوٹے

---

[1] [صحيح: صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلاة (٣) مسند احمد (١/ ٢٥٠)]

[2] [الشورى : ١٨] [3] [نوح : ٤] [4] [هود : ١٠٤-١٠٥]

بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ سب بے دلیل ہے۔

دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی۔ تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل اللہ کی باتوں سے بھاگتے تھے رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہی ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اپنے بزرگوں کی مان لینے والے یہ بے دلیل انہیں پھر جواب دیں گے کہ تمہاری دن رات کی دھوکے بازیاں' جعل سازیاں' فریب کاریاں' ہمیں اطمینان دلاتیں کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں ہم سے بار بار شرک و کفر کے نہ چھوڑنے پرانے دین کے نہ بدلنے باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا ہماری کمر تھپکنا۔ ہمارے ایمان سے رک جانے کا یہی سبب ہوا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے روگرداں کرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے۔ براءت بھی کریں گے لیکن دل اپنے کیے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائے گا۔ اب ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کے لپٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا۔[1] (ابن ابی حاتم)

حسن بن یحییٰ الخشنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے' ہر غار' ہر زنجیر' ہر قید' پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے جب حضرت سلیمان درانی رحمہ اللہ کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے ہائے ہائے پھر کیا حال ہوگا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں؟۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں' ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں' گردن میں طوق ہوں پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے۔ اللہ تو بچانا پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٤﴾
وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٣٥﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ ع وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ
فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

[1] [ضعیف : اس کی سند میں ضرار بن صرد راوی متروک ہے۔ [میزان (۳۲۷/۲)]

ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آ گاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں ○ کہنے لگے ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب کیے جائیں ○ کہہ دے کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور نڈر و بےخوف ہو کر بالا خانوں میں براجے رہے ہوں گے ○ جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلے کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے ○ اعلان کر دے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○

نبی کریم ﷺ کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور اگلے پیغمبروں کی سی سیرت رکھنے کو فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول گیا اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا۔ ہاں غرباء نے تابعداری کی جیسے کہ قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ [1] الخ، ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں؟ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجے کے لوگ ہیں۔ یہی مضمون دوسری آیت ﴿وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ﴾ [2] الخ، میں ہے قوم صالح کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے تھے ﴿اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ [3] الخ کیا تمہیں حضرت صالح کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا﴾ [4] الخ، یعنی اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تا کہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب میں سے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں؟ اور فرمایا ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ [5] الخ، جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں وہ نہیں مانتے پھر ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی اور رسول بھیجا ہے وہاں کے جاہ وحشمت، شان وشوکت والے رئیسوں، امیروں، سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابو رزین ﷛ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے ایک تو سمندر پار چلا گیا، ایک وہیں رہا جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ گرے پڑے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا۔ یہ پڑھا لکھا آدمی تھا، کتابوں کا اسے علم حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضور کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپ کی خدمت میں

---

[1] [الشعراء : ۱۱۱]   [2] [ھود : ۲۷]   [3] [الاعراف : ۷۵]

[4] [الانعام : ۵۳]   [5] [الاسراء : ۱۶]

حاضر ہوا آپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے۔ وہ اسے سنتے ہی ایمان لے آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہوگئی؟ اس نے کہا اس بات سے کہ تمام انبیاء کے ابتدائی ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ اور حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں کہلوایا کہ تمہاری بات کی سچائی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔[1] اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابوسفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت فرمایا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیفوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ ہر رسول کے اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں"[2] پھر فرمایا یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں۔ اور اسے اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ وہ پسندیدہ اللہ ہیں اگر اللہ کی خالص عنایت و مہربانی ان پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نہ دیتا۔ اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ قرآن نے ہر جگہ اس کا رد کیا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ﴾[3] الخ' کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد کی اکثریت ان کیلئے بہتر ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُھُمْ﴾[4] الخ' ان کی مال و اولاد تجھے دھوکے میں نہ ڈالے اس سے انہیں دنیا میں بھی سزا ہوگی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾[5] الخ' یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے بہت سے فرزند دے رکھے ہیں۔ اور ہر طرح کا عیش اس کیلئے مہیا کر دیا ہے۔ تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے' مال والا' پھلوں والا' اولاد والا تھا۔ لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا عذاب الٰہی سے سب چیزیں دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہوگئیں۔ اللہ جس کی روزی کشادہ کرنا چاہے' کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہے' تنگ کر دیتا ہے دنیا میں تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے۔ غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے' مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے۔ یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔[6] (مسلم)

---

[1] [ضعیف : یہ روایت مرسل ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی (۷)]

[3] [المومنون: ۵۵۔۵۶] [4] [التوبہ : ۵۵] [5] [المدثر: ۱۱۔۱۷]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم ظلم المسلم (۲۵۶۴۔۳۴) مسند احمد (۲/۴۳۹)]

ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔ اور ایک ایک نیکی دس دس گناہ بلکہ سات سات سو گناہ کر کے دی جائے گی۔ جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے' غم سے پرامن ہوں گے۔ کوئی دکھ درد نہ ہوگا۔ ایذا اور صدمہ نہ ہوگا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو نرم کلامی کرے' کھانا کھلائے' بکثرت روزے رکھے اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے۔ [1] (ابن ابی حاتم)

جو لوگ اللہ کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں' رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں' اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے' وہ جہنم کی سزا میں حاضر کیے جائیں گے اور برا بدلہ پائیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے کوئی سکھ چین میں ہے کوئی دکھ درد میں مبتلا ہے۔ رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿أُنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا﴾ [2] تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر و غنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا خانوں میں اور بدلوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ ہے جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور اللہ کی طرف سے قناعت بھی دیا گیا ہو۔ [3] (مسلم)

اللہ کے حکم یا اس کی اباحت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ہر صبح ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اللہ بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر۔ دوسرا دعا کرتا ہے اللہ خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔ [4] حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا بلال خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔ [5]

---

[1] [حسن : ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی قول المعروف (۱۹۸۴) ابن ابی شیبہ (۶۲۵/۸) مسند ابویعلی (۴۲۸)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ۲۱]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فی الکفاف والقناعة (۱۰۵۴) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب القناعة (۴۱۳۸) ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جاء فی الکفاف والصبر علیه (۲۳۴۹) مسنداحمد (۱۶۸/۲)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاة : باب قول الله تعالی فاما من اعطی واتقی (۱۴۴۲) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب فی المنفق والممسك (۱۰۱۰) مسند احمد (۳۰۶/۲)]

[5] [ضعیف : مسند الشهاب (۷۴۹) طبرانی (۱۰۲۰)] اس کی سند میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے۔]

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آ رہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہوگا۔ مال ہوگا لیکن مالدار نے گویا اپنے مال پر دانت گاڑے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے پھر حضور ﷺ نے اسی آیت میں ﴿وَمَا أَنفَقْتُم﴾ الخ' کی تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خریدتے پھریں۔ یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے' مضطر کی بیع حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسرے کے ساتھ سلوک اور بھلائی کر ورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا (ابویعلی موصلی) یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہیں اس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا۔ اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں' رزق مقسوم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟
سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾
فَٱلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ
ٱلنَّارِ ٱلَّتِى كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں کے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔ پس آج تم میں سے کوئی بھی کسی کے لئے بھی کسی قسم کے نفع نقصان کا مالک نہ ہوگا' ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے۔

روز قیامت مشرکین کا محاسبہ: مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بے عذر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہوگا۔ جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ سے ملا دیں۔ سوال ہوگا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟

جیسے سورۂ فرقان میں ہے ﴿أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِى هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ﴾ [2] یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال ہوگا کہ کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا؟ آپ جواب دیں گے کہ اللہ! تیری ذات پاک ہے جو کہنا مجھے سزاوار نہ تھا اسے میں کیسے کہہ دیتا؟ اسی طرح فرشتے بھی اپنی براءت ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس

---

[1] [ضعیف و منقطع الدر المنثور للسیوطی (٥/٤٤٨)] اس کی سند میں کوثر بن حکیم راوی متروک ہے۔ [المیزان (٦٩٨٣)]

[2] [سورۃ الفرقان : آیت ٧٨]

سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ ہم تو خود تیرے بندے تھے اور ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا ان میں سے اکثر کا شیطان پر ہی اعتقاد تھا۔

جیسے فرمان باری ہے ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ﴾ [1] یعنی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ جس پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ پس جن جن سے تم مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی آج تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت وکرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یک سو ہو جائیں گے کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع وضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ ع

جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں تمہارے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دینا چاہتا ہے اس کے سوا کوئی بات نہیں' اور کہتے ہیں کہ یہ تو تراشا ہوا بہتان ہے حق ان کے پاس آ چکا لیکن پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے ○ ان مکے والوں کو نہ تو ہم نے کتابیں دے رکھی ہیں جنہیں یہ پڑھتے ہوں نہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا آیا ہے ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھوٹا جانا تھا انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرے عذابوں کی کیا کیفیت ہوئی ○

کفار کا مستحق عذاب ٹھہرنے کا سبب: کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ اللہ کے عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ کا کلام تازہ بتازہ اس کے افضل رسول ﷺ کی زبان سے سنتے ہیں۔ قبول کرنا ماننا اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اچھے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے۔ اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان عربوں کی طرف نہ

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۱۱۷]

تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں سے کوئی رسول آیا ہے۔ اس لئے انہیں مدت سے تمنا تھی کہ اگر اللہ کا رسول ہم میں آتا اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے پہلے مطیع اور پابند ہو جاتے۔ لیکن جب اللہ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو جھٹلانے اور انکار کرنے لگے' ان سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت وطاقت' مال ومتاع' اسباب دنیوی' ان لوگوں سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذاب کے بعد نہ مال کام آئے نہ اولاد اور کنبے قبیلے کام آئے۔ نہ قوت وطاقت نے کوئی فائدہ دیا۔ برباد کر دیئے گئے۔

جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ [1] یعنی ہم نے انہیں قوت وطاقت دے رکھی تھی۔ آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جب عذاب آیا اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام نہیں دیکھتے جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے۔ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم غور کر لو! دیکھ لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

کہہ دے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی' تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے ○

کفار کی ہٹ دھرمی: حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو۔ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد ﷺ مجنون ہے؟ اور ایمانداری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے۔ اور دوسروں سے بھی پوچھے لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر غور کرے۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضور ﷺ مجنون نہیں۔ بلکہ وہ تم سب کے خیر خواہ ہیں درد مند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے فرمایا میں تین چیزیں دیا گیا ہوں جو مجھ

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ۲۶]

سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ حلال نہیں ہوا وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے۔ اور میں ہر سرخ وسیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنا دی گئی ہے۔ تاکہ میں اس کی مٹی سے تیمم کرلوں اور جہاں ہوں اور نماز کا وقت آجائے نماز ادا کرلوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینہ کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ [1] یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس میں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی خصوصیات کی حدیثیں بہ سند صحیح بہت سی مروی ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق ((یَا صَبَاحَاهُ)) کہہ کر بلند آواز کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہیں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کر کے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح شام ہی تم پر حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہاں بے شک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی کے لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ ﴿تَبَّتْ يَدَآ﴾ الخ اتری۔ [2] یہ حدیثیں ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہمارے پاس آ کر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جس پر دشمن حملہ کرنے والا تھا انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کی نقل و حرکت سے انہیں مطلع کرے۔ اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکتا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اطلاع پہنچانے سے پہلے ہی دشمن حملہ نہ کر دے۔ اس لئے اس نے راستے میں سے ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا' ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا' تین مرتبہ یہی کہا۔ [3] ایک اور

---

[1] [ضعیف جدا: ابن ابی حاتم] اس کی سند میں عثمان بن ابی عاتکہ اور علی بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ان هو الا نزیر لکم بین یدی عذاب شدید (۴۸۰۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قوله تعالی وانذر عشیرتك الاقربین (۲۰۸) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة تبت یدا (۳۳۶۳) مسند احمد (۲۸۱/۱)]

[3] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۳۴۸/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ھیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۹۹۸)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے ہی آ جاتی۔ [1]

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا
يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

کہہ دے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہیں ہی دیا۔ میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے ○ کہہ دے کہ میرا رب حق سچی وحی فرماتا ہے وہ ہر عیب کا جاننے والا ہے ○ کہہ دے کہ حق آ چکا باطل نہ تو پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھر سکے ○ کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ پر ہی ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو بسبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھے کی ہے۔ وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے ○

بلا معاوضہ دعوت: حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں وعظ و نصیحت کرتا ہوں اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں ہوں۔ بدلہ تو اللہ ہی دے گا جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ﴾ [2] الخ' ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے۔ وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی ہے۔ باطل پراگندہ اور بودار ہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ [3] ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور وہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ [4] حق آ گیا باطل مٹ گیا وہ تھا ہی مٹنے والا۔ [5] (بخاری، مسلم)

باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب ختم ہو گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے نہ مردے کو زندہ کر سکے نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت حاصل ہے بات

---

[1] [حسن لغیرہ :مسند احمد (۵/۳۴۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۹۰۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [غافر : ۱۵] [3] [الانبیاء : ۱۸] [4] [الاسراء : ۸۱]

[5] [صحیح :صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب وقل جآء الحق وزهق الباطل (۴۷۲۰) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ازالة الاصنام من حول الكعبة (۱۷۸۱)]

تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی وحی میں وہی سراسر حق ہے اور ہدایت و بیان ورشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے۔ پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے۔ جسے تم پکار رہے ہو وہ سمیع و قریب مجیب ہے۔ [1]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ
التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ
مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا فِىْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝

تجھے سخت تعجب ہو اگر تو دیکھے کہ جب یہ کفار گھبرا رہے ہوں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی اور قریب ہی کی جگہ سے گرفتار کر لئے جائیں گے ○ اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے۔ لیکن اس قدر دور جگہ سے کیسے ہاتھ پہنچ سکتا ہے؟ ○ اس سے پہلے تو انہوں نے اس سے کفر کیا تھا اور دور دراز سے بن دیکھے ہی پھینکتے رہے۔ ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ یہ تھے ہی شک و تردد میں ○

جب کوئی بچاؤ کی صورت نہ ہو گی: اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی! کاش کہ آپ ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے۔ کہ ہر چند عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے۔ لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر نہ چھپ کر نہ کسی کی حمایت سے نہ کسی کی پناہ سے۔ بلکہ فوراً ہی قریب سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ قتل و اسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں بعض کہتے ہیں بنو عباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے۔ لیکن تعجب سا تعجب ہے کہ امام صاحب نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں اللہ پر،

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر (۲۹۹۲)
صحیح مسلم : کتاب الزکر والدعاء : باب استحباب خفض الصوت بالذکر (۲۷۰۴ـ ۴۴)]

اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ [1] الخ' کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے۔اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا۔ہمیں یقین آ گیا۔اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے' کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہئے تھا۔تو آخرت میں ایمان لانا بے سود ہے۔اب نہ دنیا میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ وزاری توبہ وفریاد' ایمان واسلام کچھ کام آئے گا۔اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے نہ اللہ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو اسی طرح اللہ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے نبی ﷺ کو کبھی کاہن کہہ دیا کبھی شاعر بتا دیا۔کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔صرف اٹکل پچو کیساتھ قیامت کو جھٹلاتے رہے۔اور بے دلیل اوروں کی عبادت کرتے رہے جنت ودوزخ کا مذاق اڑاتے رہے۔اب ایمان اور ان میں حجاب آ گیا۔توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔دنیا ان سے چھوٹ گئی یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا۔جب وہ مر گیا اور اسکا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور اسے سمجھایا اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپیہ لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔

ایک روز زور کی آندھی اٹھی جس میں ایک بہت خوبصورت خوشبودار عورت اس کے پاس آ گری۔اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بنی اسرائیلی شخص ہوں۔کہا یہ محل آپ کا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔پوچھا آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا نہیں۔کہا پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے؟ اس نے کہا نہیں۔پھر مجھے قبول کرو اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے چلو اور میرے ہاں آ ؤ۔راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں بنی اسرائیلی ہوں کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی ملکہ نے بلوایا ہے پوچھا راستے میں کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت تو میں ہول دہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔میں چلا ایک چوڑے راستے پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں

---

[1] [سورۃ السجدہ : آیت ۱۲]

ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس جوان نے کہا تو اسے نہیں پائے گا یہ تو آخر زمانے میں ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک سو بکریاں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں ایک بچہ ہے دودھ پی رہا ہے جب دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے گویا' اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا یہ مثال تجھے بتائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم وزیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے ایک درخت نہایت تروتازہ خوش رنگ اور خوش وضع دیکھا میں نے اس درخت کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی کہ اے بندہ الٰہی! میری ڈالی توڑ جا پھر ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا کہ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے کسی عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔

اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظ ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے۔ بھلی باتیں بتائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری ہے بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں' بعض نے دم تھام رکھی ہے' بعض نے سینگ پکڑ رکھے ہیں' بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں۔ اس نے کہا یہ مثال ہے دنیا کی جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے جنہیں یہ نہ ملی جس نے سینگ تھام رکھے ہیں یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے دم پکڑنے والے ہیں جن سے دنیا بھاگ چکی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو یہ مستحق مبارک باد ہیں۔ اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنویں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے جس حوض میں سے پانی پھر کنویں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو واللہ! جب سے پیدا ہوا ہوں' بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا کہ یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی میں

ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا اللہ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں پھر تجھے جہنم رسید کروں۔

اس کے بارے میں یہ آیت ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ﴾ الخ نازل ہوئی۔[1] یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب موت آتی ہے ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے۔ لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے۔ جیسے اس مغرور و مفتون شخص کا حال ہوا۔ کہ گیا تو عورت ڈھونڈنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے۔ امید پوری ہونے سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے۔ جو محض بے سود تھی جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾[2] الخ' جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک اللہ بتاتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا ان سے پہلوں میں بھی یہی اللہ کا طریقہ جاری رہا کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک وشبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان بیکار رہا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے آپ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا ہے اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ الموافق للصواب۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ سبا کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ فاطر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ
وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

شروع کرتا ہوں اللہ بخشش ومہربانی والے کے نام کے ساتھ

اس معبود برحق کے لئے تمام تر تعریفیں سزاوار ہیں جو ابتداءً آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا بنانے والا ہے مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ○

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٦/٧١٦)] اس کی سند میں سعد بن طریف راوی ہے جسے امام ابن معین اور دیگر محققین ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ غافر: آیت ٨٤ـ٨٥]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فاطر کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبان سے سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا ایک کنویں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا تو اعرابی نے کہا ((اَنَا فَطَرْتُهَا)) یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداء بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے۔ جو پر والے ہیں اڑتے ہیں تاکہ جلدی سے اللہ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے بعض کے تین تین ہیں بعض کے چار چار پر ہیں۔ بعض ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ اور ہر دو پر کے درمیان مشرق ومغرب جتنا فاصلہ تھا۔[1] یہاں بھی فرماتا ہے رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔ جس سے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے۔ اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شاذ قرأت فی الحلق ﴿ح﴾ کے ساتھ بھی ہے واللہ اعلم۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو لوگوں کے لئے کھول دے اسے بند کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ روک لے اسے اس کے سوا بھیجنے والا کوئی نہیں وہ غالب اور باحکمت ہے ○

اللہ کی چاہت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا: اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے بغیر اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ جو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ یہ کلمات پڑھتے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ اور حضور ﷺ فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے۔ اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں کی نافرمانیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے۔[2] (بخاری ومسلم وغیرہ) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) کہہ کر یہ

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق (۳۲۳۲) صحیح مسلم (۱۷۴)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ما یکرہ من قیل وقال (٦٤٧٣) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفتہ (۵۹۳۔ ۱۳۷) مسند احمد (۲۰۴/۴)]

فرماتے ﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمِلْاَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ اَللّٰھُمَّ اَھْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ﴾ [1] اسی آیت جیسی آیت ﴿وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ﴾ [2] الخ' اور بھی اس کی نظیر آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے (ابن ابی حاتم)

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۫ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ③

لوگو! تم پر جو انعام اللہ نے کیے ہیں انہیں یاد رکھو' کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جاتے ہو ○

اس بات کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے کیونکہ خالق ورازق وہی ہے۔ پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا فاش غلطی ہے۔ دراصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ واللہ اعلم۔

وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ یٰٓاَیُّھَا
النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ٭ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ⑤
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ
السَّعِیْرِ ؕ ⑥

اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے کے تمام رسول بھی جھٹلائے گئے ہیں تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ○ لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے تمہیں زندگانی دنیا دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔ یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں ○

شیطان کے دھوکے میں مت آؤ: اے نبی ﷺ! اگر آپ کے زمانے کے کفار آپ کی مخالفت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی توحید اور خود آپ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں۔ تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کے بدلے دے گا اور سزا جزا

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب ما یقول اذا رفع رأسه من الرکوع (۴۷۷) مسند احمد (۸۷/۳)]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱۷]

سب کچھ ہوگی' لوگو قیامت کا دن حق ہے وہ یقیناً آنے والا ہے وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں کی نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر الجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری عیش کہیں تمہیں وہاں کی حقیقی خوشی سے محروم نہ کرے۔ اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا۔ اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا۔ اسکی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اللہ کے رسول کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ پس غرور یعنی دھوکے باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے۔ جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔ جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی ظاہری حصے میں عذاب ہوگا اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھی تو تھے لیکن تم نے تو اپنے تئیں فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے شک شبہ دور ہی نہ کیا خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں بہلاوے میں ہی رکھا۔ اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے' پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آ جاتے ہو؟ اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے۔ اللہ تعالیٰ قوی وعزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے۔ اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔ جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ کہف کی آیت ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ [1] الخ' میں بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے ○ کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال زینت بنا دیئے گئے ہیں وہ انہیں اچھے اعمال سمجھ رہا ہے یقین مانو کہ اللہ جسے چاہے۔ گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے پس تجھے ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے ○

اوپر بیان گزرا تھا کہ شیطان کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے۔ اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مومنوں سے جو گناہ بھی ہو جائیں بہت ممکن

[1] [سورۃ الکھف: آیت ۵۰]

ہے کہ اللہ انہیں معاف فرمادے اور جونیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا بھاری اجر وثواب ملے گا کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت وگمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہئے۔ مقدرات اللہ جاری ہو چکے ہیں۔ مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہدایت وضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن نور نہ ملا وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا۔[1] (ابن ابی حاتم)

اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضور ﷺ آئے اور فرمایا اللہ کے لئے ہر تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گمراہی خلط ملط کر دیتا ہے۔[2] یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ
اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ
مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا بھی ہے ۝ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ ہی کی ساری عزت ہے۔ تمام ترستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے جو لوگ برائیوں کے داؤ گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت تر عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا ۝ لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مرد عورت بنا دیا عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ پر یہ سب بالکل آسان ہے ۝

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر دلیل: قرآن کریم میں موت کے بعد کی زندگی پر عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے

---

[1] [حسن بالشواهد: مسند طيالسي (۳۱/۱) مسند احمد (۱۷۶/۲) مستدرك حاكم (۳۰/۱) ابن حبان في صحيحه (الموارد ـ ۱۸۱۲)]

[2] [ضعيف: طبراني كبير (۲۲۰/۵)] اس کی سند میں چار راوی مجہول ہیں: ابراہیم بن بشیر، ابراہیم قرشی اور سعد بن شرجیل مجہول راوی ہیں۔]

سے استدلال کیا گیا ہے جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے۔[1] بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے۔ کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے کوئی ترو تازگی اس میں نظر نہیں آتی لیکن بادل اٹھتے ہیں پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی' تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریاول ہی ہریاول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔[2] یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا کہ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں حدیث گزر چکی ہے کہ ابو رزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابو رزین کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہرا رہی ہے۔ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں حضور ﷺ یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دے گا[3] جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہئے وہی اس مقصد پورا کرنے والا ہے دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے ساری عزتیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو وہ عزت کے حصول سے مایوس ہو جائیں کیونکہ عزت تو اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمان عالی شان ہے تجھے ان کی باتیں غمناک نہ کریں تمام تر عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[4] یعنی عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کیلئے لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بتوں

---

[1] [سورة الحج: آیت ٥]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله ونفخ فی الصور (٤٨١٤) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ما بین النفختین (٢٩٥٥۔ ١٤٢) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر القبر والبلی (٤٢٦٦) أبو داؤد : کتاب السنة : باب في ذکر البعث والصور (٤٧٤٣) مسند احمد (٣٢٢/٢)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١١/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ وکیع بن عدس کی جہالت کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٢٣٧)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے، وکیع بن عدس حسن الحدیث راوی ہے۔]

[4] [سورة المنافقون: آیت ٨]

کی پرستش میں عزت نہیں عزت والا تو اللہ ہی ہے۔ پس بقول قتادہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ طالب عزت کو احکام اللہ کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر' تلاوت' دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جتنی حدیثیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ﴾ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عز وجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ کی تلاوت کی۔ [1] (ابن جریر)

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) اور ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) اور ((اللّٰهُ اَكْبَرُ)) عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے رہتے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر اللہ کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کا جلال' اس کی تسبیح' اس کی حمد' اس کی بڑائی' اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے؟ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے۔ اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔

بلکہ ایاس بن معاویہ قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قول بغیر عمل کے مردود ہے۔ برائیوں کے گھات میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہیں۔ لوگوں پر گو یہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ برے ہیں۔ جو نیکیاں صرف دکھلاوے کی کرتے ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ یہ آیت عام ہے مشرک اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے۔ ان کا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۳۹۹)]

[2] [صحیح :ابن ماجہ : کتاب الادب : باب فضل التسبیح (۳۸۰۹) مسند احمد (۴/۲۶۸)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الزوائد (۳/۱۹۳) صحیح ابن ماجہ]

جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا عقل مندان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے۔ جو شخص جو کچھ کرے اس کا اثر اس کے چہرے پر ہی ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے۔ ریاکاری کی بے ایمانی لمبی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہاں کوئی بے وقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ مومن پورے عقل مند اور کامل دانا ہوتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب اللہ پر تو کوئی بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا۔ پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا یعنی مرد وعورت۔ یہ بھی اس کا لطف وکرم اور انعام واحسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جو ان کے سکون وراحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اسے خبر ہے۔ بلکہ ہر پتے کے جھڑنے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے اور ہر تر وخشک چیز کا اسے علم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ [1] الخ' ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے یہ بھی اس کے پاس لکھا ہے ﴿وَمَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ﴾ میں ﴿ہ﴾ کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین ہی نہیں اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی۔ جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے ((عِنْدِيْ ثَوْبٌ وَنِصْفُهٗ)) یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کے لئے اللہ نے طویل عمر مقدار کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی۔ اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی یہ سب کچھ اللہ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب علم اللہ میں ہے۔ اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو یہ چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ [2]

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہونا ہے جس کی دعائیں اسے اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں یہی

---

[1] [سورة الرعد: آیت ۸]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب من احب البسط فی الرزق (۲۰۶۷) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها (۲۵۵۷)]

زیادتی عمر ہے [1] یہ اللہ پر آسان ہے اس کا علم اس کے پاس ہے اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اس پر کچھ مخفی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾

اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں رچتا پچتا اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا، تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور کیا عجب کہ تم اس کا شکر بھی کرو ○

اللہ کی زبردست قدرت: مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے ایک تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرا ساکن دریا جس کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں۔ اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہو۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو یعنی لؤلؤ اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرلو تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہارے تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے دریاؤں سے کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا ہی فضل و کرم ہے۔

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے آفتاب ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ○ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ تجھے کوئی بھی حق تعالیٰ خبردار جیسی خبریں نہ دے گا ○

[1] [ضعیف : ابن عدی فی الکامل (۳/۲۸۵)] اس میں سلیمان بن عطاء ضعیف ہے۔]

دن رات کا اختلاف اور شمس وقمر کی تسخیر: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں ہیں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور تھمے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر اللہ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے۔ اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور اللہ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کے پاس بڑے درجے رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان وزمین کی حقیر سے حقیر چیز کا وہ مالک نہیں جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتیں ہیں۔ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت برآری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے تم سے بیزار نظر آئیں گے۔

جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (1) الخ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کو نہ قبول کر سکیں بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں۔ اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ (2) الخ یعنی اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے بھلا بتاؤ تو اللہ جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا جو کچھ ہونے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورا خبردار ہے اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ
وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

(1) [سورۃ الاحقاف: آیت ۵۔۶] (2) [سورۃ مریم: آیت ۸۱۔۸۲]

اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج اور فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریفوں والا ہے ○ اگر وہ چاہے تو تم سب کو برباد کر دے اور نئی مخلوق لا دے ○ اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں ○ کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو۔ تو صرف انہیں کو آگاہ کر سکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں جو بھی پاک ہو جائے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاک ہوگا' لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے ○

ساری مخلوق اللہ کی محتاج: اللہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجت مند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت و سکون پر کوئی قادر نہیں سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ ہی ہے تمام باتوں پر قادر وہی ہے وہ جو کرتا ہے اس میں قابل تعریف ہے اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی نہیں اپنے قول میں' اپنے فعل میں' اپنی شرع میں' تقدیروں کے مقرر کرنے میں غرض ہر طرح سے وہ بزرگ اور لائق حمد و ثناء ہے۔ لوگو! اللہ کی قدرت ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت و برباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے' رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ قیامت کے دن کوئی دوسرے کے گناہ اپنے اوپر نہ لے گا۔ اگر کوئی گنہگار اپنے بعض یا سب گناہ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت بھی اس کی پوری نہ ہوگی۔

کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ بٹائے عزیز و اقارب بھی منہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا اللہ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟ کافر مومن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں مومن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے ایک دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دے دے وہ کہے گا ابا آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے وہی مجھے بھی ہے میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا اس سے کہے گا میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کئے ہیں؟ وہ کہے گی بہت ہی اچھے یہ کہے گا آج میں تیرا محتاج ہوں مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ عذابوں سے چھوٹ جاؤں جواب ملے گا کہ سوال تو بہت ہلکا ہے لیکن جس خوف میں تم ہو وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے میں تو آج کچھ بھی سلوک نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا﴾ [1] یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا باپ کے کام آئے اور فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ﴾ [2] الخ آج انسان اپنے بھائی سے' ماں سے' باپ سے' بیوی سے'

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ۳۳]
[2] [سورۃ عبس: آیت ۳۴-۳۷]

اولاد سے بھاگتا پھرے گا ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہوگا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہوگا تیرے وعظ ونصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل منداور صاحب فراست ہوں جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت اللہ کرتے ہوئے نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ نیک اعمال خود تم ہی کو نفع دیں گے جو پاکیزگیاں تم کرو گے ان کا نفع تم ہی کو پہنچے گا۔ آخر اللہ کے پاس جانا ہے اس کے سامنے پیش ہونا ہے حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا
الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ
بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن
مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ
رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ
كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾

برابر نہیں اندھا اور دیکھتا○ اور نہ اندھیرے اور نہ اجالا○ اور نہ سایہ اور نہ لو (دھوپ)○ اور نہیں برابر ہوتے زندے اور نہ مردے اللہ جسے چاہے سنا دے تو انہیں نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں○ تو تو صرف ڈر کی خبر پہنچا دینے والا ہے○ یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے○ کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا ہے جن کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں اور نامہ الٰہی اور روشن کتاب لے کر آئے تھے○ بالآخر میں نے منکروں کی گرفت کر لی۔ سو دیکھ لو کہ میرا انکار کیسا کچھ ہوا۔

مومن وکافر برابر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ مومن وکافر برابر نہیں جس طرح اندھا اور دیکھتا۔ اندھیرا اور روشنی' سایہ اور دھوپ' زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ جس طرح ان چیزوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اسی طرح ایمان دار اور بے ایمان میں بھی بے انتہا فرق ہے۔ مومن آنکھوں والے اجالے سائے اور زندہ کی مانند ہے۔ برخلاف اس کے کافر اندھے اندھیرے اور بھرپور لو والی گرمی کی مانند ہے۔ جیسے فرمایا ﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ﴾ [1] الخ' یعنی جو مردہ تھا پھر اسے ہم نے زندہ کر دیا اور اسے نور دیا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ﴾ [2] الخ' یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھنے اور سننے والوں کی سی ہے۔

مومن تو آنکھوں اور کانوں والا اجالے اور نور والا ہے پھر راہ مستقیم پر ہے۔ جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں

---

[1] سورۃ الانعام: آیت ۱۲۲ [2] سورۃ ھود: آیت ۲۴

والی جنت میں پہنچے گا۔ اور اس کے برعکس کا فر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا جن سے نکل ہی نہ سکے گا۔ اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا۔ جو تند و تیز حرارت اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ جسے چاہے سنا دے یعنی اس طرح سننے کی توفیق دے کہ دل سن کر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جاتا ہے اسے پکارنا بے سود ہے۔ اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت و دعوت ان کے لئے بے کار ہے اسی طرح ان مشرکوں پر ان کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ تو انہیں کسی طرح ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے تیرے ذمے صرف تبلیغ ہے' ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا۔ تا کہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [1] اور جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا﴾ [2] الخ' وغیرہ ان کا تجھے جھوٹا کہنا کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اللہ کے رسولوں جھٹلایا ہے۔ جو بڑے بڑے معجزات' کھلی کھلی دلیلیں' صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے۔ اور نورانی صحیفے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے کہ پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے؟ واللہ اعلم۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾

کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر ہم اس کے ذریعے سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کرتے ہیں اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید و سرخ اور رنگ برنگ اور سخت سیاہ ○ ٹھیک اسی طرح خود انسانوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں بھی مختلف رنگ کے ہیں یاد رکھو اللہ سے صرف اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو ذی علم ہیں فی الواقع اللہ تعالیٰ غالب اور بخشنے والا ہے ○

قدرت الٰہی کی مزید چند نشانیاں: رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرخ سبز و سفید وغیرہ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ ہر ایک کا ذائقہ جدا گانہ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ﴾ [3] الخ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ۔ اسی طرح

---

[1] [سورة الرعد: آیت ۷] [2] [سورة النحل: آیت ۳٦]

[3] [سورة الرعد: آیت ٤]

پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں اور ہیں۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے ان بے جا چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گلکاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالیہ رومی بالکل سفید رنگ عرب درمیانہ ہندی ان کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ [1] تمہاری بول چال کا اختلاف تمہاری رنگتوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لئے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ! سب سے اچھا خالق اللہ کیسی کیسی برکتوں والا ہے۔ مسند بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے۔ سرخ زرد اور سفید۔ [2] یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوف اللہ کرنا چاہئے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ جاننے والے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر اللہ کی ذات سے متعلق معلومات زیادہ رکھے گا اسی قدر اس عظیم قدیر علیم اللہ کی عظمت وہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ اور اسی قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے اس کے فرمان پر یقین کرے اس کی نصیحت کی نگہبانی کرے اس کی ملاقات کو برحق جانے اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے عالم کہتے ہی اسے ہیں جو درپردہ بھی اللہ سے ڈرتا رہے۔ اور اللہ کی رضا اور پسند کو چاہے رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں علم تو ایک نام ہے نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم اس کا جس کی تابعداری اللہ کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب وسنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔ مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں عالم باللہ عالم بامر اللہ۔ اور عالم باللہ وبامر اللہ۔ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ وبامر اللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور حدود

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۲۲]

[2] [مرسل وضعیف: مسند بزار (۲۹۴٤)] اس کی سند میں عبداللہ نمیری راوی ضعیف ہے اور اسی طرح اس میں عطاء بن سائب مختلط ہے۔]

فرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو لیکن حدود فرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود فرائض کو تو جانتا ہو لیکن اس کا دل اللہ کے خوف سے خالی ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ
شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہتے ہیں وہ اس تجارت کے خواہاں ہیں جو کبھی مندی نہیں ہوتی ○ تا کہ انہیں ان کے پورے اجر دے بلکہ اپنے فضل سے اور زیادتی عطا فرمائے اللہ بڑا ہی بخشنہار اور بڑا ہی قدر دان ہے ○

تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا مومنوں کی صفت: مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایمان کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نماز کے پابند زکوٰۃ خیرات کے عادی ظاہر و باطن اللہ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے اعمال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں۔ جس کا ملنا یقینی ہے۔ جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائل قرآن کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے۔ انہیں ان کے پورے ثواب ملیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ اللہ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔ حضرت مطرف رحمہ اللہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے تھے۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثناء کرتا ہے جو اس نے کی نہ ہوں۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح برائیوں کی۔[1] لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

جو کتاب کو ہم نے بذریعہ وحی کے تیری طرف نازل فرمایا ہے وہ سراسر حق ہے اور اگلی کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پورا خبردار اور انہیں بخوبی دیکھنے والا ہے ○

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۳/۳۸) ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ (۱۳۸۲) ابن حبان (۳۶۸) عبد بن حمید فی المنتخب (۹۲۸) مسند ابو یعلی (۱۳۳۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۱۳۶٤)] اس کی سند میں دراج ضعیف ہے۔]

قرآن برحق کلام: قرآن اللہ کا حق کلام ہے۔ اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہی ہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ رب خبیر و بصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے۔ انبیاء کو اور انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور علی الاطلاق حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء پر درود و سلام بھیجے۔

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا‌ ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌ ۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ؕ﴿۳۲﴾

پھر اس کتاب کے وارث ہم نے اپنے پسندیدہ بندوں کو بنایا پس بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے درمیانہ درجے کے ہیں اور بعض وہ ہیں جو بتوفیق الٰہی نیکیوں میں سبقت کرتے چلے جاتے ہیں۔ بہت بڑا فضل بھی یہی ہے O

تین طرح کے قرآن کے وارث: جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا اس بزرگ کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے اپنے چیدہ چیدہ بندوں کے ہاتھوں میں دیا ہے۔ یعنی اس امت کے ہاتھوں۔ پھر حرمت والے کام بھی اس سے سرزد ہو گئے۔ بعض درمیانہ درجے کے رہے جنہوں نے محرمات سے تو اجتناب کیا واجبات بجالاتے رہے لیکن کبھی کبھی کوئی مستحب کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور کبھی کوئی ہلکی پھلکی نافرمانی بھی سرزد ہو گئی۔ بعض درجوں میں بہت ہی آگے نکل گئے۔ واجبات چھوڑ کر مستحبات کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ کر مکروہات سے بھی یکسر الگ رہے۔ بلکہ بعض مرتبہ مباح چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو اللہ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں بخشا جائے گا۔ اور ان میں جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا۔ اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں والوں کے لئے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے داخل جنت ہوں گے۔ اور میانہ رو رحمت رب سے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں۔ [1] فالحمد للہ۔

گو اکثر سلف کا قول یہی ہے۔ لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں نہ وارثین کتاب ہیں۔ بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول و آخر میں ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی

[1] [موضوع: طبرانی کبیر (١١٤٥٤) مجمع الزوائد (٣٧٨/١٠)] اس میں موسیٰ صنعانی وضاع ہے۔]

امت میں ہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں۔ [1] (مسند احمد) یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں گویا ایک ہی ہیں۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانہ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔ اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے۔ پھر اللہ کی رحمت سے تلافی ہو جائے گی اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا ہمارا رب بڑا ہی غفور و شکور ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی دکھ درد نہیں۔ [2] (مسند احمد)

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابت رحمہ اللہ مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ! میری وحشت کا انیس میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں میں تیرا ساتھی ہوں سن! میں آج تجھے وہ حدیث رسول سناتا ہوں جو میں نے آج تک کسی کو نہیں سنائی پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ تو جنت میں بے حساب جائیں گے۔ اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ کو اس مکان میں غم و رنج پہنچے گا۔ جس سے نجات پا کر وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔ [3] تیسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت میں سے ہیں۔ [4] چوتھی حدیث: میری امت کے تین حصے ہیں ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا۔ دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشین ہونے والا۔ تیسری وہ جماعت ہوگی جن

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (۷۸/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۰۱۲) مسند طیالسی (۲۲۳۶) بیہقی فی البعث (۵۷) ترمذی (۳۲۲۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[2] [**اسنادہ ضعیف**: مسند احمد (۱۹۸/۵) مجمع الزوائد (۹۵/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۱۷۲۷)]

[3] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۰۱۱) مسند احمد (۱۹۴/۵) مستدرک حاکم (۴۲۶/۲) مجمع الزوائد (۹۵/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۷۵۰۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**اسنادہ ضعیف**: طبرانی (۴۱۰)] اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سیئ الحفظ ہے۔]

سے تفتیش وتلاش ہوگی لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے کہ ہم نے انہیں ((لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ)) کہتے ہوئے پایا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اچھا انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں دوزخیوں پر لاد دو اسی کا ذکر آیت ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ [1] میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں پس ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ باز پرس کئے جائیں گے [2] (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گے۔ ایک بے حساب جنت میں جانے والی ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی ایک گنہگار جن کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا انہیں میری وسیع رحمت میں داخل کرو پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر) دوسرا اثر: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا یہ سب جنتی لوگ ہیں سابق الخیرات تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جنہیں خود آپ نے بشارت دی۔ ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی یہاں تک کہ ان سے مل گئے۔ اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ مجھ تجھ جیسے ہیں (ابوداؤد طیالسی) خیال فرمایئے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باوجود یہ کہ سابق الخیرات میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں لیکن کس طرح اپنے تئیں متواضع بناتی ہیں حالانکہ حدیث میں آچکا ہے کہ تمام عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو اور ہر قسم کے طعام پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ تو ہمارے بدوی لوگ ہیں اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ ہمارے شہری لوگ ہیں اور ﴿سابق﴾ ہمارے مجاہد ہیں۔ (ابن ابی حاتم) [3]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد جنت کا ذکر کر کے پھر فرمایا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

---

[1] [سورۃ العنکبوت: آیت ۱۳]

[2] [اسنادہ ضعیف: طبرانی کبیر (۱۸/۷۹) مجمع الزوائد (۱۱۲۹۲)] اس میں سلامہ بن روح راوی اکثر اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی: باب فضل عائشہ (۳۷۷۰) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ: باب فضل عائشہ ام المومنین (۲۴۴۰)]

﴿لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ پس یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کعب کے اللہ کی قسم یہ سب ایک ہی زمرے میں ہیں ہاں اعمال کے مطابق ان کے درجات کم وبیش ہیں۔ ابواسحاق سبیعی بھی اس آیت میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں ناجی ہیں۔

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ امت مرحومہ ہے۔ ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ اوران کے مقتصد اللہ کے پاس جنت میں ہوں گے۔ اوران کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔ محمد بن علی باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگوں کو ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث کے اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کی ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علماء کرام اس نعمت کے ساتھ سب سے زیادہ رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص مدینے سے دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ہیں پیارے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں اس حدیث کے سننے کے لئے آیا ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں۔ پوچھا کیا کسی تجارت کی غرض سے نہیں آئے؟ جواب دیا نہیں۔ پوچھا پھر کوئی اور مطلب بھی ہوگا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں۔ پوچھا پھر کیا صرف حدیث کی طلب کے لئے یہ سفر کیا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے کو قطع کرے اللہ اسے جنت کے راستوں میں چلائے گا۔ اللہ کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے ہیں کیونکہ وہ اس سے بہت ہی خوش ہیں ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان وزمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد وعالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم ودینار نہیں چھوڑے ان کا ورثہ علم ودین ہے۔ جس نے اسے لیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔ [1] (ابوداؤد ترمذی وغیرہ) اس حدیث کے تمام طریق اور الفاظ اور شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصلاً بیان کر دی ہے فالحمد للہ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا میں نے اپنا علم وحکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ تمہیں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو مجھے اس کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔ [2]

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب العلم: باب الحث علی طلب العلم (۳۶۴۱) ترمذی: کتاب العلم: باب ما جآء فی فضل الفقه علی العبادة (۲۶۸۲) ابن ماجه: مقدمه: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم (۲۲۳) مسند احمد (۱۹۶/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ داؤد بن جمیل اور اس کا شیخ کثیر بن قیس دونوں ضعیف راوی ہیں۔]

[2] [اسنادہ ضعیف، طبرانی (۱۳۸۱/۲) اس میں علاء بن مسلم راوی ضعیف ہے۔]

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ان ہیشگی والی جنتوں میں داخل ہوں گے جہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور جہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا ○ کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم سے غم واندوہ دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی قدر شناس ہے ○ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہیشگی والے گھر میں اتارا ہے جہاں نہ تو ہمیں کوئی رنج پہنچے نہ وہاں ہمیں کوئی تکلیف وتکان ہو ○

ابدی نعمتوں کے وارث: فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے اللہ کی کتاب کا وارث بنایا ہے انہیں قیامت کے دن ہمیشہ والی ابدی نعمتوں والی جنتوں میں لے جائیں گے۔ جہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔[1] ان کا لباس وہاں پر خاص ریشمی ہوگا۔ جس سے دنیا میں وہ ممانعت کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے جو شخص یہاں دنیا میں حریر وریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔[2] اور حدیث میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں ہے۔[3] اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے۔ اور جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر موتی اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔ جو بالکل شاہانہ ہوں گے وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے شرمیلی آنکھوں والے[4] وہ جناب باری عزوجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ کا احسان ہے کہ جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی حدیث شریف میں ہے کہ ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ کہنے والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب تبلغ الحلية حديث يبلغ الوضوء (٢٥٠) مسند احمد (٣٧١/٢) بيهقي في السنن الكبرى (٥٦/١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه (٥٨٣٤) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال (٢٠٦٩-١١)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه (٥٨٣١) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال (٢٠٦٧)]

[4] [ضعيف: ابو نعيم في صفة الجنة (٢٦٧) ...]

ورنج دور کر دیا۔[1] (ابن ابی حاتم)

طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدر دانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں۔ یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم لطف و رحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جا سکتے لوگوں نے پوچھا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے بھی اسی صورت اللہ کی رحمت ساتھ دے گی۔[3] وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی شفقت و محنت ہے نہ تھکان اور کلفت ہے۔ روح الگ خوش ہے جسم الگ راضی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو دنیا میں اللہ کی راہ کی تکلیفیں انہیں اٹھانی پڑی تھیں آج راحت ہی راحت ہے۔ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ پسند اور دل پسند کھاتے پیتے رہو اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرمابرداریاں کیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ ان کا کام تمام کیا جائے کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے کسی طرح کا اس کا کوئی عذاب ہلکا کیا جائے ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ وہ اس میں چلاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں نکال دے تو ہم اچھے عمل کریں گے برخلاف ان کے جو ہم کرتے رہے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دے رکھی تھی؟ کہ نصیحتیں حاصل کرنے والے اس میں نصیحت حاصل کر لیں اور تمہارے پاس ڈرسنانے والے بھی آئے تھے اب مزہ چکھو گنہگاروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ○

نافرمان آتش جہنم میں: نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہیں آئے گی جو مر جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے: ﴿لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾[4] نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہوگی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے

---

[1] [ضعیف : ابن حبان فی المجروحین (۱/۲۰۲)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۸۳۲۴)] امام ہیثمی کے بیان کے مطابق اس میں متعدد راوی مجہول ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المرضی : باب تمنی المریض الموت (۵۶۷۳) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب لن یدخل احد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالی (۲۸۱۶)]

[4] [سورۃ اعلیٰ: آیت ۱۳]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی۔[1] وہ تو کہیں گے کہ اے داروغہ جہنم! تم ہی اللہ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔[2] پس وہ موت کو اپنے لئے رحمت سمجھیں گے لیکن وہ آئے گی ہی نہیں۔ نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾[3] یعنی کفار دائماً جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا﴾[4] آگ جہنم ہمیشہ تیز ہی ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے ﴿فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾[5] لو اب مزے چکھو۔ عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے۔ کافروں کا یہی بدلہ ہے' وہ چیخ پکار کریں گے ہائے وائے کریں گے دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے اقرار کریں گے کہ ہم گناہ نہیں کریں گے نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں گے تو وہی سرکشی کریں گے اسی لئے ان کا یہ ارمان پورا نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا کہ تم تو وہی ہو کہ جب اللہ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے ممانعت کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا انہیں کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم بہت جیئے۔ تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے مثلاً ستر سال جیئے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لمبی عمر میں بھی اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے دیکھو تو یہ آیت جب اترتی ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال عمر کے ہی تھے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں مراد بیس سال کی عمر ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس سال۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس عمر تک پہنچنا اللہ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔ آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں بھی ہے گو امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند ٹھیک نہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساٹھ سال یا ستر سال کی عمر کو پہنچا دیا اس کا کوئی عذر پھر اللہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار (۱۸۵) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الشفاعة (۴۳۰۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۷۹۷)]

[2] [سورة الزخرف: آیت ۷۷]

[3] [سورة الزخرف: آیت ۷۴_۷۵]

[4] [سورة الاسراء: آیت ۹۷]

[5] [سورة نبا: آیت ۳۰]

کے ہاں نہیں چلنے کا۔[1] صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے اس شخص کا عذر اللہ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔[2] اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا ہی اس کی صحت کا کافی ثبوت تھا۔ ابن جریر کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے صحیح کہنے کے مقابلے میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطباء کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں۔[3] (ترمذی وغیرہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کی اور کوئی سند نہیں لیکن تعجب ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے یہ کیسے فرما دیا؟ اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے۔ خود ترمذی میں بھی یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الزہد میں مروی ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے[4] اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے آپ کی امت کی عمر کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا پچاس سے ساٹھ سال تک کی عمر ہے پوچھا گیا ستر سال کی عمر والے؟ فرمایا بہت کم اللہ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے۔[5] (بزار)

اس حدیث کا ایک راوی عثمان بن مطر قوی نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی عمر تریسٹھ سال تھی[6] ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی[7] یہ بھی کہا گیا ہے پینسٹھ برس کی تھی۔[8] واللہ اعلم۔ تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۷۵) مسند الصحابة (۳۴۵/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۷۱۳)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب من بلغ ستين سنة فقد اعذر الله (٦٤١٩)]

[3] [حسن: ترمذی: کتاب الدعوات: باب اعمار امتی بين الستين الى السبعين (۳۵۵۰) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب الامل والاجل (٤٢٣٦)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[4] [ضعیف: مسند ابو یعلی (٦٥٤٤) الخطیب فی التاریخ (٤٧٦/٥) مسند الشهاب (۲۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم بن فضل راوی متروک ہے۔]

[5] [ضعیف: مسند بزار (۳۵۸٦) مجمع الزوائد (۱۷۵٦۷)] اس میں عثمان بن مطر راوی ضعیف ہے۔]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب وفاة النبی (۳۵۳٦) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب قدر عمره واقامته بمكة والمدينة (۲۳٤۹)]

[7] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب الجعد (۵۹۰۰)]

[8] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب کم اقام النبی بمکة والمدینة (۲۳۵۲-۱۲۲) ترمذی: کتاب المناقب: باب ما جآء فی سنن النبی (۳٦۵۱) مسند احمد (۲۲۳/۱)]

سال کہنے والے راوی دہائیوں کو لگاتے ہیں اکائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں پینسٹھ سال والے سال تولد اور سال وفات کو بھی گنتے ہیں اور تریسٹھ والے ان دونوں برسوں کو نہیں لگاتے۔ پس کوئی اختلاف نہیں فالحمد للہ۔ مترجم)

اور تمہارے پاس ڈرانے والے آ گئے یعنی سفید بال۔ یا خود رسول اللہ ﷺ زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ [1] یہ پیغمبر نذیر ہیں۔ پس عمر دے کر رسول بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی۔ چنانچہ قیامت کے دن بھی جب دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آ چکا تھا یعنی رسولوں کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا چکے تھے لیکن تم نہ مانے۔ اور آیت میں ہے ﴿مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [2] ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ سورۂ تبارک [3] میں فرمان ہے جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے وہاں کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے لیکن ہم نے انہیں نہ مانا۔ انہیں جھوٹا جانا اور کہہ دیا کہ اللہ نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو۔ پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو مدت العمر انہیں جھٹلاتے رہے اب آج اپنے اعمال کے بدلے اٹھاؤ اور سن لو کوئی نہ کھڑا ہو گا جو تمہارے کام آ سکے تمہاری کچھ مدد کر سکے اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝﴾

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی خبردار ہے ○ اسی نے تمہیں زمین میں جانشین کیا ہے۔ کفر کرنے والے ہی پر اس کا کفر پڑے گا۔ کافروں کا کفر انہیں ان کے رب کے ہاں بیزاری اور ناخوشی میں ہی بڑھاتا ہے۔ اور کافروں کا کفر کافروں کے حق میں سوائے نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں کرتا ○

ہر چیز سے خبردار: اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے دلوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ وہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جیسے جیسے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں ویسے ہی اللہ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

---

[1] [النجم: ٥٦] [2] [الاسراء: ١٥]
[3] [الملك: ٨-٩]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

پوچھ تو کہ بھلا اپنے ان شریکوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو۔ مجھے دکھاؤ تو کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا پیدا کر دیا ہے؟ یا آسمان کے کس حصے میں ان کا ساجھا ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ وہ اس کی سند رکھتے ہوں؟ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم تو ایک دوسروں کو صرف دھوکے بازی کے وعدے دے رہے ہیں ○ یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ ہی تھامے ہوئے ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ ہو جائیں، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اگر وہ لغزش کھا جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی تھام بھی نہیں سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی تحمل والا اور بہت ہی بخشنے والا ہے ○

باطل معبودوں نے کچھ بنایا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمایئے کہ اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کر دو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارتے ہو؟ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے کفر و شرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کر دو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو دلیل کچھ بھی نہیں۔ باطل جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو۔ ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ رکا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش تو نہیں کر سکتا۔ آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے روک سکے نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم و غفور اللہ کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک، نافرمانی و سرکشی کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے۔ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ممبر پر بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں خیال گزرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دے دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں، ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے لیکن نیند کا غلبہ ہونے لگا اونگھ آنے لگی۔ کچھ جھکولے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے

چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چور ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی نہیں تھام سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین و آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی ؟[1] لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑت ہے۔

بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر یہ بھی تصور کر سکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ سو جاتا ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آئے نہ نیند۔ زمین و آسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے۔ وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے۔ دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے۔ یا آگ ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق کو جلا دیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا وہاں کس سے ملے؟ کہا کعب رحمہ اللہ سے۔ پوچھا کعب رحمہ اللہ نے کیا بات بیان کی؟ کہا یہ کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھے تک گھوم رہے ہیں پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلایا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ سنو حضرت کعب رحمہ اللہ نے غلط کہا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اس کی سند صحیح ہے۔ دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی اس کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے۔ اور اس حدیث سے بھی جس میں ہے مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے وہ بند نہ ہوگا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو۔[2] حدیث بالکل صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

پہلے تو یہ لوگ تاکیدی قسمیں کھا رہے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آ جاتا تو یہ ہر ایک امت سے زیادہ راہ یافتہ ہوتے۔ پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا پیغمبر آ گیا تو یہ تو اور بھی بیزاری اور بدکنے میں بڑھ گئے ○ دنیا میں اپنے تئیں بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور برے مکر کی وجہ سے اور برے مکر کا داؤ مکاروں پر ہی الٹا پڑا کرتا ہے اب انہیں تو صرف اگلوں کے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۷۵) مسند ابو یعلی (۶۶۶۹)]

[2] [حسن : ترمذی : کتاب الدعوات : باب ماجآء فی فضل التوبة والاستغفار (۳۵۳۶) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب طلوع الشمس من مغربها (۴۰۷۰) مسند احمد (۲۴۱/۴)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

دستور کا ہی انتظار ہے۔ تو تو ہرگز اللہ کے دستور کا تبدل وتغیر نہ پائے گا اور نہ کبھی دستور الٰہی کو منتقل ہوتا دیکھے گا ○

قسمیں کھا کر پھر جانے والے: قریش نے اور عرب نے حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی سخت قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اگر اللہ کا کوئی رسول ہم میں آئے تو ہم تمام دنیا سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ﴾ [1] الخ یعنی اس لئے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں۔ لیکن ہم تو ان سے بے خبر ہی رہے۔ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بہت زیادہ راہ یافتہ ہو جاتے۔ تو لو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آ پہنچی ہدایت و رحمت خود تمہارے ہاتھوں میں دی جا چکی اب بتاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور آیتوں میں ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد کفر کیا اب انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان کے پاس اللہ کے آخری پیغمبر اور رب کی آخری اور افضل ترین کتاب آ چکی لیکن یہ کفر میں اور بڑھ گئے انہوں نے اللہ کی باتیں ماننے سے تکبر کیا خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا۔ لیکن انہیں باور کر لینا چاہئے کہ اس کا وبال خود ان پر پڑے گا۔ یہ اللہ کا نہیں البتہ اپنا بگاڑ رہے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں مکاریوں سے پرہیز کرو مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے اور اس کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہوگی۔ [2] حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین کاموں کا کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کاموں کا وبال ان پر یقیناً آئے گا مکر، بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ انہیں صرف اسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان پہلے گزرنے والوں کا حال ہوا۔ کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے دائمی عذاب ان پر آ گئے پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے اور تو غور کر۔ رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹتی ہے جس قوم پر عذاب کا ارادہ الٰہی ہو چکا پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا ان پر سے عذاب ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں۔ نہ کوئی انہیں گھما سکے۔ واللہ اعلم۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ ع

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۵۶-۱۵۷]

[2] [الدر المنثور للسیوطی (۵/۴۸۰)]

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے جو لوگ ان سے بہت زیادہ قوی اور زورآور تھے ان کا کیا کچھ انجام ہوا؟ یاد رکھو آسمان وزمین میں کوئی چیز اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتی' وہی تو پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوت پر ابھی ہی سزائیں دینے لگتا تو پشت زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا باقی نہ بچتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں میعاد مقررہ تک ڈھیل دے رہا ہے' پس جب ان کا وہ وقت مقررہ آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں ○

پہلے نافرمانوں کے انجام سے عبرت پکڑو: حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں۔ ان کے محلات اجاڑ دیئے گئے' ان کی طاقت تنہا ہو گئی ان کے مال تباہ کر دیئے گئے ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے نوچ لئے گئے' تباہ و برباد کر دیئے گئے' کچھ کام نہ آیا' کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ کامیابی سے جدا نہیں اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا' وہ تمام کائنات کا عالم ہے وہ تمام کاموں پر قادر ہے اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے عذابوں کو موخر کئے ہوئے ہے وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے۔ اطاعت کا بدلہ اور ثواب ملے۔ نافرمانی کا عذاب اور اس کی سزا ہو۔ اجل آنے کے بعد پھر تاخیر نہیں ملنے کی۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ فاطر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یٰسٓ

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ سورۂ یٰسین پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔[1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں لیکن سنداً وہ کچھ اچھی نہیں۔ اور حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے۔ اور سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے[2] اس کی سند بہت عمدہ

---

[1] [موضوع : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل یسین (۲۸۸۷)] شیخ البانیؒ اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔[السلسلة الضعیفة (۱۶۹)]

[2] [ضعیف : مسند ابو یعلی (۶۲۲۴) دارمی : کتاب فضائل القرآن : باب فی فضل یسین (۳۴۲۰) طبرانی اوسط (۳۵۰۹)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۳۴۷/۱] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[اتحاف الخیرة المهرة (۵۷۹۶)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۸۷) ضعیف الترغیب (۲۴۵/۱)]

ہے۔مسند کی حدیث میں ہے سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اوراس کی بلندی ہے۔اس کی ایک آیت کے ساتھ اسّی اسّی فرشتے اترتے ہیں۔اس کی ایک آیت آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے اوراس کے ساتھ ملائی گئی ہے سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ کی رضا جوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھ کر جو سکرات کی حالت میں ہوں۔ [1] بعض علماء کرام رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس سخت کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے اللہ اسے آسان کر دیتا ہے۔مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت وبرکت نازل ہوتی ہے۔اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ بزار میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔ [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ② اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ
الرَّحِيْمِ ⑤ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦

رحمٰن ورحیم اللہ کے نام سے شروع

اس باحکمت قرآن کی قسم' تو بھی منجملہ پیغمبروں کے ہے۔سیدھی راہ پر ہے۔اتارا ہوا ہے غالب مہربان کا۔اس لئے کہ تو اس قوم کو ہوشیار کر دے جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے تو وہ بالکل بے خبر ہیں۔ان میں سے اکثر لوگوں پر وعدہ عذاب ثابت ہو چکا ہے سو وہ تو ایمان لائیں گے ہی نہیں۔

لفظ یٰسین اور صراطِ مستقیم کا مفہوم: حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں جیسے یہاں یٰسین ہے ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں لہٰذا اب یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یٰسین سے مراد اے انسان ہے۔بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔کوئی کہتا ہے یہ اللہ کا نام ہے پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔کہ بالیقین اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں سچے اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں یہ راہ اللہ رحمٰن ورحیم صراط مستقیم کی ہے۔اسی کا اتارا ہوا یہ دین ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۲۶) نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (۱۰۷۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰۳۰۰)]

[2] [ضعیف :مسند بزار (۳/۸۷)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم راوی ضعیف ہے۔]

جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [1] الخ' تو یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ کی سیدھی راہ ہے۔ جو آسمان وزمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے۔ تا کہ تو عربوں کو ڈرادے جن کے بزرگ بھی آگاہی سے محروم تھے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہہ سے الگ ہیں۔ جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف تھی اس کے دلائل وضاحت وتفصیل سے آیت ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [2] کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں اکثر لوگوں پر اللہ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جس سے ان کے سر بھی اونچے ہو گئے ہیں ○ اور ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اوپر سے بھی انہیں ڈھانپ دیا ہے پس یہ دیکھ بھی نہیں سکتے ○ تو انہیں ہوشیار کرے یا نہ کرے دونوں ہی برابر ہے یہ ایمان قبول نہیں کریں گے ○ تو تو اسی کو ڈرسنا سکتا ہے جو نصیحت قبول کرے اور رب رحمٰن سے غائبانہ ڈرتا رہے' تو اسے معافی کی اور بہترین ثواب کی خوشخبری سنادے ○ ہم ہیں جو مردوں کو جلاتے ہیں اور جو کچھ لوگوں نے آگے بھیجا ہے اسے اور ان کے نشانات قدم کو لکھتے جاتے ہیں' اور ہر چیز کا ہم نے لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے ○

بدنصیب کفار، جن کے مقدر میں ہدایت نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کا ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا لیکن مراد یہی ہے کہ گردن سے ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے غل کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں اس لئے وہ کسی کار خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے ان کے سر

[1] [سورة الشورىٰ : آيت ٥٢-٥٣] [2] [سورة الاعراف: آيت ١٥٨]

اونچے ہیں ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں وہ ہر بھلائی کرنے سے قاصر ہیں گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے جو حق تسلیم کرنے میں مانع ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق کو ماننے میں رکاوٹ ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ گمراہیوں میں گرے ہوئے ہیں۔ آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں۔ نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿فَاَعْشَيْنَاهُمْ﴾ عین سے ہے۔ یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ پس اسلام و ایمان کے اور ان کے درمیان چوطرفہ رکاوٹ ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں اگر تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔ جسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے کہا اگر میں محمد (ﷺ) کو دیکھ لوں گا تو یوں کروں اور یوں کروں گا اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اسے کہتے تھے یہ ہیں محمد (ﷺ) لیکن اسے آپ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ یہ دیکھو کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد خلد کے جانشین ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہو گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کی مٹھی میں خاک تھی۔

آپ ابتداءِ سورۂ یٰسین سے ﴿لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ کا گروہ آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا اس کے بعد ایک صاحب گھر سے نکلے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ کے انتظار میں ہیں آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس نے کہا واہ واہ! وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑ و اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔ حضور ﷺ کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دوہرائی گئی تو آپ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہو گا ان پر مہر اللہ لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورۂ بقرہ میں اس مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ یعنی جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تو انہیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود اللہ کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ قرآن کو ماننے والے ہیں دین دیکھنے والے اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی

---

[1] [سورة یونس: آیت ۹۶-۹۷]

اور اجر عظیم وجمیل کی خوشخبری پہنچا دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدگی میں بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔ ہمیں ہیں جو مردوں کو زندگی دیتے ہیں ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ کو قدرت ہے وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے۔ جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ﴾ [1] الخ' جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا۔ اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے تو جزا اور سزا نہ پائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اسے اس کا اور اسے جو کریں اس سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور اس کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹا کر نہیں۔ [2] (مسلم)

ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے اور آخر میں ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا﴾ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام عمل کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔ [3]

مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملے کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں اور جتنے قدم تو اس کی معصیت میں اٹھاتا ہے سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اللہ کی فرماں برداری کے قدم بڑھا لے۔ اسی معنی کی بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

پہلی حدیث: مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں قرب مسجد کے مکانات میں آ بسیں جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کیا ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ

---

[1] [سورۃ الحدید : آیت ۱۷]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة (۱۰۱۷)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الوصیة : باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (۱۶۳۱)]

ہاں آپ نے دومرتبہ فرمایا اے بنوسلمہ! اپنے مکانات میں ہی رہو تمہارے قدم اللہ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔ [1]

دوسری حدیث: ابن ابی حاتم کی اسی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بزار کی اسی روایت میں ہے کہ بنوسلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضور ﷺ سے کی اس پر یہ آیت اتری اور پھر وہ وہیں رہتے رہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے اور یہ پوری سورت مکی ہے۔ [2] فاللہ اعلم۔

تیسری حدیث: ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جن بعض انصار کے گھر مسجد سے دور تھے انہوں نے مسجد کے قریب کے گھروں میں آنا چاہا اس پر یہ آیت اتری تو انہوں نے کہا اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ حدیث موقوف ہے۔ [3]

چوتھی حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ایک مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا کاش! کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں کی زمین تک کا ناپ کر کے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔ [4] ابن جریر میں حضرت ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا میں جلدی جلدی بڑے بڑے قدموں سے چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں حضرت زید بن ثابت رحمہ اللہ کے ساتھ مسجد میں جارہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں؟ اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کل کائنات جمیع موجودات مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے۔ جوام الکتاب ہے یہی تفسیر بزرگوں سے آیت ﴿يَوْمَ نَدْعُوا﴾ [5] کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے۔ جیسے اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ﴾ [6] الخ' اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب فضل کثرۃ الخطا الی المسجد (٦٦٥)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ یس (٣٢٢٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٩٠٧٣)] امام ترمذی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٩٠٦٩)] اس کی سند میں سماک بن حرب عن عکرمہ ضعیف ہے۔]

[4] [حسن : ابن ماجہ : کتاب الجنائز : باب ماجاء فیمن مات غریبا (١٦١٤) نسائی : کتاب الجنائز : باب الموت بغیر مولدہ (١٨٣٣) مسند احمد (١٧٧/٢)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجہ، صحیح نسائی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[5] [الاسراء: ٧١]

[6] [الکہف : ٤٩]

وَجِيْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ ﴾ [1] الخ' میں ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ
فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ
وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ
لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٧﴾

ان کے سامنے ایک بستی والوں کا حال بیان کیجئے جب کہ وہاں رسول آئے۔ہم نے پہلے تو ان کے پاس دو رسول بھیجے ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے ان کی تائید ایک تیسرے رسول سے کی تینوں نے کہا کہ یقیناً ہم تمہاری جانب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں بستی والوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو فی الواقع اللہ رحمان نے تو کچھ بھی نہیں اتارا تم قطعاً جھوٹ بول رہے ہو۔رسولوں نے کہا ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف اللہ کے رسول ہی ہیں۔اور ہمارے ذمے تو صرف کھلا کھلا پیغام پہنچا دینا ہی ہے۔

پیغمبر کی تسلی کے لیے ایک قصہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ ان سابقہ لوگوں کا قصہ بیان فرمایئے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا۔یہ واقعہ شہر انطاکیہ کا ہے۔وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا اس کے باپ اور دادا کا نام بھی یہی تھا یہ سب راجہ پرجا بت پرست تھے۔ان کے پاس اللہ کے تین رسول آئے۔صادق' صدوق اور شلوم۔(اللہ کے درود و سلام ان پر نازل ہوں)۔ لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلایا۔عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا ہو' پہلے تو اس کے پاس دو رسول آئے انہوں نے انہیں نہ مانا ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے' پہلے دو رسول کا نام شمعون علیہ السلام اور یوحنا علیہ السلام تھا اور تیسرے رسول کا نام بولص علیہ السلام تھا۔ان سب نے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔حضرت قتادہ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے' بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو پھر کیا وجہ؟ کہ تمہاری طرف اللہ کی وحی آئے اور ہماری طرف نہ آئے؟ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہیے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا۔جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [2] الخ' یعنی لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ کیا انسان ہمارے ہادی بن کر آ گئے؟ اور آیت میں ہے ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ [3] الخ' یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو تم صرف یہ چاہتے ہو کہ ہمیں اپنے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دو۔جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے کر آؤ۔اور جگہ قرآن پاک

---

[1] [الزمر : ٦٩] [2] [التغابن : ٦] [3] [ابراھیم : ١٠]

میں ہے ﴿ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ ﴾ [1] یعنی کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو یقیناً تم بڑے ہی گھاٹے میں پڑ گئے۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت ﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا ﴾ [2] الخ' میں اس کا بیان ہے۔ یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو۔ پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا۔ اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا؟ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [3] الخ' میرے تمہارے درمیان اللہ کی شہادت کافی ہے۔ وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے' باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ سے کفر کرنے والے ہی نقصان یافتہ ہیں' سنو! ہمارے ذمے تو صرف تبلیغ ہے مانو گے تمہارا بھلا ہے نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے کل اپنے کیے کا خمیازہ بھگتو گے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا
طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۚ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

وہ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں' اگر تم اب بھی باز نہ آئے تو یقین مانو کہ ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سنگین سزا دی جائے گی ○ رسولوں نے جواب دیا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ کیا یہی نحوست ہے کہ تمہیں سمجھایا گیا ہے اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ کسی حد پر قائم ہی نہیں ہو ○

پیغمبروں کے ساتھ سابقہ کفار کا رویہ: ان کافروں نے ان رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت وخیریت تو ملی نہیں۔ بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی ہے۔ تم ہو ہی بدشگون اور تم جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو! اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود بدفطرت ہو۔ تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آنے کی ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے مستحق ہی تھے۔ اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے جس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا ﴿ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے بداعمال ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے قوم صالح علیہ السلام نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا گیا ہے جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ

---

[1] [المومنون : ٣٤] [2] [الاسراء : ٩٤] [3] [العنكبوت : ٥٢]

﴿يَقُولُوا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ [1] الخ۔

یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نفع ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے یہ بات بھی نہیں سمجھی جاتی؟ پھر فرماتا ہے کہ صرف اسی وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی، تمہاری خیر خواہی کی، تمہیں بھلی راہ سمجھائی، تمہاری اللہ کی توحید کی طرف راہ نمائی کی تمہیں اخلاص و عبادت کے طریقے سکھائے تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے؟ اور ہمیں اس طرح ڈرانے اور دھمکانے لگے؟ اور خوفزدہ کرنے لگے؟ اور مقابلہ پر اتر آئے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم فضول خرچ لوگ ہو۔ حدود الٰہیہ سے تجاوز کر جاتے ہو۔ ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے؟ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ
اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

اسی بستی کے دور دراز مقام سے ایک شخص دوڑتا بھاگتا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کرو ○ ان کی راہ چلو یہ تو تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے پھر ہیں بھی راہ راست پر ○

ایک داعی کی دعوت: مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا جس کا نام حبیب تھا اور رسے کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار۔ جذام کی بیماری تھی، بہت سخی آدمی تھا۔ جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ للہ خیرات کر دیا کرتا تھا۔ دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بدارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں بڑھئی تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جوتی گانٹھنے والے تھے۔ (اللہ ان پر رحم کرے)۔ انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو۔ ان کا کہا مانو۔ ان کی راہ پر چلو۔ دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے یہ تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ درد دل سے تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

الحمد للہ تفسیر ابن کثیر کا بائیسواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۷۸]

وَمَا لِيَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِيۡ فَطَرَنِيۡ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّيۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ ۝ اِنِّيۡۤ اِذًا لَّفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝ اِنِّيۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ۝

مجھے کیا ہو گیا ہے؟ جو میں اس کی عبادت نہ کروں؟ جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں؟ کہ اگر رب رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ○ پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔ میری سنو میں تو سچے دل سے تم سب کے رب پر ایمان لا چکا ○

داعی و مبلغ کو شہید کر دیا گیا: وہ نیک بخت شخص جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب وتردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق و مالک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کرتا ہوں۔ جب کہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں؟ اس سے اب ہمارا کوئی تعلق نہ رہا ہو؟ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق وقادر کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ڈال دیں' نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی پہنچے اللہ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو یہ اسے دفع نہیں کر سکتے' روک نہیں سکتے نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں' اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان پر میری گمراہی کھل جائے گی۔ میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو۔ سنو میں تو اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور یہ بھی معنی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے مرد صالح نے اب اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا! میں اس اللہ کی ذات پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا۔ پس گویا یہ اپنے ایمان پر اللہ کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے۔ یہ قول بہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے جو تمام کفار ان پر پل پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پتھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الفور شہید کر دیا (رضی اللہ عنہ وارضاہ) یہ اللہ کے بندے سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اللہ میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿٢٩﴾

(اس سے) کہا گیا کہ جنت میں چلا جا کہنے لگا کاش کہ میری قوم کو بھی علم ہو جاتا○ کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے ذی عزت لوگوں میں سے کر دیا○ اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں○ وہ تو صرف ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب کے سب بجھ بجھا گئے○

شہید کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بے طرح مارا پیٹا اسے گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت اللہ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن چین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا ان کی شہادت سے اللہ خوش ہوا جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی۔ اپنے ثواب و اجر کو عزت و اکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش! میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا۔ فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بد خواہ نہیں ہوتے۔ دیکھئے اس اللہ والے شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور بعد مرگ بھی ان کا خیر خواہ رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کاش! کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس سبب سے میرے رب نے بخشا اور کیوں کر میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی۔ اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی' اللہ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ﷺ اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں؟ جواب دیا کہ حضور ﷺ اس کا تو خیال تک نہیں۔ انہیں مجھ سے اس قدر الفت و عقیدت ہے کہ میں سویا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں' آپ نے فرمایا اچھا پھر جائیے' یہ چلے جب لات و عزیٰ کے بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر دو یہ لات و عزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی۔ اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے' ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کا کلمہ دوہرایا تھا جو کہ ایک بدنصیب تن جلے نے دور سے ایک ہی تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور اسی وقت شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا

جس نے کہا تھا کاش کہ میری قوم میری مغفرت وعزت کو جان لیتی ۔ [1]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جنہیں یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ حبیب رضی اللہ عنہ بھی اسی حبیب رحمہ اللہ کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے۔ ان سے اس کذاب ملعون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا بے شک وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟۔ جواب دیا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا اس ملعون نے کہا ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو بدن کٹواتا اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضب اللہ نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے چونکہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اللہ کے ولی کو قتل کیا اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے۔ لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ نے تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اس کی ضرورت۔ اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے' نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی نہ ان پر فرشتے اتارے گئے بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لینے والا' پانی دینے والا ہو اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے ایک آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے' دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسول آئے تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد تھے۔ لیکن اس میں قدرے کلام ہے اولاً تو یہ کہ قصے کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ فرمان ہے ﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ﴾ الخ' جب کہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی مدد کے لئے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر اللہ کے یہ رسول اہل انطاکیہ سے کہتے ہیں ﴿اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾ الخ' یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔

پس اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہوتے تو انہیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴۷/۱۷) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۶/۱۲) دلائل النبوة (۲۹۹/۵)]

پھر یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ کفار انطاکیہ ان کے جواب میں کہتے ہیں ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو دیکھو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو کہتے رہے۔ اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تو ان کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟

ثانیاً اہل انطاکیہ کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد گئے تھے اور اس وقت اس بستی کے لوگ ان پر ایمان لائے تھے بلکہ یہی وہ بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیح علیہ السلام پر ایمان لائی اسی لئے نصرانیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے ہیں کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا شہر ہے اور انطاکیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اور اسکندریہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مذہبی عہدے داروں کے تقرر پر اجماع کیا۔ اور رومیوں کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔

سعید بن بطریق وغیرہ نصرانی مؤرخین کی تاریخ کی کتابوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔ مسلمان مؤرخین نے بھی یہی لکھا ہے پس معلوم ہوا کہ انطاکیہ والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی تو مان لی تھی۔ اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور ان پر عذاب الٰہی آیا اور تہس نہس کر دیئے گئے تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے یہ رسول علیہم السلام مستقل رسالت پر مامور تھے انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ بے نشان کر دیئے گئے اور چراغ سحری کی طرح بجھا دیئے گئے۔ واللہ اعلم۔

ثالثاً انطاکیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے ساتھ وقوع میں آیا وہ قطعاً تورات کے اترنے کے بعد کا ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ تورات کے نازل ہو چکنے کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نیچا دکھایا۔ جیسا کہ آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا﴾ [1] الخ' کی تفسیر میں ہے اور اس بستی کی آسمانی ہلاکت پر آیات قرآنی شاہد عدل موجود ہیں اس سے ثابت بھی ہوتا ہے کہ واقعہ انطاکیہ کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اسے مستثنیٰ کر کے بتاتے ہیں کہ اس سے مراد مشہور شہر انطاکیہ نہیں' ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انطاکیہ نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو۔ اس لئے کہ جو انطاکیہ مشہور ہے اس کا عذاب الٰہی سے نیست و نابود ہونا مشہور نہیں ہوا نہ تو نصرانیت کے زمانہ میں اور نہ اس سے پہلے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ یہ بھی یاد رہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے وہ شخص تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۴۳]

آگے بڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ① یہ حدیث بالکل منکر ہے۔ صرف حسین اشقر اسے روایت کرتا ہے اور وہ شیعہ ہے اور متروک ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دی ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹتے ○ اور نہیں ہے کوئی جماعت مگر یہ کہ وہ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کی جائیگی ○

بندے جب حسرت وافسوس کریں گے: بندوں پر حسرت وافسوس ہے۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہوں گے۔ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہم نے تو خود اپنا برا کیا۔ بعض قرأتوں میں ﴿يَا حَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ بھی ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا؟ اور کیوں اللہ کے فرمان کے خلاف کیا؟

دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بلاتأمل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تأمل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت وبرباد کر دیئے گئے ان کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔ اس میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو دہریہ تھے جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے۔ تمام گزرے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حساب وکتاب کیلئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ایک بھلائی برائی کا بدلہ پائیں گے جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ﴾ ② یعنی ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا ایک قرأت میں ﴿لَمَّا﴾ ہے تو ﴿إِنَّ﴾ اثبات کے لئے ہوگا اور ﴿لَمَّا﴾ پڑھنے کے وقت ﴿إِنَّ﴾ نافیہ ہوگا اور ﴿لَمَّا﴾ معنی میں ﴿الا﴾ کے ہوگا' تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر یہ کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں دوسری قرأت کی صورت میں بھی مطلب یہی رہے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

① [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۱۱۵۲) مجمع الزوائد (۱۴۰۹۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حسین بن حسن اشقر راوی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

② [سورۃ ھود: آیت ۱۱۱]

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ان کے لئے ایک نشانی خشک مردہ زمین ہے' جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں اور جس سے اناج نکالتے ہیں جس میں سے وہ کھاتے ہیں ○ اور ہم اس میں کھجوروں کے اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں جن میں ہم چشمے بھی جاری کر دیتے ہیں ○ تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے نہیں بنایا پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے؟ ○ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں خواہ خود ان کے نفوس ہوں۔ خواہ وہ چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں ○

بنجر زمین کو لہلہاتی ہوئی فصل بنا دینا اللہ کی نشانی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر' میری زبردست قدرت پر اور مردوں کو زندگی دینے پر ایک یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوئی ہوتی ہے' جس میں کوئی روئیدگی' تازگی' ہریاول' گھاس' وغیرہ نہیں ہوتی۔ میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں' وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے لہلہانے لگتی ہے' ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اگ جاتا ہے' اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں' اور اس سے قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں بعض کو تم کھاتے ہو بعض کو تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں کھجوروں کے' انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں۔ نہریں جاری کر دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب' سرسبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے' کھیتوں سے باغات سے نفع حاصل کرے' حاجتیں پوری کرے' یہ سب اللہ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ یا حاصل کردہ چیزیں نہیں۔ نہ تم میں انہیں اگائے کی طاقت نہ تم میں انہیں بچانے کی قدرت نہ انہیں پکانے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ کے یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے؟

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل جو کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ ہے۔ پاک اور برتر تمام نقصانات سے بری وہ اللہ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُونَ ﴾ ① ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾
لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ
يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾

اوران کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں○ اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب باعلم اللہ کا○ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے○ نہ تو آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے۔ سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں○

لیل ونہار کا اختلاف اور شمس وقمر کی گردش: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک اور نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو اجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں جیسے فرمایا ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُه حَثِيْثًا﴾ ② رات سے دن کو چھپاتا ہے اور رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ دن تو ختم ہوا اور رات آ گئی اور ہر طرف سے اندھیرا چھا گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب ادھر سے رات آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار افطار کر لے۔ ③ ظاہر آیت تو یہی ہے لیکن حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مثل آیت ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ④ کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ اس قول کو ضعیف بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس آیت میں جو لفظ ﴿ایلاج﴾ ہے اس کے معنی ایک کی کمی کر کے دوسری میں زیادتی کرنے کے ہیں۔ اور یہ مراد اس آیت میں نہیں۔ امام صاحب کا یہ قول حق ہے۔ ﴿مُسْتَقَرٌّ﴾ سے مراد یا تو ﴿مُسْتَقَر﴾ مکانی یعنی جائے قرار ہے اور وہ عرش کے تلے کی وہ سمت ہے پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور

---

① [سورة الزاريات: آيت ٤٩] ② [سورة الاعراف: آيت ٥٤]

③ [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الصوم : باب متى يحل فطر الصائم (١٩٥٤) صحيح مسلم : كتاب الصيام : باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار (١١٠٠) ابو داؤد : كتاب الصيام : باب وقت فطر الصائم (٢٣٥١) ترمذی : كتاب الصوم : باب ما جآء اذا اقبل الليل وادبر النهار فقد افطر الصائم (٦٩٨) مسند احمد (٢٨/١)]

④ [سورة الحج: آيت ٦١]

سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ کرہ نہیں ہے جیسے کہ ہیت دان کہتے ہیں۔ بلکہ وہ مثل قبے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں انسانوں کے سروں کے اوپر اوپر والے عالم میں ہے' پس جب کہ سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے اس وقت وہ عرش کے بہت قریب ہوتا ہے پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آجاتا ہے یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے جیسے کہ احادیث میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر آپ نے آیت ﴿وَالشَّمْسُ﴾ الخ کی تلاوت کی۔ ①

اور حدیث میں ہے کہ آپ سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔ ② مسند احمد میں اس سے پہلے کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے گویا اسے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ③ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے۔ ④ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورج طلوع ہوتا ہے اسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں وہ غروب ہو کر سجدے میں گر پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا لیکن اجازت نہ دی جائے گی وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں تو پہنچ نہیں سکوں گا پھر کچھ دیر روک رکھنے کے بعد اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا۔ یہی قیامت کا دن ہوگا جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا۔ اور نیکیاں کرنی بھی ان کے لئے جو اس سے پہلے ایمان دار اور نیکو

---

① [صحيح : صحيح بخارى : كتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (٣١٩٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان الزمن الذى لايقبل فيه الايمان (١٥٩) ترمذى : كتاب الفتن : باب ما جآء فى طلوع الشمس من مغربها (٢١٨٦) مسند احمد (١٧٧/٥)]

② [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير (٤٨٠٣) صحيح مسلم (ايضا) مسند احمد (١٥٨/٥)]

③ [صحيح : صحيح بخارى : كتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (٣٣٩٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان (١٥٩) ترمذى : كتاب الفتن : باب ما جآء فى طلوع الشمس من مغربها (٢١٨٦) مسند احمد (١٧٧/٥)]

④ [ايضا]

کار نہ تھے بیکار رہوگا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے۔ پس یہ ایک قول ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی۔ یہ بے نور ہو جائے گا اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ مستقر زمانی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور اپنی میعاد پر جس سے تجاوز کر نہیں سکتا جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں انہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت ﴿لا مُسْتَقَرَّ لَـهَا﴾ ہے یعنی اس کے لئے سکون وقرار نہیں بلکہ دن رات بحکم اللہ چلتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ﴾ [1] یعنی اس نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں قیامت تک چلتے پھرتے رہیں گے۔ یہ اندازہ اس اللہ کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا' جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا' وہ علیم ہے ہر حرکت وسکون کو جانتا ہے۔ اس نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کی چال مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقعہ ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے جیسے فرمایا ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾ [2] الخ صبح کا نکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا ہے' یہ ہے اندازہ ذی علم کا۔ حم سجدہ کی آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا۔ پھر فرماتا ہے چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتانے کے لئے ہے۔ [3] اور آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تا کہ تم سالوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔ [4]

ایک آیت میں ہے ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا ہے۔ رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تا کہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ [5] پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے۔ اس کی اور اس کی چال بھی مختلف ہے۔ سورج ہر دن طلوع وغروب ہوتا ہے اسی روشنی کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اس کے طلوع وغروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طولانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے۔ اس کی منزلیں مقرر ہیں۔

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ۳۳]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۹۶]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۹]
[4] [سورۃ یونس: آیت ۵]
[5] [سورۃ الاسراء: آیت ۱۲]

مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا سا ہوتا ہے اور روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گواس کی نورانیت سورج سے لی ہوئی ہوتی ہے آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتداء میں ظاہر کرتا ہے عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں۔ مثلاً پہلی تین راتوں کا نام غرر ہے' اس کے بعد کی تین راتوں کا نام نفل ہے' اس کے بعد کی تین راتوں کا نام تسع ہے' اس لئے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام عشر ہے' اس لئے کہ اس کا شروع دسویں سے ہے' اس کے بعد کی تین راتوں کا نام بیض ہے' اس لئے کہ ان راتوں میں چاندنی کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں درع ہے' یہ لفظ درعاء کی جمع ہے' ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے' اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو شاۃ درعاء کہتے ہیں۔

اس کے بعد کی تین راتوں کو ظلم کہتے ہیں۔ پھر تین کو حنادس پھر تین کو دآدی پھر تین کو محاق اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہو جاتا ہے' ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان میں سے تسع اور عشر کو قبول نہیں کرتے' ملاحظہ ہو کتاب غریب المصنف :

سورج چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے اس کی باری کے وقت وہ گم ہے اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔ حسن کہتے ہیں یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہوا کے پر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا۔ نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔ یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی۔ بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے۔ رات ادھر سے جاتی ہے ادھر سے دن آ جاتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں۔ لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے رات نہ آئے نہ اس کے خلاف ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب و حاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج چاند' دن رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بہت غریب بلکہ منکر قول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے بعض کہتے ہیں مثل چکی کے لوہے کے پاٹ کے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا○ اوران کے لئے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں○ اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا مددگار ہوتا نہ وہ رہا کئے جاتے○ لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لئے انہیں فائدہ دے رہے ہیں○

سمندر میں کشتی کا چلنا بھی اللہ کی نشانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمدورفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے۔ باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے والے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا جو بالکل بھرپور تھی۔ کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ کے حکم سے اس میں بٹھا لئے گئے تھے۔ ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا۔ بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہیں مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے۔ اسی طرح دیگر چوپائے جانور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے۔ اس مطلب کی تائید آیت ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ [1] الخ، سے بھی ہوتی ہے یعنی جب پانی نے طغیانی کی تو ہم نے انہیں کشتی میں سوار کر لیا تا کہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریادرسی کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے۔ لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم بہ آرام وراحت طے کر رہے ہو اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

---

[1] [سورۃ الحاقہ: آیت ۱۱-۱۲]

ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اگلے پچھلے گناہوں سے بچو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے ○ ان کے پاس تو ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آئی جس سے یہ بے رخی نہ برتتے ہوں ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دو تو یہ کفار ایمان والوں کو جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں؟ جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا پلا دیتا تم تو ہو ہی کھلی غلطی میں ○

کفار کی سرکشی اور عناد: کافروں کی سرکشی، نادانی اور عناد و تکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کر چکے ان پر نادم ہو جاؤ ان سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو۔ اس سے اللہ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچا لے گا۔ تو وہ اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف اور منہ پھلا لیتے ہیں۔ قرآن نے اس جملے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا؟ ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ اللہ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں نہ ان میں غور و خوض کی عادت نہ ان میں قبولیت کا مادہ نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔

ان کو جب کبھی اللہ کی راہ میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقراء، مساکین اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا۔ جب اللہ ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم اللہ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں اللہ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرما رہا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو لیکن ان سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب آئے گا؟ سچے ہو تو بتلاؤ ○ انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں گے ○ اس وقت نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے ○

قیامت لانے کا مطالبہ: کافر چونکہ قیامت کے آنے کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ پھر قیامت کو لاتے کیوں نہیں؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے صرف ایک مرتبہ صور پھونک دیا جائے گا۔

دنیا کے لوگ روز مرہ کی طرح اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے جب اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا وہیں لوگ ادھر ادھر گرنے شروع ہو جائیں گے اس آسمانی تیز و تند آواز سے سب کے سب محشر میں اللہ کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس چیخ کے بعد کسی کو اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ

کسی سے کچھ کہہ سن سکے۔کوئی وصیت اور نصیحت اور نہ ہی انہیں اپنے گھروں کو واپس جانے کی طاقت رہے گی۔
اس آیت کے متعلق بہت سے آثار واحادیث ہیں جنہیں ہم دوسری جگہ وارد کر چکے ہیں۔اس پہلے نفخہ کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا جس سے سب کے سب مرجائیں گے کل جہاں فنا ہو جائے گا بجز اس ہمیشگی والے اللہ عزوجل کے جسے فنا نہیں۔اس کے بعد پھر جی اٹھنے کا نفخہ ہوگا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾

صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے ○ کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟ یہی ہے کہ جس کا وعدہ رب رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا ○ یہ نہیں ہے مگر ایک تند آواز کہ یکایک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے ○ پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف انہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے ○

قیامت کے روز لوگوں کی حالت: ان آیتوں میں دوسرے نفخہ کا ذکر ہو رہا ہے۔جس سے مردے جی اٹھیں گے۔﴿يَنسِلُونَ﴾ کا مصدر ((نَسْلَانٌ)) سے ہے اور اس کے معنی تیز چلنے کے ہیں۔جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا﴾ [1] الخ، جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان منزل کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔چونکہ دنیا میں انہیں قبروں سے جی اٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھایا؟ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اس کی بہ نسبت تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے گویا کہ وہ وہاں آرام میں تھے۔بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کے لئے فی الواقع انہیں نیند آ جائے گی۔حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے نفخہ اور اس دوسرے نفخہ کے درمیان یہ سو جائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی کا وعدہ اللہ کا تھا اور یہی اللہ کے سچے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جواب فرشتے دیں گے۔بہر حال دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ مومن بھی کہیں اور فرشتے بھی کہیں۔واللہ اعلم۔
عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کل قول کافروں کے ہی ہیں لیکن صحیح بات وہ ہے جسے ہم نے پہلے نقل کیا جیسے کہ سورۂ صافات میں ہے کہ یہ کہیں گے ہائے افسوس! ہم پر یہ جزا کا دن ہے یہی فیصلے کا دن ہے جسے ہم

[1] [سورۃ المعارج: آیت ۴۳]

جھٹلاتے تھے اور آیت میں ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ﴾ [1] الخ، جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں اسی طرح وہ ہمیشہ حق سے پھرے رہے اس وقت اہل ایمان اور علماء فرمائیں گے تم اللہ کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم محض بے علم ہو۔ تم تو اسے ان ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ایک ڈانٹ کے ساتھ ہی میدان میں مجمع موجود ہوں گے۔

اور آیت میں فرمایا امر قیامت تو مثل آنکھ جھپکانے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ [2] جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم مدت رہے۔ الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود۔ اس دن کسی کا کوئی عمل مارا نہ جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

إِنَّ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ ٱلْيَوْمَ فِى شُغُلٍ فَٰكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَٰجُهُمْ فِى ظِلَٰلٍ عَلَى
ٱلْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا فَٰكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ۝ سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن
رَّبٍّ رَّحِيمٍ ۝

جنتی لوگ آج کے دن اپنے دلچسپ مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں ○ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ○ ان کے لئے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں گے ○ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا ○

اہل جنت اور ان کی بیویاں نعمتوں میں: جنتی لوگ میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بہ صد اکرام و بہ ہزار تعظیم پہنچائے جائیں گے اور وہاں کی گوناں گوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ کسی دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی طرف کا خیال' یہ جہنم سے جہنم والوں سے بے فکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور مزے میں منہمک ہوں گے' اس قدر مسرور ہوں گے کہ ہر چیز سے بے خبر ہو جائیں گے نہایت ہشاش بشاش ہوں گے کنواری حوریں انہیں ملی ہوئی ہوں گی۔ جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ طرح طرح کی راگ راگنیاں اور خوش کن آوازیں دلفریبی سے ان کے دلوں کو لبھا رہی ہوں گی۔ ان کے ساتھ ہی اس لطف میں ان کی بیویاں اور ان کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں بہ آرام تختوں پر تکیوں سے لگے بے غمی اور بے فکری کے ساتھ اللہ کی مہمانداری سے مزے اڑا رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے۔ اور بھی جس چیز کو جی چاہے جو خواہش ہو پوری ہو جائے گی۔ سنن ابن ماجہ کی کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۵۵_۵۶]
[2] [سورۃ الاسراء: آیت ۵۲]

خواہش منداوراس کے لئے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف وخطر نہیں' رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نورہی نور ہے اس کی تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں بھری ہوئی اور بہہ رہی ہیں۔ اس کے پھل ذائقے دار' پکے ہوئے اور بکثرت ہیں۔ اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں' وہ سلامتی کا گھر ہے وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے' اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے سب نے کہا حضور ﷺ ہم اس کے لئے تیاری کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں' آپ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔ [1]

اللہ کی طرف سے ان پر سلام ہی سلام ہے خود اللہ کا اہل جنت کے لئے سلام ہے جیسے فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ [2] ان کا تحفہ جس روز وہ اللہ سے ملیں گے سلام ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکنے لگے گا یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور رب فرمائے گا ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ﴾ یہی معنی ہیں اس آیت ﴿سَلَامٌ قَوْلًا﴾ الخ' کے۔ جنتی صاف طور سے اللہ کو دیکھیں گے اور اللہ انہیں دیکھے گا کسی نعمت کی طرف اس وقت وہ آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گی۔ [3] یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند کمزور ہے ابن ماجہ میں بھی کتاب السنہ میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب دوزخیوں اور جنتیوں سے فارغ ہوگا تو ابر کے سایہ میں متوجہ ہوگا فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے جنتیوں کو سلام کرے گا اور جنتی جواب دیں گے۔ قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اللہ کے فرمان ﴿سَلَامٌ قَوْلًا﴾ میں موجود ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھ سے مانگو جو چاہو یہ کہیں گے پروردگار سب کچھ تو موجود ہے کیا مانگیں؟ اللہ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے پھر بھی جو جی میں آئے طلب کرو۔ یہ کہیں گے بس تیری رضامندی مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تو میں تمہیں دے چکا اور اسی کی بنا پر تم میرے اس مہمان خانے میں آئے اور میں نے تمہیں اس کا مالک بنا دیا۔ جنتی کہیں گے پھر اللہ ہم تجھ سے کیا مانگیں؟ تو نے تو ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تو حکم دے تو ہم میں سے ایک شخص کل انسانوں اور جنوں کی دعوت کر سکتا ہے۔ اور انہیں پیٹ بھر کر کھلا پلا اور پہنا اڑھا سکتا

---

[1] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب صفة الجنة (۴۳۳۲)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سند میں مقال ہے۔[الزوائد (۳/۳۲۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الاحزاب: آیت ۴۴]

[3] [ضعیف : ابن ماجه: مقدمه : باب فیما انكرت الجهمية (۱۸۴)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند فضل بن عیسیٰ رقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الزوائد (۱/۸۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے۔ بلکہ ان سب کی ضروریات پوری کر سکتا ہے اور پھر بھی اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ اللہ فرمائے گا ابھی میرے پاس اور زیادتی ہے چنانچہ فرشتے ان کے پاس اللہ کی طرف سے نئے نئے تحفے لائیں گے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ اس روایت کو بہت سی سندوں سے لائے ہیں لیکن یہ روایت غریب ہے۔ واللہ اعلم۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ
اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

وقف غفران

اے گنہگارو! آج تم یکسوہٹ جاؤ الگ ہو جاؤ ○ اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے یہ قول وقرار نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا' وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور میری عبادت کرتے رہنا۔ سیدھی راہ یہی ہے ○ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا' کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ○

مجرموں کو نیکوں سے الگ کرو: فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانٹ دیا جائے گا۔ کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ پھر ہم ان میں امتیاز کر دیں گے انہیں الگ الگ کر دیں گے۔

اسی طرح سورۂ یونس میں ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾[2] جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔ سورۂ والصافات میں فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾[3] الخ' یعنی ان ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے جمع کرو اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جو طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا' وہ تمہارا دشمن ہے؟

لیکن اس پر بھی تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی اور اس شیطان کی فرمانبرداری کی۔ خالق' مالک' رازق میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندۂ درگاہ کی؟ میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا صرف مجھ ہی کو پوجنا مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور سچا راستہ یہی ہے لیکن تم الٹے چلے' یہاں بھی الٹے ہو جاؤ' ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے یہ جنتی ہیں تم جہنمی ہو۔

﴿جِبِلًّا﴾ سے مراد خلق کثیر بہت ساری مخلوق ہے لغت میں ((جُبْـلٌ)) بھی کہا جاتا ہے' اور جبل بھی کہا جاتا ہے۔ شیطان نے تم میں بکثرت لوگوں کو بہکا دیا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا' تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ اس کا فیصلہ کر سکتے کہ رحمٰن کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ کو پوجیں یا مخلوق کو؟

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۲۰۶_۲۹۲۰۷)، (۲۱/۲۳)]

[2] [سورۃ الروم: آیت ۱٤]
[3] [سورۃ الصافات: آیت ۲۲_۲۳]

ابن جریر میں ہے قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی جس میں سخت اندھیرا ہوگا اور بالکل ظاہر ہوگی وہ بھی کہے گی کہ اے انسانو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔

اس نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ اے گنہگارو! آج تم جدا جدا ہو جاؤ۔ اس وقت نیک بد الگ الگ ہو جائیں گے ہر ایک گھٹنوں کے بل گر پڑے گا ہر ایک کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج ہی بدلے دیئے جاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔ [1]

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

یہی وہ دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ○ اپنے کفر کا بدلہ پانے کیلئے آج اس میں داخل ہو جاؤ ○ ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے ○ اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیتے پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے لیکن انہیں کیسے دکھائی دیتا؟ ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں مسخ کر دیتے پھر نہ وہ چل پھر سکتے نہ لوٹ سکتے ○

منہ پر مہر اور اعضا کی گواہی: جہنم بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی چیختی ہوئی اور چلاتی ہوئی سامنے ہوگی اور کفار سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کیا کرتے تھے جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ لو اب اپنے اس کفر کا مزہ چکھو اٹھو اس میں کود پڑو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ [2] الخ، جس دن یہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا انکار کرتے رہے ہو۔ بتاؤ تو یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو گئے ہو؟ قیامت والے دن جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھا لیں گے تو اللہ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا اور ان کے بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ یکایک ہنسے اور اس قدر ہنسے کہ مسوڑھے کھل گئے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا بندہ جب اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا اس پر کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۲۱۰)، (۲۲/۲۳)] اس کی سند میں اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الطور: آیت ۱۳۔۱۵]

سے بچایا نہ تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی تو اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا بولو تم خود گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتا دیں گے پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے بدن کے جوڑوں سے کہے گی تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہی تھی اور تمہارے ہی فائدے کے لئے حجت بازی کر رہی تھی۔ [1] (نسائی وغیرہ)

نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے تمہیں اللہ کے سامنے بلایا جائے گا جب کہ زبان بند ہو گی سب سے پہلے رانوں اور ہتھیلیوں سے سوال ہو گا۔ [2] قیامت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ پھر تیسرے موقعہ پر اس سے کہا جائے گا کہ تو کیا ہے؟ یہ کہے گا تیرا بندہ ہوں تجھ پر، تیرے نبی پر، تیری کتاب پر ایمان لایا تھا روزے، نماز، زکوۃ وغیرہ کا پابند تھا اور بھی بہت سی اپنی نیکیاں بیان کر جائے گا اس وقت اس سے کہا جائے گا اچھا ٹھہر جا ہم گواہ لاتے ہیں یہ سوچتا ہی ہو گا کہ گواہی میں کون پیش کیا جائے گا؟ یکایک اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو گواہی دے، اب ران اور ہڈیاں اور گوشت بول پڑے گا اور اس منافق کے سارے نفاق کو اور تمام پوشیدہ اعمال کو کھول کر رکھ دے گا۔ یہ سب اس لئے ہو گا کہ پھر اس کی حجت باقی نہ رہے اور اس کا عذر ٹوٹ جائے۔ چونکہ رب اس پر ناراض تھا اس لئے اس سختی سے باز پرس ہوئی۔ [3] (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے منہ پر مہر لگنے کے بعد سب سے پہلے انسان کی بائیں ران بولے گی۔ [4] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلا کر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ کہے گا ہاں اللہ سب درست ہے بے شک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا ہم نے سب بخش دیں، لیکن یہ گفتگو اس طرح ہو گی کہ کسی ایک کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہو گا اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہو گا۔ اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور انہیں کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی۔

(اے ستار العیوب، اے غفار الذنوب تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما۔ اللہ

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (۲۹۶۹)]

[2] [حسن : مسند احمد (۴/۵) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۴۶۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۴۵۲/۲۱) طبرانی (۹۶۹/۱۹) مصنف عبد الرزاق (۲۰۱۱۵) مجمع الزوائد (۳۵۱/۱۰)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۰۰۴۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (۲۹۶۸)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۲۱۵) طبرانی کبیر (۳۳۳/۱۷)]

اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کر اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ اے ذرہ نواز عزوجل! اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر برسا دے اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال۔ پروردگار ایک نظر رحمت ادھر بھی، مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔ اے غفور رحیم اللہ کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کر نا امید ہو کر آج تک لوٹا ہے؟ رحم کر رحم کر رحم کر۔ اے مالک و خالق رحم کر اپنے انتقام سے بچا، اپنے غصے سے نجات دے، اپنی رحمتوں سے نواز دے، اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے اپنی جنت میں پہنچا دے۔ اپنے دیدار سے مشرف فرما۔ آمین آمین آمین)

اور کافر و منافق کو بلایا جائے گا اس کے بداعمال اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ صاف انکار کر جائے گا اور کڑ کڑاتی ہوئی قسمیں کھانے لگے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ تیرے ان فرشتوں نے جھوٹی تحریر لکھی ہے میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے، فرشتہ کہے گا ہائیں ہائیں کیا کہہ رہے ہو؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے یہ کام نہیں کیا؟ یہ کہے گا اللہ تیری عزت کی قسم محض جھوٹ ہے میں نے ہرگز نہیں کیا؟ اب اللہ تعالیٰ اس کی زبان بندی کر دے گا غالباً سب سے پہلے اس کی دائیں ران اس کے خلاف شہادت دے گی۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو انہیں گمراہ کر دیتے اور پھر یہ کبھی ہدایت نہ حاصل کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ ادھر ادھر راستے ٹٹولتے۔ حق کو نہ دیکھ سکتے نہ صحیح راستے پر پہنچ سکتے۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں انکے مکانوں میں ہی مسخ کر دیتے ان کی صورتیں بدل دیتے انہیں ہلاک کر دیتے، انہیں پتھر کے بنا دیتے، ان کی ٹانگیں توڑ دیتے۔ پھر نہ تو وہ چل سکتے یعنی آگے کو نہ وہ لوٹ سکتے یعنی پیچھے کو بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے، آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾

جسے ہم بوڑھا کرتے ہیں اسے پیدائشی حالت کی طرف پھر لوٹا دیتے ہیں کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے؟ ○ نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ○ تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے ○

شاعری پیغمبر کے لائق نہیں: انسان کی جوانی جوں جوں ڈھلتی جاتی ہے پیری ضعیفی کمزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے جیسے کہ سورۂ روم کی آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ [1] الخ، اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر ناتوانی کے بعد طاقت عطا فرمائی پھر طاقت وقوت کے بعد ضعف اور

[1] [سورة الروم: آیت ٥٤]

بڑھاپا کر دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا ہے پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اور آیت میں ہے تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تا کہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔[1] پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے یہ پائیدار اور قرار گاہ نہیں۔ پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن' پھر جوانی' پھر بڑھاپے پر غور کریں اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد میں دوبارہ پیدا ہونا ہے۔ پھر فرمایا نہ تو میں نے اپنے پیغمبر ﷺ کو شاعری سکھائی نہ شاعری اس کے شایان شان نہ اسے شعر گوئی سے محبت نہ شعر اشعار کی طرف اس کی طبیعت کا میلان۔ اسی کا ثبوت آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا یاد نہیں نکلتا تھا۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اس سے کوسوں دور تھے۔ (ابن عساکر)

ایک بار اللہ کے پیغمبر ﷺ نے یہ بیت پڑھا

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے

كَفٰى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سچ مچ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ نے سچ فرمایا ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ﴾۔[2] (ابن ابی حاتم)

دلائل بیہقی میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ عباس بن مراس سلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے ہی تو یہ شعر کہا ہے؟

اَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْاَقْرَعِ وَعُيَيْنَةَ

انہوں نے کہا حضور ﷺ دراصل یوں ہے ((بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ)) آپ نے فرمایا چلو سب برابر ہے[3] مطلب تو فوت نہیں ہوتا؟ صلوت اللہ و سلامہ علیہ۔ سہیلی نے روض الانف میں اس تقدیم تاخیر میں ایک عجب توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اقرع کو پہلے اور عیینہ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا کہ عیینہ خلافت صدیقی میں مرتد ہو گیا تھا بخلاف اقرع کے کہ وہ ثابت قدم رہا تھا۔ واللہ اعلم

مغازی اموی میں ہے کہ بدر کے مقتول کافروں کے درمیان گشت لگاتے ہوئے حضور ﷺ کی زبان سے نکلا ((نُفَلِّقُ هَامًا)) آگے کچھ نہ فرما سکے۔ اس پر جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پورا شعر پڑھ دیا۔

مِنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

---

[1] [سورۃ الحج: آیت ۵]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۵/۵۰۰)] اس میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

[3] [مرسل : دلائل النبوۃ للبیہقی (۵/۱۷۹۔۱۸۱)]

یہ کسی عرب شاعر کا شعر ہے جو حماسہ میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ طرفہ کا یہ شعر بہت زیادہ پڑھتے تھے:

وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

سَتُبْدِلَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا

یعنی زمانہ تجھ پر وہ امور ظاہر کر دے گا جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لائے گا جسے تو نے توشہ نہیں دیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ کیا حضور ﷺ شعر پڑھتے تھے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بغض آپ کو شعروں سے تھا ہاں کبھی کبھی بنو قیس والے کا کوئی شعر پڑھتے لیکن اس میں بھی غلطی کرتے تقدیم و تاخیر کر دیا کرتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یوں نہیں ہے۔ تو آپ فرماتے نہ شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایان شان ہے۔[1] (ابن ابی حاتم)

دوسری روایت میں شعر اور آگے پیچھے کا ذکر بھی ہے یعنی (وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَا لَمْ تُزَوِّدِ) کو آپ نے (مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْأَخْبَارِ) پڑھا تھا' بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ پورا شعر کبھی آپ نے نہیں پڑھا زیادہ سے زیادہ ایک مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔[2] صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے خندق کھودتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھے۔ سو یاد رہے کہ آپ کا یہ پڑھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں:

لَا هُمَّ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ۔۔۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ۔۔۔ وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَّاقَيْنَا

إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ۔۔۔ إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

حضور لفظ ((اَبَيْنَا)) کو کھینچ کر پڑھتے اور سارے ہی بلند آواز سے پڑھتے[3] ترجمہ ان کا اشعار کا یہ ہے کوئی غم نہیں اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صدقے دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ اب تو ہم پر تسکین نازل فرما۔ جب دشمنوں سے لڑائی چھڑ جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما' یہی لوگ ہم پر سرکشی کرتے ہیں ہاں جب کبھی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں ہم انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح ثابت ہے کہ حنین والے دن آپ نے اپنے خچر کو دشمنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ۔۔۔ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[4]

---

[1] [مرسل ومنقطع :تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۲۲۹)]

[2] [ضعیف :بیهقی فی السنن الکبری (۷/۴۳)] اس میں عمر بن احمد اور عبداللہ بن ہلال دو راوی مجہول ہیں۔]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الخندق وهی الاحزاب (۴۱۰۴) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب غزوة الاحزاب وهی الخندق (۱۸۰۳) مسند احمد (۴/۲۸۵)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب قول الله تعالی ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم (۴۳۱۵ـ ۴۳۱۶) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب غزوة حنین (۱۷۷۶)]

اس کی بابت یہ یاد رہے کہ اتفاقیہ ایک کلام آپ کی زبان سے نکل گیا جو وزن شعر پر اترا نہ کہ قصداً آپ نے شعر کہا' حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے آپ کی انگلی زخمی ہو گئی تھی تو آپ نے فرمایا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ [1]

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے۔ اور تو راہ اللہ میں خون آلود ہوئی ہے۔ یہ بھی اتفاقیہ ہے قصداً نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث ﴿اِلَّا اللَّمَمَ﴾ [2] کی تفسیر میں آئے گی کہ آپ نے فرمایا:

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَيُّ عَبْدٍ لَّكَ مَا اَلَمَّا

یعنی اے اللہ! تو جب بخشے تو ہمارے سبھی کے سب گناہ بخش دے ورنہ یوں تو تیرا کوئی بندہ نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے بھی پاک ہو پس یہ سب کے سب اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ اللہ کی تعلیم آپ کو شعر گوئی کی نہ تھی۔ بلکہ رب العالمین نے تو آپ کو قرآن عظیم کی تعلیم دی تھی جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ قرآن حکیم کی یہ پاک نظم شاعری سے منزلوں دور تھی۔ اسی طرح کہانت سے اور گھڑ لینے سے اور جادو کے کلمات سے جیسے کہ کفار کے مختلف گروہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ آپ کی تو طبیعت ان لسانی صنعتوں سے معصوم تھی۔ ابوداود میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک یہ تینوں باتیں برابر ہیں تریاق کا پینا' گنڈے کا لٹکانا' اور شعر بنانا۔ [3] صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شعر گوئی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ دعا میں آپ کو جامع کلمات پسند تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے۔ [4] (احمد)

ابوداود میں ہے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے۔ [5] (ابوداود) مسند

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب من ینکب او یطعن فی سبیل الله (۲۸۰۲) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ما لقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین (۱۷۹۶۔ ۱۱۲) ترمذی : کتاب تفسیر القران : باب ومن سورة والضحی (۳۳۴۵) مسند احمد (۳۱۲/٤)]

[2] [سورة النجم: آیت ۳۲]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۱٦۷/۲) ابو داؤد : کتاب الطب : باب فی التریاق (۳۸٦۹) بیهقی (۳۵۵/۹)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[4] [صحیح :مسند احمد (۱۸۹/٦) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الدعاء (۱٤۸۲) مجمع الزوائد (۱۹۹/۸)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الشعر : باب فی انشاد الاشعر وبیان الشعر الکلمة وذم الشعر (۲۲۵۷) ترمذی : کتاب الادب : باب ما جاء لان یمتلی جوف احدکم (۲۸۵۲) ابن ماجه : کتاب الادب : باب ما کره من الشعر (۳۷٦۰) مسند احمد (۱۷٤/۱)]

احمد کی ایک غریب حدیث میں ہے جس نے عشاء کی نماز کے بعد کسی شعر کا ایک مصرع بھی باندھا اس کی رات کی نماز نامقبول ہے [1] یہ یاد رہے کہ شعر گوئی کی قسمیں ہیں۔ مشرکوں کی ہجو میں شعر کہنے مشروع ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے کفار کی ہجو میں اشعار کہے ہیں۔

بعض اشعار نصیحت ادب اور حکمتوں کے ہوتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانے کے شعراء کے کلام میں ایسے شعر پائے جاتے ہیں چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس کے شعر تو ایمان لا چکے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے ہر بیت کے بعد آپ فرماتے اور کہو ابوداؤد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض بیان مثل جادو کے ہیں اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں۔ [2] پس فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر و نصیحت اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے۔ تاکہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرا دے جیسے فرمایا ﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ [3] تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈرا دوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ [4] یعنی جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزاوار دوزخ ہے۔ ہاں اس قرآن سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور اندرونی نور والا ہو۔ عقل و بصیرت رکھتا ہو اور عذاب کا قول تو کافروں پر ثابت ہے ہی۔ پس قرآن مومنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتمام حجت ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور بھی پیدا کر دیئے ہیں جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں ○ اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں ○ انہیں ان سے اور بھی بہت سے فوائد ہیں خصوصاً (دودھ کا) پینا' کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے ○

---

[1] [ضعیف جدا : مسند احمد (۱۲۵/٤) مسند بزار (۲۰۹٤) طبرانی کبیر (۷۱۱۳٤) العقیلی فی الضعفاء (۳۳۹/۳)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [الموضوعات (۲٦۱/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷۱۳٤)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب ما جآء فی الشعر (۵۰۱۰ـ ۵۰۱۱) الادب المفرد (۸۷۲) ترمذی : کتاب البر و الصلة : باب ما جآء فی ان من البیان سحرا (۲۰۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی]

[3] [سورة الانعام : آیت ۱۹] [4] [سورة هود : آیت ۱۷]

انسان کے لیے چوپائیوں کی نعمت: اللہ تعالیٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسانوں کی ملکیت میں دے دیئے' ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہی سو اونٹوں کی ایک قطار ہو ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض لمبے لمبے مشقت والے سفر با آسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں خود سوار ہوتے ہیں۔ اسباب لادتے ہیں بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔ اور پھر صوف اور ان کے بالوں کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں بطور علاج پیشاب کام آتے ہیں۔ اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں کیا پھر ان کو نہ چاہئے کہ ان نعمتوں کے منعم حقیقی' ان احسانوں کے محسن' ان چیزوں کے خالق ان کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں؟ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾

اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔ اس خیال سے کہ ان کی مدد کی جائے ○ یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں لیکن پھر بھی مشرکین ان کے لئے حاضر باش لشکری ہیں ○ پس تجھے ان کی بات غمناک نہ کرے۔ ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو بخوبی جانتے ہیں ○

نصرت و مدد صرف اللہ کے اختیار میں: مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ سے ملا دیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں اور ان کی مدد تو کجا؟ وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصانات سے بھی اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ کوئی آئے اور انہیں توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اس کا کچھ نہیں کر سکتے بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تاکہ مشرکین کی پوری ذلت وخواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح امداد نہیں کر سکتے' لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین ان کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں لیکن یہ ہیں کہ انکے نام پر مرے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی ﷺ! ان کی کفر کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں ہم پر ان کا ظاہر باطن روشن ہے وقت آ رہا ہے۔ گن گن کر ہم انہیں سزائیں دیں۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر بھی یہ تو صریح جھگڑالو بن بیٹھا ہے ○ اور ہمیں باتیں مارنے لگا اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ ○ تو جواب دے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے' جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم آگ سلگاتے ہو ○

پہلی مرتبہ بنانے والا تمہیں دوبارہ بھی پیدا کرے گا: ابی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لے کر آیا اور اسے اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اڑ رہے تھے حضور ﷺ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ زندہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اللہ تجھے ہلاک کر دے گا پھر زندہ کر دے گا پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ اس پر اس سورت کی یہ آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا اور اس آیت سے لے کر ختم سورت تک کی آیتیں نازل ہوئیں اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی سے ہوا تھا۔[1] لیکن ذرا غور طلب ہے اس لئے کہ یہ سورت مکی ہے اور عبداللہ بن ابی تو مدینہ میں تھا۔ بہر صورت خواہ ابی کے سوال پر یہ آیتیں اتری ہوں یا عاص کے سوال پر ہیں عام۔ لفظ انسان جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے جو بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اسے یہی جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنی؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے ﴿أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ﴾[2] اور جیسے ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ﴾[3] الخ' وغیرہ'

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں کو دینے سے روکنا شروع کر

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳/۳۱) الدر المنثور للسیوطی (۵/۵۰۷)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ المرسلات : آیت ۲۰-۲۲] [3] [سورۃ الانسان : آیت ۲]

دیا۔ ہاں جب دم نزخرے میں اٹکا تو کہنے لگا اب میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟[1] الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے لگا۔ اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا اس اللہ کی قدرت سے نظریں ہٹالیں جس نے آسمان وزمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ یہ اگر غور کرتا تو اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے علاوہ خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جواب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عقبہ بن عمرو نے کہا آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو تم بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا' چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے' اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپ ﷺ کی زبان سے اپنے کانوں سے سنا۔[2] یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے مروی ہے[3] ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا میری راکھ کو ہوا کے رخ اڑا دینا کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم اللہ جو راکھ اس میں تھی اسے جمع کر دیا اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر اللہ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔

پھر اپنی قدرت کے مشاہدے کے لئے اور بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے اللہ ہر شے پر قادر ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے' ہیبت کو وہ منقلب کر سکتا ہے فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی میں درخت اگائے' سرسبز شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے پھر وہ سوکھ گئے اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی کہاں وہ تری اور ٹھنڈک کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں تر کو خشک کرنا' خشک کو تر کرنا' زندہ کو مردہ کرنا' مردے کو زندگی دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ ((لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ)) حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

---

[1] [حسن: ابن ماجه: كتاب الوصايا: باب النهي عن الامساك في الحياة والتبذير عند الموت (۲۷۰۷) مسند احمد (۲۱۰/٤) طبرانی کبیر (۳۲/۲)] حافظ بوصیریؒ اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه (۲۱۸۸) السلسلة الصحيحة (۱۰۹۹)]

[2] [صحيح: مسند احمد (۳۸۳/٥) مسند بزار (٤۳۲/۱) صحیح ابن حبان (٦٥۱)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب احاديث الانبياء (۳٤۷۹) صحیح مسلم: كتاب التوبه: باب في سعة رحمة الله تعالى (۲۷٥۷)]

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا بینا ہے○ وہ جب کبھی جس کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے○ پس پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے○

اللہ کی زبردست قدرت کا بیان: اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ جیسے فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [1] یعنی آسمان و زمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا۔ جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ﴾ [2] الخ' کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے زمین و آسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا' ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کرنا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دے دینا کافی ہوتا ہے۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں گا۔ تم مجھ سے معافی طلب کرو میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا۔ تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں۔ میں جواد ہوں۔ میں ماجد ہوں' میں واجد ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میرا انعام بھی کلام ایک ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ [3] ہر برائی سے اس حی و قیوم اللہ کی ذات پاک ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصل حاکم ہے اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے۔ اور وہی عادل و منعم اللہ انہیں سزا جزا دے گا۔ اور جگہ فرمان ہے پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت

---

[1] [سورة غافر: آیت ۵۷] [2] [سورة الاحقاف: آیت ۳۳]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (۲۵۷۷) ابن ماجه : كتاب الزهد (٤٢٥٧) ترمذی : كتاب صفة القيامة (۲٤۹٥) مسند احمد (١٦٠/٥)]

ہے اور آیت میں ہے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے؟۔ اور فرمان ہے ﴿ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ [1] پس ملکیت وملکوت دونوں ایک ہی معنی ہیں جیسے رحمت رحموت اور رہبت ورہبوت اور جبر وجبروت۔ بعض نے کہا ہے کہ ملک سے مراد جسموں کا عالم اور ملکوت سے مراد روحوں کا عالم ہے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا آپ نے سات لمبی سورتیں (یعنی پونے دس پارے) سات رکعت میں پڑھیں ﴿ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ﴾ کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر آپ یہ پڑھتے تھے۔ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِى الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ﴾ [2] پھر آپ کا رکوع قیام کے مناسب ہی لمبا تھا اور سجدہ مثل رکوع کے تھا میری حالت تو یہ ہو گئی تھی کہ ٹانگیں ٹوٹنے لگیں۔ (ابوداؤد وغیرہ) انہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے یہ دعا پڑھ کر پھر قرأت شروع کی ﴿ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذِى الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ﴾ پھر پوری سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع بھی قریب قریب اتنی دیر ٹھہرے رہے اور ﴿ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمِ ﴾ پڑھتے رہے پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور ﴿ لِرَبِّىَ الْحَمْدُ ﴾ پڑھتے رہے۔ پھر سجدے میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور سجدے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى ﴾ پڑھتے رہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا آپ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور ﴿ رَبِّ اغْفِرْلِىْ رَبِّ اغْفِرْلِىْ ﴾ پڑھتے رہے۔ چار رکعت آپ نے ادا کیں۔

سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کی تلاوت کی۔ [3] حضرت شعبہ رحمہ اللہ کو شک ہے کہ سورۂ مائدہ کہا یا سورۂ انعام کہا؟ نسائی وغیرہ میں ہے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد پڑھی آپ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ ہر اس آیت پر جس میں رحمت کا ذکر ہوتا آپ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہر اس آیت پر جس میں عذاب کا ذکر ہوتا آپ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے پھر آپ نے رکوع کیا وہ بھی قیام سے کچھ کم نہ تھا اور رکوع میں یہ فرماتے تھے ﴿ سُبْحَانَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ﴾ پھر آپ نے سجدہ کیا وہ بھی

---

[1] [سورة الملك : آیت ١]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٥/٣٨٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٣٠٠)]

[3] [صحیح : ابو داؤد : كتاب الصلوٰة : باب ما يقول الرجل فى ركوعه وسجوده (٨٧٤) نسائى : كتاب التطبيق : باب ما يقول فى قيامه ذلك (١٠٦٧) ترمذى فى الشمائل (٢٧٥)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔

[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں [illegible]

قیام کے قریب قریب تھا۔ اور سجدے میں بھی یہی پڑھتے رہے پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ پھر اسی طرح ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھتے رہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لطف ورحم سے سورۂ یٰسین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الصافات

نسائی شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہلکی نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپ ہمیں سورۃ الصافات سے نماز پڑھاتے تھے۔ [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾ رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾

بخشش اور مہربانیوں والے اللہ کے نام سے شروع

قسم ہے صف باندھنے والے فرشتوں کی ○ پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی ○ پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی ○ یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے ○ آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب وہی ہے ○

فرشتوں کی قسمیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان تینوں قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔ اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔ اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لئے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔ [3] مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ہم سے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ہم نے کہا وہ کس طرح؟ آپ نے

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلوٰۃ : باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده (۸۷۳) نسائی : کتاب التطبیق : باب نوع آخر من الذکر فی الرکوع (۱۰۴۸) ترمذی فی الشمائل (۳۱۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : نسائی: کتاب الامامة : باب الرخصة للامام فی التطویل (۸۲۷) صحیح ابن خزیمة (۱۶۰۶) علی بن الجعد فی المسند (۲۸۶۰) مسند ابو یعلی (۵۴۴۵) مسند احمد (۲/۳۶) الدر المنثور للسیوطی (۵/۵۰۹) ابو داود طیالسی (۱۸۱۶)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح نسائی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ (۵۲۲) ...]

فرمایا اگلی صفوں کو وہ پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملا لیا کرتے ہیں۔ [1] ڈانٹنے والوں سے مراد سدی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک ابر اور بادل کو ڈانٹ کر احکام دے کر ادھر سے ادھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔

ربیع بن انس وغیرہ فرماتے ہیں قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا أَوْ نُذْرًا﴾ [2] یعنی وحی اتارنے والے فرشتوں کی قسم جو عذر کو ٹالنے یا آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ان قسموں کے بعد جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان وزمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے۔ اسی نے آسمان میں ستارے اور چاند سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق سے ظاہر ہوتے ہیں مغرب میں غروب ہوتے ہیں مشرقوں کا ذکر کر کے مغربوں کا ذکر اس کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ [3] یعنی جاڑے گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب وہی ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝ لَّا يَسَّمَّعُونَ
إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝
إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارونق بنا دیا ہے ۝ اور ہم نے ہی اس کی نگہبانی کی ہے ہر شریر شیطان سے ۝ عالم بالا کے فرشتوں کی باتوں کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ چار طرف سے ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے ۝ ان کے ہنکانے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہیں ۝ ہاں جو کوئی آدھ بات اچک لے بھاگے تو فوراً ہی اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے ۝

شیاطین اور کاہن: آسمان دنیا کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ یہ اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بدلیت کے ساتھ بھی معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ اس کے ستاروں کی اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا﴾ [4] الخ، ہم نے آسمان دنیا کو زینت دی ستاروں کے ساتھ۔ اور انہیں شیطانوں کے لئے شیطانوں کے رجم کا ذریعہ بنایا اور ہم

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب الامامة بالسكون فی الصلوٰۃ (٤٣٠) ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب تسوية الصفوف (٦٦١) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فيها: باب اقامة الصفوف (٩٩٢) نسائی: کتاب الامامة: باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بينها (٨١٥)]

[2] [سورة المرسلات: آیت ٥۔٦]

[3] [سورة الرحمٰن: آیت ١٧]

[4] [سورة الملك: آیت ٥]

نے ان کے لئے آگ سے جلا دینے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

اور آیت میں ہے ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کھب جانے والی چیز بنائی ہے۔ اور ہر شیطان رجیم سے اسے محفوظ رکھا جو کوئی کسی بات کو لے اڑنا چاہتا ہے وہیں ایک تیز شعلہ اس کی طرف اترتا ہے۔ اور ہم نے آسمانوں کی حفاظت کی ہر سرکش شریر شیطان سے' اس کا بس نہیں کہ فرشتوں کی باتیں سنے۔ وہ جب یہ کرتا ہے تو ایک شعلہ لپکتا ہے اور اسے جلا جاتا ہے۔ یہ آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کی شریعت تقدیر کے امور کی کسی گفتگو کو وہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس بارے کی حدیثیں ہم نے آیت ﴿ حَتّٰـــــى اِذَا فُـزِّعَ ﴾ [1] الخ' کی تفسیر میں بیان کر دی ہیں۔ جدھر سے بھی یہ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں وہیں سے ان پر آتش باری کی جاتی ہے۔ انہیں ہنکانے پست و ذلیل کرنے روکنے اور نہ آنے دینے کے لئے یہ سزا بیان کی ہے اور آخرت کے دائمی عذاب ابھی باقی ہیں' جو بڑے المناک دردناک اور ہمیشگی والے ہوں گے۔ ہاں کبھی کسی جن نے کوئی کلمہ کسی فرشتے کی زبان سے سن لیا اور اسے اس نے اپنے نیچے والے سے کہہ دیا اور اسے اس نے اپنے نیچے والے سے کہہ دیا اور اس نے اپنے نیچے والے سے وہیں اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے کبھی تو دوسرے کو پہنچائے اس سے پہلے ہی شعلہ اسے جلا ڈالتا ہے کبھی وہ دوسرے کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کاہنوں کے کانوں تک شیاطین کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں ثاقب سے مراد سخت تیز بہت زیادہ روشنی والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ شیاطین پہلے جا کر آسمانوں میں بیٹھتے تھے اور وحی سن لیتے تھے اس وقت ان پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے یہ وہاں کی وحی سن کر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کاہنوں کے کانوں میں پھونکتے تھے۔ جب حضور ﷺ کو نبوت ملی پھر شیطانوں کا آسمان پر جانا موقوف ہوا' اب یہ جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں اور انہیں جلا دیا جاتا ہے' انہوں نے اس نو پیدا امر کی خبر جب ابلیس ملعون کو دی تو اس نے کہا کہ کسی اہم نئے کام کی وجہ سے اس قدر احتیاط و حفاظت کی گئی ہے چنانچہ خبر رسانوں کی جماعتیں اس نے روئے زمین میں پھیلا دیں جو جماعت حجاز کی طرف گئی تھی اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں اس نے جا کر ابلیس کو یہ خبر دی اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو تمہارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا۔ اس کی پوری تحقیق اللہ نے چاہا تو آیت ﴿ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ ﴾ [2] الخ' کی تفسیر میں آئے گی۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱ فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲

---

[1] [سورۃ سبا: آیت ۲۳]

[2] [سورۃ الجن: آیت ۸۔۱۰]

ان کافروں سے پوچھوتو کہ آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے انسانوں کو تو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے ○ بلکہ تو تعجب کر رہا ہے اور یہ مسخراپن کر رہے ہیں ○ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے یہ نہیں مانتے اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں ○ اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلم کھلا جادو ہی ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈی ہو جائیں گے پھر کیا سچ مچ ہم زندہ کئے جائیں گے؟ ○ یا ہم سے پہلے کے ہمارے باپ دادا بھی؟ ○ تو جواب دے کہ ہاں ہاں اور تم ذلیل ہوؤ گے ○ وہ تو صرف ایک زور کا نعرہ ہے کہ یکا یک یہ دیکھنے لگیں گے ○

انسان کو مٹی سے بنایا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے یا آسمان و زمین فرشتے جن وغیرہ کا؟ ابن مسعود کی قراءت ﴿أَمْ مَّنْ عَدَدْنَا﴾ ہے مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو انہیں بھی ہے کہ پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان وزمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائشی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ یہ چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس میں لیس تھا جو ہاتھوں کو چپکتی تھی۔ تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے ان کے انکار پر تعجب کر رہا ہے کیونکہ اللہ کی قدرتیں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی۔ لیکن یہ تو اسے سن کر ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آ جاتی ہے تو مسخراپن کرنے لگتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔ ہم کسی طرح اسے نہیں مانتے کے کہ مر کر مٹی ہو کر پھر جی اٹھیں بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آ جائیں ہم تو اس کے قائل نہیں۔ اے نبی ﷺ! تم ان سے کہہ دو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ تم ہو کیا چیز اللہ کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو اس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ فرماتا ہے ﴿وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ﴾ [1] ہر شخص اس کے سامنے عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ ایک آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [2] میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشت ناکی کے ساتھ احوال قیامت کو دیکھنے لگے گا۔ واللہ اعلم۔

وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾

---

[1] [النمل : ۸۷] [2] [غافر : ٦٠]

اور کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی یہی جزا وسزا کا دن ہے ○ یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے رہے ○ ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے ○ ان سب کو جمع کر کے انہیں دوزخ کی راہ دکھا دو ○ اور انہیں ٹھہرا لو اس لئے کہ ان سے ضروری سوال کئے جانے والے ہیں ○ کیا وجہ ہے کہ اس وقت ایک دوسروں کی مدد نہیں کرتے؟ ○ بلکہ وہ سب کے سب آج فرمانبردار بن گئے ○

روز قیامت کفار کی ندامت: قیامت والے دن کفار کا اپنے آپ کو ملامت کرنا اور پچھتانا اور افسوس وحسرت کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے ہائے ہائے یہی تو روز جزا ہے۔ تو مومن اور فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے ان سے کہیں گے ہاں یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم سچا نہیں مانتے تھے۔ اس دن اللہ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو ان کے جوڑوں کو ان کے بھائی بندوں کو اور ان جیسوں کو ایک جگہ جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ' سود خور سود خوروں کے ساتھ' شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور ان کی عورتوں کو' لیکن یہ غریب ہے۔ ٹھیک مطلب یہی ہے کہ انہی جیسوں کو اور ان کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو شریک اللہ یہ مقرر کئے ہوئے تھے سب کو جمع کرو۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ﴾ [1] الخ یعنی انہیں ان کے منہ کے بل اندھے بہرے گونگے کر کے ہم جمع کریں گے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جس کی آگ جب کبھی ہلکی ہو جائے ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ انہیں جہنم کے پاس کچھ دیر ٹھہرا دو تا کہ ہم ان سے پوچھ گچھ کر لیں۔ ان سے حساب لے لیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے۔ وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا نہ بیوفائی ہوگی نہ جدائی ہوگی۔ گو ایک کو ہی بلایا ہو پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [2] حضرت عثمان بن زائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے انسان سے اس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ تم تو دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار رہیں۔ یہ تو کہاں؟ بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے اللہ کے فرمانبردار بن گئے۔ نہ اللہ کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کر سکیں نہ اس سے بچ سکیں نہ وہاں سے بھاگ سکیں۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [الاسراء : ۹۷]

[2] [**ضعیف** :ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الصافات (۳۲۲۸) مسند احمد (۲۷۴/۱) نسائی فی التفسیر من الکبری (۱۱۶۲۶) طبرانی کبیر (۱۲۴۳۱) بیهقی فی دلائل النبوة (۲۳۹/۲) الدر المنثور للسیوطی (۴۳۳/۶)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (۵۰/۱)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم اور بشر بن دینار دو راوی ضعیف ہیں۔]

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا
بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ
فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ
بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾

وہ ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر سوال و جواب کرنے لگیں گے ○ کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس ہماری دائیں طرف سے آتے تھے ○ وہ جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم ہی ایمان دار نہ تھے ○ کچھ ہماری زور زوری تو تم پر تھی ہی نہیں' بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے ○ اب تو ہم سب پر ہمارے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب چکھنے والے ہیں ○ ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم تو خود بھی گمراہ ہی تھے ○ اب آج کے دن تو یہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں ○ ہم گنہگاروں کے ساتھ اسی طرح کیا کرتے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے ○ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دینے والے ہیں؟ ○ نہیں نہیں بلکہ نبی ﷺ تو سچا دین لائے ہیں اور سب رسولوں کو سچا جانتے ہیں ○

جہنمیوں کا ایک دوسرے پر الزام: کافر لوگ جس طرح جہنم کے طبقوں میں جلتے ہوئے آپس میں جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے کیا آج ہمیں تم تھوڑے بہت عذابوں سے بچالو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں جل رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔ اور جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان دار بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو خود ہی بدکار تھے یہ کہیں گے بلکہ دن رات کا مکر جبکہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔ عذاب کو دیکھتے ہی یہ سب کے سب بے طرح نادم و پشیمان ہوں گے لیکن اپنی نوامت کو چھپائیں گے۔ ان تمام کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے۔

ہاں یہ یقینی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہماری دائیں جانب سے آتے تھے یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی اس لئے تم ہمیں دباد بو کر حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے' یہ کافروں کا مقولہ ہوگا جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان یہ بات جنات سے کہیں گے کہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر

برائی پر آمادہ کرتے تھے' گناہ کو مزین اور شیریں دکھاتے تھے اور نیکی کو بری اور مشکل جتاتے تھے' حق سے روکتے تھے باطل پر جمادیتے تھے' جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا تھا تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے' اسلام' ایمان' خیروخوبی' نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کردیا۔ توحید سے دور ڈال دیا۔ ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے' راز دار بنائے رہے' تمہاری باتیں مانتے رہے تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے۔ اس کے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار ذی عزت اور بڑے لوگ تھے ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تم تو خود ہی ایسے ہی تھے تمہارے دل ایمان سے بھاگتے تھے اور کفر کی طرف دوڑ کر جاتے تھے۔ ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ کوئی حق بات نہ تھی نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی لیکن چونکہ تم طبعاً برائی کی طرف مائل تھے خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لئے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اب تو ہم سب پر اللہ کا قول ثابت ہوگیا کہ ہم یقیناً عذابوں کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ یہ بڑے لوگ چھوٹوں سے یہ متبوع لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے کہ ہم تو خود ہی بہکے ہوئے تھے ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا تم دوڑے ہوئے آگئے۔ بتاؤ تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے پس آج کے دن سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

یہ مومنوں کی طرح اللہ کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر و نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک کہ وہ ﴿لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ نہ کہہ لیں جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچالی مگر اسلامی فرمان سے۔ اور اس کا باطنی حساب اللہ کے ذمے ہے۔[1] اللہ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور ایک متکبر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس کلمہ سے روگردانی کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ابو العلاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اللہ کی اور عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا وہ کہیں گے اللہ کی اور مسیح کی تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے ﴿لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہا جائے گا تو وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حکم ہوگا انہیں بھی بائیں طرف لے چلو۔ فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچادیں گے پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تو ان سے کہا جائے گا کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لو گے؟ حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں۔ یہ جواب دیں گے ہاں یہ تو ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنا آپ انہیں معلوم کروائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور رد شرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنون

---

[1] [اسنادہ ضعیف ولہ اصل صحیح: تفسیر ابن ابی حاتم کما فی الدر المنثور للسیوطی (۵/۶۱۶)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن اخی ابن وہب راوی ضعیف ہے لیکن اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: صحیح بخاری: کتاب الجھاد (۲۹۴۶) صحیح مسلم: کتاب الایمان (۲۱۔ ۳۳)]

کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ماننا تو ایک طرف الٹے رسول اللہ ﷺ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں حق لے کر آئے ہیں ساری شریعت سراسر حق ہے خبریں ہوں تو اور حکم ہوں تو۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں۔ ان کے صحیح مصدق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء علیہم السلام نے کئے جیسے اور آیت میں ہے ﴿مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ﴾ [1] الخ، یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔

إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ
اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ
النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ
لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ
عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

یقیناً تم دردناک عذابوں کے مزے چکھنے والے ہو ○ تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ مگر اللہ کے خالص برگزیدہ بندے ○ انہی کے لئے مقررہ روزی ہے ○ میوے ہر طرح کے اور وہ ذی عزت و اکرام ہیں نعمتوں والی جنتوں میں ○ تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے ○ جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا ○ جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی ○ نہ اس سے درد سر ہو اور نہ اس کے پینے سے بہکنے لگیں ○ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ○ ایسی جیسے چھپائے ہوئے موتی ○

مخلص بندے جنت میں: اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تم المناک عذاب چکھنے والے ہو۔ اور صرف اسی کا بدلہ دیئے جانے والے ہو جسے تم نے کیا دھرا ہے۔ پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے جیسے ﴿وَالْعَصْرِ﴾ [2] میں فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر جو ایماندار نیک اعمال۔ اور سورۂ ﴿وَالتِّينِ﴾ [3] میں فرمایا ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدائش میں پیدا کیا پھر اسے نیچوں کا نیچ کر دیا مگر جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ [4] الخ، تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے یہ تو تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے۔ اور ظالموں کو اسی میں گرے پڑے چھوڑ دیں گے۔ سورۂ مدثر میں ارشاد ہوا ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾ [5] الخ، ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال

---

[1] [فصلت : ۴۳]
[2] [العصر : ۱۔۳]
[3] [التین : ۴۔۶]
[4] [سورۃ مریم : آیت ۷۱۔۷۲]
[5] [سورۃ المدثر : آیت ۳۸۔۳۹]

آ چکا ہے اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کو استثناء کر لیا کہ وہ المناک عذابوں سے' حساب کے پھنساوُڑے سے الگ ہیں بلکہ ان کی برائیوں سے درگزر فرما لیا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گنی بلکہ سات سات سوگنی کر کے بلکہ اس سے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئی ہیں۔ ان کے لئے مقررہ روزی ہے اور وہ قسم قسم کے میوہ جات ہیں۔ وہ مخدوم ہیں' ذی عزت ہیں' ذی اکرام ہیں' ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں' بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے' بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ نعمتوں سے پر جنتوں میں ہیں۔ وہاں کے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں۔

ایک مرفوع غریب حدیث میں ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ہر ایک کی نگاہیں دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی' [1] آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اس شراب کے دَوران میں چل رہے ہوں گے جو جاری ہے جس کے ختم ہو جانے' کم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ جو ظاہر باطن میں آراستہ ہے خوبیاں ہیں برائیاں نہیں۔ رنگ کی سفید مزے کی بہت اچھی لذیذ۔ نہ اس کے پینے سے سر درد ہو نہ بک جھک لگے' دنیا کی شراب میں یہ آفتیں تھیں پیٹ کا درد' سر کا درد' بیہوشی بدحواسی وغیرہ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں رہی۔ دیکھنے میں خوش رنگ' پینے میں لذیذ' فوائد میں اعلیٰ' سرور و کیف میں عمدہ لیکن سدھ بدھ دور کر دینے والی بدمست بنا دینے والی نہیں' نہ بدبودار نہ بدنظر نہ قابل نفرت۔ بلکہ خوشبودار' خوش رنگ' خوش ذائقہ' خوش فائدہ اس کے پینے سے پیٹ درد نہیں ہوتا اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں خلاف طبع نہیں۔ سر بھاری نہیں ہو جاتا چکر نہیں آتے گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ہوش و حواس جاتے نہیں رہتے۔ کوئی ایذا تکلیف قے متلی نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب میں چار برائیاں ہیں نشہ' سر درد' قے اور پیشاب۔ جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے دیکھو سورۃ الصافات۔ ان کے پاس نیچی نگاہوں والی' شرمیلی نظروں والی' پاک دامن' عفیفہ حوریں ہیں جن کی نگاہیں اپنے خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتیں اور نہ پڑیں گی۔ بڑی بڑی' موٹی موٹی' رسیلی آنکھیں ہیں حسن صورت' حسن سیرت دونوں چیزیں ان میں موجود ہیں۔ جس طرح حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انہیں طعنے دینے شروع کئے تو ایک دن سب کو بلا کر بٹھا لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا بناؤ سنگھار کرا کر بلایا عورتوں کی نگاہیں ان کے جمال کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو فرشتہ ہیں۔ اسی وقت کہا یہی تو ہیں جن کے بارے میں تم سب مجھے ملامت کر رہی تھیں واللہ! میں نے ان کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ باوجود جمال ظاہری کے حسن باطنی بھی رکھتا ہے۔ بڑا پاکباز' امین' پارسا' متقی

---

[1] [ضعیف : التاریخ الکبیر للبخاری (۳۸۶/۳) وفی التاریخ الصغیر (۲۵۰/۱)] اس میں ابراہیم رقاشی مجہول ہے۔ [المیزان (۲۶۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں بہت سے راوی مجہول ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

پرہیز گار ہے۔ اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر ان کا مزید حسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کا گورا گورا پنڈا اور بھبوکا سا رنگ ایسا چمکیلا دلکش اور جاذب نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی۔ جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو۔ جو سیپ سے نہ نکلا ہو جسے زمانے کی ہوا نہ لگی ہو جو اپنی آبداری میں بے مثل ہو ایسے ہی ان کے اچھوتے جسم ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں۔ انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے چھوٹے چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔

ایک حدیث میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حور عین'' سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا بیض مکنون سے کیا مراد ہے؟ فرمایا انڈے کے اندر کی سفید جھلی۔[1] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جب کہ وہ جناب باری میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انہیں خوشخبریاں سنانے والا ہوں گا اور ان کا سفارشی بنوں گا جب کہ یہ روکے ہوئے ہوں گے۔ حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ کے ہاں اکرام و عزت والا میں ہوں یہ میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔ میرے آگے پیچھے قیام کے دن ایک ہزار خادم گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا اچھوت موتیوں کے ہوں گے۔[2] واللہ اعلم بالصواب۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے پوچھیں گے ○ ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا ○ جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت کے آنے کا یقین کرنے والوں میں سے ہے؟ ○ کیا جب کہ ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے؟ کیا اس وقت ہم جلا دیئے جانے والے ہیں؟ ○ کہے گا تم چاہتے تو جھانک کر دیکھ لو؟ ○ جھانکتے ہی اسے تو بیچوں بیچ جہنم میں جلتا ہوا دیکھے گا ○ کہے گا واللہ! قریب تھا کہ تو مجھے بھی برباد کر دے ○ اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں دوزخ میں حاضر کیا

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۳۷۶)] اس میں ابن فرج مصری، عمرو بن ہاشم اور ابن ابی کریمہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔[التقریب (۱۳۸/۲)]

گیا ہوتا○ کیا یہ صحیح ہے کہ ہم مرنے والے ہی نہیں؟○ بجز پہلی ایک موت کے اور نہ ہم عذاب کئے جانے والے ہیں؟○ پھر تو ظاہر بات ہے کہ یہ بڑی کامیابی کے لئے○ عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے○

برے ساتھیوں سے بچ جاؤ: جب جنتی موج مزے اڑاتے ہوئے' بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا خانوں میں عیش و عشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے ہزار ہا پری جمال خدام سلیقہ شعاری سے کمر بستہ خدمت پر مامور ہوں گے حکم احکام دے رہے ہوں گے قسم قسم کے کھانے' پینے' پہننے اور اوڑھنے اور طرح طرح کی لذتوں سے فائدہ مندی حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے۔ اور شراب طہور چل رہا ہوگا وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا حال گزرے کیسے کیسے دن کٹے؟۔ اس پر ایک شخص کہے گا میری سنو میرا شیطان میرا ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب سا تعجب ہے کہ تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں ہم کھوکھلی بوسیدہ سڑی گلی ہڈی بن جائیں گے اس کے بعد بھی ہم حساب جزا و کتاب سزا کے لئے اٹھائے جائیں گے؟ مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر پڑتا نہیں کیا عجب کہ وہ جہنم میں گیا ہو تو اگر چاہو تو میرے ساتھ چل کر جھانک کر دیکھ لو جہنم میں اس کی کیا درگت ہو رہی ہے؟۔ اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سر تا پا جل رہا ہے خود وہ آگ بن رہا ہے جہنم کے درمیان میں کھڑا ہے اور بے بسی کے ساتھ جل بھن رہا ہے اور ایک اسے ہی کیا دیکھے گا کہ تمام بڑے بڑے لوگوں سے جہنم بھرا ہے۔ کعب بن احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت میں جنتی جب بھی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں وہ اپنے دشمنوں کو جلتے بھنتے دیکھ کر خوش ہو کر شکر اللہ کرتے ہیں۔ جنتی اسے دیکھتے ہی کہے گا کہ حضرت آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے پنجے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بری درگت ہوتی اور میں بھی تیرے ساتھ کھنچا کھنچا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی' چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا اور تیرے اثر سے مجھے محفوظ رکھا۔ تو نے تو فتنے بپا کرنے میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی تھی۔ اب مومن اور ایک بات کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا ہے اب ہمیشہ کے گھر میں ہے نہ یہاں اس پر موت ہے' نہ خوف ہے' نہ عذاب ہے' نہ وبال ہے اور یہی بہترین کامیابی اور فلاح ابدی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے سے اپنی پسند کا جتنا چاہے کھاؤ پیو۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مریں گے نہیں۔ تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ کیا اب ہمیں موت تو نہیں آئے گی؟۔ کسی وقت عذاب تو نہیں ہوگا؟ تو جواب ملے گا نہیں ہرگز نہیں۔ چونکہ انہیں کھٹکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کر دے جب یہ دھڑکا ہی جاتا رہا تو وہ سکون کا سانس لے کر کہیں گے شکر ہے یہ تو کھلی کامیابی ہے اور بڑی ہی مقصد یاوری ہے۔ اس کے بعد فرمایا ایسے ہی بدلے کے لئے عاملوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

قتادہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں یہ اہل جنت کا مقولہ ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کا فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ ان جیسی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو دنیا میں بھرپور رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے تا کہ انجام کار ان نعمتوں کو حاصل کر سکیں۔

اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے اسے بھی سن لیجئے دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا دوسرا ناواقف تھا اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جائیے آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا بتاؤ میں نے کیسی چیز لی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا اللہ اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید لیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار اشرفی خرچ کرتا ہوں چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہ میرے ساتھی نے اتنی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں اور وہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس نے اسے بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید لئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اللہ میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں چنانچہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ پھر فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا اس صدقہ کرنے والے کو جنت میں ایک محل میں پہنچایا جہاں پر ایک بہترین حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا فرشتے نے بتایا کہ وہ تو جہنم میں ہے تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو اس نے جب اسے بیچ جہنم میں جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تشدید والی قرأت کی مزید تائید کرتی ہے اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے ایک کافر تھا ایک مومن تھا جب یہ مومن اپنی کل رقم راہ اللہ خرچ کر چکا تو ٹوکری سر پر رکھ کر کدال پھاوڑا لے کر مزدوری کے لئے چلا اسے ایک شخص ملا اور کہا اگر تو میرے جانوروں کی سائیسی کرے اور گوبر

اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا لیکن یہ شخص بڑا بے رحم بد گمان تھا جہاں اس نے کسی جانور کو بیمار یا دبلا پتلا دیکھا کہ اس مسکین کی گردن توڑتا خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہو گا۔ اس مسلمان سے یہ سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں اس کی کھیتی ہے باغات ہیں وہاں کام کاج کر دوں گا اور وہ مجھے روٹی ٹکڑا دے دیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا' ایک بلند و بالا محل ہے دربان ڈیوڑھی اور پہرے دار کی چوکی اور غلام لونڈیاں سب موجود ہیں یہ ٹھٹکا اور دربانوں نے اسے روکا۔ اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر تو کرو انہوں نے کہا اب وقت نہیں تم ایک کونے میں پڑے رہو صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان ہی لیں گے ورنہ پھر ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔ اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کمبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپیٹے ہوئے تھا اسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا صبح کے وقت اس کے راستے پر جا کھڑا ہوا جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو تعجب ہو کر پوچھا کہ ہیں؟ یہ کیا حالت ہے مال کیا ہوا؟ اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھو اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو یعنی مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام مثل نوکروں کے کروں اور آپ مجھے صرف کھانا دے دیا کیجئے اور جب یہ کمبل پھٹ ٹوٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا۔ اس نے کہا نہیں نہیں میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ کہا میں نے اسے ایک شخص کو قرض دی ہے۔ کہا کسے؟ کہا ایسے کو جو نہ لے کر مکرے نہ دینے سے انکار کرے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے۔ یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا لیا اور اس سے کہا احمق ہوا ہے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو کر پھر جئیں اور اللہ ہمیں بدلے دے؟ جا جب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ پس وہ کافر تو مزے اڑاتا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ اندازو شمار سے زیادہ تھیں اس نے جو دیکھا کہ حد نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں تو پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! اللہ کی یہ تو بڑی ہی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا سب آپ کے اسے اور تعجب اور خوشی ہوئی اب جو آگے بڑھا تو سرخ یاقوت کے محل نظر آئے ایک موتی کا محل' ہر ہر محل میں کئی کئی حور عین' ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب بھی آپ کا ہے پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا اللہ جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہو گا؟ اللہ اسے دکھائے گا کہ وہ بیچ جہنم میں جل رہا ہے۔ اب ان میں باتیں ہوں گی جن کا ذکر یہاں ہوا ہے پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں انہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اسے کوئی نظر نہ آئے گی۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

کیا یہ مہمانی اچھی ہے؟ یا سینڈھ کا درخت؟○ جسے ہم نے ستمگاروں کے لئے سخت سزا بنا رکھا ہے○ جو درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے○ جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں○ جہنمی اسی درخت کو کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بوجھل کر لیں گے○ پھر اس پر گرم جلتے جلتے پانی کی ملونی ہوگی○ پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی آگ کے ڈھیر کی طرف ہوگا○ یقین مانو کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بہکا ہوا پایا○ یہ انہی کے نشان قدم پر دوڑے بھاگے چلتے رہے○

جنتی نعمتیں بہتر یا جہنم کی سزائیں: جنت کی نعمتوں کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ اب لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ وہ جگہ اور وہ نعمتیں بہتر ہیں؟ یا زقوم کا درخت جو دوزخیوں کا کھانا ہے ممکن ہے اس سے مراد خاص ایک ہی درخت ہو اور وہ تمام جہنم میں پھیلا ہوا ہے۔ جیسے طوبیٰ کا ایک درخت ہے جو جنت کے ایک ایک محل میں پہنچا ہوا ہے۔ اور ممکن ہے کہ مراد زقوم کے درخت کی جنس ہو اس کی تائید آیت ﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ﴾ [1] الخ' سے بھی ہوتی ہے۔ ہم نے اسے ظالموں کے لئے فتنہ بنایا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شجرہ زقوم کا ذکر گمراہوں کے لئے فتنہ ہو گیا وہ کہنے لگے لو اور سنو! آگ میں اور درخت؟ آگ تو درخت جلا دینے والی ہے۔ یہ نبی علیہ السلام کہتے ہیں جہنم میں درخت اگے گا۔ تو اللہ نے فرمایا ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی۔ ابوجہل ملعون اسی پر ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا میں تو خوب مزے سے کھجور مکھن کھاؤں گا اسی کا نام زقوم ہے۔ الغرض یہ بھی ایک امتحان ہے بھلے لوگ تو اس سے ڈر گئے اور بروں نے اس کا مذاق اڑایا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ﴾ [2] الخ' جو منظر ہم نے تجھے دکھایا تھا وہ صرف اس لئے ہی کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے اور اسی طرح اس نامبارک درخت کا ذکر بھی۔ ہم تو انہیں دھمکا رہے ہیں مگر یہ نافرمانی میں بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اس درخت کی اصل جڑ جہنم میں ہے۔ اس کے خوشے اور شاخیں بھیانک ڈراؤنی لمبی چوڑی دور دور تک شیطانوں کے سروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ گو شیطان کو بھی کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کا نام سنتے ہی اس کی بدصورتی اور خباثت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ یہی حال اس درخت کا ہے کہ دیکھنے اور چکھنے میں ظاہر اور باطن میں بری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپوں کی ایک قسم ہے جو بدترین بھیانک اور خوفناک شکل کے ہوتے ہیں۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ نبات کی ایک قسم ہے جو بہت بری طرح پھیل جاتی ہے۔ لیکن یہ دونوں احتمال درست نہیں ٹھیک

[1] [سورۃ الواقعہ: آیت ۵۱-۵۲] [2] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٠]

بات وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اسی بد منظر' بد بوذائقہ' بدمزہ' بدخصال تھور کو انہیں جبراً کھانا پڑے گا۔ اور ٹھونس ٹھونس کر انہیں کھلایا جائے گا کہ یہ بجائے خود ایک زبردست عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ﴾ [1] الخ' ان کی خوراک وہاں صرف کانٹوں دار تھور ہوگا جو نہ انہیں فربہ کر سکے نہ بھوک مٹا سکے حضور ﷺ نے ایک بار آیت ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾ [2] کی تلاوت کر کے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراکیں خراب ہو جائیں۔ اس کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی یہی ہو؟ [3] (ترمذی وغیرہ)

پھر اس زقوم کے کھانے کے ساتھ ہی انہیں اوپر سے جہنم کا کھولتا گرم پانی پلایا جائے گا۔ یا یہ مطلب کہ اس جہنمی درخت کو جہنمی پانی کے ساتھ ملا کر انہیں کھلایا پلایا جائے گا۔ اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا اور جو ان کی آنکھوں سے اور پوشیدہ راستوں سے نکلا ہوا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا۔ انہیں سخت ایذا ہوگی بڑی کراہیت آئے گی پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے اُن کے چہرے کی کھال جھلس کر جھڑ جائی گی اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانے کے راستے سے باہر آ جائیں گی [4] (ابن ابی حاتم)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب جہنمی بھوک کی شکایت کریں گے تو زقوم کھلایا جائے گا جس سے ان کے چہرے کی کھالیں بالکل الگ ہو کر پڑیں گی۔ اس طرح انہیں پہچاننے والا اس میں ان کے منہ کی پوری کھال دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پھر پیاس کی شدت سے بیتاب ہو کر وہ ہائے وائے پکاریں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا گرم پانی دیا جائے گا جو چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کے گوشت کو جھلس دے گا اور تمام گوشت گر پڑے گا اور پیٹ میں جا کر آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اوپر سے لوہے کے ہتھوڑے مارے جائیں گے اور ایک ایک عضو بدن الگ الگ جھڑ جائے گا' بری طرح چیختے پیٹتے ہوں گے۔ فیصلہ ہوتے ہی ان کا ٹھکانا جہنم ہو جائے گا جہاں طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ﴾ [5] جہنم اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت ﴿ثُمَّ إِنَّ مَقِيلَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ﴾ ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ واللہ! آدھے دن سے پہلے ہی پہلے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے اور وہیں قیلولہ یعنی دوپہر کا آرام کریں گے۔ قرآن فرماتا ہے

---

[1] [سورۃ الغاشیہ: آیت ٦۔٧] [2] [سورہ آل عمران : آیت ۱۰۲]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفۃ جہنم : باب ما جآء فی صفۃ شراب اھل النار (۲۵۸٤) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب صفۃ النار (٤۳۲۵) مستدرک حاکم (٤٥۱)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی ، ضعیف ابن ماجہ] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/٥٦)]

[5] [سورۃ الرحمن: آیت ٤٤]

﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ (1) جنتی باعتبار جائے قیام کے بہت اچھے ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بھی بہت اچھے ہوں گے۔ الغرض قیلولے کا وقت دونوں کا اپنی اپنی جگہ ہوگا آدھے دن سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس بنا پر یہاں ﴿ثم﴾ کا لفظ خبر پر خبر کے عطف کے لئے ہوگا۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا۔ لیکن پھر بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ مجبوروں اور بیوقوفوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے بہک چکے ہیں ○ جن میں ہم نے آگاہ کرنے والے رسول بھیجے تھے ○ اب تو دیکھ لے کہ جنہیں دھمکایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ○ سوائے اللہ کے برگزیدہ مخلص بندوں کے ○

اکثر لوگ گمراہ: گزشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول آئے تھے۔ جنہوں نے انہیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکا دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ ان کے شرک و کفر اور تکذیب رسول سے بے طرح اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب ہوں گے۔ پھر بھی جب انہوں نے نبیوں کی نہ مانی اپنی برائی سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ تہس نہس کر دیئے گئے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ ہاں نیک کار خلوص والے اللہ کے موحد بندے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

ہمیں نوح نے پکارا تو دیکھ لو کہ ہم کیسے اچھے دعا کے قبول کرنے والے ہیں ○ ہم نے اسے اور اس کے تابعداروں کو اس زبردست مصیبت سے بچا لیا ○ اس کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والی بنا دی ○ اور ہم نے اس کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا ○ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں ○ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا ○ پھر ہم نے باقی کے سب لوگوں کو ڈبو دیا ○

نوح علیہ السلام کا ذکرِ خیر: اوپر کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے۔

(1) [سورۃ الفرقان : آیت ۲۴]

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن تاہم قوم گمراہی پر جمی رہی سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ بلکہ ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے' آخر کار اللہ کے رسول نے تنگ آ کر رب سے دعا کی کہ اللہ میں عاجز آ گیا تو میری مدد کر۔ (1) اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تہ آب اور غرق کر دیا۔ تو فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ہماری جناب میں دعا کی۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے فوراً ان کی دعا قبول فرمالی۔ اور اس کی تکذیب و ایذا سے جو انہیں کفار سے روز مرہ پہنچ رہی تھی ہم نے بچا لیا۔ اور انہیں کی اولاد سے پھر دنیا بسی' کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ترمذی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام' حام اور یافث کی پھر اولاد پھیلی اور باقی رہی۔ (2)

مسند میں یہ بھی ہے کہ سام سارے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام حبش کے اور یافث تمام روم کے۔ (3) اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں۔ جو رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک لڑکے سام کی اولاد عرب' فارس' اور رومی ہیں اور یافث کی اولاد ترک' صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں' اور حام کی اولاد قبطی' سوڈانی اور بربری ہیں! واللہ اعلم۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بھلائی اور ان کا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں اللہ کی طرف سے زندہ رہا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے ہمیشہ ان پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام پر سلام ہو۔ یہ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے۔

یعنی ان کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت و اطاعت پر جم جائے ہم بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام یقین و ایمان رکھنے والوں توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے۔ نوح علیہ السلام اور نوح والوں کا تو یہ واقعہ ہوا۔ لیکن نوح علیہ السلام کے مخالفین غارت اور غرق کر دیئے گئے۔ ایک آنکھ جھپکنے والی ان میں باقی نہ بچی۔ ایک خبر رساں زندہ نہ رہا' نشان تک باقی نہ بچا۔ ہاں ان کی ہڈیاں اور برائیاں رہ گئیں جن کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر ان کے یہ بدترین افسانے چڑھ گئے۔

---

(1) [سورۃ القمر: آیت ۱۰]

(2) [**ضعیف**: مسند احمد (۹/۵) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ الصافات (۳۲۳۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(3) [**ضعیف**: مسند احمد (۱۱/۵) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ الصافات (۳۲۳۱) مستدرک حاکم (۵٤٦/۲) ابو نعیم فی اخبار اصبہان (۲۵٦/۲) ابن عدی فی الکامل (۹۱۹/۳) طبرانی کبیر (۱٤۵/۱۸) الدر المنثور للسیوطی (ص: ۵۲٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی، السلسلۃ الضعیفۃ (۳٦۸۳)]

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۞ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۞ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

نوح کی تابعداری کرنے والوں میں سے ہی ابراہیم بھی تھے ○ جب کہ اپنے رب کے پاس بے عیب دل لائے ○ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کیسے پوج رہے ہو؟ ○ کیا تم اپنی فاسد رائے سے اللہ کے سوا دوسروں کے مرید بن رہے ہو؟ ○ یہ تو بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟ ○

اب بھی سنبھل جاؤ: ابراہیم علیہ السلام بھی نوح علیہ السلام کے دین پر تھے انہی کے طریقے اور چال چلن پر تھے۔ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے گئے یعنی توحید والا جو اللہ کو حق جانتا ہو۔ قیامت کو آنے والی مانتا ہو۔ مردوں کو دوبارہ جینے والا سمجھتا ہو۔ شرک و کفر سے بیزار ہو دوسروں پر لعن طعن کرنے والا نہ ہو۔ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی تمام قوم سے اور اپنے سگے باپ سے صاف فرما دیا کہ یہ تم کس کی پوجا پاٹ کر رہے ہو؟ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت چھوڑ دو اپنے ان جھوٹ موٹھ کے معبودوں کی ارادت چھوڑ دو۔ ورنہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کریگا اور تمہیں کیسی کچھ سخت ترین سزائیں دیگا؟

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۞ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۞ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۞ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۞ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۞ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۞ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۞ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۞ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۞

اب ابراہیم نے ایک نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی ○ اور کہا میں تو بیمار ہو جاؤں گا ○ اس پر وہ سب اس سے منہ موڑے ہوئے واپس چلے گئے ○ آپ چپ چھپاتے ان کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے؟ ○ پھر تو پوری قوت کے ساتھ دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے ○ بت پرست دوڑے بھاگے آپ کی طرف متوجہ ہوئے ○ تو آپ نے فرمایا کیا تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود تم تراشتے ہو؟ ○ حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی سب چیزوں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○ وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک آتش کدہ بناؤ اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو ○ انہوں نے تو ابراہیم کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کے نیچوں کو نیچ کر دیا ○

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جب اپنے میلے میں چلے جائیں تو یہاں ان کے عبادت خانے میں تنہا رہ جائیں اور ان کے بتوں کو توڑنے کا تنہائی میں موقعہ مل جائے۔ اسی لئے ایک ایسی بات کہی جو درحقیقت سچی بات تھی لیکن ان کی سمجھ میں جو مطلب اس کا آیا اس سے آپ نے اپنا دینی کام نکال لیا۔ وہ تو اپنے اعتقاد کے موجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سچ مچ بیمار سمجھ بیٹھے اور انہیں چھوڑ کر چلتے بنے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں اس نے ستاروں پر نظریں

ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور وفکر کے ساتھ ستاروں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں۔ سوچ سمجھ کر فرمایا میں سقیم ہوں یعنی ضعیف ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ہی جھوٹ بولے ہیں جن میں سے دو تو اللہ کے دین کے لئے ان کا فرمان ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ اور ان کا فرمان ﴿بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا﴾ [1] اور ایک ان کا حضرت سارہ علیہا السلام کو اپنی بہن کہنا۔ [2] تو یاد رہے کہ دراصل ان میں حقیقی جھوٹ ایک بھی نہیں۔ انہیں تو صرف مجازاً جھوٹ کہا گیا ہے کلام میں ایسی تعریفیں کسی شرعی مقصد کے لئے کرنا جھوٹ میں داخل نہیں جیسے کہ حدیث میں بھی ہے کہ تعریض جھوٹ سے الگ ہے اور اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ان تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمت عملی کے ساتھ دین اللہ کی بھلائی مقصود نہ ہو۔ [3]

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں بیمار ہوں سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے حضرت سعید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اللہ کے دین کی تبلیغ ان کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے خلیل اللہ علیہ السلام کی یہ ایک حکمت عملی تھی کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمادیا کہ میں سقیم ہوں۔ اوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں یعنی میرا دل تمہارے ان بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی تو آپ کو بھی مجبور کرنے لگی آپ ہٹ گئے اور فرمادیا میں سقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیئے تو آپ نے بہ فراغت ان کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ وہ تو سب اپنی عید میں گئے آپ چپکے چپکے اور جلدی جلدی ان کے بتوں کے پاس آئے۔ پہلے تو فرمایا کیوں جی تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آ کر خلیل اللہ علیہ السلام نے دیکھا کہ جو چڑھاوے ان لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے ان لوگوں نے تبرک کی نیت سے جو قربانیاں یہاں کیں تھیں وہ سب یونہی پڑی ہوئی ہیں یہ بت خانہ بہت بڑا وسیع اور مزین تھا دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا اور اس کے اردگرد اس سے چھوٹے پھر ان سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ ان کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے متبرک ہو جائیں گے پھر ہم کھالیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ بولتے کیوں نہیں؟ اب تو پوری قوت سے دائیں ہاتھ سے مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا

---

[1] [سورۃ الانبیاء: آیت ۶۳]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالیٰ واتخذ الله ابراهيم خليلا (۳۳۵۷) صحيح مسلم : كتاب الفضائل : باب من فضائل ابراهيم خليل الله (۲۳۷۱)]

[3] [ضعیف : تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۲۰/۲)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

تا کہ اس پر بدگمانی کی جا سکے' جیسے کہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے بت خانے میں گھسے تو دیکھا کہ ان کے سب خدا اوندھے منہ بڑے پڑے ہوئے ہیں کسی کا ہاتھ نہیں کسی کا پاؤں نہیں کسی کا سر نہیں' کسی کا دھڑ نہیں حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثے کے بعد معلوم کر لیا کہ ہو نہ ہو یہ کام ابرہیم (علیہ السلام) کا ہو گا اب سارے کے سارے مل جل کر خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس دوڑے' بھاگے' دانت پیستے' تلملاتے کوستے گئے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کو تبلیغ کا اور انہیں قائل معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقعہ ملا۔ فرمانے لگے کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خود تم بناتے ہو؟ اپنے ہاتھوں گھڑتے اور تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں ﴿ما﴾ مصدریہ ہو اور ممکن ہے کہ ﴿الَّذِی﴾ کے معنی میں ہو' لیکن دونوں میں معنی تلازم ہے۔ گو اول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب افعال العباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے۔[1] پھر بعض نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

چونکہ اس پاک صاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو تنگ آ کر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آئے اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ اس میں آگ جلاؤ اور اسے اس میں ڈال دو۔ چنانچہ یہی انہوں نے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل اللہ علیہ السلام کو اس سے نجات دی۔ انہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گو انہوں نے انہیں برائی پہنچانی چاہی لیکن اللہ نے خود انہیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے وہیں دیکھ لی جائے۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ
بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي
أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ
الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ
الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَاهُ
بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٢﴾
وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾ ع

---

[1] [صحیح : خلق افعال العباد (۱۷) الخطیب فی تاریخ بغداد (۳۰/۲) مستدرك حاكم (۳۱/۱) بیهقی فی الاسماء والصفات (۳۷) وفی شعب الایمان (۱۹۰) اللالكائی فی شرح اصول الاعتقاد (۹۴۳/۳)] امام بیہقیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

ابراہیم نے کہا میں تو ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا○ اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما○ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی○ پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا میرے پیارے بچے میں خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جو حکم کیا جاتا ہے اسے بجا لایئے انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے○ غرض جب دونوں نے تسلیم کر لی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا○ ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم○ یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں○ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا○ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیئے میں دے دیا○ اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا○ ابراہیم پر سلام ہو○ ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں○ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا○ ہم نے اسے اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ہم نے ابرہیم و اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں ان دونوں کی اولادوں میں بعض تو نیک بخت ہیں اور بعض اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے بھی ہیں○

ذبیح اللہ کا قصہ: خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے ان سے ہٹ جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر جاؤں گا میرا رہنما میرا رب ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تاکہ وہی توحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یہی آپ کے پہلے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں بلکہ ان کی کتاب بھی مانتے ہیں بلکہ ان کی کتاب میں موجود ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال کی تھی۔ اور جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام تولد ہوتے ہیں اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ بلکہ اُن کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے فرزند کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اسی لئے کہ یہ لوگ خود تو نبی اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نبی اللہ و ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں۔ انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر حضرت اسحاق علیہ السلام کو دے دیا اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ کے کلام کو بدل ڈالا۔ اور کہا ہماری کتاب میں لفظ ((وَحِيْدَكَ)) ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو اپنی والدہ کے ساتھ مکے میں تھے یہاں خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ صرف حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ وحید اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوٹھی کے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے اور اسکے جو لاڈ پیار ہوتے ہیں عموماً دوسری اولاد ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے۔ اس لئے اس کے ذبیحہ کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے ہم اسے مانتے ہیں۔ کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ

ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بے دلیل اپنے ہاں لے لیا دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر ذکر ہوا اور پھر اللہ کی راہ میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالح حضرت اسحاق علیہ السلام کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا۔ اور فرشتوں نے بشارت اسحاق علیہ السلام کے موقعہ پر غلام علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے بشارت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ ہی ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾ [1] یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں ہی حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرا یا جا چکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصف یہاں پر بردباری کا بیان کیا گیا ہے جو ذبیح کے لئے نہایت مناسب ہے۔

اب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ آپ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے یہ مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے لڑکپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے کام کاج کرنے کے قابل بن گئے' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گویا آپ اپنے پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ [2] پس اللہ کے رسول علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کی آزمائش کے لئے کہ اچانک وہ گھبرا نہ اٹھے' اپنا ارادہ ان کے سامنے ظاہر کیا۔ وہاں کیا تھا۔ وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے نبی ابن نبی تھے جواب دیتے ہیں ابا پھر دیر کیوں لگا رہے ہو یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالئے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینان کیا کروں چھری رکھئے خود معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ! جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الوعد ہونے کا سرٹیفکیٹ اللہ کی طرف سے حاصل کر ہی لیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم اللہ کی اطاعت کے لئے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں باپ بچے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اپنے باپ نور چشم لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تاکہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ آ جائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔

مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے بحکم اللہ لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے بڑھ گئے' پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں۔ پھر جمرہ

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ۷۱]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوضوء : باب التخفیف فی الوضوء (۱۳۸) و کتاب الاذان : باب وضوء الصبیان (۸۵۹) صحیح مسلم (۱۲۵)، (۷۳۸)]

وسطیٰ کے پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے دے پچھاڑا ذبیح اللہ علیہ السلام کے پاک جسم پر اس وقت سفید چادر تھی کہنے لگے ابا جی اسے اتار لیجئے تا کہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ آہ! اس وقت بیٹے کو ننگا کرتے ہوئے باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم علیہ السلام خواب کو سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈھا سفید رنگ بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی لئے ہم اس قسم کے مینڈھے (چھترے) چن چن کر قربانی کے لئے لیتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام مروی ہے۔ تو گو دونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اول ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیلیں آ رہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بدلے بڑا ذبیحہ اللہ نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ جنتی چھترا تھا جو وہاں چالیس سال سے کھا پی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ اپنے بچے کو چھوڑ اس کے پیچھے ہو لئے۔ جمرہ اولیٰ پر آ کر سات کنکریاں پھینکیں پھر وہ بھاگ کر جمرہ وسطیٰ پر آ گیا۔ سات کنکریاں یہاں ماریں پھر جمرہ کبریٰ کے پاس سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے منحر میں لا کر ذبح کیا اس کے سر سینگ سمیت ابتداءِ اسلام کے زمانے تک کعبے کے پرنالے کے پاس لٹکتے رہے تھے پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کتاب کے قصے بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے اپنی امت کی شفاعت کے لئے جو بروز قیامت ہو گی۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے خود اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے باپ ماں صدقے جائیں پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپ اپنے لڑکے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت انہیں نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لئے مایوس ہو جانا چاہئے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ وہ ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ کا انہیں یہی حکم ہے جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لے جاتے ہیں؟ فرمایا اپنے کام کے لئے' کہا نہیں بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں' فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں اللہ کا انہیں حکم ہے۔ کہا پھر تو واللہ! انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہئے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لئے۔ ملعون نے کہا نہیں بلکہ تم تو اسے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہو؟ آپ نے

فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لئے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ کا حکم تمہیں یونہی ہے' آپ نے فرمایا اللہ کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب ابلیس مایوس ہو گیا۔ ①

دوسری روایات میں یہ بھی ہے کہ اس تمام واقعے کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک دعا تم مجھ سے مانگو جو مانگو گے ملے گا حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہو اسے تو ضرور جنت میں لے جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں یا تو یہ کہ میری آدھوں آدھ امت بخشی جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو میں نے شفاعت کو ترجیح دی اس پر کہ وہ عام ہو گی ہاں ایک دعا تھی کہ میں وہی کرتا لیکن اللہ کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے ہی اس دعا کو مانگ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کر دی تو ان سے فرمایا گیا کہ تو مانگ جو مانگے گا دیا جائے گا۔ تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے فرمایا واللہ! شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا اللہ جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اسے بخش دے اور جنت میں پہنچا دے ② یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سنداً غریب اور منکر ہے اور اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے آخر تک راوی کے اپنے نہ ہوں جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کر دیئے ہیں۔

ذبیح اللہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں' محل ذبح منیٰ ہے اور وہ مکے میں ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیتے ہیں جناب باری سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیم علیہ السلام تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔

سدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہ علیہ السلام نے ذبیح اللہ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہو گئی اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں یعنی سختیوں سے بچا لیتے ہیں اور چھٹکارا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے ایسی روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے وہم گمان میں بھی نہ ہو۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے اللہ اپنے کاموں کو مکمل کر کے چھوڑتا ہے ہر چیز کا اس نے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔

ہاں معتزلہ اسے نہیں مانتے۔ وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لئے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے ذبح

---

① [صحیح : عبدالرزاق فی المصنف (۲۰۸۶٤) وفی التفسیر (۲۰۳۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

② [ضعیف : الدالمنثور للسیوطی (۵۳۱/۵)] اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔]

کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیئے کے ساتھ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے۔ اسی لئے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لئے جناب خلیل اللہ علیہ السلام کی تعریف میں قرآن میں ہے ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔ بڑے ذبیح کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا۔ سفید رنگ بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈھا فدیئے میں دیا گیا جو ثبیر ببول کے درخت سے بندھا ہوا ملا۔ جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ منیٰ میں ثبیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا۔ یہ چیختا ہوا اوپر سے اترا تھا۔ یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہابیل نے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا۔ اس کی اون قدرے سرخی مائل تھی۔ اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا۔ کوئی کہتا ہے منیٰ میں منحر پر۔ ایک شخص نے اپنے آپ کو راہ اللہ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں یہ پہاڑی بکرا تھا۔ کوئی کہتا ہے نر ہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں جاؤ اسے ڈھک دو بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہئے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔ [1] حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس بھیڑے کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے' [2] یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر اور مسلسل چلے آئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ واللہ اعلم۔

''ان آثار کا بیان جن میں ذبیح اللہ کا نام ہے'' ابو میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ (عبید بن عمیر رحمہ اللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ کیا وجہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیم اسمٰعیل اور یعقوب کے اللہ کی قسم' تو جواب ملا اس لئے کہ ابراہیم نے تو ہر ہر چیز پر مجھی کو ترجیح دی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنے آپ کو میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب المناسك : باب دخول الكعبة (۲۰۳۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [اسنادہ صحیح : مسند احمد (٤/٦٨)، (٥/٣٨٠) عبد الرزاق (٩٠٨٣) طبرانی کبیر (٨٣٩٦/٩) المزی فی تهذیب الكمال (٤٢٤/٢٧) مسند حمیدی (٥٦٥) بیهقی فی السنن الكبرى (٤٣٨/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٣٢٢١)] علامہ البانیؒ بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الثمر المستطاب (ص : ٤٣٤)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں اور یعقوب کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کی حسن ظنی میرے ساتھ بڑھتی ہی رہی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخراً اپنے باپ دادوں کا نام لیا تو آپ نے فرمایا قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے تھے جو یعقوب بن اسحاق اور ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ عکرمہ' ابن عباس' خود عباس' علی' رضی اللہ عنہم سعید بن جبیر' مجاہد' شعبی' عبید بن عمیر' ابو میسرہ' زید بن اسلم' عبداللہ بن شفیق' زہری' قاسم بن ابو بزہ' مکحول' عثمان بن حاضر رضی اللہ عنہ سدی' حسن' قتادہ' ابوالہذیل' ابن سابط' کعب احبار رحمہم اللہ ان سب کا یہی قول ہے اور ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ صحیح علم تو اللہ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت کعب احبار رحمہ اللہ ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح غلط کی تمیز اٹھ گئی حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ بغوی نے کچھ اور نام بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے بتلائے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے[1] کہ اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا مگر وہ حدیث صحیح نہیں اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید بن جدعان منکر حدیث ہیں۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہے یہ بھی موقوف' چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔ اب ان آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام جھوٹ موٹ لیتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما مجاہد' شعبی' حسن بصری' محمد بن کعب قرظی رحمہم اللہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے جب محمد بن قرظی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی ہے کہ ذبح کے ذکر کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا یعقوب علیہ السلام نامی۔ جب ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے بیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا ہے؟ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے فرمایا امیر المسلمین سچ تو یہی ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے اس حسد کے بارے میں یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لے دیا۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام دونوں ہی طاہر و طیب اور اللہ کے سچے فرمانبردار

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۴۹۵)] اس کی سند میں حسن بن دینار اور علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

تھے۔ کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ حضرت علی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ابو الطفیل' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' حسن' مجاہد' شعبی' محمد بن کعب' ابوجعفر محمد بن علی ابو صالح رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے اور بھی صحابہ اور تابعین کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا خوب ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا سنو! ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کی راہ میں دو ذبح ہونے والوں کی نسل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے اس پر آپ ہنس دیئے۔ ایک تو ذبیح اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ تھے دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی نسل میں سے آپ ہیں۔ عبداللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو راہ اللہ میں ذبح کروں گا جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو نام اللہ پر کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کی ننھیال والوں نے کہا آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ راہ للہ میں ذبح کر دیں چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے [1] ابن جریر میں یہ روایت موجود ہے اور مغازی امویہ میں بھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی ہے جس علیم بچے کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ [2] اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یعقوب کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد بھی ہوئی ہو۔ اور کعبۃ اللہ میں سینگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ بلاد کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں اور بعض لوگوں سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے نام کی صراحت بھی آئی ہے' لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظی کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ پہلے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ "نبیا" حال مقدرہ ہے یعنی وہ نبی صالح ہوگا۔

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۵۳۰) مستدرك حاكم (۲/۵۵٤)] اس کی سند میں عبداللہ بن سعید راوی مجہول ہے۔ [المیزان (٤٣٤٨)] امام ذہبیؒ اور امام سیوطیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الدر المنثور (۵/۵۲۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الزاریات : آیت ۲۸]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ذبیح اللہ اسحاق علیہ السلام تھے اور یہاں نبوت حضرت اسحاق کی بشارت ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے تو یہاں بھی ان کی نبوت کی بشارت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جب کہ امتحان ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دو مرتبہ دی گئی پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ان پر اور اسحاق علیہ السلام پر اپنی برکتیں ہم نے نازل فرمائیں' ان کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمان ہوا تھا کہ اے نوح علیہ السلام ہمارے سلام اور برکت کے ساتھ تو اتر۔ تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں ہم فائدہ پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیں گے۔ [1]

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بہت بڑا احسان کیا○ اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑے دکھ درد سے نجات دے دی○ اور ان کی مدد کر کے ان ہی کو غالب کر دیا○ اور ہم نے انہیں واضح اور روشن کتاب دی○ اور انہیں سیدھے راستے پر قائم رکھا○ اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی○ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو○ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلے دیا کرتے ہیں○ یقیناً یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے○

موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر انعامات کا ذکر: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر اپنی نعمتیں جتا رہا ہے کہ انہیں نبوت دی انہیں مع ان کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی جس نے انہیں بے طرح پست و ذلیل کر رکھا تھا ان کے بچوں کو کاٹ دیتا تھا ان کی لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا ان سے ذلیل مزدوریاں کراتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے دیکھتے ہلاک کیا' انہیں ان پر غالب کر دیا ان کی زمین وزر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واضح' جلی روشن اور بین کتاب عنائت فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی۔ ان کے اقوال و افعال میں انہیں استقامت عطا فرمائی۔ اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء و صفت باقی رکھی۔ کہ ہر زبان ان پر سلام ہی پڑھتی ہے۔ ہم نیک کاروں کو یونہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔

---

[1] [سورة هود : آیت ٤٨]

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٢٥﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے ○ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ ○ کیا تم بعل نامی بت سے دعائیں کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ ○ جو اللہ تمہارا اور تمہارے اگلے تمام باپ دادوں کا پالنہار ہے ○ لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا پس وہ عذابوں میں حاضر کیے جائیں گے ○ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے ○ ہم نے الیاس کا ذکر خیر پچھلوں میں بھی باقی رکھا ○ کہ الیاس پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے ○

الیاس علیہ السلام کا ذکر: بعض کہتے ہیں الیاس علیہ السلام نام تھا حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ وہب کہتے ہیں ان کا سلسلہ نسب یوں ہے الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران حزقیل علیہ السلام کے بعد یہ بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے وہ لوگ بعل نامی بت کے پجاری بن گئے تھے۔ انہوں نے دعوت اسلام دی ان کے بادشاہ نے ان سے قبول بھی کر لی لیکن پھر مرتد ہو گیا اور لوگ بھی سرکشی پر تلے رہے اور ایمان سے انکار کر دیا آپ نے ان پر بددعا کی تین سال تک بارش نہ برسی۔ اب تو یہ سب تنگ آ گئے اور قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کہ آپ دعا کیجئے بارش برستے ہی ہم سب آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے مینہ برسا۔ لیکن یہ کفار اپنے وعدے سے ٹل گئے اور اپنے کفر پر اڑ گئے۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر اللہ سے دعا کی کہ اللہ انہیں اپنی طرف لے لے ان کے ہاتھوں تلے حضرت یسع بن اخطوب پلے تھے حضرت الیاس علیہ السلام کی اس دعا کے بعد انہیں حکم ملا کہ وہ ایک جگہ جائیں اور وہاں انہیں جو سواری ملے اس پر سوار ہو جائیں وہاں آپ گئے تو ایک نوری گھوڑا دکھائی دیا جس پر سوار ہو گئے اللہ نے انہیں بھی نورانی کر دیا اور اپنے پروں سے فرشتوں کے ساتھ اڑنے لگے اور ایک انسانی فرشتہ زمینی اور آسمانی بن گئے۔ اس کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ہے یہ بات اہل کتاب کی روایت سے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟

اہل یمن اور قبیلہ ازدشنوہ رب کو بعل کہتے تھے۔ بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ ان کے شہر کا نام بعلبک تھا۔

تو اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے ایک بت کو پوج رہے ہو؟ اور اس کو پکارتے رہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تم سب کا اور تم سے اگلے تمہارے باپ دادوں کا رب ہے وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لائق نہیں۔

لیکن ان لوگوں نے اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا تو اللہ نے بھی انہیں عذاب پر حاضر کر دیا۔ کہ قیامت کے دن ان سے زبردست باز پرس اور ان پر سخت عذاب ہوں گے۔ ہاں ان میں سے جو توحید پر قائم تھے وہ بچ رہیں گے۔

ہم نے حضرت الیاس علیہ السلام کی ثنا جمیل اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی ہی رکھا۔ کہ ہر مسلم کی زبان سے ان پر درود سلام بھیجا جاتا ہے۔ الیاس میں دوسرا لغت الیاسین ہے جیسے اسماعیل میں اسماعین بنو اسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تمیمی کے شعر میں یہ لغت اس طرح لایا گیا ہے۔

میکائیل کو میکال اور میکائین بھی کہا جاتا ہے۔ ابراہیم کو ابراہام' اسرائیل کو اسرائین' طور سینا کو طور سینین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور و رائج ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یٰسِیْنَ﴾ ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰہُ وَاَہْلَہٗٓ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْہِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے ○ ہم نے انہیں اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی ○ بجز اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی ○ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا ○ اور تم تو صبح ہوتے ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو ○ اور رات کو بھی کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ؟ ○

قوم لوط علیہ السلام کا انجام مقام عبرت: اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا۔ جس پر اللہ کے عذاب ان پر برس پڑے۔ اور اللہ نے اپنے پیارے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو مع ان کے گھر والوں کے نجات دے دی۔ لیکن ان کی بیوی غارت ہوئی قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی۔ اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔ قسم قسم کے عذاب ان پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار جھیل بن گئی جس کا پانی بدمزہ بدبودار بدرنگ ہے جو آنے جانے والوں کے راستے میں ہی پڑتی ہے۔ تم تو دن رات وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیانک مقام کو صبح شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ کہ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آ جائیں۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاہَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ وَہُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّہٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۴۶﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۴۷﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ﴿۱۴۸﴾

تحقیق یونس نبیوں میں سے ہے○ جب بھاگ پہنچا بھری کشتی پر○ پھر قرعہ اندازی ہوئی یہ مغلوب ہو گئے○ پھر تو اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگ گئے○ پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا○ تو مردے جلائے جائیں (اٹھائے) اس دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتا○ پس اسے ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھا○ اور اس پر سایہ کرنے والا کدو کی قسم کا ایک درخت ہم نے اگا دیا○ اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا○ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے بھی انہیں ایک زمانہ تک عیش و عشرت دی○

یونس علیہ السلام کا ذکر: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۂ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کے یہ لائق نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ [1] یہ نام ممکن ہے آپ کی والدہ کا ہو اور ممکن ہے والد کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال و اسباب سے لدی ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی اور یہ مغلوب ہو گئے کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں ڈال دو تاکہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے۔ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ اللہ کے پیارے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ اہل کشتی آپ کو پانی میں بہانا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی آپ کا نام نکلتا رہا اور خود آپ کپڑے اتار کر باوجود ان لوگوں کے روکنے کے سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر کی ایک بڑی مچھلی کو جناب باری کا فرمان سرزد ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے اور حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے لیکن نہ تو ان کا جسم زخمی ہو نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اس مچھلی نے پیغمبر اللہ علیہ السلام کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔ جب حضرت یونس علیہ السلام پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے تو آپ کو خیال گزرا کہ میں مر چکا ہوں لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور وہ ہلے جلے تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے پروردگار میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن یا ایک دن سے بھی کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے' یعنی جب کہ فراخی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اس وقت ان کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں ایک حدیث بھی اس قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی وان یونس لمن المرسلین (۳۴۱۳۔۳۴۱۶) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی ذکر یونس (۲۳۷۷)]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے آرام اور راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو وہ سختی اور بے چینی کے وقت تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ پابند نماز نہ ہوتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [1] کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اس نے اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش اللہ کے اردگرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا اللہ یہ آواز تو کہیں بہت ہی دور کی ہے لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ نے فرمایا اب بھی پہچان لیا کہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے فرشتوں نے کہا وہی یونس علیہ السلام جس کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی تھیں؟ اللہ اس پر تو ضرور رحم فرما اس کی دعا قبول کر وہ تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتا تھا۔ اسے بلا سے نجات دے۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دے۔ اور اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی نحیفی، کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدو کی بیل اُگا دی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا جو صبح شام ان کے پاس آ جاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعات مرفوع احادیث سے سورۂ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انہیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں سبزہ روئیدگی، گھاس کچھ نہ تھا۔ دجلہ کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ لادے گئے تھے۔ وہ اس وقت کمزور تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں۔ یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت ہلنے جلنے کی بھی نہ تھی۔ ﴿یقطین﴾ کدو کے درخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور ہر اس درخت کو جس کا تنا نہ ہو یعنی بیل ہو۔ اور اس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کدو میں بہت سے فوائد ہوتے ہیں یہ بہت جلد اگتا اور بڑھتا ہے اس کے پتوں کا سایہ گھنا اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاس مکھیاں نہیں آتیں۔ یہ غذا کا کام دے جاتا ہے اور چھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو یعنی گھیا بہت پسند تھا اور برتن میں سے چن چن کر اسے کھاتے تھے۔ [3]

پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس

---

[1] [سورة الانبیاء: آیت ۸۷]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۶۰۱)] اس کی سند میں ابن اخی عبداللہ اور یزید رقاشی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب من اضاف رجلا الی طعام واقبل هو علی عمله (۵۴۳۵) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب جواز اكل المرق (۲۰۴۱ـ۱۴۴)]

سے پہلے آپ رسول نہ تھے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد اٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی ان کی طرف بھیجے گئے تھے اب دوبارہ بھی ان ہی کی طرف بھیجے گئے اور وہ سب ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں ﴿أَوْ﴾ معنی میں بلکہ کے ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر۔ یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ یا ستر ہزار سے بڑھ کر۔ یا ایک لاکھ دس ہزار اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رو سے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ ① یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی کا تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا یہی مسلک ان کی آیت ﴿أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً﴾ ② اور آیت ﴿أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ③ اور آیت ﴿أَوْ أَدْنَىٰ﴾ ④ میں ہے یعنی اس سے کم نہیں اس سے زائد ہے۔ پس قوم یونس سب کی سب مسلمان ہو گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی تصدیق کی اور اللہ پر ایمان لائے ہم نے بھی ان کے مقررہ وقت یعنی موت کی گھڑی تک دنیوی فائدے دیئے۔ اور آیت میں ہے کسی بستی کے ایمان نے انہیں (عذاب آچکنے کے بعد) نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس علیہ السلام کے وہ جب ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور انہیں ایک میعاد معین تک بہرہ مند کیا۔ ⑤

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَا إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٥٢﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾

ان سے دریافت تو کر کہ کیا تیرے رب کی تو بیٹیاں ہیں؟ اور ان کے بیٹے ہیں؟ ○ یا یہ اس وقت موجود تھے جب کہ ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا ہے؟ ○ آگاہ رہو کہ یہ لوگ صرف اپنی افترا پردازی سے کہہ رہے ہیں ○ کہ اللہ کی اولاد ہے یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں ○ کیا اللہ نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ہے؟ ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو؟ ○ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ ○ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے؟ ○ تو جاؤ اگر سچے ہو تو اپنی ہی کتاب لے آؤ ○ ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابت داری ٹھہرائی ہے۔ حالانکہ خود جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ عذابوں کے سامنے یقیناً پیش کیے جائیں گے ○ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ بالکل

---

① [ضعيف : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الصافات (۳۲۲۹)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ شیخ البانی ؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

② [سورة البقرہ: آیت ۷٤] ③ [سورة النساء: آیت ۷۷]

④ [سورة النجم : آیت ۹] ⑤ [سورة یونس: آیت ۹۸]

پاک ہے ○ ہاں اللہ کے مخلص بندے ○

مشرکین کا اللہ کے لیے بیٹیوں کا باطل دعویٰ: اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی خبر یہ پائیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے ان سے پوچھ تو سہی کہ یہ تقسیم کیسی ہے؟ کہ تمہارے تو لڑکے ہوں اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہوں؟ پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس ثبوت پر کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کی اور آیت ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ﴾ [1] الخ میں بھی یہی بیان ہے۔

دراصل یہ قول ان کا محض جھوٹ ہے۔ کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے۔ اول تو یہ کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔ پھر فرماتا ہے آخر کس چیز نے اللہ کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغویات ہے۔ [2] یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دور از قیاس باتیں بناتے ہو؟ تم سمجھتے نہیں ہو؟ کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا اگر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ اسی کو پیش کرو۔ یا اگر کسی آسمانی کتاب سے تمہارے اس قول کی سند ہو اور تم سچے ہو تو لاؤ اسی کو سامنے لے آؤ۔ یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اتنے ہی پر بس نہ کی' جنات میں اور اللہ میں بھی رشتے داری قائم کی۔ مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ پھر ان کی مائیں کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا جن سرداروں کی لڑکیاں۔ حالانکہ خود جنات کو اس کا یقین و علم ہے کہ اس قول کے قائل قیامت کے دن عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ان میں بعض دشمنان اللہ تو یہاں تک کم عقلی کرتے تھے کہ شیطان بھی اللہ کا بھائی ہے۔ [3] نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ اس سے بہت پاک منزہ اور بالکل دور ہے جو یہ مشرک اس کی ذات پر اتہام لگاتے ہیں۔ اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اور ہے مثبت مگر اس صورت میں کہ ﴿يَصِفُوْنَ﴾ کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دیئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں اور تمام نبیوں' رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء ﴿اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ سے ہے یعنی سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے مگر وہ بندگان اللہ جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [سورۃ الزخرف : آیت ۱۹]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ۴۰]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۳۵/۱۰)]

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِندَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

یقین مانو کہ تم سب اور تمہارے سارے معبودان باطل ○ کسی ایک کو بھی بہکا نہیں سکتے ○ بجز اس کے جو جہنمی ہی ہے ○ فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے ○ اور ہم تو بندگی الٰہی میں صف بستہ کھڑے ہیں ○ اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں ○ یہ کفار تو کہا کرتے تھے ○ کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے ○ تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندے بن جاتے ○ لیکن پھر اس قرآن کے ساتھ کفر کر گئے؟ پس اب عنقریب جان لیں گے ○

فرشتوں کی چند صفات کا ذکر: اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرما رہا ہے کہ تمہاری گمراہی اور شرک وکفر کی تعلیم وہی قبول کریں گے جو جہنم کے لئے پیدا کیے گئے ہوں۔ جو عقل سے خالی' کانوں سے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہوں جو مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدر جہا بدتر ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ اس سے وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جو دماغ کے خالی اور باطل کے شیدائی ہوں۔ ازاں بعد فرشتوں کی براءت اور ان کی تسلیم ورضا ایمان واطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے اور واقع میں اسے چرچرانا بھی چاہئے اس میں ایک قدم رکھنے جتنی جگہ بھی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع سجدے میں پڑا ہوا نہ ہو۔ پھر آپ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی۔ [1] اور روایت میں آسمان دنیا کا لفظ ہے۔ [2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بالشت بھر جگہ آسمانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے تو مرد وعورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا گیا۔ اور ہم سب فرشتے صف بستہ عبادت اللہ کرتے ہیں آیت ﴿وَالصَّافَّاتِ صَفًّا﴾ کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

ولید بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں پھر صفیں مقرر

---

[1] [موضوع: ابن منده فی "الصحابة" كما فی اسد الغابة (٧٦/٤) الاصابة لابن حجر (٤٠/٧) تاريخ دمشق (٢٧٧/١٥) ابو نعيم فی معرفة الصحابة (٧٢٢/٢) الدر المنثور للسيوطی (٥٤٩/٥) محمد بن نصر المروزی فی كتاب الصلاة (٢٥٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس میں محمد بن خالد راوی متہم ہے، امام ابوحاتمؒ اسے کذاب کہتے ہیں۔]

[2] [صحيح: تفسير ابن جرير الطبری (٢٩٦٧٨) الدرالمنثور للسيوطی (٥٤٩/٥) السلسلة الصحيحة (١٠٥٩ـ١٠٦٠)]

ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اقامت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے صفیں ٹھیک درست کر لو سیدھے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے بھی فرشتوں کی طرح صف بندی چاہتا ہے۔ جیسے وہ فرماتے ہیں ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ۔ پھر آپ آگے بڑھ کر نماز شروع کرتے۔ (ابن ابی حاتم) صحیح مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جن میں اور کوئی ہمارے ساتھ نہیں۔ ہماری صفیں فرشتوں جیسی بنائی گئیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی۔ اور ہمارے لئے زمین کی مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی۔ [1] ہم اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں اس کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ تمام نقصانوں سے اسے پاک مانتے ہیں۔ ہم سب فرشتے اس کے غلام ہیں اس کے محتاج ہیں اس کے سامنے اپنی پستی اور عاجزی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ پس یہ تینوں اوصاف فرشتوں کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تسبیح کرنے والوں سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ﴾ [2] الخ یعنی کفار نے کہا اللہ کی اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے البتہ فرشتے اس کے محترم بندے ہیں اس کے فرمان سے آگے نہیں بڑھتے' اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ ان کا آگا پیچھا بخوبی جانتا ہے وہ کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے بجز اس کے جس کے لئے رحمٰن راضی ہو وہ تو خوف اللہ سے تھرتھراتے رہتے ہیں۔ ان میں سے جو اپنے آپ کو لائق عبادت کہے ہم اسے جہنم میں جھونک دیں ظالموں کی سزا ہمارے ہاں یہی ہے۔ نبی ﷺ ان کے پاس آئے' اس سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی آ جائے جو ہمیں اللہ کی راہ کی تعلیم دیتا اور ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات بطور نصیحت پیش کرتا اور ہمارے پاس کتاب اللہ لے آتا تو یقیناً ہم مخلص مسلمان بن جاتے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ [3] یعنی بڑی پختہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی نبی اللہ ﷺ ہماری موجودگی میں آ جائیں تو ہم بڑے نیک بن جائیں گے اور ہدایت کی راہ کی طرف سب سے پہلے دوڑیں گے لیکن جب نبی اللہ ﷺ آ گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے اور آیت میں فرمایا ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ﴾ [4] الخ' پس یہاں فرمایا کہ جب یہ تمنا پوری ہوئی تو کفر کرنے لگے۔ اب انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اللہ سے کفر کرنے کا اور نبی ﷺ کو جھٹلانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب المساجد و مواضع الصلوة (٥٢٢ـ٤) مسند احمد (٥/٣٨٣)]

[2] [سورۃ الانبیاء: آیت ٢٦ـ٢٩]

[3] [سورۃ فاطر: آیت ٤٢]

[4] [سورۃ الانعام: آیت ١٥٦ـ١٥٧]

البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے ○ کہ وہی مظفر و منصور ہوں گے ○ اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا ○ اب تو کچھ دنوں تک ان سے منہ پھیر لے ○ اور انہیں دیکھتا رہ یہ بھی آگے چل کر دیکھ لیں گے ○ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟ ○ سنو جب ہمارا عذاب ان کے میدانوں میں اتر آئے گا اس وقت ان کی جن کو متنبہ کر دیا گیا تھا بڑی بری صبح ہو گی ○ تو کچھ وقت تک ان کا خیال چھوڑ دے ○ اور دیکھتا رہ یہ ابھی ابھی دیکھ لیں گے ○

ایمان دار دونوں جہان میں غالب: ارشاد باری ہے کہ ہم تو اگلی کتابوں میں بھی لکھ آئے ہیں پہلے نبیوں کی زبانی بھی دنیا کو سنا چکے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہمارے رسول اور ان کے تابعداروں ہی کا انجام بہتر ہوتا ہے جیسے فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ﴾ [1] الخ' اور فرمایا ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ [2] الخ' یعنی میں' میرے رسول اور ایماندار ہی دونوں جہان میں غالب رہیں گے۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ رسولوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ منصور ہیں۔ ہم خود ان کی مدد کریں گے۔ دیکھتے چلے آؤ کہ ان کے دشمن کس طرح خاک میں ملا دیئے گئے؟ یاد رکھو ہمارا لشکر غالب رہے گا۔ انجام کار انہی کے ہاتھ رہے گا۔ تو ایک وقت مقررہ تک صبر و استقامت سے معاملہ دیکھتا رہ انکی ایذاؤں پر صبر کر ہم تجھے ان سب پر غالب کر دیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی ہوا بھی۔ تو انہیں دیکھتا رہ کہ کس طرح اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوتی ہے؟ اور کس طرح یہ ذلت و توہین کے ساتھ پکڑ لئے جاتے ہیں؟ یہ خود ان تمام رسوائیوں کو ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔ تعجب سا تعجب ہے کہ یہ طرح طرح کے چھوٹے چھوٹے عذابوں کی گرفت کے باوجود ابھی تک بڑے عذاب کو محال جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کب آئے گا؟ پس انہیں جواب ملتا ہے کہ جب عذاب انکے میدانوں میں' محلوں میں' انگنائیوں میں آئے گا وہ دن ان پر بڑا بھاری دن ہو گا۔ یہ ہلاک اور برباد کر دیئے جائیں گے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ خیبر کے میدانوں میں حضور ﷺ کا لشکر صبح ہی صبح کفار کی بے خبری میں پہنچ گیا وہ لوگ حسب عادت اپنی کھیتیوں کے آلات لے کر شہر سے نکلے اور اس اللہ کی فوج کو دیکھ کر بھاگے اور شہر والوں کو خبر کی اس وقت آپ نے یہی فرمایا کہ اللہ بہت بڑا ہے خیبر خراب ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر آتے ہیں اس وقت ان کی درگت ہوتی ہے۔ [3] پھر دوبارہ پہلے حکم کی تاکید کی کہ تو ان سے ایک مدت معین تک کے لئے بے پرواہ ہو جا اور انہیں چھوڑ دے اور دیکھتا رہ یہ بھی دیکھ لیں گے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع ۵

پاک ہے تیرا رب جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں ○ پیغمبروں پر سلام ہے ○ اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۲۱] [2] [سورۃ غافر: آیت ۵۱]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ: باب ما یذکر فی الفخذ (۳۷۱)، (۴۱۹۸) صحیح مسلم: کتاب الجہاد: باب غزوۃ خیبر (۱۲۰) مسند احمد (۱۰۱/۳)]

اللہ مشرکین کے جھوٹے بہتانوں سے پاک ہے: اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے اپنی براءت بیان فرماتا ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جیسے اولاد شریک وغیرہ۔ وہ بہت بڑی اور لازوال عزت والا ہے۔ ان جھوٹے اور مفتری لوگوں کے بہتان سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ اللہ کے رسولوں پر سلام ہے اس لئے کہ ان کی تمام باتیں ان عیوب سے مبرا ہیں جو مشرکوں کی باتوں میں موجود ہیں بلکہ نبیوں کی باتیں اور اوصاف جو اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں سب صحیح اور برحق ہیں۔ اسی کی ذات کے لئے تمام حمد وثناء ہے دنیا اور آخرت میں ابتداء اور انتہاء کا وہی سزاوار تعریف ہے۔ ہر حال میں قابل حمد وہی ہے۔ تسبیح سے ہر طرح کے نقصان سے اس کی ذات پاک سے دوری ثابت ہوتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہر طرح کے کمالات کی مالک اس کی ذات واحد ہے۔ اسی کو صاف لفظوں میں حمد ثابت کیا۔ تا کہ نقصانات کی نفی اور کمالات کا اثبات ہو جائے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم جب مجھ پر سلام بھیجو۔ اور دوسرے نبیوں پر بھی سلام بھیجو۔ کیونکہ میں بھی منجملہ اور نبیوں میں سے ایک نبی ہی ہوں۔ [1] (ابن ابی حاتم) یہ حدیث مسند میں بھی مروی ہے۔ ابو یعلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے جب حضور ﷺ سلام کا ارادہ کرتے تو ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر سلام کرتے۔ [2] ابن ابی حاتم میں ہے جو شخص یہ چاہے کہ بھرپور پیمانے سے ناپ کر اجر پائے تو وہ جس کسی مجلس میں ہو وہاں سے اٹھتے ہوئے یہ تینوں آیتیں پڑھ لے۔ [3] اور سند سے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ [4] طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے اسے بھرپور اجر پورے پیمانے سے ناپ کر ملے گا۔ [5] مجلس کے کفارے کے بارے میں بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ پڑھے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ﴾ [6] میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ الحمد للہ سورۃ الصافات کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

---

① [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۷۰٤)]

② [ضعیف : مسند ابو یعلی (۱۱۱۸)] اس میں ابو ہارون راوی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٥/٥٥٤) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲/۱۲٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [ضعیف : بغوی (٤/٤٠)] اس کی سند میں اصبغ راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [ضعیف : طبرانی کبیر (٥١۲٤)] اس کی سند میں عبد المنعم بن بشیر سخت ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۱۰٥)] حافظ زبیر علی زئی اسے موضوع کہتے ہیں۔]

⑥ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی کفارة المجلس (٤۸٥۷) ترمذی : کتاب الدعوات : باب ما یقول اذا قام من المجلس (۳٤۳۳) مستدرك حاکم (۱/٥۳٦) صحیح ابن حبان (۲/٥۹٤) دارمی (۲/۲۸۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود، المشکاة (۲٤۳۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

تفسیر سورہ صٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِى الذِّكۡرِؕ ۝۱ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ ۝۳

معبود مہربان ذی رحم کے نام سے شروع

اس نصیحت والے قرآن کی قسم ○ بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ○ اور ہم نے ان سے پہلے بھی بہت سے قرنوں کو تباہ کر ڈالا انہوں نے ہر چند چیخ و پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا وقت ہی نہ تھا ○

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفسیر سورۂ بقرۂ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن کی قسم کھائی اور اسے پند و نصیحت کرنے والا فرمایا۔ کیونکہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے کی دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ﴾ [1] اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت و بزرگی عزت و عظمت والا ہے۔ اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو ﴿اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ﴾ [2] الخ' ہے۔ بعض کہتے ہیں ﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ﴾ [3] الخ' ہے۔ لیکن یہ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا جواب اس کے بعد کی آیت ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو مختار بتاتے ہیں۔ بعض عربی داں کہتے ہیں اس کا جواب ﴿ص﴾ ہے اور اس لفظ کے معنی صداقت اور حقانیت کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پوری سورت کا خلاصہ اس قسم کا جواب ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے یہ قرآن تو سراسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے کافر لوگ اس فائدے سے اس لئے محروم ہیں کہ وہ متکبر ہیں اور مخالف ہیں۔ یہ لوگ اپنے سے پہلے اور اپنے جیسے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں تو اپنے انجام سے ڈریں۔ اگلی امتیں اسی جرم پر ہم نے تہ و بالا کر دی ہیں عذاب آ پڑنے کے بعد تو بڑے روئے پیٹے خوب آہ و زاری کی لیکن اس وقت کی تمام ہاتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَمَّاۤ اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ﴾ [4] الخ' ہمارے عذابوں کو معلوم کر کے ان سے بچنا اور بھاگنا چاہا لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں نہ فریاد کا وقت ہے' اسوقت کوئی فریاد رسی نہیں کر سکتا۔ چاہو جتنا چیخو چلاؤ محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع' توبہ بیکار ہے۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔ ﴿لَاتَ﴾ معنی میں ﴿لا﴾ کے ہے۔ اس میں ﴿ت﴾ زائد ہے جیسے ﴿ثُمَّ﴾ میں بھی ﴿ت﴾ زیادہ ہوتی ہے اور ربت میں بھی۔ یہ مفصولہ ہے اور اس پر وقف ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ﴿ت﴾ ﴿حین﴾ سے ملی ہوئی ہے

---

[1] [الانبیاء: ۱۰]
[2] [صٓ : ۱٤]
[3] [صٓ : ٦٤]
[4] [سورة الانبياء: آيت ۱۲-۱۳]

یعنی ﴿وَلَا تَ حِيْنَ﴾ ہے لیکن مشہور اول ہی ہے۔ جمہور نے حین کو زبر سے پڑھا ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہ وزاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔ لغت میں نوص کہتے ہیں پیچھے ہٹنے کو اور بوص کہتے ہیں آگے بڑھنے کو پس مقصد یہ ہے کہ یہ وقت بھاگنے اور نکل جانے کا وقت نہیں۔ واللہ الموافق۔

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک انہیں سمجھانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے ○ کیا اس نے اتنے اتنے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے ○ ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جمے رہو یقیناً اس میں تو کوئی مطلب و مراد ہے ○ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے ○ کیا ہم سب میں سے اسی پر کلام الٰہی نازل کیا گیا؟ دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف شک میں ہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اب تک میرے عذاب چکھے ہی نہیں ○ یا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ○ یا کیا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت انہی کی ہے؟ تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں ○ یہ بھی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا چھوٹا سا لشکر ہے ○

نبی ﷺ پر کفار کا اظہارِ تعجب: حضور ﷺ کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ [1] الخ، کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی کی تا کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوش خبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین لائحہ عمل ہے۔ کافر تو ہمارے رسول کو کھلا جادوگر کہنے لگے۔ یہیں پر یہ ذکر ہے کہ انہی میں سے انہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور کذاب ہے۔ رسول ﷺ کی رسالت پر تعجب کے ساتھ ہی اللہ کی وحدانیت پر بھی انہیں تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اور سنو اتنے سارے معبودوں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے۔ اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں ان بیوقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک و کفر کی عادت تھی اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھنے اور

[1] [سورۂ یونس: آیت ۲]

رگنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جمے رہو۔ اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنی جمار ہا ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار قریشیوں کے شریف اور سردار رؤسا ایک مرتبہ جمع ہوئے ان میں ابوجہل بن ہشام' عاص بن وائل' اسود بن المطلب' اسود بن عبد یغوث وغیرہ بھی تھے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابو طالب سے آخری فیصلہ کر لیں وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے بھتیجے کے ذمے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمد (ﷺ) کو کوئی مصیبت پہنچائی تو عرب میں طعنہ دیں گے کہ بڈھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آ گئی۔ چنانچہ ایک آدمی بھیج کر ابو طالب سے اجازت مانگی ان کی اجازت پر سب گھر گئے اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے اب بہت تنگ آ گئے ہیں آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اس فیصلہ کر دیجئے۔ دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اور نہ ہم انہیں ستائیں وہ مختار ہیں جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ ابو طالب نے آدمی بھیج کر اللہ کے رسول ﷺ کو بلوایا اور کہا جان پدر دیکھتے ہو آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آ جائیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا چچا جان! کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں؟ ابو طالب نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک کلمہ کہہ دیں صرف اس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔ ابوجہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتاؤ وہ ایسا کون سا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ بس یہ سننا تھا کہ شور وغل کر دیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ سارے کے سارے مارے غصے اور غضب کے بھنا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ! ہم تجھے اور تیرے اللہ کو گالیاں دیں گے جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے گئے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین اور اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس شخص کا تو ارادہ ہی اور ہے یہ تو بڑا بننا چاہتا ہے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے بھاگ جانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمے کو پڑھ لیجئے اس نے کہا نہیں میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا کہ جسے تو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا [1] اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابو طالب بیمار

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۹۷۵۰)]

تھے اور اسی وجہ سے وہ مرا بھی۔ جس وقت حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ خالی تھی باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا تو ابوجہل خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپ ﷺ آ کر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ اثر ڈال سکیں گے اس لئے یہ معلون کود کر وہاں جا بیٹھا اور حضور ﷺ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔ حضور نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس ہم سب منتظر ہیں فرمایئے وہ کیا کلمہ ہے؟ اور جب کلمہ توحید آپ کی زبانی سنا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو اور سنو یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنا رہا ہے۔ اس پر یہ آیتیں ﴿عَذَابِ﴾ تک اتریں[1]۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو حسن کہتے ہیں ہم نے تو یہ بات نہ اپنے دین میں دیکھی نہ نصرانیوں کے دین میں۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات ہے۔ یہ کیسے کچھ تعجب کی بات ہے کہ اللہ میاں کو کوئی اور نظر ہی نہ آیا اور اس پر قرآن اتار دیا۔ جیسے اور آیت میں ان کا قول ہے ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ یعنی ان دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں؟ یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ ان کی اپنی روزیاں اور درجے بھی ہم تقسیم کرتے ہیں۔[2] الغرض یہ اعتراض بھی ان کی حماقت کا غرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کے شک کا نتیجہ۔ اور وجہ یہ ہے کہ اب تک یہ چکنی چپڑی کھاتے رہے ہیں ہمارے عذابوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ کل قیامت کے دن جب کہ دھکے دے کر جہنم میں گرائے جائیں گے۔ اس وقت اپنی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہیے کرے جسے چاہے جو چاہے دے عزت ذلت اس کے ہاتھ میں ہے ہدایت ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی نازل فرمائے اور جس کے دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں وہ محض بے بس بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ اسی لئے فرمایا کیا ان کے پاس اس بلند جناب غالب ووہاب اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یعنی نہیں ہیں جیسے فرمایا ﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾[3] الخ اگر اللہ کی حکمرانی کا کوئی حصہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ بخیل تو کسی کو ٹکڑا بھی نہ کھانے دیتے۔ یا انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں اللہ کا فضل دیکھ کر حسد آ رہا ہے؟ ہم نے آل ابراہیم علیہ السلام کو کتاب وحکمت اور بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض ایمان سے رکے رہے جو بھڑکتی جہنم کے لقمے بنیں گے وہ آگ ہی انہیں کافی ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة صٓ (۳۲۳۲) مسند احمد (۲/۳۶۲) مستدرک حاکم (۲/۴۳۲) نسائی (۴۵۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اعمش مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع نہیں۔]

[2] [سورۃ الزخرف: آیت ۳۱-۳۲]

[3] [سورۃ النساء: آیت ۵۳-۵۵]

رَبِّیٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ [1] یعنی اگر میرے رب کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تم تو کمی سے ڈر کر خرچ کرنے سے رک جاتے انسان ہے ہی ناشکرا۔
قوم صالح علیہ السلام نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا کہ ﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا﴾ [2] الخ' کیا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر ذکر اتارا گیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ کذاب اور شریر ہے۔ اللہ فرماتا ہے کل معلوم کر لیں گے کہ ایسا کون ہے؟ پھر فرمایا کیا زمین آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آسمانوں کی راہوں پر چڑھ جائیں ساتویں آسمان پر پہنچ جائیں۔ یہ یہاں کا لشکر بھی عنقریب ہزیمت وشکست اٹھائے گا اور مغلوب وذلیل ہوگا۔ جیسے اور بڑے بڑے گروہ حق سے ٹکرائے اور پاش پاش ہو گئے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ [3] الخ' یعنی کیا ان کا قول ہے کہ ہم بڑی جماعت ہیں اور ہم ہی فتح یاب رہیں گے؟ سنو! انہیں ابھی ابھی شکست فاش ہوگی اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بزدلی کے ساتھ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوں گے چنانچہ بدر والے دن اللہ کی فرمان روائی نے اللہ کی باتوں کی سچائی انہیں اپنی آنکھوں سے دکھائی۔ اور ابھی ان کے عذابوں کے وعدے کا دن تو آخرت کا دن ہے جو سخت کڑوا اور نہایت دہشت ناک اور وحشت والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عادیوں نے اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا○ اور ثمودیوں نے اور قوم لوط نے اور ایکہ کے رہنے والوں نے بھی یہی بڑے بڑے لشکر تھے○ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو پس میری طرف کی سزا ان پر ثابت ہوگئی○ انہیں صرف ایک تند نعرے کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف اور ڈھیل نہیں ہے○ کہنے لگے کہ ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دے دے○ تو ان کی باتوں پر صبر کر○

گذشتہ نافرمان اقوام کا انجام: ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس طرح ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال اولاد میں قوۃ وطاقت میں زور وزر میں تمہارے زمانہ کے ان کٹر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن امر الٰہی کے آچکنے کے بعد انہیں کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر ان کی تباہی کی وجہ بھی بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ انہیں صرف صور کا انتظار ہے اور اس میں بھی کوئی دیر نہیں بس وہ ایک آواز ہوگی کہ جس کے کان میں پڑی بے ہوش و بے جان ہو گیا۔ سوائے ان کے جنہیں رب نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ ﴿قِطَّ﴾ کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی

[1] [الاسراء: ۱۰۰] [2] [القمر: ۲۵-۲۶] [3] [القمر: ٤٤-٤٦]

بیوقوفی اوران کا عذابوں کو محال سمجھ کر نڈر ہو کر عذابوں کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اللہ اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا[1] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا اور یہ جو کچھ کہا یہ بوجہ اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کے تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جس خیر وشر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلدی طلب کیا۔ یہی بات ٹھیک ہے ضحاک اور اسماعیل کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تکذیب اور ہنسی کے مقابلے میں اپنے نبی ﷺ کو صبر کی تعلیم دی اور برداشت کی تلقین کی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جو بڑی قوت والا تھا۔ یقیناً وہ بہت رجوع رہنے والا تھا○ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں○ اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے ہیں○ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ سمجھا دیا تھا○

داؤد علیہ السلام کی دانائی: ﴿ذَا الْأَيْدِ﴾ سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے۔ اور صرف قوت والے کے معنی بھی ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ﴾[2] الخ' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فقہ عطا فرمائی گئی تھی۔ یہ مذکور ہے کہ آپ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے' اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے[3] پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ﴾[4] یعنی اللہ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع

---

[1] [سورۃ الانفال : آیت ۳۲] [2] [سورۃ الزاریات : آیت ٤٧]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التھجد : باب من نام عند السحر (۱۱۳۱) ، (۳٤۲۰) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ (۱۱۵۹۔ ۱۸۱) ابن ماجہ : کتاب الصیام : باب ما جاء فی صیام داؤد (۱۷۱۲) نسائی : کتاب صیام اللیل : باب صوم نبی اللہ داؤد (۲۳٤۳) ابو داؤد : کتاب الصیام : باب فی صوم یوم وفطر یوم (۲٤٤۸) مسند احمد (۲/۱٦۰)]

[4] [سورۃ سبا : آیت ۱۰]

کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے اڑتے ہوئے پرند پاس سے گزرتے اور آپ تورات پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اور اڑنا بھول جاتے بلکہ ٹھہر جاتے۔ حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن ضحیٰ کے وقت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے جیسے فرمان ہے ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾۔ [1]

عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے تھے ایک دن میں انہیں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں لے گیا اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فتح مکہ والے دن میرے گھر میں میرے پاس اللہ کے رسول ﷺ آئے۔ پھر ایک برتن میں پانی بھروایا اور ایک کپڑا تان کر نہانے بیٹھ گئے پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعت صلوۃ ضحیٰ کی ادا کیں، ان کی تسبیح کا قیام رکوع سجدہ اور جلوس سب قریب قریب برابر تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب یہ سن کر وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا لیکن میں نہیں جانتا کی ضحیٰ کی نماز کیا ہے؟ آج مجھے معلوم ہوا کہ ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ والی آیت میں بھی اشراق سے مراد یہی ضحیٰ ہے چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا۔ [2] جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی پاکیزگی اور بزرگی بیان فرماتے تو پرندے بھی ہواؤں میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی ماتحتی میں ان کا ساتھ دیتے تھے۔

اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی اور بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دے دیں۔ چار ہزار تو ان کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر چڑھتے تھے لیکن جو آج کی رات آتے پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ ایک روایت میں ہے ان کے زمانے میں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں میں ایک مقدمہ ہوا۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے دلیل طلب کی وہ کوئی گواہ پیش نہ کر سکا آپ نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤد علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح آپ نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس مدعی کو قتل کر دیا جائے اس نے کہا اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ میرے قتل کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اس نے میری گائے چرالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میرا حکم نہیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے۔ تو تیار ہو جا۔ تب اس نے کہا اے اللہ کے رسول علیہ السلام میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمے کی وجہ سے نہیں کیا۔ اس کی وجہ اور ہی ہے۔ اور اسے صرف میں ہی جانتا

---

[1] [مرسل: تفسير ابن جرير الطبري (۲۹۸۰۳)]

[2] [حسن بالشواهد: تفسير ابن جرير الطبري (۲۹۸۰٤)]

ہوں۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے اسے فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اس کے بدلے میں اللہ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی۔ ہم نے اسے حکمت دی تھی یعنی فہم و عقل، زیرکی اور دانائی۔ عدل و فراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع نبوت و رسالت وغیرہ۔ اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کا صحیح طریقہ۔ یعنی گواہ لینا قسم کھلوانا۔ مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کا انبیاء علیہم السلام کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤد علیہ السلام معاملے کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل سچ جھوٹ میں صحیح اور کھرے کا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی آپ کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ ہی نے ﴿اَمَّا بَعْدُ﴾ کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ہوئی؟ جب کہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آ گئے ○ جب یہ حضرت داؤد کے پاس پہنچے یہ ان سے ڈر گئے انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے' ہم دونوں آپس ہی میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں آپ ہمارے درمیان حق فیصلہ کر دیجئے نا انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے ○ سنئے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بڑی تیزی اور سختی برتتا ہے ○ آپ نے فرمایا اس کا اپنی اتنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک ظلم ہے' اور اکثر ساجھی اور شریک ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے بہت ہی کم ہیں اور حضرت داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور پوری طرح رجوع ہو گئے ○ پس ہم نے بھی اسے وہ معاف کر دیا' یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں ○

داؤد علیہ السلام کا ایک فیصلہ: مفسرین نے یہاں پر ایک قصہ بیان کیا ہے لیکن اس کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کی روایتوں سے لیا گیا ہے۔ حدیث سے ثابت نہیں۔ ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے لیکن وہ بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کا ایک

راوی یزید رقاشی ہے گو وہ نہایت نیک شخص ہے لیکن ہے ضعیف۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ قرآن میں جو ہے اور جس پر یہ شامل ہے وہ حق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا انہیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے تنہائی کے ساتھ خلوت خانے میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور یکا یک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔

﴿عَزَّنِیْ﴾ الخ' سے مطلب بات چیت میں غالب آ جانا دوسرے پر چھا جانا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے پس وہ رکوع سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدہ سے سر نہ اٹھایا پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکیوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔ یہ آیت سجدے کی ہے یا نہیں؟

اس کی بابت امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں یہ تو سجدہ شکر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿صٓ﴾ ضروری سجدوں میں سے نہیں ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [1] (بخاری وغیرہ) نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا یہ سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔ [2] ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں میں نے سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا ((اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ عِنْدَكَ اَجْراً وَّاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْراً وَّضَعْ بِھَا عَنِّیْ وِزْراً وَّاقْبَلْھَا مِنِّیْ کَمَا قَبِلْتَھَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) یعنی اے اللہ! میرے اس سجدے کو تو میرے لئے اپنے پاس اجر اور خزانے کا سبب بنا اور اس سے تو میرا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے سجدے کو قبول فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدے کی آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدے میں وہی دعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے سجدے پر یہ دلیل وارد کرتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان ہیں جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی پس تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کی پیروی کر [4] پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اقتداء کے مامور

---

[1] [صحیح بخاری : کتاب سجود القرآن : باب سجدہ صٓ (۱۰۶۹) مسند احمد (۱/۳۶۰)]

[2] [صحیح :نسائی : کتاب الافتتاح : باب سجود القرآن (۹۵۸) وفی التفسیر (۴۵۸) وفی السنن الکبری (۱۰۲۹) دارقطنی (۱/۴۰۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح الجامع الصغیر (۳۶۸۲)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

[3] [حسن :ترمذی : کتاب الذعوات : باب ما یقول فی سجود القرآن (۳۴۲۴) ابن ماجہ : کتاب اقامة الصلوة : باب سجود القرآن (۱۰۵۳) صحیح ابن خزیمة (۵۶۲)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجہ]

[4] [سورۃ الانعام: آیت ۸۴۔۹۰]

تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ سجدہ کیا۔ [1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں سورۂ ص لکھ رہا ہوں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پھر آپ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدے کرتے رہے۔ [2] (احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سورۂ ص پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر سے اتر کر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی سجدہ کیا۔ ایک مرتبہ اور آپ نے اسی سورت کی تلاوت کی جب آیت سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی آپ نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہو چنانچہ آپ اترے اور سجدہ کیا۔ [3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی منزلت اور قدر ہو گی نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ حدیث میں ہے عادل لوگ نور کے ممبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ [4] اور حدیث میں ہے سب سے زیادہ اللہ کے دوست اور سب سے زیادہ اس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں۔ اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب والے وہ ہوں گے جو ظالم بادشاہ ہوں [5] (ترمذی وغیرہ)

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اے داؤد! جس پیاری دردناک میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریف دنیا میں کرتے تھے اب بھی کرو۔ آپ فرمائیں گے باری تعالیٰ اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ فرمائے گا میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں گے جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سریلی آواز اور نورانی گلا انہیں سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرے گا۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب تفسیر القرآن : سورہ صٓ (٤٨٠٧)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٧٨/٣) مجمع الزوائد (٣٦٩٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١١٧٤١) ضعيف الترغيب (٨٧٠)]

[3] [صحیح : ابو داؤد: کتاب سجود القرآن : باب السجود فی صٓ (١٤١٠) دارمی (١٤٧٤) صحیح ابن حبان (٢٧٦٥) مستدرك حاكم (٤٣١/٢) ابن خزيمة (١٤٥٥)] امام حاکم اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔

[4] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الامارة : باب فضيلة الامير العادل وعقوبة الجائر (١٨٢٧ ـ ١٨)]

[5] [ضعیف : ترمذی : کتاب الاحکام : باب ما جاء فی الامام العادل (١٣٢٩) مسند احمد (٥٥/٣)] شیخ البانی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف ترمذى ، السلسلة الضعيفه (١١٥٦)]

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں راہ الٰہی سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ راہ الٰہی سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے ○

خواہشات کی پیروی سے بچنے اور برحق فیصلہ کرنے کا حکم: اس آیت میں بادشاہ اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کیا کریں ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں گے اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔ حضرت ابو زرعہ رحمہ اللہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سچ بتا دوں خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین! اللہ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا انہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی لیکن اس کے باوجود کتاب اللہ ان سے کہتی ہے ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا﴾ الخ، عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں ان کے بھول جانے کے باعث۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل اور ناحق پیدا نہیں کیا' یہ گمان کافروں کا ہے' سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی ○ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے؟ جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے؟ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ ○ یہ بابرکت کتاب جو ہم نے تیری طرف اس لئے نازل فرمائی ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں ○

آسمان وزمین کی کوئی چیز بیکار نہیں: ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بیکار نہیں یہ سب عبادت خالق کے

لئے پیدا کی گئی ہے پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کو سربلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے؟ دار آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ کے فرشتوں نے بڑھکا رکھی ہے۔ یہ ناممکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مومن و مفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلاف انصاف ہے قیامت ضرور آئے گی نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔ پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم پاپی اللہ کی درگاہ سے راندہ ہوا دنیا میں خوش وقت ہے مال اولاد فراغت، تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ ایک ایک راحت سے دور ہے۔ تو حکمت علیم و حکیم و عادل کا اقتضاء یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس نمک حرام سے اس کی نمک حرامی کا بدلہ لیا جائے اور اس صابر و شاکر فرمانبردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے۔ اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔ چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا ایسا نہیں چاہئے۔ اصل غور و خوض اور نصیحت و عبرت عمل ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّٰفِنَٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّىٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّى حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَىَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾

ہم نے داؤد کو سلیمان نامی فرزند عطا فرمایا' جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بے حد رجوع رہنے والا تھا○ ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے○ تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد میں ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی' یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا○ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ۔ پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا○

سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کا وارث بنایا: اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرما رہا ہے کہ ان کی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا ورنہ ان کے اور بچے بھی تھے۔ ایک سو عورتیں آپ کی لونڈیوں کے علاوہ تھیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ ① یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔ یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے یعنی خوب عبادت گزار تھے اور اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔ مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جناب داؤد نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پا کر فرمایا کہ آپ نبی اللہ علیہ السلام ہیں۔ پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ کی طرف سکینت اور ایمان۔ پوچھا کہ سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ جواب ملا اللہ کی رحمت۔ پوچھا سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا اللہ کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔ (ابن ابی حاتم)
حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کی بادشاہت کے زمانے میں ان کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ یہ بہت تیز رفتار تھے جو تین ٹانگوں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر یونہی سا زمین پر ٹکتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ پردار گھوڑے تھے تعداد میں بیس تھے۔ ابراہیم تیمی نے گھوڑوں کی تعداد بیس ہزار بتلائی ہے۔ واللہ اعلم

ابوداؤد میں ہے حضور ﷺ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرما تھے جو تیز ہوا کے جھونکے سے گھر کے کونے کا پردہ ہٹ گیا وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کھیلنے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ کی نظر بھی پڑ گئی۔ دریافت کیا یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میری گڑیاں ہیں آپ نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گھوڑا ہے فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف کپڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے پر ہیں۔ فرمایا اچھا گھوڑا اور اس کے پر بھی؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے' یہ سن کر حضور ﷺ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے۔ ② حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا بالکل بھول گئے۔ جیسے کہ حضور ﷺ جنگ خندق والے دن لڑائی کی مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے تھے اور مغرب کے بعد ادا کی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ آپ نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ ③ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین

---

① [سورة النمل: آیت ١٦]

② [صحيح : ابو داؤد : كتاب الادب : باب اللعب بالبنات (٤٩٣٢) صحيح ابن حبان (٥٨٦٤) بيهقي في السنن الكبرى (١٠/٢١٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

③ [صحيح : صحيح بخاري : كتاب مواقيت الصلوٰة : باب من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت (٥٩٦) صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب الدليل لمن قال الصلوٰة الوسطىٰ هي صلاة الفجر (٦٣١) ترمذي : كتاب الصلوٰة (١٨٠)]

سلیمان علیہ السلام میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جنہیں اسی مقصد سے رکھا تھا۔
چنانچہ بعض علماء نے یہ کہا بھی ہے کہ صلوۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔ بعض کہتے ہیں جب تلواریں تنی ہوئی ہوں لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع وسجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تستر کی فتح کے بعد کے موقعہ پر کیا تھا لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ انہیں واپس منگوا کر ان کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا میرے رب کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا میں ایسی چیز ہی نہیں رکھوں گا۔ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں اور ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ نے گھوڑوں کے پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اس قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلاوجہ جانوروں کو ایذا پہنچانی ممنوع ہے ان جانوروں کا کوئی قصور نہ تھا جو انہیں کٹوا دیتے لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات ان کی شرع میں جائز ہو خصوصاً ایسے وقت جبکہ وہ یاد اللہ میں حارج ہوئے اور وقت نماز نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو عطا فرمائی یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔ حضرت ابوقتادہ رحمہ اللہ اور حضرت ابو دھما رحمہ اللہ اکثر حج کیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔[1]

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ ع

ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا○ کہا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی اور شخص کے لائق نہ ہو تو بڑا ہی دینے والا ہے○ پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے بہ نرمی پہنچا دیا کرتی تھی○ اور طاقتور جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو○ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے○ یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہیں○ ان کے لئے ہمارے پاس بڑا نزدیکی کا مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے○

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۵/۷۸)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۸۱۲۹)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹۸۱۳)]

سلیمان علیہ السلام کا قدرے مفصل ذکر: ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' یعنی شیطان۔ پھر وہ اپنے تخت وتاج کی طرف لوٹ آئے اس شیطان کا نام صخر تھا یا آصف تھا یا اصرد تھا یا حقیق تھا۔ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے کسی نے تفصیل کے ساتھ' کسی نے اختصار کے ساتھ۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا اس طرح حکم ہوا کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے۔ آپ نے ہر چند تدبیریں کیں' لیکن کارگر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صخر ہے وہ البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے آپ نے حکم دیا کہ اسے کسی طرح لاؤ۔ ایک دریا سمندر میں ملتا تھا ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آ جاتا تھا اور یہی پانی یہ شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنے والے دن اسے شراب سے پر کر دیا گیا جب شیطان آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا یہ تو مزے کی چیز ہے لیکن عقل کی دشمن جہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دکھائی گئی یا مونڈھوں کے درمیان اس سے مہر لگا دی گئی۔ یہ بے بس ہو گیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔ جب یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے یہ کام سرانجام دینے کا حکم دیا یہ ہدہد کے انڈے لے آیا اور انہیں جمع کر کے اس پر شیشہ رکھ دیا۔ ہدہد آیا اس نے اپنے انڈے دیکھے چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا ہاتھ نہیں آ سکتا اڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اسے شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کر دیا آخر وہ کٹ گیا اور ہدہد اپنے انڈے لے گیا اور اس الماس کو بھی لے لیا گیا اور اسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر عمارت شروع ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلا میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے ایک دن حمام میں جانا تھا اور یہ شیطان آپ کے ساتھ تھا آپ اس وقت فرضی غسل کے لئے جا رہے تھے انگوٹھی اسی کو سونپ دی اور چلے گئے اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل ڈال دی گئی اور آپ سے تخت وتاج چھن گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا سوائے آپ کی بیویوں کے۔ اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں ظہور میں آنے لگیں اس زمانہ میں ایک صاحب تھے جو ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اس نے کہا آزمائش کرنی چاہئے مجھے تو یہ شخص سلیمان علیہ السلام معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک روز اس نے کہا کیوں جناب اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور موسم ذرا ٹھنڈا ہو اور وہ سورج طلوع ہونے تک غسل نہ کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ چالیس دن تک یہ تخت سلیمان علیہ السلام پر رہا پھر آپ کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی ہاتھ میں ڈالتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جن کا نام جرادہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا پاخانے جاتے تو اپنی انگوٹھی انہیں سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ پاخانے گئے پیچھے سے ایک شیطان آپ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی آپ نے دے

دی یہ آتے ہی تخت پر بیٹھ گیا جب حضرت سلیمان علیہ السلام آئے اور انگوٹھی طلب کی تو بیوی صاحبہ نے فرمایا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان نہیں چنانچہ ان کی جماعت آپ کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمیں سلیمان کی ذات میں شک پڑ گیا ہے؟۔ اگر یہ سچ مچ سلیمان ہے تو اس کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ یہ سلیمان ہی نہیں۔ ورنہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتا۔ عورتیں یہ سن کر رونے لگیں۔ یہ یہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے اردگرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تورات کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ خبیث شیطان کلام اللہ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جسے ایک مچھلی نگل گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام یونہی اپنے دن گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا' اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے آپ کو سلیمان علیہ السلام بتاتا ہے انہوں نے آپ کو مارنا پیٹنا شروع کیا آپ زخمی ہو کر کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے لگے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اسے بھی دو مچھلیاں دے آؤ بھوکا ہے بھون کھائے گا۔ چنانچہ وہ دو مچھلیاں آپ کو دے آئے بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زخم کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ قدرت اللہ سے اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی آپ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی اسی وقت پرندوں نے آ کر آپ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور آپ سے معذرت کرنے لگے آپ نے فرمایا یہ سب امر اللہ تھا اللہ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپ آئے اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ چنانچہ اسے قید کر لیا گیا آپ نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کر لیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی اور سمندر میں پھنکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا۔ اس کا نام حقیق تھا۔ آپ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو یہ پوری ہوئی اور آپ کے تابع ہوائیں کر دی گئیں مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا ذرا مجھے انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپ کو دکھا دیتا ہوں آپ نے انگوٹھی دے دی اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا اور آپ کے لباس میں لوگوں کو راہ اللہ سے ہٹانے لگا۔" یاد رہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں' اور ان سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے۔ جو ابن ابی حاتم میں ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔ جس میں آپ کی بیوی صاحبہ حضرت جرداہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپ کو پتھر مارتے تھے۔ آپ کی بیویوں سے جب علماء نے معاملہ کی تفتیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان علیہ السلام ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالت حیض میں ہمارے پاس آتا ہے۔ شیطان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ راز کھل گیا ہے تو اس

نے جادو اور کفر کی کتابیں لکھوا کر کرسی تلے دفن کر دیں اور پھر لوگوں کے سامنے انہیں نکلوا کر ان سے کہا دیکھو ان کتابوں کی بدولت سلیمان علیہ السلام تم پر حکومت کر رہا تھا چنانچہ لوگوں نے آپ کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں مزدور کو بلایا آپ پہنچے اس نے کہا یہ اٹھا لو پوچھا مزدوری کیا دو گے؟ اس نے کہا اس میں ایک مچھلی تجھے دے دوں گا آپ نے ٹوکرا سر پر رکھا اس کے ہاں پہنچایا اس نے ایک مچھلی دے دی آپ نے اس کا پیٹ چاک کیا پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگوٹھی نکل پڑی پہنتے ہی کل شیاطین جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جھرمٹ باندھ کر حاضر ہو گئے آپ نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس ﴿ ثُمَّ اَنَابَ ﴾ سے مراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اس کا لوٹنا ہے۔ اس کی اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک ہے تو قوی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل کتاب سے لیا ہے' یہ بھی اس وقت جبکہ اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مان لیں۔ اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں یہ بیہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں خصوصاً اس شیطان کا آپ کی عورتوں کے پاس جانا۔ اور ائمہ نے بھی ایسے ہی قصے بیان تو کئے ہیں لیکن اس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جن ان کے پاس نہیں جا سکا اور نبی علیہ السلام کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت و شرافت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ نے اپنی انگوٹھی عسقلان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تواضعاً آپ پیدل چلے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے صفت سلیمان علیہ السلام میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب خبر روایت کی ہے۔ ابو اسحاق مصری کہتے ہیں کہ ﴿ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ کے قصے سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فراغت حاصل کی تو حضرت معاویہ نے کہا ابو اسحاق آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کا ذکر بھی کیجئے فرمایا کہ وہ ہاتھی دانت کی تھی دریا قوت' زبرجد اور لولو سے مرصع تھی اور اس کے چاروں طرف سونے کے کھجور کے درخت بنے ہوئے تھے جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے ان میں سے جو دائیں جانب تھے ان کے سرے پر سونے کے مور تھے اور بائیں طرف والوں پر سونے کے گدھ تھے۔ اس کرسی کے پہلے درجے پر دائیں جانب سونے کے دو درخت صنوبر کے تھے اور بائیں جانب سونے کے دو شیر بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر زبرجد کے دو ستون تھے اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری بیلیں تھیں جو کرسی کو ڈھانپے ہوئے تھیں اس کے خوشے بھی سرخ موتی کے تھے پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو شیر بہت بڑے سونے کے بنے ہوئے تھے جن کے اندر خول تھا ان میں مشک و عنبر بھرا رہتا تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر آتے تو یہ شیر حرکت کرتے اور ان کے گھومنے سے ان کے اندر سے مشک و عنبر چاروں طرف چھڑک دیا جاتا پھر دو منبر سونے کے اور بچھا دیئے جاتے۔ ایک آپ کے وزیر کا اور ایک اس وقت کے سب سے بڑے عالم کا۔ پھر کرسی کے سامنے ستر منبر سونے کے اور بچھائے جاتے جن پر بنو اسرائیل کے قاضی

انکے علماء اوران کے سردار بیٹھتے۔ان کے پیچھے پینتیس منبر سونے کے ہوتے تھے جو خالی رہا کرتے تھے۔حضرت سلیمان علیہ السلام جب تشریف لاتے پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی شیر اپنا داہنا قدم آگے بڑھا دیتا اور گدھ اپنا بایاں پر پھلا دیتا۔جب دوسرے درجے پر قدم رکھتے تو شیر اپنا بایاں پاؤں پھیلا دیتا اور گدھ اپنا دایاں پر۔جب آپ تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپ کا تاج لے کر آپ کے سر پر رکھتا پھر کرسی زور زور سے گھومتی۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر اس کی کیا وجہ؟ فرمایا وہ ایک سونے کی لاٹ پر تھی جسے صخر جن نے بنایا تھا۔اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور گدھ وغیرہ سب اوپر آجاتے اور سر جھکاتے پر پھڑ پھڑاتے جس سے آپ کے جسم پر مشک وعنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا پھر ایک سونے کا کبوتر تورات اٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ تلاوت فرماتے۔لیکن یہ روایت بالکل غریب ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی اور چھین نہ سکے جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں۔لیکن جن بعض لوگوں نے یہ معنی لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نظر نہیں آتے' بلکہ صحیح مطلب یہی ہے کہ آپ کی دعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے۔یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا ایک سرکش جن نے گزشتہ شب مجھ پر زیادتی کی اور میری نماز بگاڑ دینا چاہی لیکن اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تا کہ صبح تم سب اسے دیکھو لیکن اسی وقت مجھے میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی۔

راوی حدیث حضرت روح فرماتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذلیل خوار کر کے چھوڑ دیا۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپ نے فرمایا ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ)) پھر آپ نے تین بار فرمایا ((اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ)) پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس طرح بڑھایا کہ گویا آپ کسی چیز کو لینا چاہتے ہیں۔جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس آگ لے کر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا تو میں نے تین مرتبہ اَعُوْذُ پڑھی پھر تین مرتبہ اس پر لعنت بھیجی لیکن وہ پھر بھی نہ ہٹا پھر میں نے چاہا کہ اسے پکڑ کر باندھ دوں تا کہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔[2] حضرت عطا بن

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الصلوٰۃ : باب الاسیر اوالغریم یربط فی المسجد (٤٦١) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب جواز لعن الشیطن فی اثناء الصلوٰۃ والتعوذ منه (٥٤١۔ ٣٩)]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب المساجد (٥٤٢۔ ٤٠) بیهقی (٢٦٣/٢)]

یزید لیثی رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے جو ابوعبیدہ نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا انہوں نے انہیں اپنے ہاتھ سے روک دیا پھر فرمایا مجھ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے یہ بھی آپ کے پیچھے تھا قراءت آپ پر خلط ملط ہوگئی فارغ ہو کر فرمایا کاش تم دیکھتے کہ میں نے ابلیس کو پکڑ لیا تھا اور اس قدر اس کا گلا گھونٹا کہ اس کے منہ کی جھاگ میری شہادت کی اور بیچ کی انگلی پر پڑی اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح ہوتے اس مسجد کے ستون سے بندھا ہوا ہوتا اور مدینے کے بچے اسے ستاتے تم سے جہاں تک ہو سکے اس بات کا خیال رکھو کہ نماز کی حالت میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرنے نہ پائے۔[1] (مسند احمد)

مسند کی اور حدیث میں ہے ربیعہ بن یزید بن عبداللہ دیلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس طائف کے ایک باغ میں گیا جس کا نام وھط تھا آپ اس وقت ایک قریشی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جوزانی اور شرابی تھا۔ میں نے ان سے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ یہ حدیث فرماتے ہیں کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے گا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور برا آدمی وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا ہو گیا ہے جو شخص صرف نماز ہی کی نیت سے بیت المقدس کی مسجد میں جائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔ وہ شرابی جسے حضرت عبداللہ پکڑے ہوئے تھے وہ شراب کا ذکر سنتے ہی جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی کو حلال نہیں کہ میرے ذمے وہ بات کرے جو میں نے نہ کی ہو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لے اس کی چالیس دن کی نماز نامقبول ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر دوبارہ لوٹے تو پھر چالیس دن تک کی نمازیں نامقبول ہیں پھر اگر توبہ کر لے تو توبہ مقبول ہے مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ پھر اگر لوٹے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جہنمیوں کے بدن کا خون، پیپ، پیشاب وغیرہ قیامت کے دن پلائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا جس پر وہ نور اس دن پڑ گیا وہ تو ہدایت والا ہو گیا اور جس تک وہ نور نہ پہنچا وہ بھٹک گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل چکا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں جن میں سے دو تو انہیں مل گئیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو (۱) مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو (۲) مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تیسری دعا یہ تھی کہ جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد میں نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا آج ہی پیدا ہوا پس ہمیں اللہ سے امید ہے کہ یہ

---

[1] [حسن صحیح : ابو داؤد : كتاب الصلوة : باب ما يؤمر المصلى ان يدرأ عن الممر بين يديه (٦٩٩) مسنداحمد (٨٢/٣)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، السلسلة الصحيحة (٣٢٥١)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١١٣٥٤)]

ہمارے لئے اللہ نے دی ہو۔ (1) طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا حضرت داؤد علیہ السلام نے پہلے اپنا گھر بنالیا اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا آپ نے عرض کیا پروردگار یہی فیصلہ کیا گیا تھا پھر مسجد بنانا شروع کی دیواریں پوری ہوگئیں تو اتفاقاً تہائی حصہ گر گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جواب ملا تو میرا گھر نہیں بنا سکتا۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ وہ بھی تیری ہی محبت میں فرمایا ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ آپ کو یہ کلام سن کر سخت پریشانی ہوئی۔ پھر وحی آئی کہ غمگین نہ ہو میں اسے تیرے لڑکے سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں پورا کراؤں گا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بنانا شروع کیا جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیاں کیں اور ذبیحہ ذبح کئے اور بنو اسرائیل کو جمع کر کے خوب کھلایا پلایا اللہ کی وحی آئی کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے تو مجھ سے مانگ جو مانگے گا پائے گا۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ میرے تین سوال ہیں مجھے ایسا فیصلہ سمجھا جو تیرے فیصلے کے مطابق ہو اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے جیسے آج پیدا ہوا۔ ان میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرما دیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دے دی گئی ہو۔ (2) رسول اللہ ﷺ اپنی ہر دعا کو ان لفظوں سے شروع فرماتے ﴿سُبْحَانَ اللهِ رَبِّی الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَهَّابِ﴾۔ (3) (مسند احمد)

اور روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو آپ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ڈرتا رہے جیسے کہ میرے والد کا دل تجھ سے خوف کیا کرتا تھا۔ اور میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے جیسے کہ میرے والد کے دل میں تیری محبت تھی اس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا کہ میرا بندہ میری عین عطا کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور میری محبت

---

(1) [صحیح : ترمذی : کتاب الاشربة : باب ما جاء فی شارب الخمر (۱۸۶۲) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوة : باب ما جاء فی الصلوة فی مسجد بیت المقدس (۱٤۰۸) نسائی : کتاب المساجد : باب فضل المسجد الاقصی والصلوة فیه (٦۹۲) مستدرك حاکم (٤/١٤٦) مسند احمد (٢/١٧٦) صحیح ابن خزیمه (۱۳٤۰)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٦/٤۰۸)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (۲۰۹۰)]

(2) [ضعیف جدا : طبرانی کبیر (٤٤٧٧) مجمع الزوائد (٥٨٧٦)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن ایوب رملی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(3) [ضعیف : مسند احمد (٤/٥٤) اتحاف الخیرة المهرة (٦/٤٤٦) مستدرك حاکم (۱۸۳۵) طبرانی کبیر (٦۲٥۳) مسند عبد بن حمید (۱/۱٤۹)] علامہ ابن طاہر مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمر بن راشد متروک الحدیث ہے۔ [ذخیرة الحفاظ (٤۰۱۳)] حافظ عراقیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں عمر بن راشد راوی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [تخریج الاحیاء (۱۰۰۲)] شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (۱۰٦٦) ضعیف الجامع الصغیر (٤٥٥٧)]

طلب کرتا ہے مجھے اپنی قسم میں اسے اتنی بڑی سلطنت دوں گا جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ماتحتی میں ہوائیں کر دیں اور جنات کو بھی ان کا ماتحت بنا دیا۔ اور اسی قدر ملک و مال پر بھی انہیں حساب قیامت سے آزاد کر دیا۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی کہ باری تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی لطف و کرم سے پیش آ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر رہا تو وحی آئی کہ سلیمان علیہ السلام سے کہہ دو وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا' تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے کہ تیرے ساتھ تھا۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی محبت میں آ کر ان خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کاٹ ڈالا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ان کے عوض ان سے بہتر عطا فرمائی۔ یعنی ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا جو مہینے بھر کی راہ کو صبح کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی۔ اور اسی طرح شام کو۔ جہاں کا ارادہ کرتے ذرا سی دیر میں پہنچا دیتی۔ جنات کو بھی سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا ان میں سے بعض بڑی اونچی لمبی سنگین پختہ عمارت کے بنانے کے کام سرانجام دیتے جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور بعض غوطہ خور تھے جو سمندر کی تہ میں سے لؤلؤ جواہر اور دیگر قسم قسم کی نفیس و نادر چیزیں لا دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بھاری بھاری بیڑوں میں جکڑے ہوتے تھے۔ یہ یا تو وہ تھے جو حکومت سے سرتابی کرتے تھے یا کام کاج میں شرارت اور کمی کرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔ یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے کسی پر پکڑ نہیں۔ جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہو گا۔ صحیح حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عبد و رسول رہیں یعنی جو حکم کیا جائے بجا لاتے رہیں اللہ کے فرمان کے مطابق تقسیم کرتے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنا دیئے جائیں جسے چاہیں دیں نہ چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب اللہ کے ہاں نہ لیا جائے تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے اولیٰ اور اعلیٰ وہی ہے۔ گو نبوت و سلطنت بھی بڑی چیز ہے۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیوی عز و جاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دار آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ تر قرب والا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

وقف لازم

ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کر۔ جب کہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے ○ اپنا پاؤں مار۔ یہ ہے نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ○ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ

اپنی خاص رحمت سے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے ○ اور اپنے ہاتھ میں تیلیوں کی ایک جھاڑی لے کر مار دے اور قسم کا خلاف نہ کر' سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا' اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا ○

ایوب علیہ السلام اور ان کے عظیم صبر کا ذکر: حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کے صبر اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا' اولادیں مر گئیں' جسم مریض ہو گیا یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو صرف دل سلامت رہ گیا۔ اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا' کوئی نہ تھا جو خبر گیر ہوتا سوائے ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے جن کے دل میں خوف اللہ تھا اور اپنے خاوند اور اللہ کے رسول کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے میاں کا پیٹ پالتی تھیں آٹھ سال تک یہی حال رہا حالانکہ اس سے پہلے ان سے بڑھ کر مالدار کوئی نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھین لی گئی تھی۔ اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہاں آپ کو لا بٹھایا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں آٹھ سال کامل گزارے اپنے اور غیر سب نے منہ پھیر لیا تھا۔ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ صرف آپ کی یہی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن رات آپ کی خدمت میں کمر بستہ تھیں۔ ہاں پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کے وقت آپ کے پاس سے چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ دن پھرے اور اچھا وقت آ گیا تو رب العالمین الٰہ المرسلین کی طرف سے تضرع وزاری اور کپکپاتے ہوئے کلیجے سے دل سے دعا کی کہ اے میرے پالنہار! اللہ مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال و اولاد کے دکھ درد کا ذکر کیا۔ اسی وقت رحیم و کریم اللہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں کے لگتے ہی وہاں ایک چشمہ ابلنے لگا حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو۔ غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں۔ پھر حکم ہوا کہ اور جگہ ایڑی لگاؤ وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اٹھارہ سال تک اللہ کے یہ پیغمبر دکھ درد میں مبتلا رہے اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا ہاں آپ کے مخلص دوست صبح و شام خیریت کی خبر کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے اللہ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں پڑا ہوا ہے اور اللہ اس پر رحم کرے اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے میری حالت یہ تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھا اور دونوں اللہ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہو گا اور دونوں اللہ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ کی بے ادبی نہ ہو۔ آپ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ

اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ نہیں تھیں آپ کو سخت تکلیف ہوئی اور دعا کی اور اللہ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مارو۔ بہت دیر کے بعد جب آپ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا آئیں تو دیکھا کہ مریض تو ہے نہیں اور کوئی شخص تندرست نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نیک بندے یہاں اللہ کے ایک نبی جو درد دکھ میں مبتلا تھے انہیں نہیں دیکھا؟ واللہ! کہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے' تب آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ راوی کہتا ہے آپ کی دو کوٹھیاں تھیں ایک گیہوں کے لئے اور ایک جو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے ایک میں سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری کوٹھی اس سے بھر گئی۔ (ابن جریر)

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر نہا رہے تھے جو آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں آپ نے جلدی جلدی انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب علیہ السلام میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا؟ آپ نے جواب دیا ہاں الٰہی بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں[1] بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبر علیہ السلام کو نیک بدلہ اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دی بلکہ حضرت حسن رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ نے زندہ کر دی اور اتنی ہی اور نئی دی۔ یہ تھا اللہ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال رجوع الی اللہ تواضع اور انکساری کے بدلے اللہ نے انہیں دی۔ اور عقلمندوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے بعض کہتے ہیں وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں اس پر آپ ناراض ہوئے تھے اور قسم کھائی تھی کہ شفا کے بعد سو کوڑے ماریں گے دوسروں نے وجہ ناراضگی بیان کی ہے۔ جبکہ آپ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں لیکن ایسی نیک صفت عورت اس سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوب علیہ السلام نے طے کر رکھی تھی جس عورت نے اس وقت خدمت کی جب کہ کوئی ساتھ نہ تھا اسی لئے رب العالمین ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کا ایک خوشہ لے لو جس میں ایک سو سیخیں ہوں اور ایک انہیں مار دو اس صورت میں قسم کا خلاف نہ ہوگا اور ایک ایسی صابرہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہوگی۔ یہی دستور الٰہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی ثناء و صفت بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہمیں سے لو لگائے رہا' اسی لئے فرمان اللہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اس

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی وایوب اذ نادیٰ ربہ (۳۳۹۱) مسند احمد (۲/۳۱٤)]

کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ کافی ہے۔ اللہ اپنے کام میں پورا اترتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ [1] سمجھدار علماء کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی مسائل اخذ کیے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝

ہمارے بندوں ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے○ ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا○ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے○ اسماعیل یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کیجئے' یہ سب سے بہترین لوگ تھے۔ یہ ہے نصیحت○

اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوا رہا ہے ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی ان میں تھا۔ ساتھ ہی عبادت الٰہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے انہیں بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ دین میں سمجھدار تھے اطاعت اللہ میں قوی تھے حق کے دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال باندھا رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے' آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ وہ اعمال کرتے تھے جو جنت دلوائیں' لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔ اسماعیل اور ذوالکفل علیہما السلام بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے بیانات سورۂ انبیاء میں گزر گئے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے۔ ان فضائل کے بیان میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پند و نصیحت حاصل کرنے کے عادی ہیں۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے○ یعنی ہمیشگی والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں○ جن میں بافراغت تکئے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کر رہے ہیں○ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر' کمسن حوریں ہوں گی○ یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کیا جاتا تھا○ بے شک یہ روزیاں

---

[1] [سورۃ الطلاق: آیت ۲۔۳]

خاص ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں○

پرہیزگاروں کا اچھا ٹھکانہ: نیکوکار تقوے والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے؟ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں۔ کھلوانے کی بھی زحمت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں ان میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ رہیں گے۔[1] (ابن ابی حاتم)

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے تختوں پر تکئے لگائے بے فکری سے چار زانو باآرام بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور جس قوم کو جس میوے شراب کا جی چاہے حکم کے ساتھ خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی بیویاں ہوں گی جو عفیفہ پاک دامن نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت و عشق رکھنے والی ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھی ہیں نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر ہوں گی ان کی عمروں کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے جبکہ قبروں سے اٹھ کر آگ سے نجات پا کر حساب سے فارغ ہو کر یہاں آ کر باآرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾[2] تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور آیت میں ﴿غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾[3] ہے اور جگہ ﴿غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾[4] بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھاٹا آئے نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہو۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا﴾[5] الخ اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سائے دائمی ہیں۔ پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

هٰذَا ۗ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝ ع

[1] ضعیف : اس میں عبداللہ بن مسلم بن ہرمز راوی کو ائمہ محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ [المیزان (۴۶۰۲)]

[2] [سورۃ النحل: آیت ۹۶]

[3] [سورۃ هود: آیت ۱۰۸]

[4] [سورۃ انشقاق: آیت ۲۵]

[5] [سورۃ الرعد: آیت ۳۵]

یہ تو ہوئی جزا' یاد رکھو کہ سرکشوں کے لئے بڑی بری جگہ ہے ○ جو دوزخ ہے جس میں وہ جائیں گے' آہ کیا ہی برا بچھونا ہے ○ یہ ہے پس اسے چکھیں گرم پانی اور پیپ ○ اور کچھ اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں ○ یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے' انہیں خوشی اور کشادگی نہ ہو' یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں ○ وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو کہ تمہیں خوشی نہ ہو تم ہی نے تو اسے پہلے ہی سے ہمارے سامنے لا رکھا تھا' پس رہنے کی بڑی بری جگہ ہے ○ وہ کہیں گے اے ہمارے رب جس نے کفر کی رسم ہمارے لئے پہلے سے نکالی ہو اس کے حق میں جہنم کی دوگنی سزا کر دے ○ جہنمی کہیں گے یہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ○ کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے بہک رہی ہیں؟ ○ یقین جانو کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور ہی ہوگا ○

نافرمانوں پر پھٹکار: اوپر نیکوں کا حال بیان کیا تو یہاں فرما رہا ہے جو اللہ کی نہیں مانتے تھے' نبی کی نافرمانی کرتے تھے ان کے لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے۔ اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش دوزخ گھیر لے گی۔ یہ نہایت ہی برا بچھونا ہے۔ حمیم اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور غساق کہتے ہیں اس ٹھنڈک کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ گئی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈک کا سرد عذاب۔ اور اسی طرح قسم قسم کے' جوڑ جوڑ کے عذاب' جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر ایک ڈول غساق کا دنیا میں بہایا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔[1] حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں غساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے پھر وہ گرم ہو کر اونٹنے لگتا ہے اس میں جہنمیوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے ان کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جسے وہ اس طرح گھسیٹتے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا گھسیٹ رہا ہو (ابن ابی حاتم)

غرض سردی کا عذاب الگ ہوگا گرمی کا الگ ہوگا حمیم پینے کو زقوم کھانے کو۔ کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے اللہ ہمیں بچائے اب جہنمیوں کا جھگڑا ان کا تنازع اور ایک دوسرے کو برا کہنا بیان ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ﴾[2] الخ' ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا۔ ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔ ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو داروغہ جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو تمہارے ساتھ ہے انہیں مرحبا نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے۔ وہ آنے والے ان سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبا ہو تم ہی تو تھے کہ ہمیں ان برے کاموں کی طرف بلاتے رہے جن کا انجام یہ ہوا۔ پس یہ بری منزل ہے۔ کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ جس نے ہمارے لئے اس کی تقدیم کی تو اسے دوگنا عذاب کر۔ جیسے فرمان ہے ﴿قَالَتْ أُخْرٰهُمْ

---

[1] [ضعيف : ترمذی : كتاب صفة جهنم : باب ما جاء في صفة شراب اهل النار (٢٥٨٤) مسند احمد (٨٣/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ اعراف: آیت ٣٨]

﴿ وَلَاۤ اُولٰٓئِکَ رَبَّنَا هٰۤؤُلَاۤءِ اَضَلُّوْنَا ﴾ ① الخ یعنی پچھلے پہلوں کے لئے کہیں گے کہ پروردگار انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب کر۔ اللہ فرمائے گا ہر ایک کے لئے دگنا ہی ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جس کی انتہا اسی کے لئے ہے۔ چونکہ کفار وہاں مومنوں کو نہ پائیں گے جنہیں اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے؟ تو آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل کہے گا کہ بلال، عمار، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظر ہی نہیں آتے غرض ہر کافر یہی کہے گا کہ وہ لوگ جنہیں دنیا میں ہم شریر گنتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم ان کا دنیا میں مذاق اڑاتے تھے؟ لیکن نہیں ایسا تو نہ تھا وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کہیں ادھر ادھر ہوں گے ہماری نگاہ میں نہیں پڑتے۔ اسی وقت جنتیوں کی طرف سے ندا آئے گی کہ اے دوزخیو! ادھر دیکھو ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو حق پایا تم اپنی کہو کیا اللہ کے وعدے کے سچے نکلے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیات قرآنیہ ﴿ وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ سے ﴿ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾ تک ہے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی ﷺ جو خبر میں تمہیں دے رہا ہوں کہ جہنمی اسی طرح لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝٦٥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝٦٦ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝٦٧ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝٦٨ مَا كَانَ لِيَ
مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝٦٩ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَيَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧٠

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت نہیں ○ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے ○ تو کہہ دے کہ یہ بہت بڑی خبر ہے ○ جس سے تم بے پرواہ ہو رہے ہو ○ مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا مطلقاً علم ہی نہیں جب کہ وہ تکرار کر رہے تھے ○ میری طرف فقط یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں ○

پیغمبر کا کام صرف دعوت توحید پہنچانا اور عذاب سے ڈرانا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات محض غلط ہیں میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں۔ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا اور کوئی قابل پرستش نہیں وہ اکیلا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ وہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں۔ وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اس عظمت وعزت کے بڑا بخشنے والا ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے یعنی میرا رسول بن کر تمہاری طرف آنا پھر تم اے غافلو اس سے اعراض کر رہے

---

① [سورۃ اعراف: آیت ٤٤۔٤٩]

ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے یعنی قرآن کریم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں میں جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب کی وحی میرے پاس نہ آئی ہوتی تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ ابلیس کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہونا اور رب کے سامنے اس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتانا وغیرہ ان سب باتوں کو میں کیا جانوں؟

مسند احمد میں ہے ایک دن صبح کی نماز میں حضور ﷺ نے بہت دیر لگادی یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آئے تکبیر کہی گئی اور آپ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ پھر ہم سے فرمایا ذرا دیر ٹھہرے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا رات کو میں تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا جو مجھے اونگھ آنے لگی یہاں تک کہ میں جاگا میں نے دیکھا کہ گویا میں اپنے رب کے پاس ہوں میں نے اپنے پرودگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا مجھ سے جناب باری نے دریافت فرمایا جانتے ہو عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میرے رب مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال جواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہوگئی پھر مجھ سے سوال کیا بتاؤ ملاءِ اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا گناہوں کے کفارے کی۔ فرمایا پھر تم بتاؤ کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا۔ نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا۔ اور دل کے نہ چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے اللہ نے پوچھا درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا۔ نرم کلامی کرنا اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا میں نیکیوں کا کرنا' برائیوں کا چھوڑنا' مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش' تیرا رحم اور تیرا ارادہ جب کسی قوم کی آزمائش کا فتنے کا ساتھ ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے موت' تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں مانگتا ہوں اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ' سیکھو سکھاؤ۔ [1] یہ حدیث خواب کی ہے مشہور بھی یہی ہے بعض نے کہا یہ جاگتے کا واقعہ ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ قرآن میں فرشتوں کی جس بات کا رد و بدل کرنا اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ نہیں جو اس حدیث میں ہے بلکہ یہ سوال تو وہ ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہی ہے۔ ملاحظہ ہوں اگلی آیتیں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ إِنِّى خَـٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَـٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَـٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة صٓ (۳۲۳۵) مسند احمد (۵/۲۴۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ
طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾
قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں ○ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا ○ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ○ مگر ابلیس نے نہ کیا' اس نے تکبر کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا؟ کہ تو اسے سجدہ نہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا' کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ ○ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا ○ ارشاد ہوا کہ یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا ○ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے ○ کہنے لگا میرے رب مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے ○ معین تاریخ کے وقت تک ○ کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا ○ بجز تیرے ان بندوں کو جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں ○ فرمایا سچ تو یہ ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں ○ کہ تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں بھی جہنم کو بھر دوں گا ○

آدم اور ابلیس کا تذکرہ: یہ قصہ سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر' سورۂ سبحان' سورۂ کہف اور اس سورہ ص میں بیان ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اسے پیدا کر چکوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرمانبرداری کے ساتھ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ پس کل کے کل فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رکا' یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہوگئی۔ سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تو نے میرے کہنے کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر! اور یہ سرکشی؟ تو کہنے لگا کہ میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اس خطار کار نے اس کے سمجھنے میں بھی غلطی کی اور اللہ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے غارت ہو گیا۔ حکم ہوا کہ میرے سامنے سے منہ ہٹا میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں تو میری رحمت سے دور ہو گیا۔ اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے اللہ سے دعا کی کہ قیامت تک مجھے مہلت دی جائے۔ اس حلیم اللہ نے جو اپنی مخلوق کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اسے مہلت دے دی۔ اب کہنے لگا میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکا دوں گا صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے منظور اللہ

بھی یہی تھا جیسے کہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں بھی ہے مثلاً ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ ﴾ [1] الخ اور ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ ﴾ [2] الخ ﴿ فَالْحَقُّ ﴾ کو حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے پیش سے پڑھا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوا اوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑھے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قسم ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴾ [3] یعنی میرا یہ قول اٹل ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پر کردوں گا۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿ اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ ﴾ [4] الخ یہاں سے نکل جا جو شخص بھی تیری مانے گا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں ○ یہ تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے ○ یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد صحیح طور پر جان لو گے ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین پر اور احکام قرآن پر تم سے اجرت و بدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے مراد مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ اللہ نے نہ اتارا ہو اور میں جوڑ لوں۔ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں نہ کمی کروں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصود اس سے صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگو! جسے کسی مسئلہ کا علم ہو وہ اسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ جانے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ﴾ [5] تا کہ میں تمہیں اور جن جن لوگوں تک یہ پہنچے آگاہ اور ہوشیار کردوں۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ ﴾ [6] الخ جو شخص بھی اس سے کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی یعنی مرتے ہی قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں دیکھ لو گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ ص کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان پر اس کا شکر ہے۔

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٢]
[2] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٥]
[3] [سورۃ السجدہ: آیت ١٣]
[4] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٣]
[5] [سورۃ الانعام: آیت ١٩]
[6] [سورۃ ھود: آیت ١٧]

تفسیر سورۃ الزمر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے اس طرح پے در پے رکھے چلے جاتے کہ ہم خیال کرتیں کہ آپ اب چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتیں کہ اب رکھیں گے ہی نہیں اور ہر رات آپ سورۂ بقرہ اور سورۂ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔ [1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ
اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ
اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ
یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا
لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ﴿۴﴾

مہر و کرم کرنے والے معبود کے نام سے شروع

اس کتاب کا اتارنا اللہ غالب باحکمت کی طرف سے ہے ○ یقیناً ہم نے اس کتاب کو تیری طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے پس تو اللہ ہی کی عبادت کر اسی کے لئے عبادت کو خالص کر کے ○ خبردار! اللہ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اسی کے لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں۔ یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا۔ جھوٹے اور ناشکروں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا ○ اگر اللہ کا ارادہ اولاد کا ہی ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ تو پاک ہے وہ وہی اللہ ہے یگانہ اور دباؤ اور قوت والا ○

باطل عقائد کی تردید: اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہ قرآن عظیم اسی کا کلام ہے اور اسی کا اتارا ہوا ہے۔ اس کے حق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [2] الخ' یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ جسے روح الامین لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر اترا ہے تاکہ تو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ اور آیتوں میں ہے یہ باعزت کتاب وہ ہے جس کے آگے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا۔ یہ حکمتوں والے تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اتری ہے۔ [3] یہاں فرمایا کہ یہ کتاب بہت بڑے عزت والے اور حکمت والے اللہ کی طرف سے اتری ہے جو اپنے اقوال' افعال' شریعت'

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب ثواب القرآن (۲۹۲۰) مسند احمد (۶۸/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۶۴۱)]

[2] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۹۲-۱۹۵]

[3] [سورۃ فصلت: آیت ۴۱-۴۲]

تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے۔ ہم نے تیری طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ تجھے چاہئے کہ خود اللہ کی عبادتوں میں اور اس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا کو اسی کی طرف بلا' کیونکہ اس اللہ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں' وہ لاشریک ہے' وہ بے مثال ہے' اس کا شریک کوئی نہیں' دین خالص یعنی شہادت توحید کے لائق وہی ہے۔ پھر مشرکوں کا ناپاک عقیدہ بیان کیا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کا مقرب جان کر ان کی خیالی تصویریں بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرنے لگے یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کے لاڈلے ہیں۔ ہمیں جلدی اللہ کا مقرب بنادیں گے۔ پھر تو ہماری روزیوں میں اور ہر چیز میں خوب برکت ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ قیامت کے روز ہمیں وہ نزدیکی اور مرتبہ دلوائیں گے۔ اس لئے کہ قیامت کے تو وہ قائل ہی نہ تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہیں اپنا سفارشی جانتے تھے۔ جاہلیت کے زمانہ میں حج کو جاتے تو وہاں لبیک پکارتے ہوئے کہتے ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ اللہ ہم تیرے پاس حاضر ہوئے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایسے شریک جن کے اپنے آپ کا مالک بھی تو ہی ہے اور جو چیزیں ان کے ماتحت ہیں ان کا بھی حقیقی مالک تو ہی ہے۔ یہی شبہ اگلے پچھلے تمام مشرکوں کو رہا اور اسی کو تمام انبیاء علیہم السلام رد کرتے رہے اور صرف اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کی طرف انہیں بلاتے رہے۔ یہ عقیدہ مشرکوں نے بے دلیل گھڑ لیا تھا جس سے اللہ بیزار تھا۔ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ﴾[1] الخ' یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو اور فرمایا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ﴾[2] الخ' یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ معبود برحق صرف میں ہی ہوں پس تم سب میری ہی عبادت کرنا۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ آسمان میں جس قدر فرشتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے مرتبے والے کیوں نہ ہوں سب کے سب اس کے سامنے لاچار عاجز اور غلاموں کی مانند ہیں اتنا بھی تو اختیار نہیں کہ کسی کی سفارش میں لب ہلا سکیں۔

یہ عقیدہ محض غلط ہے کہ وہ اللہ کے پاس ایسے ہیں جیسے بادشاہوں کے پاس امیر امراء ہوتے ہیں کہ جس کی وہ سفارش کر دیں اس کا کام بن جاتا ہے اس باطل اور غلط عقیدے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾[3] اللہ کے سامنے مثالیں نہ بیان کیا کرو۔ اللہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا سچا فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا ان سب کو جمع کر کے فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے' یہ نہیں بلکہ ہمارا ولی تو تو ہی ہے یہ لوگ تو جنات کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کا عقیدہ و ایمان انہی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست نہیں دکھاتا جن کا مقصود اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنا ہو اور جن کے دل میں اللہ کی آیتوں' اس کی نشانیوں اور اس کی دلیلوں سے کفر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقیدے کی نفی کی جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے تھے مثلاً مشرکین مکہ کہتے

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۳۶] [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ۲۵]

[3] [سورۃ النحل: آیت ۷۴]

تھے کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ یہود کہتے تھے عزیر اللہ کے لڑکے ہیں۔ عیسائی گمان کرتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ پس فرمایا کہ جیسا ان کا خیال ہے اگر یہی ہوتا تو اس امر کے خلاف ہوتا' پس یہاں شرط نہ تو واقعہ ہونے کے لئے ہے نہ امکان کے لئے۔ بلکہ محال کے لئے ہے اور مقصد صرف ان لوگوں کی جہالت بیان کرنے کا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ ① الخ' اگر ہم ان بیہودہ باتوں کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے اگر ہم کرنے والے ہی ہوتے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ② یعنی کہہ دے کہ اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو میں تو سب سے پہلے اس کا قائل ہوتا۔ پس یہ سب آیتیں شرط کو محال کے ساتھ متعلق کرنے والی ہیں۔ امکان یا وقوع کے لئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ یہ ہو سکتا ہے نہ وہ ہو سکتا ہے۔ اللہ ان سب باتوں سے پاک ہے وہ فرد واحد' صمد اور واحد ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحت' فرمانبردار' عاجز' محتاج' فقیر' بے کس اور بے بس ہے۔ وہ ہر چیز سے غنی ہے سب سے بے پرواہ ہے سب پر اس کی حکومت اور غلبہ ہے' ظالموں کے ان عقائد سے اور جاہلوں کی ان باتوں سے اس کی ذات مبرا و منزہ ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا' وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے' ہر ایک مقررہ مدت پر چل رہا ہے' یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے ○ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے' وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا رہتا ہے تین اندھیریوں میں' یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کے لئے بادشاہت ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' پھر تم کیوں بہک رہے ہو؟ ○

ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ: ہر چیز کا خالق' سب کا مالک' سب پر حکمران اور سب کا قابض اللہ ہی ہے۔ دن رات کا الٹ پھیر اسی کے ہاتھ ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں۔ نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں قیامت تک اس انتظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت و عظمت والا کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنہار' عاصیوں پر مہربان وہی ہے۔ تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت

① [سورة الانبياء: آيت ١٧] ② [سورة الزخرف: آيت ٨١]

آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے پھر دیکھو کہ تمہارے آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ صورت' آواز' بول' چال' زبان وبیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔

جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اس نے تمہارے لئے آٹھ نر ومادہ چوپائے پیدا کئے جن کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ﴾ [1] الخ' میں ہے۔ یعنی بھیڑ' بکری' اونٹ' گائے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے جہاں تمہاری مختلف پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں۔

پہلے نطفہ' پھر خون بستہ' پھر لوتھڑا' پھر گوشت پوست' ہڈی' رگ' پٹھے' پھر روح' غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے' تین تین اندھیرے مرحلوں میں تمہاری یہ طرح طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے رحم کا اندھیرا اس کے اوپر کی جھلی کا اندھیرا اور پیٹ کا اندھیرا یہ جس نے آسمان وزمین کو اور خود تم کو اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے۔ وہی رب ہے اسی کا مالک ہے۔ وہی سب میں متصرف ہے وہی لائق عبادت ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس نہ جانیں تمہاری عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝

اگر تم ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ اللہ تم سب سے بے نیاز ہے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں' اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کی وجہ سے تم سے خوش ہوگا۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا' پھر تمہارا سب کا لوٹنا تمہارے رب ہی کی طرف ہے تمہیں وہ بتلا دے گا جو تم کرتے رہے' یقیناً وہ دلوں تک کی باتوں کا واقف ہے ○ انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے بالکل بھول جاتا اور اللہ کے شریک مقرر کرنے لگتا ہے جس سے اوروں کو بھی اس کی راہ سے بہکا دے تو کہہ دے کہ اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لو آخر تو دوزخی ہو ○

فرماتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی محتاج ہے اور اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان قرآن میں منقول ہے کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب جاندار اللہ سے کفر کرو تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں وہ ساری مخلوق سے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۴۳ ـ ۱۴۴]

بے پرواہ اور پوری تعریفوں والا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے سب اول وآخر انسان وجن مل ملا کر بدترین شخص کا سا دل بنا لو تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی [1] ہاں اللہ تمہاری ناشکری سے خوش نہیں نہ وہ اس کا تمہیں حکم دیتا ہے اور اگر تم اس کی شکرگزاری کرو گے تو وہ اس پر تم سے رضامند ہو جائے گا اور تمہیں اپنی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو ایک کے بدلے دوسرا پکڑا نہ جائے گا اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ انسان کو دیکھو کہ اپنی حاجت کے وقت تو بہت ہی عاجزی انکساری سے اللہ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا رہتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ﴾ [2] الخ یعنی جب دریا اور سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو اللہ کے سوا پکارتے تھے سب کو بھول جاتے ہیں اور خالص اللہ کو پکارنے لگتے ہیں لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں انسان ہے ہی ناشکرا۔ پس فرماتا ہے کہ جہاں دکھ درد ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے گویا مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس دعا اور گریہ وزاری کو بالکل فراموش کر جاتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا﴾ [3] الخ۔ یعنی تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت بڑی حضور قلبی سے پکارتا رہتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے کفر سے گو کچھ یونہی سا فائدہ اٹھا لیں۔ اس میں ڈانٹ ہے اور سخت دھمکی ہے جیسے فرمایا ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾ [4] کہہ دے کہ فائدہ حاصل کر لو آخری جگہ تو تمہاری جہنم ہی ہے اور فرمان ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾ [5] ہم انہیں کچھ فائدہ دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع۱۵

بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت گزار رہتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو بتلاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہوں ○

مشرک اور موحد برابر نہیں: مطلب یہ ہے کہ جس کی حالت یہ ہو وہ مشرک کے برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَیْسُوْا سَوَآءً﴾ [1] الخ یعنی سب کے سب برابر کے نہیں۔ اہل کتاب میں وہ جماعت بھی ہے جو راتوں کے وقت قیام کی حالت میں آیات الٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں۔ قنوت سے مراد یہاں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم الظلم (۲۵۷۷)]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٧] [3] [سورۃ یونس: آیت ١٢]

[4] [سورۃ ابراهیم: آیت ٣٠] [5] [سورۃ لقمان: آیت ٢٤]

[6] [سورۃ آل عمران: آیت ١١٣]

پر نماز کا خشوع خضوع ہے۔ صرف قیام مراد نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قانت کے معنی مطیع اور فرمانبردار کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿اٰنَآءَ الَّیۡلِ﴾ سے مراد آدھی رات سے ہے۔ منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد مغرب عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں۔ اول درمیانہ اور آخری شب مراد ہے۔ یہ عابد لوگ ایک طرف لرزاں وترساں ہیں دوسری جانب امیدوار اور طمع کناں ہیں۔ نیک لوگوں پر زندگی میں تو خوف اللہ امید پر غالب رہتا ہے موت کے وقت خوف پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟ اس نے کہا خوف وامید کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایسے وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اس کی امید اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرماتا ہے۔[1] (ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ وصف صرف عثمان رضی اللہ عنہ میں تھا۔[2] فی الواقع آپ رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی لمبی قراءت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر دیتے تھے۔ جیسے کہ ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ صبح کے وقت ان کے منہ نورانی چمک لئے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے تسبیح وتلاوت قرآن میں رات گزاری ہوتی ہے۔ نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ جس نے ایک رات سو آیتیں پڑھ لیں اس کے نامہ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے۔[3] (مسند وغیرہ) پس ایسے لوگ اور مشرک جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کسی طرح ایک مرتبے کے نہیں ہو سکتے' عالم اور بے علم کا درجہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہر عقل مند پر ان کا فرق ظاہر ہے۔

قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۲﴾

میرا پیغام پہنچا دو کہ اے میرے ایمان والے بندو اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو' جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے' اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے' صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے ○ تو کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کر لوں ○ اور مجھے فرمان دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا حکم بردار بن جاؤں ○

---

[1] [حسن : ترمذی : کتاب الجنائز (۹۸۳) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤٢٦١) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۱۰۶۲) مسند عبد بن حمید فی المنتخب (۱۳۷۰)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۳۰۰/۵)] اس کی سند میں عبداللہ بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن بالشواهد : مسند احمد (۱۰۳/٤) عمل الیوم واللیلة للنسائی (۷۲۲) کنز العمال (۷۸۳/۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت شواہد کی بنا پر حسن ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱٦۹٥۸)]

اہل ایمان کو اطاعت پر قائم رہنے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے ایمان دار بندوں کو اپنے رب کی اطاعت پر جمے رہنے کا اور ہر امر میں اس کی پاک ذات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی اس کو اس دنیا میں اور آنے والی آخرت میں نیکی ہی نیکی ملے گی۔ تم اگر ایک جگہ اللہ کی عبادت استقلال سے نہ کرسکو تو دوسری جگہ چلے جاؤ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ معصیت سے بھاگتے رہو شرک کو منظور نہ کرو۔ صابروں کو ناپ تول اور حساب کے بغیر اجر ملتا ہے جنت انہی کی چیز ہے۔ مجھے اللہ کی خالص عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ اپنی تمام امت سے پہلے میں خود مسلمان ہو جاؤں اپنے آپ کو رب کے احکام کا عامل اور پابند کرلوں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

کہہ دے کہ مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے ○ کہہ دے کہ میں تو خاص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں ○ تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو' کہہ دے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے' یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے ○ انہیں نیچے اوپر آگ کے شعلے مثل سائبان کے ڈھانک رہے ہوں گے' یہی عذاب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے' میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو ○

حکم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن عذاب الٰہی سے بے خوف نہیں ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن عذاب سے میں بھی بچ نہیں سکتا تو دوسرے لوگوں کو تو رب کی نافرمانی سے زیادہ بہت اجتناب کرنا چاہیے۔ تم اپنے دین کا بھی اعلان کر دو کہ میں پختہ اور یکسوئی والا موحد ہوں۔ تم جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔ اس میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ کہ اجازت۔ پورے نقصان میں وہ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے والوں کو نقصان میں پھنسا دیا۔ قیامت کے دن ان میں جدائی ہو جائیگی۔ اگر ان کے اہل جنت میں گئے تو یہ دوزخ میں جل رہے ہیں اور ان سے الگ ہیں اور اگر سب جہنم میں گئے تو وہاں برائی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہیں اور محزون و مغموم ہیں۔ یہی واضح نقصان ہے۔ پھر ان کا حال جو جہنم میں ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اوپر تلے آگ ہی آگ ہوگی۔

جیسے فرمایا ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [1] یعنی ان کا اوڑھنا بچھونا سب آتش جہنم سے ہوگا۔ ظالموں کا یہی بدلہ ہے اور آیت میں ہے ﴿یَوْمَ یَغْشٰهُمُ

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۴۱]

الْعَذَابُ ﴾ [1] قیامت والے دن انہیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا۔ اور اوپر سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ یہ اس لئے ظاہر و باہر کر دیا گیا اور کھول کھول کر اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ اس حقیقی عذاب سے جو یقیناً آنے والا ہے میرے بندے خبردار ہو جائیں اور گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دیں۔ میرے بندو! میری پکڑ دکڑ سے' میرے عذاب و غضب سے' میرے انتقام اور بدلے سے ڈرتے رہو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ
فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے پرہیز کیا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے وہ خوش خبری کے مستحق ہیں' پس میرے بندوں کو خوشخبری سنا دے○ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو بہترین بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند بھی ہیں○

مروی ہے کہ یہ آیت زید بن عمر بن نفیل ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جس طرح ان بزرگوں پر مشتمل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل کرتی ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی بتوں سے بیزاری اور اللہ کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہاں میں خوشیاں ہیں۔ بات سمجھ کر سن کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارک باد ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا اسے مضبوطی سے تھامو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ اس کی اچھائی کو مضبوط تھام لیں۔ عقلمند اور نیک راہ لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح مادہ ضرور ہوتا ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ
لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو' تو کیا تو اسے جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتا ہے؟○ ہاں وہ لوگ جو اپنے رب کا لحاظ کرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ رب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا○

متقی لوگوں کے لیے محلات: فرماتا ہے کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اسے کوئی بھی راہ راست نہیں دکھا سکتا کون ہے جو اللہ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست دکھا سکے؟ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو ان کی رہبری کر کے انہیں

---

[1] [سورۃ العنکبوت: آیت ۵۵]

اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت' نیک اعمال' نیک عقیدہ لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے' ان بالاخانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں' تمام سامان آرائش سے آراستہ ہیں وسیع اور بلند خوبصورت اور جگمگ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! یہ کن کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلامی کریں' کھانا کھلائیں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں۔ نمازیں پڑھیں۔[1] (ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں' کلام کو نرم رکھیں' پے در پے نفلی روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔[2]

مسند کی اور حدیث میں ہے جنتی جنت کے بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ اور روایت میں ہے مشرقی مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمہیں دکھائی دیتے ہیں اسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے[3] اور حدیث میں ہے کہ ان محلات کی یہ تعریفیں سن کر لوگوں نے کہا حضور ﷺ! یہ تو نبیوں کے لئے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کے لئے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانے۔[4] (ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ! جب تک ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور آپ کے چہرے کو دیکھتے رہتے ہیں اس وقت تک تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر دنیوی کاروبار میں پھنس جاتے ہیں بال بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو اس وقت ہماری وہ حالت نہیں رہتی۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم ہر وقت اسی حالت پر رہتے جو حالت تمہاری میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور

---

[1] [حسن بالشواهد: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جاء فی صفة غرف الجنة (۲۵۲۷) ابن عدی فی الکامل (۱۶۱۳/۴) ابن ابی شیبه (۶۲۵/۸) مسند ابو یعلی (۴۲۸)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (۴۶/۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مسند احمد (۳۴۳/۵) صحیح ابن خزیمة (۲۱۳۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۹۰۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (۶۵۵۶) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (۲۸۳۱) مسند احمد (۳۴۰/۵)]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ماجاء فی ترائی اهل الجنة فی الغرف (۲۵۵۶) مسنداحمد (۳۳۹/۲)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (۲۵۱/۴)]

تمہارے گھروں میں آ کر تم سے ملاقاتیں کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ ہم نے کہا حضور ﷺ جنت کی بنیاد کس چیز کی ہے؟ فرمایا ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی۔ اس کا چونا خالص مشک ہے اس کی کنکریاں لولو اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ اس میں جو داخل ہو گیا وہ مالا مال ہو گیا۔ جس کے بعد بے مال ہونے کا خطرہ ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں ہی رہے گا وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں۔ نہ موت کا کھٹکا ہے' ان کے کپڑے گلتے سڑتے نہیں' ان کی جوانی دوامی ہے۔ سنو! تین شخصوں کی دعا مردود نہیں ہوتی عادل بادشاہ' روزے دار' اور مظلوم۔ ان کی دعا ابر پر اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ رب العزت فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو۔[1] (ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ)

ان محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جہاں چاہیں پانی پہنچائیں جب اور جتنا چاہیں بہا ور ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے مومن بندوں سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے پھر اسی کے ذریعے سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور تو انہیں زرد رنگ دیکھتا ہے پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے' اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی بھاری عبرت ہے○ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے' ویل اور ہلاکت ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے اثر نہیں لیتے بلکہ سخت ہو گئے ہیں' یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں○

زندگی کی مثال: زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں یہ پانی زمین پی لیتی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پھر حسب حاجت کسی چشمہ سے اللہ تعالیٰ اسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہو جاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ چوس لیتے ہیں اور پھر ان میں سے جھرنے بہہ نکلتے ہیں۔ ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جو

---

[1] [صحیح بالشواهد: ترمذی: كتاب الدعوات: باب في العفو والعافية (٣٥٩٨) ابن ماجه: كتاب الصيام: باب في الصائم لا ترد دعوته (١٧٥٢) مسند احمد (٢/٣٠٥) مسند حميدى (١١٥٠) مسند عبد بن حميد، صحيح ابن خزيمة (١٩٠١) ابو داؤد طيالسى (٢٥٨٣) دارمى (٢٨٢٤)]

مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل و صورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردے سے بدل جاتی ہے۔ پھر خشک ہو جاتی ہے اور کاٹ لی جاتی ہے۔ کیا اس میں عقل مندوں کے لئے بصیرت و نصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے۔ آج ایک جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے کل بڑھیا اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقت مند ہے کل وہی بوڑھا کھوسٹ اور کمزور نظر آتا ہے۔ پھر آخر موت کے پنجے میں پھنستا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے جیسے ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [1] الخ' میں ہے۔

پھر فرماتا ہے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا' ذرا سوچو! جس نے رب کے پاس سے نور پالیا وہ اور سخت سینے اور تنگ دل والا برابر ہو سکتا ہے؟۔ حق پر قائم اور حق سے دور یکساں ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا ﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا﴾ [2] الخ' وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اسے نور عطا فرمایا جسے اپنے ساتھ لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ اور یہ اور وہ جو اندھیریوں میں گھرا ہوا ہے جن سے چھٹکارا محال ہے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس یہاں بھی بطور نصیحت بیان فرمایا ہے کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے احکام الٰہی کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے ویل ہے خرابی اور افسوس وحسرت ہے یہ بالکل گمراہ ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ
يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب کا خوف کھاتے ہیں۔ آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں' یہ ہے اللہ کی ہدایت جسے چاہے یہ سمجھا دیتا ہے' اور جسے اللہ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں ○

قرآن کریم کی تاثیر: اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہیں اور جس کی آیتیں مکرر ہیں تاکہ فہم سے قریب تر ہو جائے۔ ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ اس سورت کی آیتیں اس سورت سے اور اس کی اس سے ملی جلی۔ ایک ایک ذکر کئی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اس کی ضد کا ذکر بھی انہیں کے ساتھ ہے مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر' جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا

---

[1] [سورۃ الکھف: آیت ٤٥] [2] [سورۃ الانعام: آیت ١٢٢]

بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابرار کے ذکر کے ساتھ ہی فجار کا بیان ہے۔ سجین کے ساتھ ہی علیین کا بیان ہے۔ متقین کے ساتھ ہی طاغین کا بیان ہے۔ ذکر جنت کے ساتھ ہی تذکرہ جہنم ہے۔ یعنی معنی ہیں مثانی کے اور متشابہ ان آیتوں کو کہتے ہیں وہ تو یہ ہیں۔ اور ﴿وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ [1] میں اور ہی معنی ہیں۔ اس کی پاک اور بااثر آیتوں کا مومنوں کے دل پر نور پڑتا ہے وہ انہیں سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں سزاؤں اور دھمکیوں کو سن کر ان کا کلیجہ کپکپانے لگتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور انتہائی عاجزی اور بہت ہی بڑی گریہ وزاری سے ان کے دل اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اس کی رحمت ولطف پر نظریں ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ ان کا حال سیاہ دلوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ یہ رب کے کلام کو نیکوں سے سنتے ہیں۔ وہ گانے بجانے پر سر دھنتے ہیں۔ یہ آیات قرانی سے ایمان میں بڑھتے ہیں۔ وہ انہیں سن کر اور کفر کے زینے پر چڑھتے ہیں یہ روتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں۔ وہ مذاق اڑاتے ہوئے اکڑتے ہیں۔ فرمان قرآن ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ [2] الخ۔ یعنی یاد الٰہی مومنوں کے دلوں کو ہلا دیتی ہے وہ ایمان و توکل میں بڑھ جاتے ہیں نماز و زکوۃ و خیرات کا خیال رکھتے ہیں سچے باایمان یہی ہیں درجے مغفرت اور بہترین روزیاں یہی پائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ [3] یعنی بھلے لوگ آیات قرآنیہ کو بہروں اندھوں کی طرح نہیں سنتے پڑھتے کہ ان کی طرف نہ تو صحیح توجہ ہو نہ ارادہ عمل ہو بلکہ یہ کان لگا کر سنتے ہیں دل لگا کر سمجھتے ہیں غور وفکر سے معانی اور مطلب تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اب توفیق ہاتھ آتی ہے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تعمیل کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خود اپنی سمجھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی جہالت کے پیچھے پڑے نہیں رہتے۔ تیسرا وصف ان میں برخلاف دوسروں کے یہ ہے کہ قرآن کے سننے کے وقت باادب رہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی تلاوت سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے جسم وروح ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے تھے ان میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا تھا لیکن یہ نہ تھا کہ چیخنے چلانے اور ہڑبونگ کرنے لگیں اور اپنی صوفیت جتائیں بلکہ ثبات سکون ادب اور خشیت کے ساتھ کلام اللہ سنتے دل جمعی اور سکون حاصل کرتے اسی وجہ سے مستحق تعریف اور سزاوار توصیف ہوئے۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی صفت یہی ہے کہ قرآن سن کر ان کے دل موم ہو جائیں اور ذکر اللہ کی طرف وہ جھک جائیں ان کے دل ڈر جائیں ان کی آنکھیں آنسو بہائیں اور طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے۔ یہ نہیں کہ عقل جاتی رہے حالت طاری ہو جائے۔ نیک وبد کا ہوش نہ رہے۔ یہ بدعتیوں کے افعال ہیں کہ ہاہو کرنے لگتے ہیں اور کودتے اچھلتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں یہ شیطانی حرکت ہے۔ ذکر اللہ سے مراد وعدہ اللہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں صفتیں ان لوگوں کی جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے خلاف جنہیں پاؤ سمجھ لو کہ اللہ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور یقین رکھو کہ رب جنہیں ہدایت نہ دینا چاہے

---

[1] [آل عمران : ۷]   [2] [الانفال : ۲۔۴]   [3] [الفرقان : ۷۳]

انہیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

بھلا جو شخص قیامت کے دن کے بدترین عذابوں کی سپر اپنے منہ کو بنائے گا' ایسے ظالموں سے کہا جائے گا کہ اپنے کئے کا وبال چکھو○ ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا پھر ان پر ان کی بے خبری کی حالت میں ہی عذاب آ پڑے○ اور اللہ نے انہیں زندگانی دنیا کی رسوائی کا مزہ چکھایا اور ابھی آخرت کا تو بڑا بھاری عذاب ہے کاش یہ لوگ سمجھ لیں○

ایک وہ جسے اس ہنگامہ خیز دن میں امن وامان حاصل ہو اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپڑ کھانے پڑتے ہوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ﴾ [1] اوندھے منہ منہ کے بل چلنے والا اور راست قامت اپنے پیروں سیدھی راہ چلنے والا برابر نہیں۔ ان کفار کو تو قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ [2] جہنم میں داخل کیا جانے والا بدنصیب اچھا یا امن وامان سے قیامت کا دن گزارنے والا اچھا؟ یہاں اس آیت کا مطلب یہی ہے لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ بات شعراء کے کلام میں برابر پائی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے بھی اللہ کی باتوں کو نہ مانا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا پھر دیکھو۔ کہ ان پر کس طرح ان کی بے خبری میں مار پڑی؟ عذاب اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل وخوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی ان کے لئے باقی ہیں۔ پس تمہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ اشرف رسل کے ستانے اور نہ ماننے کی وجہ سے تم پر کہیں ان سے بھی بدتر عذاب برس نہ پڑیں۔ تم اگر ذی علم ہو تو ان کے حالات اور تذکرے تمہاری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾

یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں○ قرآن

[1] [سورة الملك: آيت ٢٢] [2] [سورة فصلت: آيت ٤٠]

عربی بے عیب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ پرہیزگاری اختیار کرلیں ○ سنو اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے مختلف ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک کا ہی غلام ہے' کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں؟ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ○ یقیناً خود تجھے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں ○ پھر تم سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے ○

نبی ﷺ کو مرنے کی اطلاع: چونکہ مثالوں سے باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آ جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ سوچ سمجھ لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [1] اللہ نے تمہارے لئے وہ مثالیں بیان فرمائی ہیں جنہیں تم خود اپنے آپ میں بہت اچھی طرح جانتے بوجھتے ہو۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ [2] ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں علماء ہی انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں واضح دلیلیں اور روشن حجتیں ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسے پڑھ کر سن کر لوگ اپنا بچاؤ کرلیں۔ اس کے عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر برائیاں چھوڑیں اور اس کے ثواب کی آیتوں کی طرف نظریں رکھ کر نیک اعمال میں محنت کریں۔ اس کے بعد جناب باری عزاسمہٗ موحد اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ غلام جس کے مالک بہت سارے ہوں اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو۔ کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کرتا ہے۔ اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں۔ ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص موحد؟ کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد وثنا کرنی چاہیے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح سمجھا دیا کہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ شرک کی بدی اور توحید کی خوبی ہر ایک کے ذہن میں آ جائے۔ اب رب کے ساتھ وہی شرک کریں گے جو محض بے علم ہوں جن میں سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اس کے بعد کی آیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے انتقال کے بعد پڑھ کر پھر دوسری آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ [3] کی آخر آیت تک تلاوت کر کے لوگوں کو بتایا تھا۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ سب اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ اور آخرت میں اپنے رب کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں صاف فیصلہ کر دے گا اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان اخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے۔ شرک وکفر' انکار وتکذیب والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ۲۸]   [2] [سورۃ العنکبوت: آیت ٤٣]

[3] [سورۃ آل عمران: آیت ١٤٤]

دُنیا میں تھا روز قیامت وہ اللہ عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہو گا اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یقیناً۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو سخت مشکل ہے۔ (ابن ابی حاتم)

مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾[1] یعنی پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا' کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کون سی نعمتیں ہیں جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائے گا؟ ہم تو کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب نہیں ہیں تو کیا عنقریب بہت سی نعمتیں ہو جائیں گی۔[2] یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتاتے ہیں۔ مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ الخ' کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دوہرائے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی پرسش ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دوہرائے جائیں گے۔ اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلوایا جائے گا تو آپ نے کہا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔[3] مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس میں جھگڑے پیش ہوں گے[4] اور حدیث میں ہی اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔[5] (مسند احمد)

مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] [سورۃ التکاثر: آیت ۸]

[2] [حسن الاسناد: مسند احمد (۱/۱٦٤) ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ التکاثر (۳۲۳٦) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب معیشۃ اصحاب النبی (٤١٥٨)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن الاسناد کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[3] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الزمر (۳۲۳٦) مستدرک حاکم (٤/٥٧٢) مسند احمد (۱/۱٦٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۳٦٤٠)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی (۲٦٧٣)]

[4] [حسن: مسند احمد (٤/١٥١) طبرانی کبیر (١٧/٣٠٩) مجمع الزوائد (٨/١٧٣)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (۲۵۵٧) صحیح الجامع الصغیر (۲۵٦۳) الموسوعۃ الحدیثیۃ (١٧٣٧٢)]

[5] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۳/۲۹)] شیخ البانیؒ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[السلسلۃ الصحیحۃ (۱۹٦٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۹۰٧۲)] امام ہیثمیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۸۳۸٦)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم (۲۵۸۲) کی حدیث اس سے کفایت کرتی ہے۔]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا خبر؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان میں بھی انصاف کرے گا۔ [1]

مسند بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ظالم بادشاہ اور خائن بادشاہ سے اس کی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اس پر وہ غالب آ جائے گی اور اللہ کا فرمان صادر ہوگا کہ جاؤ اسے جہنم کا ایک رکن بنا دو۔ [2] اس حدیث کے ایک راوی اغلب بن تمیم کا حافظہ جیسا چاہئے ایسا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر سچا جھوٹے سے ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت والا گمراہی والے سے ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔ ابن مندہ رحمہ اللہ اپنی کتاب الروح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا کہے گا سنو! ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور۔ دوسرا آدمی اندھا ہے لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے۔ لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑ لوں۔ اندھا کہتا ہے آ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی پیٹھ پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور جی کھول کر پھل توڑے بتاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم و روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا۔ یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے فتنے شروع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو اللہ کے ہاں پیش ہوں گے۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل قبلہ غیر قبلہ سے جھگڑیں گے۔ اور ابن زید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہل کفر کا جھگڑا ہے۔ لیکن ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فی الواقع یہ آیت عام ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل و رحم سے تفسیر محمدی کا تیئیسواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ہماری تقصیر کی معافی کا سبب اس تفسیر کو بنا دے۔ ہمیں اپنے پاک کلام کی تلاوت کا ذوق اس کے معنی کے سمجھنے کا شوق عطا فرمائے، علم و عمل کی توفیق دے، عذاب سے نجات دے، جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] [حسن: مسند احمد (٥/١٦٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٠٤٦٦)]

[2] [ضعیف: مسند بزار (١٦٤٤) ابن عدی (١/٤٩٧)] اس کی سند میں اغلب بن تمیم راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے اسے جھوٹا بتلائے' کیا ایسے کفار کے لئے جہنم ٹھکانا نہیں ہے؟○ اور جو لوگ سچے دین کو لائیں اور جو اسے سچا جانیں یہی لوگ پارسا ہیں○ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں' نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے○ تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور جو نیک کام انہوں نے کیے ہیں ان کا نیک بدلہ عطا فرمائے○

کفار کے لیے جہنم اور مومنوں کے لیے اچھا بدلہ: مشرکین نے اللہ پر بہت جھوٹ بولا تھا اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے' کبھی اس کے ساتھ دوسرے معبود بتاتے تھے' کبھی فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں شمار کرنے لگتے تھے' کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہہ دیا کرتے تھے جن تمام باتوں سے اس کی بلند و بالا ذات پاک اور برتر تھی' ساتھ ہی ان میں دوسری بدخصلت یہ بھی تھی کہ جو حق انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نازل فرماتا یہ اسے بھی جھٹلاتے۔' پس فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ پھر جو سزا انہیں ہونی ہے اس سے انہیں آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ جو مرتے دم تک انکار و تکذیب پر ہی رہیں۔ ان کی بدخصلت اور سزا کا ذکر کر کے پھر مومنوں کی نیک خو اور ان کی جزا کا ذکر فرماتا ہے' کہ جو سچائی کو لایا اور اسے سچا مانا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقراری ہو۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والی ان کی مسلمان امت۔ یہ قیامت کے دن یہی کہیں گے کہ جو تم نے ہمیں دیا اور جو فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے رہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ آپ بھی سچائی کے لانے والے' اگلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا تھا اسے ماننے والے تھے اور ساتھ ہی یہی وصف تمام ایمان داروں کا تھا کہ وہ اللہ پر' فرشتوں پر' کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان رکھنے والے تھے۔

ربیع بن انس کی قرأت میں ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالصِّدْقِ﴾ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں سچائی کو لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسے سچ ماننے والے مسلمان ہیں یہی متقی پرہیزگار اور پارسا ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور شرک کفر سے بچتے رہے ان کے لئے جنت میں جو وہ چاہیں سب کچھ ہے۔ جب طلب کریں پائیں گے۔ یہی بدلہ ہے ان پاک باز لوگوں کا' رب ان کی برائیاں تو معاف فرما دیتا ہے اور نیکیاں قبول کر لیتا ہے۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا ﴿اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ [1] الخ' یہ

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ١٦]

وہ لوگ ہیں کہ ان کی نیکیاں ہم قبول کر لیتے ہیں۔ اور برائیوں سے درگزر فرما لیتے ہیں۔ یہ جنتوں میں رہیں گے۔ انہیں بالکل سچا اور صحیح وعدہ دیا جاتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں؟ یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں، جسے اللہ گمراہ کر دے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ○ اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟ ○ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اب تو ان سے کہہ کہ اچھا یہ تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں ○ کہہ دے کہ اے میری قوم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں، ابھی ابھی تم جان جاؤ گے ○ کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی مار اور ہمیشگی کی سزا ہوتی ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کو کافی: ایک قراءت میں ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عِبَادَهٗ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کو کافی ہے۔ اسی پر ہر شخص کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دیا گیا اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا اور قناعت بھی نصیب ہوئی[1] (ترمذی وغیرہ) اے نبی ﷺ! یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں۔ یہ ان کی جہالت و ضلالت ہے، اور اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا، جس طرح اللہ کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اور اس کی طرف جھک جانے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں۔ اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں۔

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب الزهد: باب ما جآء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٩) مسند احمد (١٩/٦) مستدرک حاکم (١٢٢/٤) نسائی فی السنن الکبری کما فی تحفة الاشراف (١١٠٣٣)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (١٥٠٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

جو اس کے ساتھ کفر و شرک کرتے ہیں۔ اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں یقیناً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا' مشرکین کی مزید جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں جنہیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ سختی کے وقت وہ تیرے کام آئے گا۔ جب کچھ مانگ تو اللہ ہی سے مانگ۔ اور جب مدد طلب کر تو اسی سے مدد طلب کر یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ سب تجھے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے قلمیں اٹھالی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم و رنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی کو لئے ہوئے ہے۔[1] (ابن ابی حاتم)

تو کہہ دے کہ مجھے بس اللہ کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود ہمارے خیال سے تو تجھے ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودان باطل سے بیزار ہوں۔ تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤ گھات تم سے ہو سکتے ہیں سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو میرا توکل میرے رب پر ہے جو در اصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔[2] رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے وہ اس چیز پر جو اللہ کے ہاتھ میں ہے زیادہ اعتماد رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے۔[3] (ابن ابی حاتم) پھر مشرکین کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ اچھا تم اپنے طریقے پر عمل کرتے چلے جاؤ۔ میں اپنے طریقے پر عامل ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں ذلیل و خوار کون ہوتا ہے؟ اور آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار کون ہوتا ہے؟ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/ ۳۰۷) مسند عبد بن حمید (٦٣٦) معرفة الصحابة لابی نعیم (۳۵۸۰) مسند ابو یعلی (۱۰۹۹)] حافظ بوصیریؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [اتحاف الخیرة المهرة (۳۸۳/۷)] شیخ شعیب ارناؤوطا سے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۸۰۳)] شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (٦٨٠٦)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورة هود: آیت ٥٤ـ٥٦]

[3] [ضعیف: مسند عبد بن حمید (٦٧٥)] اس کی سند میں ہشام بن زیاد ضعیف ہے۔ [المیزان (۹۲۲۳)]

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ‌ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۞ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا‌ۚ فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۞

تجھ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لئے نازل فرمائی ہے' پس جو شخص راہ راست پر آ جائے اس کے اپنے لئے نفع ہے' اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے' تو ان کا ذمہ دار نہیں ○ اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے' پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے' انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے' غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ○

نیند اور موت کے وقت روح کا قبض ہونا: اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نبی ﷺ کو خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھ پر اس قرآن کو سچائی اور راستی کے ساتھ تمام جن و انس کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اس کے فرمان کو مان کر راہ راست حاصل کرنے والے اپنا ہی نفع کریں گے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری غلط راہوں پر چلنے والے اپنا ہی بگاڑیں گے۔ تو اس امر کا ذمے دار نہیں کہ خواہ مخواہ ہر شخص اسے مان ہی لے۔ تیرے ذمے صرف اس کا پہنچا دینا ہے۔ حساب لینے والے ہم ہیں۔[1] ہم ہر جگہ موجود ہیں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں' وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِىۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ بِالَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ﴾[2] الخ' یعنی وہ اللہ جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔ وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔ تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔ پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔ یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں۔ جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی بستر پر سونے کو جائے تو اپنے تہہ بند کے اندرونی حصے سے اسے جھاڑ لے نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو۔ پھر یہ دعا پڑھے ﴿بِاسۡمِكَ رَبِّىۡ وَضَعۡتُ جَنۡبِىۡ وَبِكَ اَرۡفَعُهٗ اِنۡ اَمۡسَكۡتَ نَفۡسِىۡ فَارۡحَمۡهَا وَاِنۡ اَرۡسَلۡتَهَا فَاحۡفَظۡهَا بِمَا تَحۡفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ٤٠] [2] [سورۃ الانعام: آیت ٦٠۔٦١]

الصَّالِحِيْنَ﴾ یعنی اے میرے پالنے والے رب تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت میں جاگوں گا۔ اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے'' [1] بعض سلف کا قول ہے کہ مردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور ان میں آپس میں تعارف ہوتا ہے۔ جب تک اللہ چاہے پھر مردوں کی روحیں تو روک لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں۔ یعنی مرنے کے وقت تک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ مردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے' اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی غور و فکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرت الٰہی کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو سفارش کرنے والا مقرر کر رکھا ہے' تو کہہ دے کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے' تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے' تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے○ جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے' اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں○

مشرک باطل معبودوں کو سفارشی سمجھ بیٹھے: اللہ تعالیٰ مشرکوں کی مذمت بیان فرماتا ہے کہ وہ بتوں اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں' اس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت۔ اور دراصل انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ عقل و شعور۔ نہ ان کی آنکھیں نہ ان کے کان' وہ تو پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں میں درجہا بدتر ہیں۔ اس لئے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو' کوئی نہیں جو اللہ کے سامنے لب ہلا سکے آواز اٹھا سکے جب تک کہ اس کی مرضی نہ پالے۔ اور اجازت حاصل نہ کر لے' ساری شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔ زمین و آسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے' قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' اس وقت وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ اس کا سننا بھی انہیں پسند نہیں۔ ان کا جی اس میں

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدعوات (٦٣٢٠) صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب الدعاء عند النوم (٢٧١٤_٦٤)]

نہیں لگتا۔ کفر و تکبر انہیں روک دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [1] یعنی ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ ایک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور ماننے سے جی چراتے تھے۔ چونکہ ان کے دل حق کے منکر ہیں اس لئے باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ جہاں بتوں کا اور دوسرے معبود کا ذکر آیا' ان کی باچھیں کھل گئیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو کہہ دے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے تھے ○ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ ہی اتنا ہی اور ہو تو بھی بدترین سزا کے بدلے میں قیامت کے دن یہ سب کچھ دے دیں۔ اور ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو گا جس کا گمان بھی انہیں نہ تھا ○ جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس کی برائیاں ان پر کھل پڑیں گی اور جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے وہ انہیں آ گھیرے گا ○

مشرکین کو جو نفرت توحید سے ہے اور چند اذکار: اللہ وحدہ لاشریک کو پکارنے کی ترغیب اور جو محبت شرک سے ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد کو ہی پکار جو آسمان و زمین کا خالق ہے۔ اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا جب کہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلاف اپنے آپس میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہو گا جب یہ قبروں سے نکلیں اور میدان قیامت میں آئیں۔ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دعا سے ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ یعنی اے جبرائیل' میکائیل اور اسرافیل کے رب' اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے' اے حاضر و غائب کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرنے والا ہے جس جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تو مجھے ان سب میں اپنے فضل سے حق راہ دکھا تو جسے چاہے سیدھی

---

[1] [سورة الصافات: آیت ۳۵]

راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔① (مسلم) حضور ﷺ فرماتے ہیں جو بندہ اس دعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے اس عہد کو پورا کرو۔ چنانچہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے ﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اللّٰهُ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ یعنی اے اللہ اے آسمان وزمین کو بے نمونہ کے پیدا کرنے والے اے غائب وحاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری گواہی ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میری یہ بھی شہادت ہے کہ محمد (ﷺ) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ تو اگر مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور پڑ جاؤں گا۔ اللہ مجھے صرف تیری رحمت ہی کا سہارا اور بھروسہ ہے پس تو بھی مجھ سے عہد کر جسے تو قیامت کے دن پورا کرے یقیناً تو عہد شکن نہیں۔ اس حدیث کے راوی سہیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے جب کہا کہ عون رحمہ اللہ اس طرح یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! ہماری تو پردہ نشین بچیوں کو بھی یہ حدیث یاد ہے② (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ یہ دعا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے ﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُوْنَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ اِثْمًا اَوْ اَجُرَّهُ اِلٰى مُسْلِمٍ﴾ یعنی اے اللہ اے آسمان وزمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کا معبود ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا: باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامه (٧٧٠) ترمذی: کتاب الدعوات: باب ما جآء فی الدعاء عند افتتاح الصلوٰۃ باللیل (٣٤٢٠) نسائی: کتاب قیام اللیل: باب بایّ شیئی یستفتح صلاۃ اللیل (١٦٢٤) ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب ما یستفتح به الصلوٰۃ من الدعاء (٧٦٧) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها: باب ما جاء فی الدعاء اذا اقام الرجل من اللیل (١٣٥٧) مسنداحمد (٦/١٥٦)]

② [ضعیف ومنقطع: مسند احمد (١/٤١٢)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عون بن عبداللہ کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے بھی یہی ذکر فرمایا ہے۔[مجمع الزوائد (١٠/١٧٤) الموسوعة الحدیثیة (٧/٣٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے منقطع کہتے ہیں۔]

محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اپنی جان پر کوئی گناہ کروں یا کسی اور مسلمان کی طرف کسی گناہ کو لے جاؤں۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دعا کو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو سکھایا تھا وہ اسے سونے کے وقت پڑھا کرتے تھے۔[1] (مسند امام احمد) اور روایت میں ہے کہ ابوراشد حبرانی رحمہ اللہ نے کوئی حدیث سننے کی خواہش حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکال کران کے سامنے رکھ دی اور فرمایا یہ ہے جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی ہے میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں صبح وشام کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا یہ پڑھو ﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ اَوْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً ا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ﴾۔[2] (ترمذی وغیرہ) مسند احمد کی ایک حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس دعا کے پڑھنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے صبح وشام اور سوتے وقت حکم دیا ہے۔[3]

دوسری آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں۔ فرماتا ہے کہ اگر ان کے پاس روئے زمین کے خزانے اتنے ہی اور ہوں تو بھی یہ قیامت کے بدترین عذاب کے بدلے انہیں اپنے فدیئے میں اور اپنی جان کے بدلے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اس دن کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں جیسے کہ اور آیت میں بیان فرما دیا ہے۔ آج اللہ کے وہ عذاب ان کے سامنے آئیں گے کہ کبھی انہیں ان کا خیال بھی نہ گزرا تھا جو جو حرام کاریاں بدکاریاں گناہ اور برائیاں انہوں نے دنیا میں کی تھیں اب سب کی سزا اپنے آگے موجود پائیں گے دنیا میں جس سزا کا ذکر سن کر مذاق کرتے تھے آج وہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

---

[1] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲/۱۷۱) عبد بن حمید فی المنتخب (۳۳۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۶۵۹۷)]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب الدعوات (۳۵۲۹) الادب المفرد (۱۲۰۴) مسند احمد (۲/۱۹۶)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۷۶۳)]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب الدعوات: باب منہ (۳۳۹۲) ابو داؤد: کتاب الادب: باب ما یقول اذا اصبح (۵۰۶۷) مسند طیالسی (۲۵۸۲) مستدرک حاکم (۱/۵۱۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۲۷۵۳)]

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے' پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیں تو کہنے لگتا ہے کہ اسے تو میں محض اپنی دانائی کی وجہ سے دیا گیا ہوں' نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ○ ان سے اگلے بھی یہی بات کہہ چکے ہیں پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی ○ پھر ان کی تمام برائیاں ان پر آپڑیں' اور ان میں سے بھی جو گنہگار ہیں ان کی کی ہوئی برائیاں بھی ان پر آپڑیں گی یہ (ہمیں) ہرا دینے والے نہیں ○ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

انسان کی ناشکری: اللہ تعالیٰ انسان کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ وزاری شروع کر دیتا ہے' اللہ کی طرف پوری طرح راجع اور راغب ہو جاتا ہے' لیکن جہاں مشکل کشائی ہو گئی جہاں راحت و نعمت حاصل ہوئی کہ یہ سرکش و متکبر بنا۔ اور اکڑتا ہوا کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں اللہ کے نزدیک اس کا مستحق تھا ہی۔ میری اپنی عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یوں نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری طرف کی آزمائش ہے گو ہمیں ازل سے علم حاصل ہے لیکن تاہم ہم اسے ظہور میں لانا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس نعمت کا یہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری؟ لیکن یہ لوگ بے علم ہیں۔ دعوے کرتے ہیں منہ سے بات نکال دیتے ہیں لیکن اصلیت سے بے خبر ہیں۔ یہی دعویٰ اور یہی قول ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور کہا۔ لیکن ان کا قول صحیح ثابت نہ ہوا اور ان نعمتوں نے' کسی اور چیز نے ان کے اعمال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا' جس طرح ان پر وبال ٹوٹ پڑا اسی طرح ان پر بھی ایک دن ان کی بداعمالیوں کا وبال آپڑے گا۔ اور یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ نہ تھکا اور ہرا سکتے ہیں۔ جیسے کہ قارون سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اس قدر اکڑ نہیں اللہ تعالیٰ خود پسندوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کر کے آخرت کی تیاری کر اور وہاں کا سامان مہیا کر۔ اس دنیا میں بھی فائدہ اٹھاتا رہ اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ' زمین میں فساد کرنے والا مت بن اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس پر قارون نے جواب دیا کہ ان تمام نعمتوں اور جاہ و دولت کو میں نے اپنی دانائی اور علم و ہنر سے حاصل کیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ قوت اور اس سے زیادہ جمع جتھا والوں کو میں

نے ہلاک و برباد کر دیا ہے' مجرم اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھے نہ جائیں گے۔ الغرض مال و اولاد پر پھول کر اللہ کو بھول جانا یہ شیوہ کفر ہے۔ کفار کا قول تھا کہ ہم مال و اولاد میں زیادہ ہیں' ہمیں عذاب نہیں ہوگا' کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لئے چاہے کشادگی کرے۔ اور جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے ○ تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برادری کئے چلے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے ○ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو ○ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا ○ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا ○ یا عذابوں کو دیکھ کر کہنے لگے کاش کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاتا ○ ہاں ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں ○

مایوسی سے بچنا اور توبہ و استغفار سے گناہوں کی معافی: اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک و کافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کی ذات غفور و رحیم ہے۔ وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے گو وہ کیسے ہی ہوں کتنے ہی ہوں کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ کے گناہوں کی بخشش میں معنی لینا صحیح نہیں اس لئے کہ شرک بغیر توبہ کے بخشا نہیں جاتا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بعض مشرکین جو قتل و زنا کے بھی مرتکب تھے حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر آیت ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا

﴿يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ﴾ [1] الخ' یہ اور آیت نازل ہوئی۔ [2] مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔ [3] مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا بڑا شخص لکڑی ٹکاتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا ہاں اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں' [4] ابوداؤد' ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت اسماء ﷠ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ اس آیت کی تلاوت اسی طرح فرما رہے تھے ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ اور اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ﴿قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً وَّ(لَا يُبَالِيْ) اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [5] پس ان تمام احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے کو رحمت رب سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ گو گناہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی کثرت سے ہوں۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا رہتا ہے اور وہ بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ [6] کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ [7] الخ' جو برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے استغفار کرے وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔ منافقوں کی سزا جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگی اسے بیان فرما کر بھی فرمایا

---

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ٦٨]

[2] [صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم (٤٨١٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب کون الاسلام یهدم ما قبله (١٢٢۔ ١٩٣)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٥/٢٧٥) مجمع الزوائد (١١٣١٣) طبرانی اوسط (١٧٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٣٦٢)]

[4] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (٤/٣٨٥) مسند شامیین (٣٤١/٤) مسند الصحابه (١٨٩٣٩) المسند الجامع (١٠٧٧٩) مجمع الزوائد (٧٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٩٤٣٢)]

[5] [ضعیف : مسند احمد (٦/٤٥٤) مستدرک حاکم (٢/٢٤٩) ترمذی : کتاب القراء ات (٣٢٣٧) ابوداؤد : کتاب الحروف (٣٩٨٣)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ترمذی] کیونکہ اس میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[6] [سورۃ التوبہ: آیت ١٠٤]

[7] [سورۃ النساء: آیت ١١٠]

﴿اِلاَّ الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا﴾ (1) یعنی ان سے وہ مستثنیٰ ہیں جو توبہ کریں اور اصلاح کر لیں۔ مشرکین نصاریٰ کے اس شرک کا کہ وہ اللہ کو تین میں سے تیسرا مانتے ہیں ذکر کر کے ان کی سزاؤں کے بیان سے پہلے فرمادیا ﴿وَاِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہُوۡا عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ﴾ (2) کہ اگر یہ اپنے قول سے باز نہ آئے تو۔ پھر اللہ تعالیٰ عظمت و کبریائی جلال وشان والے نے فرمایا یہ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے استغفار نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے خندقیں کھود کر مسلمانوں کو آگ میں ڈالا تھا ذکر کرتے ہوئے بھی فرمایا کہ جو مسلمان مرد عورتوں کو تکلیف پہنچا کر پھر بھی توبہ نہ کریں ان کے لئے عذاب جہنم اور عذاب نار ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کرم وجود کو دیکھو کہ اپنے دوستوں کے قاتلوں کو بھی توبہ اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کہ کیا اس کے لئے بھی توبہ ہے؟ اس نے انکار کیا اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ تجھ میں اور توبہ میں کوئی روک نہیں اور حکم دیا کہ موحدوں کی بستی میں چلا جائے چنانچہ یہ اس گاؤں کی طرف چلا لیکن راستے میں ہی موت آگئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں آپس میں اختلاف ہوا۔ اللہ عزوجل نے زمین کے ناپنے کا حکم دیا تو ایک بالشت بھر نیک لوگوں کی بستی جس طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا قریب نکلی اور یہ انہی کے ساتھ ملا دیا گیا اور رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے' یہ بھی مذکور ہے کہ وہ موت کے وقت سینے کے بل اس طرف گھسٹتا ہوا چلا تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہو جانے اور برے لوگوں کی بستی کے دور ہو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ (3)

یہ اس حدیث کا خلاصہ ہے پوری حدیث اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام بندوں کو اپنی مغفرت کی طرف بلایا ہے انہیں بھی جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کہتے تھے انہیں بھی جو آپ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ انہیں بھی جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بتاتے تھے انہیں بھی جو اللہ کو فقیر کہتے تھے انہیں بھی جو اللہ کے ہاتھوں کو بند بتاتے تھے۔ انہیں بھی جو اللہ تعالیٰ کو تین میں سے تیسرا کہتے تھے اللہ تعالیٰ ان سب سے فرماتا ہے کہ یہ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں اس سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہتے؟ اللہ تو بڑی بخشش والا اور بہت ہی رحم و کرم والا ہے۔ پھر توبہ کی دعوت اللہ تعالیٰ نے اسے دی جس کا قول ان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں۔ جو کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا کوئی معبود میرے سوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی جو شخص اللہ کے بندوں کو توبہ

---

(1) [سورة النساء: آیت ١٤٥۔١٤٦] (2) [سورة المائدہ: آیت ٧٣۔٧٤]

(3) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (٣٤٧٠) صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب قبول توبة القاتل وان کثر قتله (٢٧٦٦)]

سے مایوس کرے۔ وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا منکر ہے۔ لیکن اسے سمجھ لو کہ جب تک اللہ کسی بندے پر اپنی مہربانی سے رجوع نہ فرمائے اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔

طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کتاب اللہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت آیۃ الکرسی ہے[1] اور خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[2] الخ' ہے اور سارے قرآن میں سب سے زیادہ خوشی کی آیت سورۂ زمر کی ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ﴾ الخ'۔ اور سب سے زیادہ ڈھارس دینے والی آیت ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[3] ہے یعنی اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کی مخلصی خود اللہ کر دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں اسے خیال و گمان بھی نہ ہو۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ بیشک آپ سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک واعظ کو دیکھا جو لوگوں کو نصیحتیں کر رہا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ تو کیوں لوگوں کو مایوس کر رہا ہے؟ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ (ابن ابی حاتم)

''ان احادیث کا بیان جن میں نا امیدی اور مایوسی کی ممانعت ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہی اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پر کر دو پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو لائے گا جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر اللہ انہیں بخشے۔[4] (مسند امام احمد)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں۔ ایک حدیث میں نے تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی اب بیان کر دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر اللہ انہیں بخشتا۔[5] (صحیح مسلم وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے۔ اور آپ نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخشے۔[6] (مسند احمد) آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو کامل یقین رکھنے والا

---

[1] [البقرہ: ٢٥٥] [2] [النحل: ٩٠] [3] [الطلاق: ٢۔٣]

[4] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (٢٣٨/٣) التاریخ الکبیر للبخاری (٦٥/٢) مسند ابو یعلی (٤٢٢٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢١٨/١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (١٣٤٩٣)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التوبہ: باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ (٢٧٤٨) ترمذی: کتاب الدعوات (٣٥٣٩) مسند احمد (٤١٤/٥)]

[6] [اسنادہ ضعیف: مسند احمد (٢٨٩/١) ابن عدی فی الکامل (٣٧/٩)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں یحییٰ بن عمرو راوی ضعیف ہے۔ [(٢١٨/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔[1] (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا اے میرے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا ہے اور میں اس پر اس کے بغیر کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے غالب نہیں آ سکتا۔ جناب باری نے فرمایا جا تو ان پر مسلط ہے۔ اس نے کہا اللہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہوگی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہوگی۔ اس نے پھر التجا کی کہ باری تعالیٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی دے۔ پروردگار عالم نے فرمایا بنی آدم کے سینے میں تیرے لئے مسکن بنا دوں گا اور تم ان کے جسم میں خون کی جگہ پھرو گے اس نے پھر کہا کہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو ان پر اپنے سوار اور پیادے دوڑا۔ اور ان کے مال میں اپنا ساجھا کر اور انہیں امنگیں دلا۔ گو حقیقتاً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے کرنا سراسر دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے اسے مجھ پر مسلط کر دیا اب میں اس سے تیرے بچائے بغیر بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو! تمہارے ہاں جو اولاد ہوگی اس کے ساتھ میں ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے محفوظ رکھے' حضرت آدم علیہ السلام نے اور زیادتی طلب کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک نیکی کو دس گنا کر کے دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ۔ اور برائی اسی کے برابر رہے گی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی اپنی یہی دعا جاری رکھی۔ رب العزت نے فرمایا توبہ کا دروازہ تمہارے لئے اس وقت تک کھلا ہے جب تک روح جسم میں ہے' حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اللہ مجھے اور زیادتی بھی عطا فرما۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہی آیت پڑھ سنائی کہ میرے گنہگار بندوں سے کہہ دو وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ بوجہ اپنی کمزوری کے کفار کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے دین میں فتنے میں پڑ گئے تھے ہم اس کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی نیکی اور توبہ قبول نہ فرمائے گا ان لوگوں نے اللہ کو پہچان کر پھر کفر کو لے لیا اور کافروں کی سختی کو برداشت نہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ہمارے اس قول کی تردید کر دی اور ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا﴾ سے ﴿لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے ان آیتوں کو لکھا اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا' حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس وقت ذی طویٰ میں تھا میں انہیں پڑھ رہا تھا اور بار بار پڑھتا جاتا اور خوب غور و خوض کر رہا تھا لیکن اصلی مطلب تک ذہن رسائی نہیں کرتا تھا۔ آخر میں نے دعا کی کہ پروردگار ان آیتوں کا صحیح مطلب اور ان کو میری طرف بھیجے جانے کا صحیح مقصد مجھ پر واضح کر دے۔ چنانچہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے ڈالا گیا کہ ان آیتوں سے مراد ہم ہی ہیں یہ ہمارے بارے میں اور ہمیں جو خیال تھا کہ اب ہماری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وقت

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (١/ ٨٠۔ ١٠٣) مسند ابو یعلی (٤٨٣) مجمع الزوائد (١٠/ ٢٠٣)] اس کی سند میں ابو عمرو بجلی راوی ضعیف اور عبدالملک اور مسلمہ مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

میں واپس مڑا اور اپنا اونٹ لیا اس پر سواری کی اور سید ھا مدینے میں آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ (سیرۃ ابن اسحاق) بندوں کی مایوسی کو توڑ کر انہیں بخشش کی امید دلا کر پھر حکم دیا اور رغبت دلائی کہ وہ توبہ اور نیک عمل کی طرف سبقت اور جلدی کریں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے عذاب آ پڑیں جس وقت کہ کسی کی مدد کچھ کام نہیں آتی' اور انہیں چاہئے کہ عظمت والے قرآن کریم کی تابعداری اور ماتحتی میں مشغول ہو جائیں اس سے پہلے کہ اچانک عذاب آ جائیں اور یہ بے خبری میں ہی ہوں' اس وقت قیامت کے دن بے توبہ مرنے والے اور اللہ کی عبادت میں کمی کرنے والے بڑی حسرت اور بہت افسوس کریں گے' اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم خلوص کے ساتھ احکام الٰہی بجالاتے۔ افسوس! کہ ہم تو بے یقین رہے۔ اللہ کی باتوں کی تصدیق ہی نہ کی بلکہ ہنسی مذاق ہی سمجھتے رہے' اور کہیں گے کہ اگر ہم بھی ہدایت پالیتے تو یقیناً رب کی نافرمانیوں سے دنیا میں اور اللہ کے عذاب سے آخرت میں بچ جاتے' اور عذاب دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر اب دوبارہ دنیا کی طرف جانا ہو جائے تو دل کھول کر نیکیاں کر لیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بندے کیا عمل کریں گے اور کیا کچھ وہ کہیں گے۔ ان کے عمل اور ان کے قول سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دے دی اور فی الواقع اس سے زیادہ باخبر کون ہو سکتا ہے؟ نہ اس سے زیادہ سچی خبر کوئی دے سکتا ہے۔ بدکاروں کے یہ تینوں قول بیان فرمائے اور دوسری جگہ یہ خبر دے دی کہ اگر یہ واپس دنیا میں بھیجے جائیں تو بھی ہدایت کو اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ جن کاموں سے روکے گئے ہیں انہی کو کرنے لگیں گے' اور یہاں جو کہتے ہیں سب جھوٹ نکلے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے ہر جہنمی کو اس کی جنت کی جگہ دکھائی جاتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے کاش کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا۔ یہ اس لئے کہ اسے حسرت و افسوس ہو۔ اور اسی طرح ہر جنتی کو اس کی جہنم کی جگہ دکھائی جاتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو وہ جنت میں نہ آ سکتا۔ یہ اس لئے کہ وہ شکر اور احسان کے ماننے میں اور بڑھ جائے'[1] جب گنہگار لوگ دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے۔ اور اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہ کرنے کی حسرت کریں گے۔ اور اللہ کے رسولوں کو نہ ماننے پر کڑھنے لگیں گے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے پچھتاوا بے سود ہے دنیا میں ہی میں تو اپنی آیتیں اتار چکا تھا۔ اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا' لیکن تو انہیں جھٹلاتا رہا اور ان کی تابعداری سے تکبر کرتا رہا' ان کا منکر رہا۔ کفر اختیار کیا' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٢/٥١٢) نسائی فی التفسیر (٤٧٤) مستدرك حاکم (٢/٤٣٥) بیهقی فی البعث والنشور (٢٦٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٠٦٥٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو دیکھے گا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے' کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ ○ اور جن لوگوں نے پرہیزگاری کی انہیں اللہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ بچا لے گا انہیں کوئی برائی چھو بھی نہیں سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے ○

روزِ قیامت مشرکوں کے چہرے سیاہ: قیامت والے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ کالے منہ والے اور نورانی چہرے والے۔ تفرقہ اور اختلاف والوں کے چہرے تو سیاہ پڑ جائیں گے۔ اور اہل سنت والجماعت کی خوبصورت شکلیں نورانی ہو جائیں گی۔ اللہ کے شریک ٹھہرانے والوں' اس کی اولاد مقرر کرنے والوں کو دیکھے گا کہ ان کے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے منہ کالے ہوں گے۔ اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خود نمائی کرنے کے وبال میں یہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت تر اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے "کہ تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں ہوگا ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی انہیں روندتی جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے جیل خانے میں بند کر دیئے جائیں گے جس کا نام بولس ہے۔ جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے۔ دوزخیوں کو لہو' پیپ اور گندگی پلائی جائے گی۔" [1] ہاں اللہ کا ڈر رکھنے والے اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے اس عذاب سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوئے ہوں گے اور کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پھٹکے گی۔ گھبراہٹ اور غم جو قیامت کے دن عام ہوگا وہ ان سے الگ ہوگا۔ ہر غم سے بے غم ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر سزا اور ہر دکھ سے بے پرواہ ہوں گے۔ کسی قسم کی ڈانٹ جھڑکی انہیں نہ دی جائے گی امن وامان کے ساتھ راحت وچین کے ساتھ اللہ کی تمام نعمتیں حاصل کیے ہوئے ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْۗنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا
الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ
وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کی کنجیوں کا مالک وہی ہے' جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں ○ تو کہہ دے کہ اے جاہلو! کیا تم مجھ سے اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کو کہتے ہو؟ ○ یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے' کہ اگر تو نے

---

[1] [ضعیف ولہ شاھد صحیح: ابن ابی حاتم] اس کی سند میں تو ابن اخی اور عیسی خیاط ضعیف ہے۔ البتہ یہ روایت دوسری سند سے جامع ترمذی (۲۴۹۲) میں بھی ہے۔ اسے امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے اور شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (۴/۱۸)]

شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں ہو جائے گا○ بلکہ تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا○

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ: تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق' مالک' رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحتی میں اس کے قبضے اور اس کی تدبیر میں ہے۔ سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے۔ تمام کاموں کی باگ دوڑ اسی کے ہاتھ میں ہے زمین و آسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے حمد و ستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ کفر و انکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں ایک حدیث وارد کی ہے گو سند کے لحاظ سے وہ بہت ہی غریب ہے بلکہ صحت میں بھی کلام ہے لیکن تاہم ہم بھی اسے یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔ اس میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس آیت کا مطلب دریافت نہیں کیا۔

اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں۔ ﴿لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْأَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اے عثمان! جو شخص اس کو صبح دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے اول تو وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے' دوم اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے' تیسرے اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے' چوتھی اسے حورعین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے' پانچویں اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں' چھٹے اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور تورات اور انجیل زبور پڑھی۔ پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور مقبول عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔[1] یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس میں بڑی نکارت ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مشرکین نے آپ سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی پرستش کریں گے اس پر آیت ﴿قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ تک نازل ہوئی' یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے۔ ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[2] اوپر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے۔ اگر بالفرض یہ انبیاء علیہم السلام بھی شرک کریں تو ان کے تمام اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں یہاں بھی فرمایا کہ تیری طرف اور تجھ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف ہم نے یہ وحی بھیج دی ہے کہ جو شرک کرے اس کا عمل غارت۔ اور وہ نقصان یافتہ اور زیاں کار' پس تجھے چاہیے کہ تو خلوص کے ساتھ اللہ وحدہ ولا شریک کی عبادت میں لگا رہ اور اس کا شکر گذار رہ۔ تو بھی اور تیرے ماننے والے مسلمان بھی۔

---

[1] [باطل و موضوع: مجمع الزوائد (١٠/١١٥) العقیلی فی الضعفاء (٤/٢٣١)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [١/١٤٤] اس کی سند میں اغلب، مخلد اور عبدالرحمٰن مدنی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو موضوع کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ٨٨]

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾

ان لوگوں نے جیسی عظمت اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی' ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے' وہ پاک اور برتر ہے ہر چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں ○

روزِ قیامت آسمان وزمین اللہ کی مٹھی میں: مشرکین نے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدر وعظمت جانی ہی نہیں اسی وجہ سے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے' اس سے بڑھ کر عزت والا اس سے زیادہ بادشاہت والا اس سے بڑھ کر غلبے اور قدرت والا کوئی نہیں' نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے۔ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے۔ جو شخص اللہ کو ہر چیز پر قادر مانے' وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ اللہ کی قدر کرنے والا نہیں۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اس جیسی آیتوں کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی رہا ہے کہ جس طرح اور جن لفظوں میں یہ آئی ہے اسی طرح انہی لفظوں کے ساتھ انہیں مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا۔ نہ ان کی کیفیت ٹٹولنا نہ ان میں تحریف وتبدیلی کرنا' صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضور ﷺ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے مسوڑے ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1] مسند کی حدیث بھی اسی کے قریب ہے اس میں ہے کہ آپ ہنسے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ [2] اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتاتا جاتا تھا پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے۔ [3]

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کرلے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ۔ [4] مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله وما قدر والله حق قدره (٤٨١١) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صفة القیامة والجنة والنار (٢٧٨٦)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری (٧٤١٥) صحیح مسلم (٢٧٨٦۔ ٢١) مسند احمد (١/٣٧٨)]

[3] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب سورة الزمر (٣٢٤٠) مسند احمد (١/٢٥١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله والارض جمیعا قبضته یوم القیامة (٤٨١٢) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صفة القیامة والجنة والنار (٢٧٨٧)]

میں ہوں گی۔اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔ ①

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں' میں متکبر ہوں' میں مالک ہوں' میں باعزت ہوں' میں کریم ہوں۔آپ اس کے بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں آپ منبر سمیت گر نہ پڑیں۔ ②

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی پوری کیفیت دکھا دی کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسے حکایت کیا تھا؟ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا۔کبھی بند کرے گا اور آپ اس وقت اتنا ہل رہے تھے۔یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ حضور ﷺ کو گرا نہ دے۔ ③ بزار کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا پس آپ تین مرتبہ آئے گئے۔ ④ واللہ اعلم۔معجم کبیر طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا میں آج تمہیں سورۂ زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا جسے ان سے رونا آ گیا وہ جنتی ہو گیا اب آپ نے اس آیت سے لے کر ختم سورہ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا۔آپ نے فرمایا اچھا میں پھر پڑھوں گا جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے۔ ⑤ ایک اس سے بڑھ کر غریب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین چیزیں اپنے بندوں میں چھپالی ہیں اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدعملی نہ کرتا:

(۱) اگر میں پردہ ہٹا دیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کر لیتے اور معلوم کر لیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر کہوں۔میں بادشاہ ہوں میرے سوا اس ملک کا مالک کون ہے؟۔

(۲) پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں سب ان کے سامنے کر دوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔

---

① [ایضا]

② [صحیح : مسند احمد (۲/۷۲) صحیح ابن حبان (۷۳۲۷)]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صفة القیامة و الجنة و النار (۲۷۸۸) ابن ماجه : مقدمه (۱۹۸)]

④ [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۳۳۲۱) ابن عدی (۱٦٤۷/٤)] اس میں عباد بن میسرہ راوی قوی نہیں۔]

⑤ [ضعیف : طبرانی کبیر (۲٤۵۹)، (۲۹۸/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں بکر بن خنیس راوی متروک ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۳۱۷)، (۱۰٤/۷)]

(۳) اور میں انہیں جہنم دکھادوں اور اس کے عذاب دکھادوں یہاں تک کہ انہیں یقین آ جائے۔ لیکن میں نے یہ چیزیں قصداً ان سے پوشیدہ کر رکھی ہیں تاکہ میں جان لوں کہ وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کر دی ہیں۔ [1] اس کی سند متقارب ہے اور اس نسخے سے بہت سی حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے جسے اللہ چاہے' پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے ○ زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی' نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے' نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیئے جائیں گے۔ وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ○ اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا۔ جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے ○

قیامت کی ہولناکی: قیامت کی ہولناکی اور دہشت و وحشت کا ذکر ہو رہا ہے کہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ دوسرا صور ہو گا جس سے ہر زندہ مر جائے گا خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں۔ مگر جسے اللہ چاہے۔ صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ پھر باقی والوں کی روحیں قبض کی جائیں گی یہاں تک کہ سب سے آخر خود ملک الموت کی روح بھی قبض کی جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا جو حی و قیوم ہے جو اول سے تھا اور آخر میں دوام کے ساتھ رہ جائے گا۔ پھر فرمائے گا کہ آج کس کا راج پاٹ ہے؟ تین مرتبہ یہی فرمائے گا پھر خود آپ ہی اپنے آپ کو جواب دے گا کہ اللہ واحد وقہار کا' میں ہی اکیلا ہوں جس نے ہر چیز کو اپنی ماتحتی میں کر رکھا ہے آج میں نے سب کو فنا کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا اور انہیں حکم دے گا کہ دوبارہ نفخہ پھونکیں یہ تیسرا صور ہو گا جس سے ساری مخلوق جو مردہ تھی زندہ ہو جائے گی جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اور نفحہ پھونکا جائے گا اور سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نظریں دوڑانے لگیں گے۔ یعنی قیامت کی دل دوز حالت دیکھنے لگیں گے جیسے فرمان ہے ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ○ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ [2] یعنی وہ تو صرف ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب لوگ فوراً ہی ایک میدان میں آ موجود ہوں گے۔ اور آیت میں ہے

---

[1] [ضعیف ومنقطع: طبرانی کبیر (۳٤٤۷)، (۲۹۵/۳)] اس کی سندِ منقطع ہے۔ شریح کا ابو مالک سے سماع ثابت نہیں۔]

[2] [النازعات: ۱۳۔۱٤]

﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ ① الخ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں بلائے گا تو سب اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کو مان لو گے اور دنیا کی زندگی کو کم سمجھنے لگو گے۔ اللہ جل وعلاء کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ﴾ ② الخ اس کی نشانیوں میں سے زمین وآسمان کا اس کے حکم سے قائم رہنا ہے پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے پکار کر بلائے گا تو تم سب یکبارگی نکل پڑو گے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا آپ فرماتے ہیں اتنے اتنے وقت تک قیامت آجائے گی۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کوئی بات بیان نہ کروں۔ میں نے تو کہا تھا کہ بہت تھوڑی مدت میں تم اہم امر دیکھو گے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ بالکل صورت شکل میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے اللہ آپ کو غالب کرے گا اور دجال آپ کے ہاتھوں ہلاک ہو گا پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیان بھی آپس میں رنجش وعداوت نہ ہو گی۔ پھر پروردگار عالم شام کی طرف سے ہلکی ٹھنڈی ہوا چلائے گا۔ جس سے تمام ایمان والوں کی روح قبض کر لی جائے گی یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ خواہ کہیں بھی ہوں۔ یہاں تک کہ اگر کسی پہاڑی کی کھوہ میں بھی کوئی مسلمان ہو گا تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچے گی۔ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے کمینہ پن میں مثل پرندوں کے ہلکے اور اپنی بے وقوفی میں مثل درندوں کے بے وقوف ہوں گے نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ ان پر شیطان ظاہر ہو گا اور کہے گا شرماتے نہیں کہ تم نے بت پرستی چھوڑ رکھی ہے چنانچہ وہ اس کے بہکاوے میں آ کر بت پرستی شروع کر دیں گے اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی روزی اور معاش میں کشادگی عطا فرمائے ہوئے ہو گا۔ پھر صور پھونک دیا جائے گا جس کے کان میں اس کی آواز جائے گی وہ ادھر گرے گا ادھر کھڑا ہو گا پھر گرے گا۔ سب سے پہلے اس کی آواز جس کے کان میں پڑے گی یہ وہ شخص ہو گا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا فورا بیہوش ہو کر گر پڑے گا۔ پھر تو ہر شخص بیہوش اور خود فراموش ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہو گی اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے' پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اور دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو۔ انہیں ٹھہرالو ان سے سوالات کئے جائیں گے پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو پوچھا جائے گا کس قدر؟ جواب ملے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ یہ دن ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی دن ہو گا جس میں پنڈلی کھولی جائے گی۔ ③ (صحیح مسلم)

---

① [الاسراء: ٥٢] ② [الروم: ٢٥]

③ [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الفتن: باب خروج الدجال ومكثه في الارض (٢٩٤٠ـ ١١٦) مسند احمد (١٦٦/٢)]

صحیح بخاری میں ہے دونوں نفخوں کے درمیان چالیس ہوں گے راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا چالیس دن؟ فرمایا اس کا جواب نہیں دوں گا۔ کہا گیا چالیس ماہ؟ فرمایا اس کا بھی انکار کرتا ہوں۔ انسان کی سب چیز سڑ گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی۔ اسی سے مخلوق کی ترتیب دی جائے گی۔ ① ابو یعلی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں جو استثناء ہے یعنی جسے اللہ چاہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا شہداء۔ یہ اپنی تلواریں لٹکائے اللہ کے عرش کے اردگرد ہوں گے فرشتے اپنے جھرمٹ میں انہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔ یاقوت کی اونٹنیوں پر وہ سوار ہوں گے جن کی گدیاں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوں گی۔ انسان کی نگاہ جہاں تک کام کرتی ہے اس کا ایک قدم ہوگا یہ جنت میں خوش وقت ہوں گے وہاں عیش و عشرت میں ہوں گے پھر ان کے دل میں آئے گا کہ چلو دیکھیں اللہ اپنی مخلوق کے فیصلے کر رہا ہوگا چنانچہ ان کی طرف دیکھ کر الہ العالمین ہنس دے گا۔ اور اس جگہ جسے دیکھ کر رب ہنس دے اس پر حساب کتاب نہیں ہے۔ ② اس کے کل راوی ثقہ ہیں مگر اسماعیل بن عیاش کے استاد غیر معروف ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کے لئے آئے گا اس وقت اس کے نور سے ساری زمین روشن ہو جائے گی۔ نامہ اعمال لائے جائیں گے۔ نبیوں کو پیش کیا جائے گا جو گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی۔ اور نیک بندوں کے نیک و بد اعمال کے محافظ فرشتے لائے جائیں گے۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ مخلوق کے فیصلے کئے جائیں گے۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم و ستم نہ کیا جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ﴾ ③ الخ یعنی قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر بالکل ظلم نہ ہوگا گو رائی کے دانے کے برابر عمل ہو ہم اسے بھی موجود کر دیں گے۔ اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ بقدر ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ ④ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے ہر شخص کو اس کے بھلے برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ
خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ
هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ
جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۴۹۳۵) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ما بین النفختین (۲۹۵۵۔ ۱۴۱)]

② [ضعیف: اس میں عمرو بن محمد راوی مجہول ہے۔]

③ [سورۃ الانبیاء: آیت ۴۷] ④ [سورۃ النساء: آیت ۴۰]

کفاروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے' جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے آگاہ کرتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا ○ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشگی ہے' پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے ○

کفار کا ٹھکانہ جہنم: بدنصیب منکرین حق' کفار کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی' ذلت ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جیسے اور آیت میں ﴿يُدَعُّوْنَ﴾ [1] کا لفظ ہے یعنی دھکے دیئے جائیں گے اور سخت پیاسے ہوں گے' جیسے اللہ جل وعلا نے فرمایا ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [2] الخ' جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمان کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اس کے علاوہ وہ بہرے' گونگے اور اندھے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹے جا رہے ہوں گے جیسے فرمایا ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ [3] الخ' قیامت کے دن انہیں ہم ان کے منہ کے بل گھسیٹ کر لائیں گے یہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہو گا جب اس کی آتش دھیمی ہونے لگے ہم اسے تیز کر دیں گے۔ یہ قریب پہنچیں گے دروازے کھل جائیں گے تاکہ فوراً ہی عذاب نار شروع ہو جائے۔ پھر انہیں وہاں کے محافظ فرشتے شرمندہ کرنے کے لئے اور ندامت بڑھانے کے لئے ڈانٹ کر اور جھڑک کر کہیں گے کیونکہ ان میں رحم کا تو مادہ ہی نہیں سراسر سختی کرنے والے سخت غصے والے اور بڑی بے طرح مار مارنے والے ہیں کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس کے اللہ کے رسول نہیں آئے تھے؟ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے۔ اپنا اطمینان اور تسلی کر سکتے تھے ان کی باتوں کو سمجھ سکتے تھے ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے' انہوں نے اللہ کی آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔ تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا۔ آج کے عذابوں سے ڈرا دیا۔ کافر اقرار کریں گے کہ ہاں یہ سچ ہے بیشک اللہ کے پیغمبر ہم میں آئے۔ انہوں نے دلیلیں بھی قائم کیں ہمیں بہت کچھ کہا بھی سنا بھی۔ ڈرایا دھمکایا بھی۔ لیکن ہم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ ان کے خلاف کیا' مقابلہ کیا کیونکہ ہماری قسمت میں ہی شقاوت تھی۔ ازلی بدنصیب ہم تھے۔ حق سے ہٹ گئے اور باطل کے طرفدار بن گئے۔ جیسے سورۂ تبارک کی آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا۔ اس سے وہاں کے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں آیا تو تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بڑی بھاری غلطی میں ہو۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ یعنی اپنے آپ کو آپ ملامت کرنے لگیں گے اپنے گناہ کا خود اقرار کریں

---

[1] [سورۃ الطور: آیت ۱۳]

[2] [سورۃ مریم: آیت ۸۵۔۸۶]

[3] [سورۃ الاسراء: آیت ۹۷]

گے۔ اللہ فرمائے گا دوری اور خسارہ ہو۔ لعنت و پھٹکار ہو اہل دوزخ پر' کہا جائے گا یعنی ہر وہ شخص جو انہیں دیکھے گا اور ان کی حالت کو معلوم کرے گا وہ صاف کہہ اٹھے گا کہ بیشک یہ اسی کے لائق ہیں۔ اسی لئے کہنے والے کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے مطلق چھوڑا گیا تاکہ اس کا عموم باقی رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی گواہی کامل ہو جائے ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب جاؤ جہنم میں یہیں ہمیشہ جلتے جھلتے رہنا نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت آئے آہ! یہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے جس میں دن رات جلنا ہی جلنا ہے۔ یہ ہے تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ۔ جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کر دیا۔ کیا ہی برا حال ہے؟ اور کیا ہی عبرت ناک مال ہے؟ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ
لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا
وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشحال ہو تم اس میں ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ ○ یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں' پس عمل کرنے والوں کے لئے بہت ہی اچھا بدلہ ہے ○

مومنوں کا ٹھکانہ، جنت: اوپر بدبختوں کا انجام اور ان کا حال بیان ہوا! یہاں سعادت مندوں کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بہترین خوبصورت اونٹنیوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ ان کی بھی جماعتیں ہوں گی مقربین خاص کی جماعت' پھر ابرار کی' پھر ان سے کم درجے والوں کی' پھر ان سے کم درجے والوں کی' ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہو گی۔ انبیاء انبیاء کے ہمراہ' صدیق اپنے جیسوں کے ساتھ' شہید لوگ اپنے والوں کے ہمراہ' علماء اپنے جیسوں کے ساتھ' غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے پل صراط سے پار ہو چکے ہوں گے' وہاں ایک پل پر ٹھہرائے جائیں گے' اور ان میں آپس میں جو مظالم ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ ہو جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔ صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے' پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصد کریں گے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا' پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقعہ پر بھی کیا تھا۔ اس سے بڑا مقصد جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا موقعہ بموقعہ اظہار کرنا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے میں پہلا وہ

شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ ① مسند احمد میں ہے میں قیامت کے دن جنت کا داوازہ کھلوانا چاہوں گا تو وہاں کا داروغہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (ﷺ) وہ کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لئے نہ کھولوں۔ ②

مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے تھوک رینٹ پیشاب پاخانہ وہاں کچھ نہ ہوگا ان کے برتن اور سامان آرائش سونے چاندی کا ہوگا۔ ان کی انگیٹھیوں میں بہترین اگر خوشبو دے رہا ہوگا ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن ونزاکت صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آرہا ہوگا۔ کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد وبغض نہ ہوگا۔ سب کے سب گھل مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل' ③ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہترین چمکتا ستارہ پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے بیان ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ ④ اور حدیث میں ہے کہ میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی پہلے پہل جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہی میں سے کر دے آپ نے دعا کی کہ اللہ انہیں بھی انہی میں سے کر دے' پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔ ⑤ ان ستر ہزار کا بے حساب جنت میں داخل ہونا بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو ہزار جنت میں ایک ساتھ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے۔ سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے ان کے

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قول النبی انا اوّل الناس (١٩٦۔ ٣٣٠)]

② [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قول النبی انا اوّل الناس (١٩٧۔ ٣٣٣)]

③ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ما جآء فی صفة الجنة وانها مخلوقة (٣٢٤٥) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب فی صفات الجنة واھلھا (٢٨٣٤۔ ١٧) ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ما جآء فی صفة اهل الجنة (٢٥٣٧) مسند احمد (٣١٦/٢)]

④ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب خلق آدم وذریته (٣٣٢٧) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر (٢٨٣٤۔ ١٥)]

⑤ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب البرود والحبر والشملة (٥٨١١) صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب (٢١٦۔٣٦٧)]

چہرے چودہویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔[1] ابن ابی شیبہ میں ہے مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے ان سے حساب نہ ہوگا نہ انہیں عذاب ہوگا۔ ان کے علاوہ اور تین لپیں بھر کر' جو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر جنت میں پہنچائے گا۔[2] (طبرانی) اس روایت میں ہے پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔[3] اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں۔ جب یہ سعید بخت بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے۔ ان کے لئے دروازے کھل جائیں گے ان کی وہاں عزت و تعظیم ہوگی وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے ان کی تعریفیں کریں گے انہیں سلام کریں گے۔ اس کے بعد کا جواب قرآن میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش ہو جائیں گے بے انداز سرور راحت آرام و چین انہیں ملے گا۔ ہر طرح کی آس اور بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ ہاں یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ ﴿وَفُتِحَتْ﴾ میں واؤ آٹھویں ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں انہوں نے بڑا تکلف کیا ہے اور بیکار مشقت اٹھائی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازوں کا ثبوت تو صحیح احادیث میں صاف موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے کئی ایک دروازے ہیں نمازی باب الصلوٰۃ سے' سخی باب الصدقہ سے' مجاہد باب جہاد سے' روزے دار باب الریان سے بلائے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گو اس کی ضرورت تو نہیں کہ ہر دروازے سے پکارا جائے جس سے بھی پکارا جائے مقصد تو جنت میں جانے سے ہے۔ لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے۔ جو جنت کے کل دروازوں سے بلایا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو گئے۔[4] یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔[5] صحیح مسلم میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب (٦٥٤٣) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب (٢١٩-٣٧٣)]

[2] [صحیح: ابن ابی شیبه (٣١٧٠٥) مسند احمد (٢٦٨/٥) ترمذی (٢٤٣٧) ابن ماجه (٤٢٨٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[3] [اسناده ضعیف وله شواهد صحیحة: مسند احمد (١٨٣/٤) طبرانی کبیر (١٢٦/١٧)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب الریان للصائمین (١٨٩٧) ترمذی: کتاب المناقب: باب رجاؤه ان یکون ابو بکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنة (٣٦٧٤)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب الریان للصائمین (١٨٩٦) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل الصیام (١١٥٢-١٦٦) ابن ماجه: کتاب الصیام: باب ما جاء فی فضل الصیام (١٦٤٠) ترمذی: کتاب الصوم: باب ما جاء فی فضل الصوم (٧٦٥)]

ہے تم میں سے جو شخص کامل مکمل بہت اچھی طرح مل مل کر وضو کرے پھر ﴿أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ﴾ پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے چلا جائے۔[1] اور حدیث میں ہے جنت کی کنجی ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔[2]

جنت کے دروازوں کی کشادگی: اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ شفاعت کی مطول حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے محمد (ﷺ) اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے۔ یا فرمایا ہجر اور مکہ میں ہے ایک روایت میں ہے کہ مکہ اور بصریٰ میں۔[3] (بخاری و مسلم) حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے۔[4] (مسلم) مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ ہے[5] یہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے انہیں فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے کہ تمہارے اعمال، تمہارے اقوال، تمہاری کوشش اور تمہارا بدلہ ہر چیز خوشی والی اور عمدگی والی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کسی غزوے کے موقعہ پر اپنے منادی سے فرمایا تھا جاؤ ندا کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ ہی جائیں گے۔ یا فرمایا تھا صرف مومن ہی،[6] فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب یہاں سے نکالے نہ جاؤ گے۔ بلکہ یہاں تمہارے لئے دوام ہے اپنا یہ حال

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الطهارة: باب الذکر المستحب عقب الوضوء (٢٣٤ـ ١٧) ابو داؤد: کتاب الطهارة: باب ما يقول الرجل اذا توضأ (١٦٩) ابن ماجه: کتاب الطهارة (٤٧٠) نسائی: کتاب الطهارة (١٤٨) مسند احمد (١٥٣/٤)]

[2] [ضعیف: مسند احمد (٢٤٢/٥) بزار فی کشف الاستار (٩/١) ابن عدی فی الکامل (٦٠/٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں شہر بن حوشب اور معاذؓ کے درمیان انقطاع ہے اور اسماعیل بن عیاش کی حجازیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ [مجمع الزوائد (٢١/١)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا (٤٧١٢) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (١٩٤ـ ٣٢٧)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (٢٩٦٧)]

[5] [صحیح وهذا اسناد ضعیف: مسند احمد (٢٩/٣) مسند عبد بن حمید (٩٢٦) مسند ابو یعلی (١٢٧٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے مگر یہ سند ضعیف ہے (یعنی شواہد کی بنا پر متن صحیح ثابت ہے)۔ [الموسوعة الحديثية (١١٢٣٩)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة خيبر (٤٢٠٤) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب غلظ تحریم الغلول (١١٤ـ ١٨٢)]

دیکھ کر خوش ہو کر جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ الحمد للہ جو وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی کیا تھا اسے پورا کیا۔ یہی دعا ان کی دنیا میں تھی ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ [1] یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر یقیناً تیری ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اس موقعہ پر اہل جنت یہ بھی کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ یقیناً اللہ کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ وہ یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے یہ پاک جگہ ہمیں نصیب فرمائی جہاں ہمیں نہ کوئی دکھ درد ہے نہ رنج و تکلیف' یہاں ہے کہ یہ کہیں گے اس نے ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ﴾ [2] الخ' ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اسی طرح آج جنتی کہیں گے کہ اس جنت میں ہم جہاں جگہ بنالیں کوئی روک ٹوک نہیں یہ ہے بہترین بدلہ ہمارے اعمال کا۔

معراج والے واقعہ میں بخاری و مسلم میں ہے کہ جنت کے ڈیرے خیمے لولو کے ہیں اور اس کی مٹی مشک خالص ہے۔ [3] ابن صائد سے جب حضور ﷺ نے جنت کی مٹی کا سوال کیا تو اس نے کہا سفید میدے جیسی مشک خالص۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سچا ہے۔ [4] (مسلم)

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ ابن صائد نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا۔ [5] ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر یہ ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے۔ ان کے بال کنگھی کئے ہوئے تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں سے پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے مبارکباد پیش کریں گے اور جنت میں جانے کے لئے کہیں گے۔ ہر ایک کے پاس اس کے غلمان آئیں گے اور خوشی خوشی ان پر قربان ہوں گے اور کہیں گے آپ خوش ہو جایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے اور جو حوریں اس جنتی کے لئے مخصوص ہیں ان سے کہیں

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ١٩٤] [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ١٠٥]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلوٰۃ : باب کیف فرضت الصلوٰۃ (٣٤٩) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول اللہ (١٦٣)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر ابن صیاد (٢٩٢٨)]

[5] [ایضا]

گے لو مبارک ہو فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر پوچھیں گی کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں ہم اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی۔ جنتی جب اپنے محل میں آئے گا تو دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں۔ اور آب خورے رکھے ہوئے ہیں اور قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو وہ سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی۔ پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفی ہو گی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہو گی۔ اگر اللہ اسے برقرار نہ رکھے تو اس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا۔ پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا۔ اور کہے گا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔

اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ان کا استقبال کیا جائے گا ان کے لئے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے ان کی جوتیوں کے تسمے تک نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ یہ ایک درخت کے پاس پہنچیں گے جس کے نیچے سے نہریں نکلتی ہیں۔ ایک کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کی تمام فضولیات اور میل کچیل دھل جائے گا دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی صدا پیدا ہو گی اسے سنتے ہی حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے یہ داروغے کو حکم کریں گی کہ جاؤ دروازہ کھولو وہ دروازہ کھول دے گا یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغے کی نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر پڑے گا لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا اپنا سر اٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں۔ اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا جب یہ اس در و یاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بے تابانہ دوڑ کر خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری چاہنے والی ہوں میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں مروں گی نہیں۔ میں نعمتوں والی ہوں فقیر محتاجی سے دور ہوں میں آپ سے ہمیشہ راضی خوشی رہوں گی کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں کبھی ادھر ادھر نہیں ہٹوں گی۔ پھر یہ گھر میں جائے گا جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہو گی۔ اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ کے موتیوں کی ہوں گی اس گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ستر چھولداریاں ہوں گی اور ان میں ہر بستر پر ستر حوریں ہوں گی ہر حور پر ستر جوڑے ہوں گے اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہو گا۔ ان کے ایک جماع کا اندازہ ایک پوری رات کا ہو گا۔ ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن کا پانی کبھی بدبودار

نہیں ہوتا صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے اور دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ کبھی نہیں بدلتا۔ جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہوگا جو کسی انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں۔ اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہوگا۔ یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں پھر آپ نے آیت ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا﴾ [1] الخ' پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ پرندان کے پاس آ کر اپنا پر اونچا کر دیں گے یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔ [2] یہ حدیث غریب ہے گو کہ یہ مرسل ہے۔ واللہ اعلم

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

اور فرشتوں کو اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا' اور سب میں آپس میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے O

روز قیامت فیصلے کے بعد کا ایک منظر: جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا۔ اور انہیں ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا۔ اور اس میں اپنے عدل و انصاف کا ثبوت بھی دے دیا' تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہوں گے۔ ساری مخلوق میں عدل و حق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے۔ اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ثناخوانی کرے گا اور جاندار چیز سے آواز آئے گی کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ چونکہ اس وقت ہر اک تر و خشک چیز اللہ کی حمد بیان کرے گی اس لئے یہاں مجہول کا صیغہ لا کر فاعل کو عام کر دیا گیا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خلق کی پیدائش کی ابتداء بھی حمد سے ہے فرماتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ [3] اور مخلوق کی انتہا بھی حمد سے ہے فرماتا ہے ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔ الحمد للہ سورہ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔

[1] [سورہ الدھر: آیت ١٤]
[2] [ضعیف: اس میں ابومعاذ بصری راوی متروک ہے۔]
[3] [سورۃ الانعام: آیت ١]

تفسیر سورۃ المؤمن

بعض سلف کا قول ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء ﴿ حٰمٓ ﴾ سے ہے انہیں حوامیم کہنا مکروہ ہے۔ ﴿ال حٰمٓ ﴾ کہا جائے۔ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ال حٰمٓ ﴾ قرآن کا دیباچہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دروازہ ﴿ال حٰمٓ ﴾ ہے یا فرمایا حوامیم ہیں۔ حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان سورتوں کو عرائس کہا جاتا ہے۔ عروس دلہن کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے کسی اچھی منزل کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ ایسی ملی جہاں گویا ابھی ابھی بارش برس چکی ہے یہ ذرا ہی کچھ آگے بڑھا ہو گا کہ دیکھتا ہے کہ تر و تازہ لہلہاتے ہوئے چند چمن ہیں۔ یہ پہلے تر زمین کو دیکھ کر ہی تعجب میں تھا اب تو اس کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اس سے کہا گیا کہ پہلے کی مثال تو قرآن کریم کی عظمت کی مثال ہے اور ان باغیچوں کی مثال ایسی ہی جیسے قرآن میں حم والی سورتیں (بغوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کا دروازہ یہی حم والی سورتیں ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں تلاوت کرتا ہوا حم والی سورتوں پر پہنچتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں ہرے بھرے پھلے پھولے باغوں کی سیر کر رہا ہوں ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو مسجد بناتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میں اسے حم والی سورتوں کے لئے بنا رہا ہوں ممکن ہے یہ مسجد وہ ہو جو دمشق کے قلعہ کے اندر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے اس کی حفاظت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی کی اور جس وجہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی اس کی برکت کے باعث ہو۔ اس کلام میں دشمنوں پر فتح و ظفر کی دلیل بھی ہے۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض جہادوں میں اپنے لشکر سے فرما دیا تھا کہ اگر رات کو تم اچانک حملہ کرو تو تمہاری پہچان کے خاص الفاظ ﴿ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ ہیں ایک روایت میں ﴿ تُنْصَرُوْنَ ﴾ ہے۔ مسند بزار میں ہے جس نے آیت الکرسی اور سورہ حم المومن کا ابتدائی حصہ پڑھا وہ سارے دن کی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ [1] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس کے ایک راوی پر کچھ جرح بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۞ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ
الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۞

بے حد رحم والے بے شمار رحمت والے سچے معبود کے نام سے شروع

اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے ○ گناہ کا بخشنے والا توبہ کا قبول فرمانے والا سخت

---

[1] [ضعیف :ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جآء فی فضل سورۃ البقرہ وایۃ الکرسی (۲۸۷۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاۃ (۲۱٤٤)]

عذاب والا انعام وقدرت والا' جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔

سورتوں کے اول میں حم وغیرہ جیسے جو حروف آئے ہیں ان کی پوری بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی اب چنداں ضرورت نہیں۔ بعض کہتے ہیں حم اللہ کا ایک نام ہے اور اس کی شہادت میں وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

يُذَكِّرُنِىْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

یعنی یہ مجھے حم یاد دلاتا ہے جب کہ نیزہ تن چکا پھر اس سے پہلے ہی اس نے حم کیوں نہ کہہ دیا۔ ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں وارد ہے کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو ﴿حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ کہنا'[1] اس کی سند صحیح ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ اس حدیث کو یوں روایت کیا جائے کہ آپ نے فرمایا تم کہو ﴿حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْا﴾ یعنی نون کے بغیر' تو گویا ان کے نزدیک ﴿لَا يُنْصَرُوْا﴾ جزا ہے ﴿فَقُوْلُوْا﴾ کی یعنی جب تم یہ کہو گے تو تم مغلوب نہیں ہو گے۔ تو قول صرف ﴿حٰمٓ﴾ رہا یہ کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے جو عزت وعلم والا ہے' جس کی جناب ہر بے ادبی سے پاک ہے اور جس پر کوئی ذرہ مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں ہو' وہ گناہوں کی بخشش کرنے والا اور جو اس کی طرف جھکے اس کی جانب مائل ہونے والا ہے۔ اور جو اس سے بے پرواہی کرے اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے۔ اللہ کی فرمان برداری کو چھوڑ دے اسے وہ سخت ترین عذاب اور بدترین سزائیں دینے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ﴾[2] یعنی میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک عذاب ہیں۔ اور بھی اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں جن میں سے رحم وکرم کے ساتھ عذاب وسزا کا بیان بھی ہے تا کہ بندہ خوف وامید کی حالت میں رہے۔ وہ وسعت وغنا والا ہے۔ وہ بہت بہتری والا ہے بڑے احسانوں' زبردست نعمتوں اور رحمتوں والا ہے۔ بندوں پر اس کے انعام' احسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس کا شکر ادا کر سکے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک نعمت کا بھی پورا شکر کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس جیسا کوئی نہیں اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش کرنے والا ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا سزا دے گا۔ اور بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص آ کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں نے کسی کو قتل کر دیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے شروع سورت

---

[1] [صحیح ترمذی : كتاب الجهاد : باب ما جاء في الشعار (١٦٨٢) ابو داؤد : كتاب الجهاد : باب في الرجل ينادي بالشعار (٢٥٩٧) حاكم (١٠٧/٢)] امام حاکم" اور امام ذہبی" اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی" نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی]

[2] [سورة الحجر: آیت ٤٩۔٥٠]

کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا ناامید نہ ہو اور نیک عمل کئے جا۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور تھا ذرا ایسا ہی آدمی ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا اس نے بکثرت شراب پینا شروع کر دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے ساتھ کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا' توبہ کو قبول کرنے والا' سخت عذاب' والا بڑے احسان والا ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنے بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے جب اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ شیطان کے مددگار نہ بنو۔ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفے کے گرد و نواح میں تھا میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس سورہ مومن کی تلاوت کرنے لگا میں ابھی ﴿اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ﴾ تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں مجھ سے کہا جب ﴿غَافِرِ الذَّنۡبِ﴾ پڑھو تو کہو ﴿یَا غَافِرَ الذَّنۡبِ اِغۡفِرۡلِیۡ ذَنۡبِیۡ﴾ اور جب ﴿قَابِلِ التَّوۡبِ﴾ پڑھو تو کہو ﴿یَا قَابِلَ التَّوۡبِ اِقۡبَلۡ تَوۡبَتِیۡ﴾ اور جب ﴿شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ﴾ تو کہو ﴿یَا شَدِیۡدَ الۡعِقَابِ لَا تُعَاقِبۡنِیۡ﴾ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا فارغ ہو کر میں دروازے پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے جس پر یمنی چادریں تھیں انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور اس میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ واللّٰہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

مَا یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَلَا یَغۡرُرۡکَ تَقَلُّبُهُمۡ فِی الۡبِلَادِ ﴿۴﴾ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۪ وَ هَمَّتۡ کُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِیَاۡخُذُوۡهُ وَ جٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ ۟ فَکَیۡفَ کَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَ کَذٰلِکَ حَقَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۘ﴿۶﴾

اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کافر ہیں پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے ○

قوم نوح نے اور ان کے بعد کی دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا تھا' اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور بیہودہ شبہات نکال کر ان سے حق بگاڑنا چاہا پس میں نے انہیں پکڑ لیا سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی ○ اور اسی طرح تیرے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں ○

ظہورِ حق کے بعد بھی انبیاء کی تکذیب کفار کی عادت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق کے ظاہر ہو چکنے کے بعد اسے نہ ماننا اور اس میں نقصانات پیدا کرنے کی کوشش کرنا کافروں کا ہی کام ہے۔ یہ لوگ اگر مال دار اور ذی عزت ہوں تو تو کسی دھوکے میں نہ پڑ جانا کہ اگر یہ اللہ کے نزدیک برے ہوتے تو اللہ انہیں اپنی یہ نعمتیں کیوں عطا فرماتا؟ جیسے اور جگہ ہے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے یہ تو کچھ یونہی سا فائدہ ہے آخری انجام تو ان کا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔[1] ایک اور آیت میں ارشاد ہے ہم انہیں بہت کم فائدہ دے رہے ہیں بالآخر انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔[2] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے کہ لوگوں کی تکذیب کی وجہ سے گھبرائیں نہیں۔ اپنے سے اگلے انبیاء علیہم السلام کے حالات کو دیکھیں کہ انہیں بھی جھٹلایا گیا اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی بہت کم تعداد تھی' حضرت نوح علیہ السلام جو بنی آدم میں سب سے پہلے رسول ہو کر آئے جب کہ لوگوں میں اول اول بت پرستی شروع ہوئی تو ان لوگوں نے انہیں بھی جھٹلایا اور ان کے بعد بھی جتنے انبیاء علیہم السلام آئے انہیں ان کی امت جھٹلاتی رہی بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا۔ اور بعض بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ اور اپنے شبہات سے اور باطل سے حق کو حقیر کرنا چاہا۔

طبرانی میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے باطل کی مدد کی تاکہ حق کو کمزور کرے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہیں[3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان باطل والوں کو پکڑ لیا۔ اور ان کے زبردست گناہوں اور بدترین سرکشیوں کی بنا پر انہیں ہلاک کر دیا۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ میرے عذاب ان پر کیسے کچھ ہوئے؟ یعنی بہت سخت نہایت تکلیف دہ اور الم ناک' جس طرح ان پر ان کے اس ناپاک عمل کی وجہ سے میرے عذاب اتر پڑے اسی طرح اب اس امت میں سے جو اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں ان پر بھی میرے ایسے ہی عذاب نازل ہونے والے ہیں۔ یہ گو نبیوں کو سچا مانیں لیکن جب تک تیری نبوت کے قائل نہ ہوں ان کی سچائی مردود ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ١٩٦-١٩٧]

[2] [سورۃ لقمان: آیت ٢٤]

[3] [طبرانی کبیر (١١/١٧٢) مستدرك حاكم (٤/١٠٠) ابو نعیم فی الحلیة (٥/٢٤٨)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حنش ضعیف اور سلیمان تیمی مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (٤/٢٠٥)] امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں حنش راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (١٠٢٠)]

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ع

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں' کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے ○ اے ہمارے رب تو انہیں ہیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی ان سب کو جو نیک عمل ہیں' یقیناً تو تو غالب و باحکمت ہے ○ انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ' حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تو نے رحمت کر دی' بہت بڑی مطلب یابی تو یہی ہے ○

فرشتے اللہ کی تسبیح میں مصروف: عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور اس کے آس پاس کے تمام بہترین بزرگ فرشتے ایک طرف تو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تمام عیوب اور کل کمیوں اور برائیوں سے اسے دور بتاتے ہیں' دوسری جانب اسے تمام ستائشوں اور تعریفوں کے قابل مان کر اس کی حمد بجا لاتے ہیں۔ غرض جو اللہ میں نہیں اس کا انکار کرتے ہیں اور جو صفتیں اس میں ہیں انہیں ثابت کرتے ہیں۔ اس پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ اسی سے پستی اور عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور کل ایمان دار مردوں عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ زمین والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اسے دیکھے بغیر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے ان کے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لئے مقرر کر دیئے جو ان کے بن دیکھے ہر وقت ان کی تقصیروں کی معافی طلب کیا کرتے ہیں' صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیر حاضری میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تجھے بھی یہی دے جو تو اس مسلمان کے لئے اللہ سے مانگ رہا ہے۔[1] مسند احمد میں ہے کہ امیہ بن صلت کے بعض اشعار کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کی جیسے یہ شعر ہے

زُحَلٌ وَّثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِيْنِهٖ ۔۔۔ وَالنَّسْرُ لِلْاُخْرٰى وَلَيْثٌ مُّرْصَدٗ

یعنی حاملان عرش چار فرشتے ہیں دو ایک طرف دو دوسری طرف۔ آپ نے فرمایا سچ ہے پھر اس نے کہا

وَالشَّمْسُ تَطْلُعُ كُلَّ اٰخِرِ لَيْلَةٍ ۔۔۔ حَمْرَآءَ يُصْبِحُ لَوْنُهَا يَتَوَرَّدٗ

تَاْبٰى فَمَا تَطْلُعُ لَنَا فِيْ رِسْلِهَا ۔۔۔ اِلَّا مُعَذَّبَةً وَّاِلَّا تُجْلَدٗ

---

[1] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الذكر والدعا: باب فضل الدعا للمسلمين بظهر الغيب (٢٧٣٢)]

یعنی سورج سرخ رنگ طلوع ہوتا ہے پھر گلابی ہو جاتا ہے' اپنی ہیئت میں کبھی صاف ظاہر نہیں ہوتا بلکہ روکھا پھیکا ہی رہتا ہے' آپ نے فرمایا سچ ہے۔① اس کی سند بہت پختہ ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حاملان عرش چار فرشتے ہیں' ہاں قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾② ہاں اس آیت کے مطلب اور اس حدیث کے استدلال میں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ ابو داؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ بطحا میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ایک ابر کو گزرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ اس کا کیا نام ہے؟۔ انہوں نے کہا سحاب۔ آپ نے فرمایا اور اسے مزن بھی کہتے ہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا عنان بھی؟ عرض کیا ہاں۔ پوچھا جانتے ہو آسمان وزمین میں کس قدر فاصلہ ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں' فرمایا اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا راستہ پھر اس کے اوپر کا آسمان بھی پہلے آسمان سے اتنے ہی فاصلے پر اسی طرح ساتوں آسمان پر ایک سمندر ہے جس کی اتنی ہی گہرائی ہے پھر اس پر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت کے ہیں جن کے کھر سے گھٹنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے جس کی اونچائی بھی اسی قدر ہے۔ پھر اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔③ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش اللہ اس وقت آٹھ فرشتوں کے اوپر ہے۔ حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ حاملان عرش آٹھ ہیں جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ﴾ یعنی اے میرے باری تعالیٰ تیری پاک ذات ہی کے لئے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بردباری اور علم کرتا ہے۔ اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ﴾ یعنی اے اللہ باوجود قدرت کے تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اسی لئے مومنوں کے استغفار میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تیری رحمت وعلم نے ہر چیز کو اپنی وسعت وکشادگی میں لے لیا ہے۔

بنی آدم کے تمام گناہ ان کی کل خطاؤں پر تیری رحمت چھائے ہوئے ہے' اسی طرح تیرا علم بھی ان کے جملہ اقوال وافعال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ان کی کل حرکات وسکنات سے تو بخوبی واقف ہے۔ پس تو ان کے

---

① [ضعیف : مسند احمد (١/٢٥٦) طبرانی کبیر (١١٥٩١) مسند ابو یعلی (٢٤٨٢) ابن ابی عاصم فی السنة (٥٧٩) بیهقی فی الاسماء والصفات (٢/٧٧١) مجمع الزوائد (٨/١٣٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٣١٤)]

② [سورة الحاقة: آیت ١٧]

③ [ضعیف : ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی الجهمیة (٤٧٢٣) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (١٩٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الحاقة (٣٣٢٠)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود ، ضعیف ترمذی]

برے لوگوں کو جب وہ توبہ کریں اور تیری طرف جھکیں اور گناہوں سے باز آ جائیں اور تیرے احکام کی تعمیل کریں نیکیاں کریں بدیاں چھوڑ دیں بخش دے' اور انہیں جہنم کے دردناک گھبراہٹ والے عذابوں سے نجات دے۔ انہیں مع ان کے والدین بیویوں اور بچوں کے جنت میں لے جا تاکہ ان کی آنکھیں ہر طرح ٹھنڈی رہیں۔ گو ان کے اعمال ان جتنے نہ ہوں تاہم تو ان کے درجات بڑھا کر اونچے درجے میں پہنچا دے۔ جیسے باری تعالیٰ عزاسمہ' کا فرمان عالی شان ہے' ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ [1] الخ یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور ان کے ایمان کی اتباع ان کی اولاد بھی کرے ہم ان کی اولاد کو بھی ان سے ملا دینگے اور ان کا کوئی عمل کم نہ کریں گے۔ درجے میں سب کو برابری دیں گے۔ تاکہ دونوں جانب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور پھر یہ نہ کرینگے کہ درجوں میں بڑھے ہوؤں کو نیچا کر دیں نہیں بلکہ نیچے والوں کو صرف اپنی رحمت واحسان کے ساتھ اونچا کر دیں گے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مومن جنت میں جا کر پوچھے گا کہ میرا باپ' میرے بھائی اور میری اولاد کہاں ہے؟ جواب ملے گا کہ ان کی نیکیاں اتنی نہ تھیں کہ وہ اس درجے میں پہنچتے' یہ کہے گا میں نے اپنے لئے اور ان سب کے لئے عمل کئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دے گا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ﴾ الخ' کی تلاوت فرمائی۔ حضرت مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ایمانداروں کی خیر خواہی فرشتے بھی کرتے ہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور شیاطین ان کی بدخواہی کرتے ہیں۔ تو ایسا غالب ہے جس پر کوئی غالب نہیں جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو تو چاہتا ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے اقوال وافعال شریعت وتقدیر میں حکمت والا ہے' تو انہیں برائیوں کے کرنے سے دنیا میں اور ان کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ رکھ' قیامت کے دن رحمت والا وہی شمار ہو سکتا ہے جسے تو اپنی سزا سے اور اپنے عذاب سے بچا لے حقیقتاً بڑی کامیابی پوری مقصدوری اور ظفریابی یہی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۚ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں یہ آواز دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کا تم سے بیزار ہونا تھا بہت زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوتے ہو اپنے جی سے جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر کفر کرنے لگتے تھے○ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے

---

[1] سورۃ الطور: آیت ۲۱

ہمیں دوبارہ مار ڈالا اور دوبار ہی جلایا اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟○ یہ عذاب تمہیں اس لئے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے پس اب فرمان وحکومت اللہ بلند و بزرگ ہی کی ہے○ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے روزی اتارتا ہے نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو جھکتے رہتے ہیں○ تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لئے دین کو خالص کر کے گو کافر برا مانیں○

کفار کی دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش: قیامت کے دن جب کہ کافر آگ کے کنوؤں میں ہوں گے اور اللہ کے عذابوں کو چکھ چکے ہوں گے اور تمام ہونے والے عذاب نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت خود اپنے نفس کے دشمن بن جائیں گے اور بہت سخت دشمن ہو جائیں گے۔ کیونکہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم واصل ہوں گے۔ اس وقت فرشتے ان سے بآواز بلند کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر تم آج اپنے آپ کو کہہ رہے ہو اس سے بہت زیادہ برے اللہ کے نزدیک تم دنیا میں تھے جب کہ تمہیں اسلام وایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔ اس کے بعد کی آیت ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [1] کے ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ دنیا میں مار ڈالے گئے پھر قبروں میں زندہ کئے گئے اور سوال جواب کے بعد مار ڈالے گئے پھر قیامت کے دن زندہ کر دیئے گئے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے روز میثاق کو زندہ کئے گئے پھر ماں کے پیٹ میں روح پھونکی گئی پھر موت آئی پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ لیکن یہ دونوں قول ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس طرح تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں اور آیت میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے صحیح قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ (یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی ایک زندگی اور قیامت کی دوسری زندگی پیدائش دنیا سے پہلے کی موت اور دنیا سے رخصت ہونے کی موت یہ دو موتیں اور دو زندگیاں مراد ہیں)۔

مقصود یہ ہے کہ اس دن کفار اللہ تعالیٰ سے قیامت کے میدان میں آرزو کریں گے کہ اب انہیں دنیا میں ایک مرتبہ اور بھیج دیا جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [2] الخ تو دیکھے گا گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا اب تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو نیکیاں کریں گے اور ایمان لائیں گے۔ لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہ فرمائی جائے گی۔ پھر جب عذاب وسزا کو جہنم اور اس کی آگ کو دیکھیں گے اور جہنم کے کنارے پہنچا دیئے جائیں گے تو دوبارہ یہی درخواست کریں گے اور پہلی دفعہ سے زیادہ زور دے کر کہیں گے جیسے ارشاد ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ [3] یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب کہ وہ جہنم کے پاس ٹھہرا دیئے گئے ہوں گے کہیں گے کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے۔ اور باایمان ہوتے بلکہ ان کے لئے وہ ظاہر ہو گیا جو اس سے پہلے وہ چھپا رہے تھے۔ اور بالفرض یہ

---

[1] [البقرہ : ۲۸] [2] [السجدہ : ۱۲] [3] [الانعام : ۲۷-۲۸]

واپس لوٹائے بھی جائیں تو بھی دوبارہ یہ وہی کرنے لگیں گے جس سے منع کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں ہی جھوٹے۔ اس کے بعد جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عذاب شروع ہو جائیں گے اس وقت اور زیادہ زوردار الفاظ میں یہی آرزو کریں گے وہاں چیختے چلاتے ہوئے کہیں گے ﴿رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا﴾[1] الخ، اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے ہم نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے خلاف جواب تک کرتے رہے جواب ملے گا کہ کیا ہم نے انہیں اتنی عمر اور مہلت نہ دی تھی کہ اگر یہ نصیحت حاصل کرنے والے ہوتے تو یقیناً کر سکتے ؟۔ بلکہ تمہارے پاس ہم نے آگاہ کرنے والے بھی بھیج دیئے تھے اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ کہیں گے کہ اللہ ہمیں یہاں سے نکال دے اگر ہم پھر وہی کریں تو یقیناً ہم ظالم ٹھہریں گے۔ اللہ فرمائے گا دور ہو جاؤ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔[2] اس آیت میں ان لوگوں نے اپنے سوال سے پہلے ایک مقدمہ قائم کر کے سوال میں ایک گونہ لطافت کر دی ہے' اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا۔ پھر تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے یقیناً ہم نے اپنی جان پر ظلم و زیادتی کی اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے۔ یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے اب اگر ہم وہی کام کریں گے تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کئے گئے۔ تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لئے ہیں تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کے خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں اللہ واحد کا ذکر آیا وہیں تمہارے دل میں کفر سمایا۔ ہاں اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین و ایمان آ جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے تو پھر بھی یہی کرو گے۔ پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل و انصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے جس پر چاہے رحم کرے جسے چاہے عذاب کرے اس کے حکم و عدل میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ اللہ اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ زمین و آسمان میں اس کی توحید کی بیشمار نشانیاں موجود ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا خالق' سب کا مالک' سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں حالانکہ پانی ایک زمین ایک۔ لہٰذا اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عبرت و نصیحت' فکر و غور کی توفیق ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت و رجوع کرنے والے ہوں' اب تم دعا اور عبادت خلوص کے ساتھ صرف اللہ واحد کی کیا کرو۔ مشرکین کے مذہب و مسلک سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر فرض نماز کے سلام کے بعد یہ پڑھتے تھے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

---

[1] [سورہ فاطر : آیت ۳۷]   [2] [سورة المؤمنون : آیت ۱۰۷-۱۰۸]

لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہر نماز کے بعد انہیں پڑھا کرتے تھے[1] (مسند احمد) یہ حدیث مسلم ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔[2] ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو اور قبولیت کا یقین کامل رکھو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور دوسری طرف کے مشغول دل کی دعا نہیں سنتا۔[3]

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ
يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

بلند درجوں والا مالک عرش کا وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرادے ○ جس دن سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی ○ آج ہر نفس کو اس کی کرنی کا پھل دیا جائے گا آج کسی قسم کا ظلم نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر چکنے والا ہے ○

اللہ کی کبریائی وعظمت: اللہ تعالیٰ اپنی کبرائی اور عظمت اور اپنے عرش کی بڑائی اور وسعت بیان فرماتا ہے۔ جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾[4] الخ یعنی وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے۔ کہ فرشتے اور روح اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس بات کا بیان انشاء اللہ آگے آئے گا کہ یہ دوری ساتویں زمین سے لے کر عرش تک کی ہے جیسے کہ سلف وخلف کی ایک جماعت کا قول ہے اور یہی راجح بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس ہزار سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس سے پہلے اس حدیث میں جس میں فرشتوں کا عرش اٹھانا بیان ہوا ہے یہ بھی گزر چکا ہے ساتوں آسمانوں سے بھی وہ بہت بلند اور بہت اونچا ہے۔ وہ جس پر

---

① [صحيح : مسند احمد (٤/٤)]

② [صحيح : صحيح مسلم : كتاب المساجد : باب استحباب الذكر بعد الصلوٰة (٥٩٤) نسائي : كتاب السهو : باب التهليل بعد التسليم (١٣٣٨)]

③ [حسن : ترمذي: كتاب الدعوات (٣٤٧٩)] شیخ البانی اسے حسن کہتے ہیں۔[صحيح ترمذي ، السلسلة الصحيحة (٥٩٦)]

④ [المعارج : ٣]

چاہے وحی بھیجے۔ جیسے ﴿یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ﴾ [1] الخ' وہ فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [2] الخ' یہ قرآن تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے جسے معتبر فرشتے نے تیرے دل پر اتارا ہے۔ تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے۔ یہاں بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے۔ جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ جس میں حضرت آدم علیہ السلام خود اور ان کی اولاد میں سے سب سے آخری بچہ ایک دوسرے سے مل لے گا۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندے اللہ سے ملیں گے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے آپس میں ملاقات کریں گے۔ خالق و مخلوق' ظالم و مظلوم ملیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے ملاقات کرے گا۔ بلکہ عامل اور اس کا عمل بھی ملے گا۔ آج سب اللہ کے سامنے ہوں گے۔ بالکل ظاہر باہر ہوں گے' چھپنے کی تو کہاں سائے کی جگہ بھی کوئی نہ ہوگی۔ سب اس کے آمنے سامنے موجود ہوں گے۔ اس دن خود اللہ فرمائے گا کہ آج بادشاہت کس کی ہے؟ کون ہوگا جو جواب تک دے؟ پھر خود ہی جواب دے گا کہ اللہ اکیلے کی جو ہمیشہ واحد ہے اور سب پر غالب و حکمراں ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں' میں جبار ہوں متکبر ہوں۔ زمین کے بادشاہ اور جبار اور متکبر لوگ آج کہاں ہیں؟ [3] صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل جب تمام مخلوق کی روح قبض کر لے گا۔ اور اس وحدہ لا شریک لہ کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا۔ یعنی اس کا جو واحد ہے اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے۔ جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! قیامت آ گئی جسے مردے زندے سب سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائے گا اور کہے گا آج کس کے لئے ملک ہے صرف اللہ اکیلے غلبہ والے کے لئے' پھر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ ذرا سا بھی ظلم اس دن نہ ہوگا بلکہ نیکیاں دس دس گنی کر کے ملیں گی اور برائیاں اتنی ہی رکھی جائیں گی۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کر لیا ہے پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں۔ جن پر میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے۔ اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ [4] پھر اپنے جلد حساب لینے کو بیان فرمایا کہ ساری مخلوق سے حساب لینا اس پر ایسا ہے

---

[1] [النحل : ٢]　　[2] [الشعراء : ١٩٢-١٩٤]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صفة القیامة والجنة والنار (٢٧٨٨)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٧٧) مسند احمد (١٦٠/٥)]

جیسے ایک شخص کا حساب لینا جیسے ارشاد باری ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ① یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد زندہ کر دینا میرے نزدیک ایک شخص کے پیدا کر دینے اور زندہ کر دینے کی مانند ہے۔ اور آیت میں ہے اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ ② یعنی ہمارے حکم کے ساتھ ہی کام ہو جاتا ہے اتنی دیر میں جیسے کسی نے آنکھ بند کر کے کھول لی۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴿١٩﴾ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢٠﴾ ع

انہیں بہت ہی قریب آنے والی قیامت سے آگاہ کر دے جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے ○ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے ○ اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا' اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے' بیشک اللہ تعالیٰ خوب سنتا خوب دیکھتا ہے ○

قیامت کے دن سے ڈراؤ: ﴿أزفه﴾ قیامت کا ایک نام ہے۔ اس لئے وہ بہت ہی قریب ہے جیسے فرمان ہے ﴿أَزِفَتِ الْآزِفَةُ﴾ ③ الخ' یعنی قریب آنے والی قریب ہو چکی ہے' جس کا کھولنے والا بجز اللہ کے کوئی نہیں اور جگہ ارشاد ہے ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ④ الخ' قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور فرمان ہے ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ⑤ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور فرمان ہے ﴿أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ﴾ ⑥ اللہ کا امر آ چکا اس میں جلدی نہ کرو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ⑦ جب اسے قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

الغرض اسی نزدیکی کی وجہ سے قیامت کا نام ﴿أزفه﴾ ہے۔ اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔ وہ خوف وہراس ہوگا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا۔ سب پر غضب کا سناٹا ہوگا۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہیں نکلے گی۔ کیا مجال ہے کہ بے اجازت کوئی لب ہلا سکے؟ سب رو رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا آج کوئی دوست غمگسار نہ ہوگا جو انہیں کام آئے۔ نہ شفیع اور سفارشی ہوگا جو ان کی شفاعت کے لئے زبان ہلائے۔ بلکہ ہر بھلائی کے اسباب کٹ چکے ہوں گے' اس اللہ کا علم محیط کل ہے۔ تمام چھوٹی بڑی' چھپی کھلی' باریک موٹی اس پر یکساں ظاہر باہر ہیں' اتنے بڑے علم والے سے جس

① [سورۃ لقمان: آیت ٢٨]
② [سورۃ القمر: آیت ٥٠]
③ [النجم : ٥٧-٥٨]
④ [القمر : ١]
⑤ [الانبیاء : ١]
⑥ [النحل : ١]
⑦ [الملک : ٢٧]

سے کوئی چیز مخفی نہ ہو ہر شخص کو ڈرنا چاہئے اور کسی وقت یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں۔ بلکہ ہر وقت یہ یقین کر کے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کا علم میرے ساتھ ہے اس کا لحاظ کرتا رہے اور اس کے روکے ہوئے کاموں سے رکا رہے۔ آنکھ جو خیانت کے لئے اٹھتی ہے گو بظاہر وہ امانت ظاہر کرے۔ لیکن رب علیم پر وہ مخفی نہیں سینے کے جس گوشے میں جو خیال چھپا ہوا ہو اور دل میں جو بات پوشیدہ اٹھتی ہو اس کا اسے علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت سے مراد وہ شخص ہے جو مثلاً کسی گھر میں گیا وہاں کوئی خوبصورت عورت ہے یا وہ آ جا رہی ہے یا تو کنکھیوں سے اسے دیکھتا ہے جہاں کسی کی نظریں پڑیں تو نگاہ پھیر لی اور جب موقعہ پایا آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا پس خائن آنکھ کی خیانت کو اور اس کے دل کے راز کو اللہ علیم خوب جانتا ہے کہ اس کے دل میں تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو پوشیدہ عضو بھی دیکھ لے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آنکھ مارنا اشارے کرنا اور بن دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی یا دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی بتاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ نگاہ جس نیت سے ڈالی جائے اللہ پر روشن ہے۔ پھر سینے میں چھپا ہوا خیال کہ اگر موقعہ ملے اور بس ہو تو آیا یہ بدکاری سے باز رہے گا یا نہیں یہ بھی وہ جانتا ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دلوں کے وسوسوں سے وہ آگاہ ہے' وہ عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی دے اور برائی کی سزا بری دے۔ وہ سننے دیکھنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ وہ بروں کو ان کی کرنی کی سزا اور بھلوں کو ان کی بھلائی کی جزا عنایت فرمائے گا۔ جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں خواہ وہ بت اور تصویریں ہوں خواہ اور کچھ وہ چونکہ کسی چیز کے مالک نہیں ان کی حکومت ہی نہیں تو حکم اور فیصلے کریں گے ہی کیا؟ اللہ اپنی مخلوق کے اقوال کو سنتا ہے۔ ان کے احوال کو دیکھ رہا ہے جسے چاہے راہ دکھاتا ہے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اس کا اس میں بھی سراسر عدل وانصاف ہے۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت وطاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذابوں سے بچا لیتا ○ یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزے لے کر آتے تھے تو وہ انکار کر دیتے تھے پس اللہ انہیں پکڑ لیتا تھا' یقیناً وہ زبردست طاقت والا اور سخت عذابوں والا ہے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے

رسولوں کو جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر ادھر چل پھر کر نہیں کیا جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جثہ دار تھے۔ جن کے مکانات اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ جو ان سے زیادہ باتمکنت تھے۔ ان سے بڑی عمروں والے تھے' جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ان پر آیا۔ تو نہ کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس بچنے کی کوئی صورت نکلی' اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اور کفار کے لئے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا' سخت پکڑ والا' شدید عذاب والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے نجات دے۔ (آمین)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع ۸

ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا○ فرعون' ہامان اور قارون کی طرف تو کہنے لگے یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے○ جب ان کے پاس موسیٰ ہماری طرف سے دین حق لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں ان کے لڑکوں کو تو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو' کافروں کی جو حیلہ سازی ہے وہ غلطی میں ہی ہے○ فرعون کہنے لگا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں اسے چاہئے کہ یہ اپنے رب کو پکارے' مجھے تو ڈر ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں کوئی بہت بڑا فساد برپا نہ کر دے○ موسیٰ نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا○

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا: اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے سابقہ رسولوں کے قصے بیان فرماتا ہے۔ کہ جس طرح انجام کار فتح وظفر ان کے ساتھ رہی اسی طرح آپ بھی ان کفار سے کوئی اندیشہ نہ کیجئے۔ میری مدد آپ کے ساتھ ہے۔ انجام کار آپ ہی کی بہتری اور برتری ہوگی جیسے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ ہم نے انہیں دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا' قبطیوں کے بادشاہ فرعون کی طرف جو مصر کا سلطان تھا اور ہامان کی طرف جو اس کا وزیر اعظم تھا۔ اور قارون کی طرف جو اس کی زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند تھا اور تاجروں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ ان بدنصیبوں نے اللہ کے اس زبردست رسول کو جھٹلایا اور ان کی توہین کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔ یہی جواب سابقہ امتوں کے بھی انبیاء علیہم السلام کو دیتے رہے۔

جیسے ارشاد ہے ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ﴾ [1] الخ اسی طرح ان سے پہلے بھی جتنے رسول آئے سب سے ان کی قوم نے یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا انہوں نے اس پر کوئی متفقہ تجویز کر رکھی ہے؟ نہیں بلکہ دراصل یہ سب سرکش لوگ ہیں' جب ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق لائے اور انہوں نے اللہ کے رسول کو ستانا اور دکھ دینا شروع کیا' اور فرعون نے حکم جاری کر دیا اس رسول علیہ السلام پر جو ایمان لائے ہیں ان کے ہاں جو لڑکے ہیں انہیں قتل کر دو جو لڑکیاں ہیں انہیں زندہ چھوڑ دو' اس سے پہلے بھی وہ یہی حکم جاری کر چکا تھا۔ اس لئے کہ اسے خوف تھا کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہو جائیں یا اس لئے کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم کر دے اور انہیں کمزور اور بے طاقت بنا دے۔ اور ممکن ہے دونوں مصلحتیں سامنے ہوں اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور یہ پست و ذلیل رہیں بلکہ انہیں خیال ہو کہ ہماری اس مصیبت کا باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔ آپ نے جواب دیا تم جلدی نہ کرو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ فرعون کا یہ حکم دوبارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کا فریب اور ان کی یہ پالیسی کہ بنی اسرائیل فنا ہو جائیں بے فائدہ اور فضول تھی۔ فرعون کا ایک بدترین قصد بیان ہو رہا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور اپنی قوم سے کہا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا وہ اگرچہ اپنے اللہ کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا تمہاری عادت و رسومات کو تم سے چھڑا دے گا۔ اور زمین میں ایک فساد پھیلا دے گا۔ اس لئے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ((صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا)) یعنی فرعون بھی واعظ بن گیا۔ بعض قراءتوں میں بجائے ﴿اَنْ يُّظْهِرَ﴾ کے ﴿يَظْهَرُ﴾ ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کا یہ بدارادہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس کی اور جیسے لوگوں کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مخاطب لوگو! میں ہر اس شخص کی ایذا رسانی سے جو حق سے تکبر کرنے والا اور قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنے والا ہو' اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَنَدْرَاُبِكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ﴾ یعنی اے اللہ ان کی برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں۔ اور ہم تجھ پر ان کے مقابلے میں بھروسہ کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] [سورۃ الزاریات: آیت ۵۲۔۵۳]

[2] [صحیح :ابوداؤد : کتاب الوتر : باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما (۱۵۳۷) نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (۶۰۱) صحیح ابن حبان (۴۷۶۵) مسند احمد (۴/۴۱۴) مستدرک حاکم (۲/۱۴۲)] امام حاکم ؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾

ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا کہ تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی دلیلیں لے کر آیا ہے؟ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہو تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ کوئی نہ کوئی تو تم پر آ پڑے گا' اللہ تعالیٰ ان کی رہبری نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوں ○ اے میری قوم کے لوگو! آج تو بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون بولا میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتلا رہا ہوں ○

آل فرعون کا ایک مومن شخص: مشہور تو یہی ہے کہ یہ مومن قبطی تھے اور فرعون کے خاندان کے تھے۔ بلکہ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرعون کے یہ چچا زاد بھائی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی تھی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بلکہ جن لوگوں کا قول ہے کہ یہ مومن بھی اسرائیلی تھے۔ آپ نے ان کی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر یہ اسرائیلی ہوتے تو نہ فرعون اس طرح صبر سے نصیحت سنتا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادے سے باز آتا۔ بلکہ انہیں ایذا پہنچاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایمان دار تھا اور دوسرے فرعون کی بیوی ایمان لائی تھیں۔ تیسرا وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کا ہو رہا ہے۔ یہ اپنے ایمان کو چھپاتے رہتے تھے لیکن قتل موسیٰ علیہ السلام کی سن کر ضبط نہ ہو سکا۔ اور یہی درحقیقت سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انسان کلمہ حق کہہ دے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے[1] اور فرعون کے سامنے اس سے زیادہ بڑا کلمہ کوئی نہ تھا۔ پس وہ شخص بہت بلند مرتبے کے مجاہد تھے۔ جن کے مقابلے کا کوئی نظر نہیں آتا۔ البتہ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روایتوں سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ایک مرتبہ پوچھا کہ سب سے بڑی ایذا مشرکوں نے

---

[1] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الملاحم : باب الامر والنهی (٤٣٤٤) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (٤٠١١) ترمذی : کتاب الفتن : باب منه (٢١٧٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، صحیح ترمذی]

رسول اللہ ﷺ کو کیا پہنچائی ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! ایک روز حضور ﷺ کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کو پکڑ لیا۔ اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر گھسیٹنے لگا جس سے آپ کا گلا گھٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے اور اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور وہ تمہارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ قریشیوں کا مجمع جمع تھا جب آپ وہاں سے گزرے تو انہوں نے کہا کیا تو وہی ہے جو ہمیں ہمارے باپ دادوں کے معبودوں کی عبادت سے منع کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں ہی ہوں۔ اس پر وہ سب آپ کو چمٹ گئے اور کپڑے گھسیٹنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر چھڑایا اور پوری آیت ﴿اَتَقْتُلُوْنَ﴾ کی تلاوت کی۔ [2]

پس اس مومن نے بھی یہی کہا کہ اس کا قصور تو صرف اتنا ہی ہے کہ یہ اپنا رب اللہ کو بتاتا ہے اور جو کہتا ہے اس پر سند اور دلیل پیش کرتا ہے۔ اچھا مان لو بالفرض یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سزا دے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا دکھ دیا تو یقیناً تم پر عذاب اللہ برس پڑے گا جیسے کہ وہ کہہ رہا ہے۔ پس عقلاً لازم ہے کہ تم اسے چھوڑ دو جو اس کی مان رہیں مانیں تم کیوں اس کے درپے آزار ہو رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور قوم فرعون سے یہی چاہا تھا۔ جیسے کہ آیت ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ﴾ [3] سے ﴿فَاعْتَزِلُوْنِ﴾ تک ہے یعنی ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا ان کے پاس رسول کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سونپ دو۔ میں تمہاری طرف رب کا رسول امین ہوں۔ تم اللہ سے بغاوت نہ کرو۔ دیکھو میں تمہارے پاس کھلی دلیلیں اور زبردست معجزے لایا ہوں۔ تم مجھے سنگسار کر دو گے اس سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں' اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے چھوڑ دو' یہی جناب رسول آخر الزماں ﷺ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف مجھے پکارنے دو تم میری ایذا رسانی سے باز رہو۔ اور میری قرابت داری کو خیال کرتے ہوئے مجھے دکھ نہ دو۔ صلح حدیبیہ بھی دراصل یہی چیز تھی جو کھلی فتح کہلائی۔ وہ مومن کہتا ہے کہ سنو! مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ اللہ کی نصرت نہیں ہوتی۔ ان کے اقوال وافعال بہت جلد ان کی خباثت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ نبی اللہ اختلاف واضطراب سے پاک ہیں۔ صحیح سچی اور اچھی راہ پر ہیں۔ زبان کے سچے عمل کے پکے ہیں۔ اگر یہ حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوتے تو یہ راستی اور عمدگی ان میں ہرگز نہ ہوتی' پھر قوم کو نصیحت کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں بھائیو! تمہیں اللہ نے اس ملک کی سلطنت عطا فرمائی ہے۔ بڑی عزت دی ہے۔ تمہارا حکم جاری کر رکھا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے۔ اور اس کے رسولوں کو سچا ماننا چاہئے۔ یاد رکھو! اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب مناقب الانصار : باب مالقى النبي واصحابه (٣٨٥٦) مسند احمد (٢٠٤/٢)]

[2] [صحيح : نسائي في السنن الكبرى (١١٤٦٢)]

[3] [سورة الدخان: آيت ١٧-٢١]

طرف بری نظریں ڈالیں۔تو یقیناً عذاب اللہ تم پر آ جائے گا۔ بتاؤ اس وقت کسے لاؤ گے۔ جو تمہاری مدد پر کھڑا ہو اور اللہ کے عذاب کو روکے یا ٹالے؟ یہ لاؤ لشکر یہ جان و مال کچھ کام نہ آئیں گے۔فرعون سے اور تو کوئی معقول جواب بن نہ پڑا کھسیانہ بن کر قوم میں اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا جو میرا خیال ہے اور میرے ذہن میں ہے وہی تم پر ظاہر کر رہا ہے۔ حالانکہ دراصل یہ بھی اس کی خیانت تھی۔ وہ بھی جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ [1] یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان وزمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں۔ جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَجَحَدُوا بِهَا﴾ [2] الخ' یعنی انہوں نے باوجود دلی یقین کے ازراہ ظلم وزیادتی انکار کر دیا۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی سراسر غلط تھا کہ میں تمہیں حق کی سچائی کی اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہوں۔ اس میں وہ لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا اور رعیت کی خیانت کر رہا تھا۔ لیکن اس کی قوم اس کے دھوکے میں آ گئی اور فرعون کی بات مان لی۔ فرعون نے انہیں کسی بھلائی کی راہ پر نہ ڈالا۔ اس کا عمل ہی ٹھیک نہیں تھا۔ اور جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور انہیں صحیح راہ تک نہ پہنچنے دیا نہ پہنچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو امام اپنی رعایا سے خیانت کر رہا ہو وہ مر کر جنت کی خوشبو بھی نہیں پاتا۔ حالانکہ وہ خوشبو پانچ سو سال کی راہ پر آتی ہے۔ [3] واللّٰہ سبحانہ و تعالٰی الموافق للصواب۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُولًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿٣٤﴾ ۨ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتٰىهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾

اس مومن نے کہا اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آئے جو اور امتوں پر آیا○ جیسے امت نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا' اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا○ اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے○ جس دن تم پیٹھ پھیر کر لوٹو گے' تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا' اور جسے اللہ گمراہ

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ١٠٢] [2] [سورۃ النمل: آیت ١٤]

[3] [صحیح: القضاعی (٨٠٦) صحیح بخاری: کتاب الاحکام (١٧٥٠)]

کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں ○ اس سے پہلے تمہارے پاس حضرت یوسف دلیلیں لے کر آئے پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی دلیل میں شک شبہ ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم کہنے لگے ان کے بعد تو اللہ کسی رسول کو بھیجے گا ہی نہیں اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا شک شبہ کرنے والا ہو ○ جو بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی بیزاری کی چیز ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے ○

مومن شخص کی اپنی قوم کو نصیحت: اس مومن کی نصیحت کا آخری حصہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے فرمایا دیکھو اگر تم نے اللہ کے رسول کی نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں سابقہ قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب برس نہ پڑے۔ قوم نوح اور قوم عاد و ثمود کو دیکھ لو کہ پیغمبروں کی نہ ماننے کے وبال میں ان پر کیسے عذاب آئے؟ اور کوئی نہ تھا جو انہیں ٹالتا یا روکتا۔ اس میں اللہ کا کچھ ظلم نہ تھا اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے ان کے اپنے کرتوت تھے جو ان کے لئے وبال جان بن گئے مجھے تم پر قیامت کے دن کے عذاب کا بھی ڈر ہے۔ جو ہانک پکار کا دن ہے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ جب زمین میں زلزلہ آئے گا اور پھٹ جائے گی تو لوگ مارے گھبراہٹ کے ادھر ادھر پریشان حواس بھاگنے لگیں گے۔ اور ایک دوسرے کو آواز دیں گے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جہنم لائی جائے گی اور لوگ اسے دیکھ کر ڈر کر بھاگیں گے اور فرشتے انہیں میدان محشر کی طرف واپس لائیں گے۔ جیسے فرمان اللہ ہے ﴿وَالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا﴾ [1] یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ اور فرمان ہے ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا﴾ [2] الخ، یعنی اے انسانو! اور جنو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے بھاگ نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل بھاگو لیکن یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ حسن رحمہ اللہ اور ضحاک رحمہ اللہ کی قراءت میں ﴿يَوْمَ التَّنَادِّ﴾ دال کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ ماخوذ ہے ﴿نَدَّ الْبَعِيْرُ﴾ سے جب اونٹ چلا جائے اور سرکشی کرنے لگے تو یہ لفظ کہا جاتا ہے کہا گیا ہے کہ جس ترازو میں عمل تولے جائیں گے وہاں ایک فرشتہ ہوگا جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی وہ با آواز بلند پکار کر کہے گا لوگو! فلاں کا لڑکا فلاں سعادت والا ہوگیا اور آج کے بعد سے اس پر شقاوت کبھی نہیں آئے گی۔ اور جس کی نیکیاں گھٹ گئیں تو وہ فرشتہ آواز لگائے گا کہ فلاں بن فلاں بدنصیب ہوگیا۔ اور تباہ و برباد ہوگیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کو ﴿يَوْمَ التَّنَادِ﴾ اس لئے کہا گیا ہے کہ جنتی جنتیوں کو اور جہنمی جہنمیوں کو پکاریں گے اور اعمال کے ساتھ پکاریں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ جنتی دوزخیوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچ پایا۔ تم بتاؤ کہ کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے ہاں۔ اسی طرح جہنمی جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی ہی چھوا دو یا وہ کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنتی جواب دیں گے کہ یہاں کے کھانے پینے کو

---

[1] [سورة الحاقة: آیت ١٧] [2] [سورة الرحمٰن: آیت ٣٣]

اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے اسی طرح سورۂ اعراف میں یہ بھی بیان ہے کہ اعراف والے دوزخیوں اور جنتیوں کو پکاریں گے۔ بغوی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ہیں اور ان سب وجوہ کی بنا پر قیامت کا نام ﴿یَوْمَ التَّنَادِ﴾ ہے۔ یہی قول بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم

اس دن لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ٹھہرنے کی جگہ یہی ہے اس دن کوئی نہ ہو گا جو بچا سکے اور اللہ کے عذاب سے چھڑا سکے بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی قادر مطلق نہیں وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا' پھر فرماتا ہے کہ اس سے پہلے اہل مصر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے پیغمبر بن کر آئے تھے۔ آپ کی بعثت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی' عزیز مصر بھی آپ ہی تھے۔ اور اپنی امت کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن قوم نے ان کی اطاعت نہ کی' ہاں بوجہ دنیوی جاہ کے اور وزارت کے تو انہیں ماتحتی کرنی پڑتی تھی۔ پس فرماتا ہے کہ تم ان کی نبوت کی طرف سے بھی شک میں ہی رہے۔ آخر جب ان کا انتقال ہو گیا تو تم بالکل مایوس ہو گئے اور امید کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنا کر بھیجے گا ہی نہیں۔ یہ تھا ان کا کفر اور ان کی تکذیب اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے جو بے جا کام کرنے والا' حد سے گزر جانے والا اور شک شبہ میں مبتلا رہنے والا ہو یعنی جو تمہارا حال ہے یہی ان سب کے کام اسراف والے ہوں جن کے دل شک و شبہ والے ہوں۔ جو لوگ حق کو باطل سے ہٹاتے ہیں اور بغیر دلیل کے دلیلوں کو ٹالتے ہیں اس پر اللہ ان سے ناخوش ہے۔ اور سخت تر ناراض ہے ان کے یہ افعال جہاں اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں وہاں ایمان داروں کی بھی ناخوشی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایسی بے ہودہ صفتیں ہوتی ہیں ان کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے جس کے بعد انہیں نہ اچھائی اچھی معلوم ہوتی ہے نہ برائی بری لگتی ہے۔ ہر وہ شخص جو حق سے سرکشی کرنے والا ہو اور تکبر و غرور والا ہو۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبار وہ شخص ہے جو دو انسانوں کو قتل کر ڈالے۔ ابو عمران جونی اور قتادہ رحمہما اللہ کا فرمان ہے کہ جو بغیر حق کے کسی کو قتل کرے وہ جبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ
فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ
عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

ع

فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لئے ایک بالاخانہ بنا کیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں ○ اور موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کو جھانک لوں مجھے تو کامل یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے' ٹھیک اسی طرح فرعون کی بدکرداریاں اسے بھلی دکھائی گئیں اور راہ سے روک دیا گیا' فرعون کی ہر حیلہ سازی تباہی میں ہی رہی ○

فرعون کا تکبر: فرعون کی سرکشی اور تکبر بیان ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک

بلند و بالا محل تعمیر کرا۔ اینٹوں اور چونے کی پختہ اور بہت اونچی عمارت بنا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اس نے کہا اے ہامان! اینٹیں پکا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت بنا۔[1] حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قبر کو پختہ بنانا اور اسے چونے گچ کرنا سلف صالحین مکروہ جانتے تھے۔ (ابن ابی حاتم) فرعون کہتا ہے کہ یہ محل میں اس لئے بنوا رہا ہوں کہ آسمان کے دروازوں اور آسمان کے راستوں تک میں پہنچ جاؤں' اور موسیٰ کے اللہ کو دیکھ لوں گو میں جانتا ہوں کہ موسیٰ ہے جھوٹا۔ وہ جو کہہ رہا ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔

دراصل فرعون کا یہ ایک مکر تھا اور وہ اپنی رعیت پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے موسیٰ علیہ السلام کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ غلط گو مفتری اور کذاب ہے۔ فرعون راہ اللہ سے روک دیا گیا۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی۔ اور جو کام وہ کرتا ہے وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ خسارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾

اس ایمان دار شخص نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم! سب میری پیروی کرو۔ میں نیک راہ کی طرف تمہاری رہبری کروں گا ○ اے میرے گروہ کے لوگو حیات دنیا متاع فانی ہے یقین مانو کہ قرار اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے ○ جس نے گناہ کیا ہے اسے تو برابر برابر کا بدلہ ہی ہے' اور جس نے نیکی کی ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت اور ہو ایمان دار تو یہ لوگ وہ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے ○

آل فرعون کے مومن کی ایک اور نصیحت: فرعون کی قوم کا مومن مرد جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اپنی قوم کے سرکشوں خود پسندوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری مانو میری راہ چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ یہ اپنے قول میں فرعون کی طرح کاذب نہ تھا۔ وہ تو اپنی قوم کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا' پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کہتا ہے کہ دنیا ایک ڈھل جانے والا سایہ اور فنا ہو جانے والا فائدہ ہے۔ لازوال اور قرار ہمیشگی والی جگہ تو اس کے بعد آنے والی آخرت ہے۔ جہاں کی رحمت رحمت ابدی اور غیر فانی ہے' جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنے والا چاہے مرد ہو۔ چاہے عورت ہو۔ ہاں یہ شرط ہے کہ ہو باایمان۔ اسے اس نیکی کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد و حساب ہوگا۔

---

[1] [سورة القصص: آیت ۳۸]

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو○ تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں؟ اور اس کے ساتھ اسے شریک کروں جس کا کوئی علم مجھے نہیں؟ اور میں تمہیں غالب بخشنے والے اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں○ یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ تو نہ دنیا میں پکارنے کے قابل ہے نہ آخرت میں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور حد سے گزر جانے والے یقیناً اہل دوزخ ہیں○ پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے میں اپنا معاملہ سپرد رب کرتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے○ پس اسے اللہ تعالیٰ نے ان تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا○ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی فرمان ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو○

قبر میں عذاب کی ایک دلیل: قوم فرعون کا مومن مرد اپنا وعظ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کے رسول علیہ السلام کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اور تم مجھے کفر و شرک کی طرف بلا رہے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کروں؟ غور کرو کہ تمہاری اور میری دعوت میں کس قدر فرق ہے؟ میں تمہیں اس اللہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور استغفار کرے ﴿لَا جَرَمَ﴾ کے معنی حق و صداقت کے ہیں یعنی یہ یقینی سچ اور حق ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے اللہ کے دوسروں کی عبادت کی طرف یہ تو وہ ہیں جنہیں دین و دنیا کا کوئی اختیار نہیں۔ جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں جو اپنے پکارنے والے کی پکار کو سن سکیں نہ قبول کر سکیں نہ یہاں نہ وہاں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [1] الخ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے۔ جو اس کی پکار کو قیامت تک سن نہیں سکتے۔ جنہیں

[1] [سورة الاحقاف : آیت ٥-٦]

مطلق خبرنہیں کہ کوئی ہمیں پکار رہا ہے؟ جو قیامت کے دن اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے بالکل انکار کر جائیں گے۔ گو تم انہیں پکارا کرو لیکن وہ نہیں سنتے۔ اور بالفرض اگر سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔ مومن آل فرعون کہتا ہے کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہے۔ وہاں حد سے گزر جانے والے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہمیشہ کے لئے جہنم واصل کر دیئے جائیں گے' گو تم اس وقت میری باتوں کی قدر نہ کرو۔ لیکن ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا میری باتوں کی صداقت وحقانیت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اس وقت ندامت وحسرت اور افسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہوگا۔ میں تو اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میرا توکل اسی کی ذات پر ہے۔ میں تو اپنے ہر کام میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں تم سے الگ ہوں اور تمہارے کاموں سے نفرت کرتا ہوں۔ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے دانا بینا ہے' مستحق ہدایت جو ہیں ان کی راہنمائی کرے گا۔ اور مستحقین ضلالت اس راہنمائی سے محروم رہیں گے' اس کا ہر کام حکمت والا اور اس کی ہر تدبیر اچھائی والی ہے اس مومن کو اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچالیا۔ دنیا میں بھی وہ محفوظ رہا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس نے نجات پائی۔ اور آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رہا۔ باقی تمام فرعونی بدترین عذاب کا شکار ہوئے۔ سب دریا میں ڈبو دیئے گئے' پھر وہاں سے جہنم واصل کر دیئے گئے۔

ہر صبح شام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں' قیامت تک یہ عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی' اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اے آل فرعون! سخت دردناک اور بہت زیادہ تکلیف دہ عذاب میں چلے جاؤ۔ یہ آیت اہل سنت کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ میں یعنی قبروں میں عذاب ہوتا ہے. بہت بڑی دلیل ہے' ہاں یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ کہ بعض احادیث میں کچھ ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب برزخ کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے شریف کی ہجرت کے بعد ہوا اور یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کی روحیں صبح شام جہنم کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عذاب ہر وقت جاری اور باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی کہ آیا یہ عذاب صرف روح کو ہی ہوتا ہے یا جسم کو بھی اس کا علم اللہ کی طرف سے آپ کو مدینے شریف میں کرایا گیا۔ اور آپ نے اسے بیان فرمادیا۔ پس حدیث وقرآن ملا کر مسئلہ یہ ہوا کہ عذاب وثواب قبر' روح' اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی حق ہے۔ اب ان احادیث کو ملاحظہ فرمایئے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزار تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتی تو وہ دعا دیتی اور کہتی اللہ تجھے جہنم کے عذاب سے بچائے۔ ایک روز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قیامت سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تو یہ کس نے کہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس یہودیہ عورت کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہود جھوٹے

ہیں۔ اور وہ تو اس سے زیادہ جھوٹ اللہ پر باندھا کرتے ہیں۔ قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ کچھ دن گزرے تھے کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت کپڑا لپیٹے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور با آواز بلند فرما رہے تھے قبر مانند سیاہ رات کی اندھیریوں کے ٹکڑوں کے ہے۔ لوگو! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے' لوگو! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو یقین مانو کہ عذاب قبر حق ہے' [1] اور روایت میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مانگا جو آپ نے دیا اس نے وہ دعا دی اس کے آخر میں ہے کہ کچھ دنوں بعد حضور ﷺ نے فرمایا مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہاری آزمائش قبروں میں کی جاتی ہے۔ [2] پس ان احادیث اور آیت میں ایک تطبیق تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

دوسری تطبیق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آیت ﴿يُعْرَضُونَ﴾ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو ہی اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس کی قبر میں عذاب ہوا ہے۔ یہ صرف حدیث شریف سے ثابت ہوا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن رسول اللہ ﷺ آئے اس وقت ایک یہودیہ عورت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر حضور ﷺ کانپ گئے اور فرمایا یہود ہی آزمائے جاتے ہیں۔ پھر چند دنوں بعد آپ نے فرمایا لوگو! تم سب قبروں کے فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام فتنہ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [3] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ سے صرف روح کے عذاب کا ثبوت ملتا تھا۔ اس سے جسم تک اس عذاب کے پہنچنے کا ثبوت نہیں تھا۔ بعد میں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ عذاب قبر جسم وروح کو ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے پھر اس سے بچاؤ کی دعا شروع کی' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور اس نے کہا عذاب قبر سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس پر صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر برحق ہے فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [4] اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسے سنتے ہی یہودیہ عورت کی تصدیق کی۔ اور اوپر والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تکذیب کی تھی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ دو واقعے ہیں پہلے واقعے کے وقت چونکہ وحی سے آپ کو معلوم نہیں ہوا تھا آپ نے انکار فرما دیا۔ پھر معلوم ہوگیا تو

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٨١/٦) مجمع الزوائد (٥٧/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢٣٨/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٤٨١٥)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب المساجد : باب استحباب التعوذ من عذاب القبر (٥٨٤)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجنائز : باب ما جآء فی عذاب القبر (١٣٧٢)]

آپ نے اقرار کیا' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔ قبر کے عذاب کا ذکر بہت سی صحیح احادیث میں آ چکا ہے ۔ واللہ اعلم ۔
حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رہتی دنیا تک ہر صبح شام آل فرعون کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں ۔ اور ان سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو! تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تاکہ ان کے رنج وغم بڑھیں ان کی ذلت وتوہین ہو ۔ پس آج بھی وہ عذاب میں ہی ہیں ۔ اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے ۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں وہ جنت میں جہاں کہیں چاہیں چلتی پھرتی ہیں ۔ اور مومنوں کے بچوں کی روحیں چڑیاؤں کے قالب میں ہیں اور جہاں وہ چاہیں جنت میں چلتی پھرتی رہتی ہیں ۔ اور عرش تلے کی قندیلوں میں آرام حاصل کرتی ہیں ۔ اور آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں ۔ صبح بھی جہنم کے پاس جاتی ہیں اور شام کو بھی یہی ان کا پیش ہونا ہے ۔ معراج والی لمبی روایت میں ہے کہ پھر مجھے ایک بہت بڑی مخلوق کی طرف لے چلے جن میں سے ہر ایک کا پیٹ مثل بہت بڑے گھر کے تھا ۔ جو آل فرعون کے پاس قید تھے ۔ اور آل فرعون صبح شام آگ پر لائے جاتے ہیں ۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔ ان فرعونیوں کو سخت تر عذابوں میں لے جاؤ اور یہ فرعونی لوگ نکیل والے اونٹوں کی طرح منہ نیچے کئے پتھر اور درخت پر چڑھ رہے ہیں اور بالکل بے عقل وشعور ہیں ۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو احسان کرے خواہ مسلم ہو خواہ کافر اللہ تعالیٰ اسے ضرور بدلہ دیتا ہے ہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر کو کیا بدلہ ملتا ہے؟ فرمایا اگر اس نے صلہ رحمی کی ہے یا صدقہ دیا ہے یا کوئی اچھا کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس کے مال میں' اس کی اولاد میں' اس کی صحت میں اور ایسی ہی اور چیزوں میں عطا فرماتا ہے ۔ ہم نے پوچھا اور آخرت میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا بڑے درجے سے کم درجے کا عذاب پھر آپ نے ﴿ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ ﴾ الخ' پڑھی ۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ حضرت اوزاعی رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذرا ہمیں یہ بتاؤ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے سفید پرندوں کا غول کا غول سمندر سے نکلتا ہے اور اس کے مغربی کنارے اڑتا ہوا صبح کے وقت جاتا ہے ۔ اس قدر زیادتی کے ساتھ کہ ان کی تعداد کوئی گن نہیں سکتا ۔ شام کے وقت ایسا جھنڈ کا جھنڈ واپس آتا ہے لیکن اس وقت ان کے رنگ بالکل سیاہ ہوتے ہیں آپ نے فرمایا تم نے اسے خوب معلوم کر لیا ۔ ان پرندوں کے قالب میں آل فرعون کی روحیں ہیں ۔ جو صبح شام آگ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں پھر اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتی ہیں ان کے پر جل گئے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ ہو جاتے ہیں ۔ پھر رات کو وہ اگ جاتے ہیں اور سیاہ جھڑ جاتے ہیں ۔ پھر وہ اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں یہی حالت ان کی دنیا میں ہے اور قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس آل فرعون کو سخت عذابوں میں

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں ابو ہارون راوی ضعیف ہے ۔]

[2] [ضعیف : مسند بزار (۹۴۵) مستدرك حاكم (۲/۲۵۳) الدر المنثور للسيوطي (۵/۶۶۰) بيهقي في شعب الايمان (۲۸۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں ۔]

داخل کردو کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چھ لاکھ کی ہے جو فرعونی فوج تھی۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کبھی کوئی مرتا ہے ہر صبح شام اس کی جگہ اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنت اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصل جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔ ① یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم میں بھی ہے۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ
اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ
يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا
بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

ع ١٠

جب کہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ جو تابع تھے تکبر والوں سے جن کے یہ تابع تھے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟○ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے کہ ہم تو بھی اس آگ میں ہی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے○ تمام جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے○ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ یہ کہیں گے ہاں آئے تھے تو وہ کہیں گے پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر و بے راہ ہے○

جہنمیوں کے لئے ایک اور عذاب: جہنمی لوگ جہنم کے اور عذابوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک اور عذاب کے بھی شکار ہوں گے جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ یہ عذاب فرعون کو بھی ہوگا اور دوسرے دوزخیوں کو بھی آپس میں تھوکنا تذلیل اور لڑائی جھگڑے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے اور حکم احکام کے ماننے والے جن کی برائی اور بزرگی کے قائل تھے اور جن کی باتیں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے ان سے کہیں گے۔ کہ دنیا میں ہم تو آپ کے تابع فرمان رہے۔ جو آپ نے کہا ہم بجالاتے۔ کفر اور گمراہی کے احکام بھی جو آپ کی بارگاہ سے صادر ہوئے آپ کے تقدس اور علم وفضل سرداری اور حکومت کی بنا پر ہم سب کو مانتے رہے۔ اب یہاں آپ ہمیں کچھ تو کام آیئے۔ ہمارے عذابوں کا ہی کوئی حصہ اپنے اوپر اٹھا لیجئے' یہ رؤسا امراء سادات اور بزرگ جواب دیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھن رہے ہیں۔ ہمیں جو عذاب ہو رہے ہیں وہ کیا کم ہیں جو ہم تمہارے عذاب اٹھائیں؟ اللہ کا حکم جاری ہو چکا ہے رب فیصلے فرما چکا ہے۔ ہر ایک کو اس کے بداعمال کے

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی (١٣٧٩)
صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه (٢٨٦٦ - ٦٥)]

مطابق سزا دے چکا ہے۔ اب اس میں کمی ناممکن ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر ایک کے لئے بڑھا چڑھا عذاب گو تم نہ سمجھو۔ جب اہل دوزخ سمجھ لیں گے کہ اللہ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ کان بھی نہیں لگاتا۔ بلکہ انہیں ڈانٹ دیا ہے اور فرما چکا ہے کہ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو تو وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے۔ جو وہاں کے ایسے ہی پاسبان ہیں جیسے دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان داروغے اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں۔ ان سے کہیں گے کہ تم ہی ذرا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کسی ایک دن ہی وہ ہمارے عذاب ہلکے کر دے' وہ انہیں جواب دیں گے کہ کیا رسولوں کی زبانی احکام ربانی دنیا میں تمہیں پہنچے نہ تھے؟ یہ کہیں گے ہاں پہنچے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے پھر اب تم آپ ہی اللہ سے کہہ سن لو۔ ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض اس کی جناب میں کر نہیں سکتے۔ بلکہ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں سنو! ہم تمہیں کہہ دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لئے اور کوئی دعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافروں کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ
لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى
الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِىِّ
وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ
اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٥٦﴾

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے ○ جس دن ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہی ہو گی اور ان کے لئے اس گھر کی خرابی ہی ہو گی ○ ہم نے موسیٰ کو ہدایت نامہ عطا فرمایا اور بنو اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا ○ کہ وہ ہدایت و نصیحت تھی عقلمندوں کے لئے ○ پس اے نبی تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک وشبہ سچا ہی ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ ○ جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑے کیا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس شان تک پہنچنے والے ہی نہیں' سو تو اللہ کی پناہ مانگتا رہ بیشک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے ○

انبیاء اور اہل ایمان کے لیے اللہ کی نصرت کا وعدہ: آیت میں رسولوں کی مدد کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے' پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض رسولوں کو ان کی قوموں نے قتل کر دیا' جیسے حضرت یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت شعیب علیہم السلام اور بعض انبیاء علیہم السلام کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا' جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک

تو یہ کہ یہاں گو عام خبر ہے لیکن مراد بعض سے ہے' اور یہ لغت میں عموماً پایا جاتا ہے کہ مطلق ذکر ہو اور مراد خاص افراد ہوں۔ دوسرے یہ کہ مدد کرنے سے مراد بدلہ لینا ہو۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذا پہنچانے والوں سے قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو۔ چنانچہ یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت شعیب علیہم السلام کے قاتلوں پر اللہ نے ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے انہیں زیر و زبر کر ڈالا۔ ان کے خون کی ندیاں بہا دیں اور انہیں نہایت ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ نمرود مردود کا مشہور واقعہ دنیا جانتی ہے کہ قدرت نے اسے کیسی پکڑ میں پکڑا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی۔ ان پر جناب باری عزیز و حکیم نے رومیوں کو غالب کر دیا۔ اور ان کے ہاتھوں ان کی سخت ذلت واہانت ہوئی۔ اور ابھی قیامت کے قریب جب آپ اتریں گے تب دجال کے ساتھ ان یہودیوں کی جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے۔ اور امام عادل اور حاکم باانصاف بن کر تشریف لائیں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ باطل کر دیں گے بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو پہلے سے ہے اور اب تک جاری ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا ہے جو شخص میرے نبیوں سے دشمنی کرے اس نے مجھے لڑائی کے لئے طلب کیا۔ [1] دوسری حدیث میں ہے میں اپنے دوستوں کی طرف سے بدلہ ضرور لے لیا کرتا ہوں جیسے کہ شیر بدلہ لیتا ہے [2] اسی بنا پر اس مالک ملک نے قوم نوح سے' عاد سے' ثمودیوں سے' اصحاب الرس سے' قوم لوط سے' اہل مدین سے اور جیسے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور حق کا خلاف کیا تھا بدلہ لیا۔ ایک ایک کو چن چن کر تباہ و برباد کیا اور جتنے مومن ان میں تھے ان سب کو بچا لیا۔ امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس قوم میں اللہ کے رسول آئے یا ایمان دار بندے انہیں پیغام الٰہی پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے اور اس قوم نے ان نبیوں کی یا مومنوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مارا پیٹا قتل کیا ضرور بالضرور اسی زمانے میں عذاب الٰہی ان پر برس پڑے۔ نبیوں کے قتل کے بدلے لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی طرح ان کے خون سے پیاسی زمین کو سیراب کیا۔ پس گو انبیاء علیہم السلام اور مومنین یہاں قتل کئے گئے لیکن ان کا خون رنگ لایا اور ان کے دشمنوں کا بھس کی طرح بھرکس نکال دیا۔ ناممکن ہے کہ ایسے بندگان خاص کی امداد و اعانت نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے پورا انتقام نہ لیا گیا ہو۔

اشرف الانبیاء حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غلبہ دیا اور دشمنوں کی تمام تر کوششوں کو بے نتیجہ رکھا ان تمام پر آپ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا۔ آپ کے کلمے کو بلند و بالا کیا آپ کا دین دنیا کے تمام ادیان پر چھا گیا۔ قوم کی زبردست مخالفتوں کے وقت اپنے نبی کو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب التواضع (٦٥٠٢)]

[2] [ضعیف : شرح السنة للبغوی (١٢٤٢) بغوی فی التفسیر (١٨٧٧)] اس کی سند میں حسن خشنی اور صدقہ دقیقی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

مدینے پہنچادیا اور مدینے والوں کو سچا جان نثار بنا کر مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھا دیا۔ اوران کے کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں اکھیڑ دیئے۔ سرداران مشرک یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت واہانت کے ساتھ مدینے کی گلیوں میں کسی کے ہاتھوں پراور کسی کے پاؤں پر دوسرے کی گرفت تھی۔ اللہ کی حکمت نے ان پر پھر احسان کیا اور ایک مرتبہ پھر موقعہ دیا فدیہ لے کر آزاد کر دیئے گئے۔ لیکن پھر بھی جب مخالفت رسول ﷺ سے باز نہ آئے اور اپنے کرتوتوں پر اڑے رہے۔ تو وہ وقت بھی آیا کہ جہاں سے نبی ﷺ کو چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں پا پیادہ ہجرت کرنی پڑی تھی وہاں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور گردن پر ہاتھ باندھے دشمنان رسول سامنے لائے گئے۔ اور بلاد حرم کی عظمت وعزت رسول محترم کی وجہ سے پوری ہوئی۔ اور تمام شرک وکفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے اللہ کا گھر پاک صاف کر دیا گیا۔ بالآخر یمن بھی فتح ہوا اور پورا جزیرہ عرب قبضہ رسول ﷺ میں آ گیا۔ اور جوق کے جوق لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ پھر رب العالمین نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنی طرف بلا لیا اور وہاں کی کرامت وعظمت سے اپنی مہمانداری میں رکھ کر نوازا۔ پھر آپ کے بعد آپ کے نیک نہاد صحابہ ؓ کو آپ کا جانشین بنا دیا۔ جو محمدی جھنڈا لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی توحید کی طرف اللہ کی مخلوق کو بلانے لگے۔ جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا۔ جو خار چمن میں نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا گاؤں گاؤں' شہر شہر' ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دیا جو مانع ہوا اسے منع کا مزہ چکھایا اسی ضمن میں مشرق ومغرب میں سلطنت اسلام پھیل گئی۔ زمین پر اور زمین والوں کے جسموں پر ہی صحابہ کرام ؓ نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح پالی اسلامی نقوش دلوں میں جما دیئے اور سب کو کلمہ توحید کے نیچے جمع کر دیا۔ دین محمد ﷺ نے زمین کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ دعوت محمد یہ بہرے کانوں تک بھی پہنچ چکی۔ صراط محمدی اندھوں نے بھی دیکھ لیا۔ اللہ اس پاکباز جماعت کو ان کی اولوالعزمیوں کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین! الحمدللہ آج تک اللہ کا دین غالب ومنصور ہے آج تک مسلمانوں میں حکومت سلطنت موجود ہے۔ آج تک ان کے ہاتھوں میں اللہ کا اور اس کے رسول کا کلام موجود ہے۔ اور آج تک ان کے سروں پر رب کا ہاتھ ہے۔ اور قیامت تک یہ دین مظفر ومنصور ہی رہے گا جو اس کے مقابلے پر آئے گا منہ کی کھائے گا اور پھر کبھی منہ نہ دکھائے گا یہی مطلب ہے اس مبارک آیت کا۔

قیامت کے دن بھی دینداروں کی مدد نصرت ہوگی اور بہت بڑی اور بہت اعلیٰ پیمانے تک۔ گواہوں سے مراد فرشتے ہیں' دوسری آیت میں ﴿یَوْمَ﴾ بدل ہے پہلی آیت کے اسی لفظ سے۔ بعض قراءتوں میں ﴿یَوْمُ﴾ ہے تو یہ گویا پہلے ﴿یَوْمُ﴾ کی تفسیر ہے۔ ظالموں سے مراد مشرک ہیں ان کا عذر وفدیہ قیامت کے دن مقبول نہ ہوگا وہ رحمت رب سے اس دن دور دھکیل دیئے جائیں گے۔ ان کے لئے برا گھر یعنی جہنم ہوگا۔ ان کی عاقبت خراب ہوگی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے ہدایت ونور بخشا۔ بنی اسرائیل کا انجام بہتر کیا۔ فرعون کے مال وزمین کا انہیں وارث بنایا کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت اور اتباع رسول میں ثابت قدمی کے ساتھ سختیاں برداشت کرتے رہے تھے۔ جس

کتاب کے یہ وارث ہوئے وہ عقلمندوں کے لئے سرتاپا باعث ہدایت وعبرت تھی' اے نبی ﷺ! آپ صبر کیجئے اللہ کا وعدہ سچا ہے آپ کا ہی بول بالا ہوگا انجام کے لحاظ سے آپ والے ہی غالب رہیں گے۔ رب اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا بالا شک وشبہ دین اللہ اونچا ہو کر ہی رہے گا۔ تو اپنے رب سے استغفار کرتا رہ۔ آپ کو حکم دے کر دراصل آپ کی امت کو استغفار پر آمادہ کرنا ہے۔ دن کے آخری اور رات کے انتہائی وقت خصوصیت کے ساتھ رب کی پاکیزگی اور تعریف بیان کیا کر' جو لوگ باطل پر جم کر حق کو ہٹا دیتے ہیں دلائل کو غلط بحث سے ٹال دیتے ہیں ان کے دلوں میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں ان میں اتباع حق سے سرکشی ہے۔ یہ رب کی باتوں کی عزت جانتے ہی نہیں۔ لیکن جو تکبر اور جو خودی اور جو اپنی اونچائی وہ چاہتے ہیں وہ انہیں ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ ان کے مقصود باطل ہیں۔ ان کے مطلوب لا حاصل ہیں۔ اللہ کی پناہ طلب کر کہ ان جیسا حال کسی بھلے آدمی کا نہ ہو۔ اور ان نخوت پسند لوگوں کی شرارت سے بھی اللہ کی پناہ چاہا کر۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ دجال انہی میں سے ہوگا اور اس کے زمانے میں یہ زمانے کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ لیکن آیت کو یہودیوں کے بارے میں نازل شدہ بتانا اور دجال کی بادشاہی اور اس کے فتنے سے پناہ کا حکم یہ سب چیزیں تکلف سے پر ہیں۔ مانا کہ یہ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے مگر یہ قول ندرت سے خالی نہیں۔ ٹھیک یہی ہے کہ عام ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾

آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ بے علم ہیں ○ اندھا اور دیکھتا برابر نہیں نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے بدکاروں کے برابر ہیں' تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو ○ قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے یہ اور بات ہے کہ بہت سے لوگ نہ مانیں ○

آسمان وزمین کو بنانا مشکل یا انسان کو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق فرماتا ہے کہ مخلوق کو وہ قیامت کے دن نئے سرے سے ضرور پیدا کرے گا۔ جب کہ آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کرنا یا اسے بگاڑ کر بنانا اس پر کیا مشکل ہے؟ اور آیت میں ارشاد ہے کہ کیا ایسی بات اور اتنی واضح حقیقت بھی جھٹلائے جانے کے قابل ہے کہ جس اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کر دیا اور اس اتنی بڑی چیز کی پیدائش سے نہ وہ تھکا نہ عاجز ہوا اس پر مردوں کا جلانا کیا مشکل ہے؟[1] ایسی صاف دلیل بھی جس کے سامنے جھٹلانے کی چیز

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ٣٣]

ہواس کی معلومات یقیناً نوحہ کرنے کے قابل ہیں۔ اس کی جہالت میں کیا شک ہے؟ جو ایسی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکے؟ تعجب ہے کہ بڑی بڑی چیز تو تسلیم کی جائے اور اس سے بہت چھوٹی چیز کو محال محض مانا جائے' اندھے اور دیکھنے والے کا فرق ظاہر ہے ٹھیک اسی طرح مسلم و مجرم کا فرق ہے۔ اکثر لوگ کس قدر کم نصیحت قبول کرتے ہیں' یقین مانو کہ قیامت کا آنا حتمی ہے پھر بھی اس کی تکذیب کرنے اور اسے باور نہ کرنے سے بیشتر لوگ باز نہیں آتے۔ ایک یمنی شیخ اپنی سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں قرب قیامت کے وقت لوگوں پر بلائیں برس پڑیں گی اور سورج کی حرارت سخت تیز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ۧ

تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرتے رہو میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا رہوں گا' یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے ○

دعا کرنے کی تلقین: اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان پر قربان جائیں کہ وہ ہمیں دعا کی ہدایت کرتا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اے وہ اللہ جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کرے۔ اور وہ بندہ اسے سخت برا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے۔ اے میرے رب یہ صفت تو صرف تیری ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ وَبَنِيْ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْاَلُ يَغْضَبُ

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب تو اس سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور انسان کی یہ حالت ہے کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔ حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ ان سے پہلے کی کسی امت کو نہیں دی گئیں بجز نبی علیہ السلام کے۔ دیکھو ہر نبی کو اللہ کا فرمان یہ ہوا ہے کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے۔ لیکن تمام لوگوں پر گواہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہے۔ اگلے نبیوں سے کہا جاتا تھا کہ تجھ پر دین میں حرج نہیں۔ لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج نہیں ہر نبی علیہ السلام سے کہا جاتا تھا کہ مجھے پکار میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن اس امت کو فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول فرماؤں گا۔ (ابن ابی حاتم) ابو یعلیٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا چار خصلتیں ہیں جن میں سے ایک میرے لئے ہے ایک تیرے لئے ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو خاص میرے لئے ہے وہ تو یہ ہے کہ تو صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے وہ یہ ہے کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے میرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا کر اور میں قبول کیا کروں۔ اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے اور دوسرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو

ان کے لئے وہ چاہ جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔ (1) مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ دعا عین عبادت ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (2) یہ حدیث سنن میں بھی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن حبان رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ بھی اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں۔

مسند میں ہے جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (3) حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان کی تلوار کے درمیان سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت وافسوس نہ کرنا پڑے۔ (4) آیت میں عبادت سے مراد دعا اور توحید ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کئے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہوگی انہیں بولس نامی جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی۔ انہیں جہنمیوں کا لہو پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔ (5)

ابن ابی حاتم میں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بآواز بلند کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے اے اللہ! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسرں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز اور لگائی اور کہا پورا تعجب اس شخص پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرتا ہے۔ جس سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو ان کاموں سے دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں۔ اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔

---

(1) [ضعیف : مسند ابو یعلی (٢٧٥٧) مسند بزار (١٩)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں صالح مری ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٥١)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

(2) [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة البقرہ (٢٩٦٩) ابن ماجه : کتاب الدعاء : باب فضل الدعاء (٣٨٢٨) ابو داؤد : کتاب الوتر : باب الدعاء (١٤٧٩) مسند احمد (٢٦٧/٤)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(3) [صحیح : مسند احمد (٤٤٣/٢) ابن ابی شیبة (٢٤/٧) ابن ماجه (٣٨٢٧) ابن عدی فی الکامل (٢٧٥٠/٧) بغوی فی شرح السنة (١٣٨٩/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الصحیحة (٢٦٥٤)]

(4) [اسنادہ ضعیف : الرامهرمزی فی المحدث الفاصل بین الراوی والواعی (ص : ٤٩٧)، (برقم : ٦١٥)] اس کی سند میں نائل راوی ضعیف ہے۔]

(5) [صحیح بالشواهد : مسند احمد (١٧٩/٢)]

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ٘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات بنادی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنادیا' بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے ○ یہی اللہ ہے تم سب کا پالنے والا ہر چیز کا خالق' اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کس طرح تم پھیرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے ○ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ اور آسمان کو چھت بنادیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں' یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے' پس بہت ہی برکتوں والا ہے سارے جہان کا پرورش کرنے والا ○ جو زندہ ہے جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو' تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے ○

بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر: اللہ تعالیٰ احسان بیان فرماتا ہے کہ اس نے رات سکون وراحت کی چیز بنائی۔ اور دن کو روشن چمکیلا تاکہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں' سفر میں' طلب معاش میں سہولت ہو۔ اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون وآرام میں اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل وکرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا اور یہ راحت وآرام کے سامان مہیا کردینے والا ہی اللہ واحد ہے۔ جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جو خود مخلوق ہیں۔ کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں' ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل وحجت غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر اللہ کے دلائل کی تکذیب کی۔ اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے' اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ بنایا۔ یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو' چلو پھرو' آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس پر گاڑ کر اسے ٹھہرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی۔ اس نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور نظر فریب بنایا۔ موزوں قامت' مناسب اعضا' سڈول بدن' خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر

چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا کیا' بسایا' اس نے کھلایا پلایا' اس نے پہنایا اوڑھایا۔ پس صحیح معنی میں خالق ورازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا ﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ [1] الخ یعنی لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں پس تم ان باتوں کے جاننے کے باوجود اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ۔ یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اور سارے جہاں کا رب بھی ہے۔ وہ بابرکت ہے۔ وہ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے' وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں۔ وہی اول وآخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر یا برابر کوئی نہیں۔ تمہیں چاہئے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو' اور اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ تمام تر تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل علم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ پڑھنے والے کو ساتھ ہی ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ بھی پڑھنا چاہئے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تو ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ پڑھے تو ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کہہ لیا کر اور اس کے ساتھ ہی ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ پڑھ لیا کر۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے سلام کے بعد ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ [2] (مسلم' ابوداؤد' نسائی)

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِن رَّبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ ع ١٢

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ٢١]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ (٥٩٤) نسائی: کتاب السھو: باب التھلیل بعد التسلیم (١٣٣٨)]

تو کہہ دے کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بنا پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا تابع فرمان ہو جاؤں ○ جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کر کے نکالتا ہے پھر تمہیں بڑھاتا ہے کہ تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے بڑے ہو جاؤ' تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے تاکہ تم مدت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو ○ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مار ڈالتا ہے' پھر جب وہ کسی کام کا کرنا مقرر کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے ○

مشرکین کو دعوت توحید: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی علیہ السلام! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے' جس میں فرمایا کہ اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ اس نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر سے ہوتے ہیں۔ پھر کس قدر نا مرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے؟ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ بعض کچے پنے میں گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں' بعض جوانی میں' بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ﴾ [1] یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں' یہاں فرمان ہے کہ تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ۔ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے' وہی زندگی دینے والا اور مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت و زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو' کسی فیصلے کو' کسی تقرر کو' کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں' جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾

---

[1] [سورۃ الحج : آیت ۵]

تو ان کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کر۔ ان سب پر فتح و نصرت تجھے ملے گی۔ انجام کار ہر طرح تیرے ہی حق میں بہتر رہے گا۔ تو اور تیرے یہ ماننے والے ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے' اور آخرت تو صرف تمہاری ہی ہے' پس یا تو ہم اپنے وعدے کی بعض چیزیں تجھے تیری زندگی میں دکھا دیں گے' اور یہی ہوا بھی' بدر والے دن کفر کا دھڑ اور سر توڑ دیا گیا قریشیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ تمام جزیرہ عرب آپ کے زیرنگیں نہ ہو گیا۔ اور آپ کے دشمن آپ کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوئے اور آپ کی آنکھیں رب نے ٹھنڈی نہ کر دیں' یا اگر ہم تجھے فوت ہی کر لیں تو بھی ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں آخرت کے دردناک سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ پھر مزید تسلی کے طور پر فرما رہا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تیرے سامنے بیان کر دیئے۔ اور بعض کے قصے ہم نے بیان نہیں کئے جیسے سورۂ نساء میں بھی فرمایا گیا ہے۔ پس جن کے قصے مذکور ہیں دیکھ لو کہ قوم سے ان کی کیسی کچھ نمٹی۔ اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے وہ بہ نسبت ان کے بہت زیادہ ہیں۔ جیسے کہ ہم نے سورۂ نساء کی تفسیر کے موقعہ پر بیان کر دیا ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ پھر فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے معجزات اور خوارق عادات دکھائے ہاں اللہ عزوجل کے حکم کے بعد کیونکہ رسول کے قبضے میں کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب اللہ کا عذاب آ جاتا ہے پھر تکذیب و تردید کرنے والے کفار بچ نہیں سکتے' مومن نجات پا لیتے ہیں اور باطل پرست باطل کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا
مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾
وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو○ اور بھی تمہارے لئے ان میں بہت سے نفع ہیں اور اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کرتے ہو اور ان چوپایوں اور کشتیوں پر سوار کرائے جاتے ہو○ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں سے منکر بنتے رہو گے؟○

چوپائے بھی اللہ کی نعمت: ﴿اَنْعَام﴾ یعنی اونٹ' گائے' بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لئے پیدا کئے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے کھایا بھی جائے' دودھ بھی دے' بوجھ بھی ڈھوئے' اور دور دراز کے سفر آسانی سے کرا دے۔ گائے کا گوشت کھانے کے کام بھی آئے دودھ بھی دے۔ ہل بھی جتے' بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے۔ پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں۔ جیسے کہ سورۂ انعام' سورۂ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہ منافع بطور انعام

گنوائے جارہے ہیں' دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہوسکتا' یہ اور بات ہے کہ ضد اور اکڑ سے کام لے اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے قوت میں سخت تھے۔ زمین پر بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں ان کے کئے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا○ جب کبھی ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر اترانے لگے بالآخر جس چیز کو مذاق میں اڑا رہے تھے وہی ان پر الٹ پڑی○ اور ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ایمان لائے اور جن جن کو ہم اللہ کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا○ لیکن ہمارے عذاب کے معائنہ کے بعد کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہ دیا' اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں پر برابر چلا آ رہا ہے' اس جگہ کافر خراب و خستہ ہوئے○

جب عذاب آجائے تو ایمان لانا بے سود: اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا؟ باوجودیکہ وہ قوی تھے زیادہ تھے زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے۔ لیکن کوئی چیز ان کے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو نہ دفع کیا نہ کم کیا نہ ٹالا نہ ہٹایا۔ یہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ کے قاصد صاف صاف دلیلیں' روشن حجتیں' کھلے معجزات' پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر دیکھا تک نہیں اپنے پاس کے علوم پر مغرور ہو گئے۔ اور رسولوں کی تعلیم کی حقارت کرنے لگے' کہنے لگے ہم ہی زیادہ عالم ہیں حساب کتاب' عذاب ثواب کوئی چیز نہیں اپنی جہالت کو علم سمجھ بیٹھے۔ پھر تو اللہ کا وہ عذاب آیا کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنی اور جسے جھٹلاتے تھے۔ جس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے جسے مذاق میں اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا' کس بل نکال ڈالا' تہ و بالا کر دیا' روئی کی طرح دھن دیا اور بھوسی کی طرح اڑا دیا۔ اللہ کے عذابوں کو آتا ہوا بلکہ آیا ہوا دیکھ کر ایمان کا اقرار کر لیا اور توحید تسلیم بھی کر لی۔ اور غیر اللہ جل شانہ سے صاف انکار بھی کیا' لیکن اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول نہ اسلام مسلم۔ فرعون نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اللہ جل شانہ پر ایمان ہے جس پر

يَعْلَمُونَ ۝ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ ۝

رحم وکرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے ○ کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے قرآن عربی زبان ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے ○ خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا پھر بھی ان کے اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں ○ اور کہتے ہیں کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے اچھا اب تو اپنا کام کیے جا ہم بھی یقینا کام کرنے والے ہیں ○

قرآن کریم کی چند صفات: فرماتا ہے کہ یہ عربی کا قرآن اللہ رحمان کا اتارا ہوا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا اسے تیرے رب کے حکم سے روح الامین نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔[2] اور آیت میں ہے روح الامین نے اسے تیرے دل پر اس لیے نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو آگاہ کرنے والا بن جائے۔[3] اس کی آیتیں مفصل

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب الدعوات (٣٥٣٧) ابن ماجه: کتاب الزهد (٤٢٥٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی، صحیح الجامع الصغیر (١٩٠٣)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [النحل: ١٠٢]　[3] [الشعراء: ١٩٢-١٩٤]

کہ ایسا شخص تو ہم میں بجز عتبہ بن ربیعہ کے اور کوئی نہیں۔

چنانچہ یہ سب مل کر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی۔ اس نے قوم کی بات رکھ لی اور تیار ہو کر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آ کر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ)! یہ تو بتا تو اچھا ہے یا عبداللہ؟ (یعنی آپ کے والد صاحب) آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا تو اچھا یا تیرا دادا عبدالمطلب؟ حضور ﷺ اس پر بھی خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا سن! اگر تو اپنے دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تمہیں معلوم ہے وہ انہی معبودوں کو پوجتے رہے جن کو ہم پوجتے ہیں اور جن کی تو عیب گیری کرتا رہتا ہے۔ اور اگر تو اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتا ہے تو ہم سے بات کر ہم بھی تیری باتیں سنیں۔ قسم اللہ کی دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے تجھ سے زیادہ ضرر رساں پیدا نہیں ہوا۔ تو نے ہمارے شیرازہ بندی کو توڑ دیا۔ تو نے ہمارے اتفاق کو نفاق سے بدل دیا۔ تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا اور اس میں برائی نکالی۔ تو نے سارے عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا۔ آج ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے۔ قریشیوں میں کاہن ہے۔ اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم میں آپس میں سر پھٹول ہو ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آ جائیں اور یونہی لڑ بھڑ کر تو ہم سب کو فنا کر دینا چاہتا ہے' سن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے برابر کوئی اور تونگر نہ نکلے اور تجھے شادی کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو تو بتا ہم ایک چھوڑ دس دس شادیاں تیری کرا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے ذرا سانس لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا بس کہہ چکے؟ اس

---

① [ھود : ۱]

نے کہاہاں! آپ نے فرمایا اب میری سنو! چنانچہ آپ نے ((بِسْمِ اللہِ)) پڑھ کراسی سورت کی تلاوت شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ رکوع ﴿مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ تک پڑھا اتنا سن کر عتبہ بول پڑا بس کیجئے بس کیجئے آپ کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل دیا قریش کا مجمع اس کا منتظر تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی پوچھا کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا سنو! تم سب مل کر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے میں نے اکیلے ہی وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔

انہوں نے کہا پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا کہا ہاں جواب تو دیا لیکن باللہ میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہیں سکا البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو عذاب آسمانی سے ڈرایا ہے جو عذاب قوم عاد اور قوم ثمود پر آیا تھا انہوں نے کہا تجھے اللہ کی مار ایک شخص عربی زبان میں جو تیری زبان ہے تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے میں سمجھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا؟ عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں بجز ذکر عذاب کے میں کچھ نہیں سمجھا۔ ① بغوی رحمہ اللہ بھی اسی روایت کو لائے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو قسمیں دینے لگا اور رشتے داری یاد دلانے لگا۔ اور یہاں سے الٹے پاؤں واپس جا کر گھر میں بیٹھ رہا۔ اور قریشیوں کی بیٹھک میں آنا جانا ترک کر دیا۔ اس پر ابو جہل نے کہا کہ قریشیو! میرا خیال تو یہ ہے کہ عتبہ بھی محمد (ﷺ) کی طرف جھک گیا اور وہاں کے کھانے پینے میں للچا گیا ہے وہ حاجت مند تھا اچھا تم میرے ساتھ ہو لو میں اس کے پاس چلتا ہوں۔ اسے ٹھیک کر لوں گا۔ وہاں جا کر ابو جہل نے کہا عتبہ تم نے جو ہمارے پاس آنا جانا چھوڑا اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ تجھے اس کا دسترخوان پسند آ گیا اور تو بھی اسی کی طرف جھک گیا ہے۔ حاجت مندی بری چیز ہے میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں چندہ کر کے تیری حالت ٹھیک کر دیں۔ تا کہ اس مصیبت اور ذلت سے تو چھوٹ جائے۔ اس سے ڈرنے کی اور نئے مذہب کی تجھے ضرورت نہ رہے۔ اس پر عتبہ بہت بگڑا اور کہنے لگا مجھے محمد (ﷺ) کی کیا غرض ہے؟ اللہ کی قسم کہ اب اس سے کبھی بات تک نہ کروں گا۔ اور تم میری نسبت ایسے ذلیل خیالات ظاہر کرتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ قریش میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مالدار نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ میں تم سب کے کہنے سے ان کے پاس گیا سارا قصہ کہہ سنایا بہت باتیں کہیں میرے جواب میں پھر جو کلام اس نے پڑھا واللہ! نہ تو وہ شعر نہ کہانت کا کلام تھا نہ جادو وغیرہ تھا۔ وہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے آیت ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ الخ، تک پہنچے تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں رشتے ناتے یاد دلانے لگا کہ اللہ رک جاؤ مجھے خوف لگا ہوا

---

① [اسنادہ ضعیف: ابن ابی شیبہ (١٤/٢٩٥) مستدرك حاكم (٢/٢٥٣) مسند ابو یعلی (١٨١٨) مجمع الزوائد (٦/٢٠)] اس کی سند میں اجلح کندی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں اجلح راوی ہے، اسے متعدد اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔ تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

تھا کہ کہیں اسی وقت ہم پر وہ عذاب آ نہ جائے اور یہ تم سب کو معلوم ہے کہ محمد جھوٹے نہیں۔ [1]

سیرۃ ابن اسحاق میں یہ واقعہ دوسرے طریق پر ہے اس میں ہے کہ قریشیوں کی مجلس ایک مرتبہ جمع تھی۔ اور آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتبہ قریش سے کہنے لگا کہ اگر سب کا مشورہ ہو تو محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں انہیں کچھ سمجھاؤں اور کچھ لالچ دوں اگر وہ کسی بات کو قبول کر لیں تو ہم انہیں دے دیں اور انہیں ان کے کام سے روک دیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد معقول ہو گئی تھی اور روز افزوں ہوتی جاتی تھی۔ سب قریش اس پر رضامند ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا برادر زادے تم عالی نسب ہو تم ہم میں سے ہو ہماری آنکھوں کے تارے اور ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہو۔ افسوس! کہ تم اپنی قوم کے پاس ایک عجیب و غریب چیز لائے ہو تم نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی۔ تم نے ان کے عقل مندوں کو بیوقوف قرار دیا۔ تم نے ان کے معبودوں کی عیب جوئی کی۔ تم نے ان کے دین کو برا کہنا شروع کیا۔ تم نے ان کے بڑے بوڑھوں کو کافر بنایا اب سن لو آج میں آپ کے پاس ایک آخری اور انتہائی فیصلے کے لئے آیا ہوں' میں بہت سی صورتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو قبول کیجئے۔ للہ اس فتنے کو ختم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا جو تمہیں کہنا ہو کہو میں سن رہا ہوں اس نے کہا سنو! اگر تمہارا ارادہ اس چال سے مال کے جمع کرنے کا ہے تو ہم سب مل کر تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سے بڑھ کر مالدار قریش میں کوئی نہ ہو۔ اور اگر آپ کا ارادہ اس سے اپنی سرداری کا ہے تو ہم سب مل کر آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ملک آپ کو سونپ کر خود رعایا بننے کے لئے تیار ہیں' اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ تابع جن اپنے عامل پر غالب آ جاتا ہے تو اسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ اب عتبہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا اپنی سب کہہ چکے؟ کہا ہاں فرمایا اب میری سنو۔ وہ متوجہ ہو گیا آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر اس سورت کی تلاوت شروع کی عتبہ باادب سنتا رہا یہاں تک کہ آپ نے سجدے کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا پھر فرمایا ابو الولید میں کہہ چکا اب تجھے اختیار ہے۔ عتبہ یہاں سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چلا اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگا کہ عتبہ کا حال بدل گیا ہے۔ اس سے پوچھا کہو کیا بات رہی؟ اس نے کہا میں نے ایسا کلام سنا ہے واللہ! اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ واللہ! نہ تو وہ جادو ہے نہ شعر گوئی ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔ سنو قریشیو! میری مان لو اور میری اس جچی تلی بات کو قبول کر لو۔ اسے اس کے خیالات پر چھوڑ دو نہ اس کی مخالفت کرو نہ اتفاق۔ اس کی مخالفت میں سارا عرب کافی ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے اس میں تمام عرب اس کا مخالف ہے وہ اپنی تمام طاقت اس کے مقابلے میں صرف کر رہا ہے یا تو وہ اس پر غالب آ جائیں گے اگر وہ اس پر غالب آ گئے تو تم سستے چھوٹے یا یہ ان پر غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ہی ملک کہلائے گا اور اس کی عزت ہوگی اور سب سے زیادہ اس کے نزدیک مقبول تم ہی

---

[1] [بغوی، فی التفسیر (۱۸۶۳)]

ہو گئے۔ یہ سن کر قریشیوں نے کہا ابوالولید قسم اللہ کی محمد ﷺ نے تجھ پر جادو کر دیا۔ اس نے جواب دیا میں اپنی جو رائے تھی آزادی سے کہہ چکا اب تمہیں اپنے فعل کا اختیار ہے۔ (1)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ع

تو کہہ دے کہ میں تو تم ہی جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو ان مشرکوں کے لئے بڑی ہی خرابی ہے ○ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں ○ اور جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ان کے لئے ایک اٹل اور ان تھک اجر ہے ○

نبی ﷺ بھی انسان ہی تھے مگر ان پر وحی آتی تھی: اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ ان جھٹلانے والے مشرکوں کے سامنے اعلان کر دیجیے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ مجھے بذریعہ وحی الٰہی کے حکم دیا گیا ہے کہ تم سب کا معبود ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم جو متفرق اور کئی ایک معبود بنائے بیٹھے ہو۔ یہ طریقہ سراسر گمراہی والا ہے۔ تم ساری عبادتیں اسی ایک اللہ کے لیے بجالاؤ۔ اور ٹھیک اسی طرح جس طرح تمہیں اس کے رسول سے معلوم ہو۔ اور اپنے اگلے گناہوں سے توبہ کرو۔ ان کی معافی طلب کرو۔ یقین مانو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہلاک ہونے والے ہیں، جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یعنی بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت نہیں دیتے۔ عکرمہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ (2) یعنی اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ اور وہ ہلاک ہوا جس نے اسے دبا دیا۔ اور آیت میں فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ (3) یعنی اس نے نجات حاصل کر لی۔ جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام ذکر کیا پھر نماز ادا کی۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ (4) کیا تجھے پاک ہونے کا خیال ہے؟ ان آیتوں میں زکوٰۃ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو بے ہودہ اخلاق سے دور کرنا ہے اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اس کی پاک ہونا ہے، اسی طرح آیت مندرجہ بالا میں بھی زکوٰۃ نہ دینے سے توحید کا نہ ماننا مراد ہے۔ مال کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے۔ اور زیادتی اور برکت اور کثرت مال کا باعث بنتی ہے۔ اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے لیکن امام سدی، معاویہ بن قرہ، قتادہ اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ مال زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور بظاہر یہی

---

(1) [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (٢/٢٠٦)] اس کی سند میں داؤد بن زرعہ ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [سورة الشمس: آیت ٩۔١٠]

(3) [سورة الاعلیٰ: آیت ١٤۔١٥]

(4) [النازعات : ١٨]

معلوم ہوتا ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مدینے میں جا کر ہجرت کے دوسرے سال۔ اور یہ آیت اتری ہے مکے شریف میں۔ زیادہ سے زیادہ اس تفسیر کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتدا میں ہی تھا' جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ [1] جس دن کھیت کاٹو اس کا حق دے دیا کرو۔ ہاں وہ زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں مقرر ہوئی۔ یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ خود نماز کو دیکھئے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ابتداءِ نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی۔ لیکن معراج والی رات ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازیں باقاعدہ شروط وارکان کے ساتھ مقرر ہو گئیں۔ اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیئے گئے۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے۔ کہ اللہ کے ماننے والوں اور نبی کے اطاعت گزاروں کے لیے وہ اجر و ثواب ہے جو دائمی ہے اور کبھی ختم نہیں ہونے والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا﴾ [2] وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور فرماتا ہے ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ [3] انہیں جو انعام دیا جائے گا وہ نہ ٹوٹنے والا اور مسلسل ہے۔ سدی کہتے ہیں گویا وہ ان کا حق ہے جو انہیں دیا گیا نہ کہ بطور احسان ہے۔ لیکن بعض ائمہ نے اس کی تردید کی ہے۔ کیونکہ اہل جنت پر بھی اللہ کا احسان یقیناً ہے۔ خود قرآن میں ہے ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾ [4] یعنی بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ وہ تمہیں ایمان کی ہدایت کرتا ہے۔ جنتیوں کا قول ہے ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ [5] پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں لے لے اور اپنے فضل واحسان میں۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۱۲

تو کہہ دے کہ کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی'

[1] [الانعام : ١٤١] [2] [الکهف : ٣] [3] [هود : ١٠٨]
[4] [الحجرات : ١٧] [5] [الطور : ٢٧]

سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے ○ اس نے زمین کے اوپر زمین میں سے ہی پہاڑ پیدا کر دیئے۔ اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں رہنے والوں کو غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی صرف چار دن میں ہی سوال کرنے والوں کا جواب پورا ہوا ○ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں ○ پھر دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی' اور ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور نگہبانی کی' یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے ○

کائنات کی تخلیق کے مراحل: ہر چیز کا خالق' ہر چیز کا مالک' ہر چیز پر حاکم' ہر چیز پر قادر صرف اللہ ہے۔ پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہئیں۔ اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنی کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا ہے۔ تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہیے نہ شرک۔ جس طرح سب کا پیدا کرنے والا وہی ایک ہے۔ ٹھیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے۔ یہ تفصیل یاد رہے کہ اور آیتوں میں زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے۔ اور یہاں اس کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔ عمارت کا قاعدہ یہی ہے کہ پہلے بنیادیں اور نیچے کا حصہ تیار کیا جاتا ہے پھر اوپر کا حصہ اور چھت بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ کلام اللہ شریف کی ایک اور آیت میں ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیئے۔ [1] ہاں سورۂ نازعات میں ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ [2] ہے پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے کہ زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ نکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد کا بیان ہے۔ یعنی پیدا پہلے زمین کی گئی پھر آسمان پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن کی بعض آیتوں میں مجھے کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں ہے ﴿فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ [3] یعنی قیامت کے دن آپس کے نسب نہ ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کرے گا۔ دوسری آیت میں ہے ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ [4] یعنی بعض آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ گچھ کریں گے۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ [5] یعنی اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔ دوسری آیت میں ہے کہ مشرکین کہیں گے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ [6] اللہ کی قسم ہم نے شرک نہیں کیا۔ ایک اور آیت میں ہے زمین کو آسمان کے بعد بچھایا ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ [7] دوسری آیت ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ﴾ الخ' میں پہلے زمین کی پیدائش پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتائیے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔ دوسرا یہ جو فرمایا ہے ﴿كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

---

[1] [البقرہ: ۲۹] [2] [النازعات: ۲۷-۳۳] [3] [المومنون: ۱۰۱]

[4] [الصافات: ۲۷] [5] [النساء: ٤۲] [6] [الانعام: ۲۳]

[7] [النازعات: ۳۰]

رَّحِيْماً عَزِيْزاً حَكِيْماً سَمِعْياً بَصِيْراً﴾ تو کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں ان کا انکار ہے۔ یہ دو وقت ہیں صور میں دو نفخے پھونکے جائیں گے ایک کے بعد آپس کی پوچھ گچھ کچھ نہ ہوگی ایک کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے سوالات ہوں گے۔ جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور ایک میں چھپانے کا ذکر ہے یہ بھی دو موقعے ہیں جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحدوں کے گناہ بخش دیئے گئے تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہ تھے۔ لیکن جب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا۔ اور خود اپنے کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کاش کہ ہم زمین کے برابر کر دیئے جاتے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کی ترتیب کے بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں پہلے دو دون میں زمین بنائی گئی پھر آسمان کو دو دن میں بنایا گیا پھر زمین کی چیزیں پانی' چارہ' پہاڑ' کنکر' ریت' جمادات' ٹیلے' وغیرہ دو دن میں پیدا کیے یہی معنی لفظ ﴿دَحَاهَا﴾ کے ہیں۔ پس زمین کی پوری پیدائش چار دن میں ہوئی۔ اور دو دن میں آسمان۔ اور جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مقرر کئے ان کا بیان فرمایا ہے وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے ہے۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا یعنی اتوار اور پیر کے دن' اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیئے اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا' تم اس میں بیج بوتے ہو درخت اور پھل وغیرہ اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہے زمین کی یہ درستی منگل بدھ کے دن ہوئی۔ چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی۔ جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں پورا جواب مل گیا۔ زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں کے لائق تھی۔ مثلاً عصب یمن میں۔ سابوری ابور میں۔ طیالسہ رے میں۔ یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مہیا کر دی۔ اس معنی کی تائید اللہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے ﴿وَآتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ﴾ [1] تم نے جو جو مانگا اللہ نے تمہیں دیا۔ واللہ اعلم' پھر جناب باری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی وہ دھوئیں کی شکل میں تھا' زمین کے پیدا کئے جانے کے وقت پانی کے جو بخارات اٹھے تھے۔ اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانو اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج' چاند' ستارے طلوع کرے زمین سے فرمایا اپنی نہریں جاری کر اپنے پھل اگا وغیرہ۔ دونوں فرماں برداری کے لئے راضی وخوشی تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے تابع فرمان ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کلام کرنے والوں کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کلام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے اور آسمان کے اس حصہ نے کلام کیا جو ٹھیک

---

[1] [ابراھیم : ٣٤]

اس کے اوپر ہے۔ واللہ اعلم۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر آسمان وزمین اطاعت گزاری کا اقرار نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا۔ پس دو دن میں ساتوں آسمان اس نے بنا دیئے یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ اور ہر آسمان میں اس نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے مقرر کرنے چاہے مقرر فرما دیئے اور دنیا کے آسمان کو اس نے ستاروں سے مزین کر دیا جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں اور جو ان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کے لئے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر و اندازہ اس اللہ کا قائم کردہ ہے جو سب پر غالب ہے جو کائنات کے ایک ایک چپے کی کھلی حرکت کو جانتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت میں ہے یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان وزمین کی پیدائش کی بابت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اتوار اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے نفعات اس میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو پانی کو شہروں کو اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے۔ اسے بیان فرما کر پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جمعرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا تین ساعت کے باقی رہنے تک۔ پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ڈالی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا انہیں جنت میں بسایا ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا۔ یہودیوں نے کہا اچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا پھر عرش پر مستوی ہو گیا انہوں نے کہا سب تو ٹھیک ہے لیکن آخری بات یہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اتری ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ [1] یعنی ہم نے آسمان وزمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی۔ تو ان کی باتوں پر صبر کر۔ [2] یہ حدیث غریب ہے۔ اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا درخت پیر والے دن پیدا کیے مکروہات کو منگل کے دن نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین میں جمعرات والے دن پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور کل مخلوقات پوری ہوئیں۔ [3] مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں اسے معلل بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے بعض راویوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اسے کعب احبار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

---

[1] [سورۃ ق: آیت ۳۸۔۳۹]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۴۲۹)]

[3] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب ابتداء الخلق وخلق آدم (۲۷۸۹۔ ۲۷)]

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾

اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دے کہ میں تمہیں اس عذاب آسمانی سے ڈرا دیتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کے عذاب کے ہوگا○ ان کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں○ اب عادیوں نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے' وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے○ بالآخر ہم نے ان پر ایک تند و تیز آندھی مصیبت ناک دنوں میں بھیج دی کہ انہیں جیتے جی ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں' یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے انہیں کوئی امداد نہ دی جائے گی○ رہے ثمودی سو ہم نے ان کی بھی رہبری کی پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب آسمانی نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا○ ہاں ایماندار پارساؤں کو ہم نے بال بال بچا لیا○

انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی عذاب کی موجب: حکم ہوتا ہے کہ جو آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ میری تعلیم سے روگردانی تمہیں کسی نیک نتیجے پر نہیں پہنچائے گی۔ یاد رکھو کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی مخالف امتیں تم سے پہلے زیر وزبر کر دی گئیں کہیں تمہاری شامت اعمال بھی تمہیں انہی میں سے نہ کر دے۔ قوم عاد اور قوم ثمود کے اور ان جیسے اوروں کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے پاس پے در پے رسول آئے اس گاؤں میں اس گاؤں میں' اس بستی میں اس بستی میں' اللہ کے پیغمبر اللہ کی منادی کرتے پھرے لیکن ان کی آنکھوں پر وہ چربی چڑھی ہوئی تھی اور دماغ میں وہ گند ٹھسا ہوا تھا کہ کسی ایک کو بھی نہ مانا۔ اپنے سامنے اللہ والوں کی بہتری اور دشمنان رسول علیہ السلام کی بدحالی دیکھتے تھے لیکن پھر بھی تکذیب سے باز نہ آئے۔ حجت بازی اور کج بحثی سے نہ ہٹے اور کہنے لگے اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی اپنے فرشتے کو بھیجتا تم انسان ہو کر رسول کریم بن بیٹھے؟ ہم تو اسے ہرگز باور نہ کریں گے؟

قوم عاد نے زمین میں فساد پھیلا دیا ان کی سرکشی ان کا غرور حد کو پہنچ گیا۔ان کی لاابالیاں اور بے پرواہیاں یہاں تک پہنچ گئیں کہ پکار اٹھے ہم سے زیادہ زور آور کوئی نہیں ہم طاقتور مضبوط اور ٹھوس ہیں اللہ کے عذاب ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ اس قدر پھولے کہ اللہ کو بھول گئے۔یہ بھی خیال نہ رہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا تو اتنا قوی ہے کہ اس کی زور آوری کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے۔جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [1] ہم نے اپنے ہاتھوں آسمان کو پیدا کیا اور ہم بہت ہی طاقتور اور زور آور ہیں' پس ان کے اس تکبر پر اور اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے پر اور اللہ کی نافرمانی کرنے اور رب کی آیتوں کے انکار پر ان پر عذاب الٰہی آ پڑا۔تیز' تند' سرد' دہشت ناک' سرسراتی ہوئی سخت آندھی آئی۔تا کہ ان کا غرور ٹوٹ جائے اور ہوا سے وہ تباہ کر دیئے جائیں۔ ﴿صَرْصَرًا﴾ کہتے ہیں وہ ہوا جس میں آواز پائی جائے۔مشرق کی طرف ایک نہر ہے جو بہت زور سے آواز کے ساتھ بہتی رہتی ہے اس لئے اسے بھی عرب ﴿صَرْصَرًا﴾ کہتے ہیں۔ ﴿نَحِسَاتٍ﴾ سے مراد پے در پے' ایک دم' مسلسل' سات راتیں' اور آٹھ دن تک یہی ہوائیں رہیں۔وہ مصیبت جو ان پر مصیبت والے دن آئی وہ پھر آٹھ دن تک نہ ہٹی نہ ٹلی۔جب تک ان میں سے ایک ایک کو فنا کے گھاٹ نہ اتار دیا اور ان کا بیج ختم نہ کر دیا۔ساتھ ہی آخرت کے عذابوں کا لقمہ بنے جن سے زیادہ ذلت و توہین کی کوئی سزا نہیں۔نہ دنیا میں کوئی ان کی امداد کو پہنچا نہ آخرت میں کوئی مدد کے لئے اٹھے گا۔بے یار و مددگار رہ گئے' ثمودیوں کی بھی ہم نے راہنمائی کی۔ہدایت کی ان پر وضاحت کر دی انہیں بھلائی کی دعوت دی۔اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام نے ان پر حق ظاہر کر دیا لیکن انہوں نے مخالفت اور تکذیب کی۔اور نبی اللہ کی سچائی پر جس اونٹنی کو اللہ نے علامت بنایا تھا اس کی کوچیں کاٹ دیں۔پس ان پر بھی عذاب اللہ برس پڑا۔ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے نے ذلت و توہین کے ساتھ ان کے کرتوتوں کا بدلہ لیا۔ان میں جتنے وہ لوگ تھے جنہیں اللہ کی ذات پر ایمان تھا نبیوں کی تصدیق کرتے تھے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے انہیں ہم نے بچا لیا انہیں ذرا سا بھی ضرر نہ پہنچا اور اپنے نبی کے ساتھ ذلت و توہین سے اور عذاب اللہ سے نجات پالی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾

---

[1] [سورۃ الذاریات : آیت ٤٧]

جس دن دشمنان رب دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گاo یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں اور ان کے اعمال کی گواہی دیں گیo یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گےo تم اپنی بداعمالیاں کچھ پوشیدہ تو رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئےo اب اگر یہ صبر کریں تو بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے' اور اگر یہ عذر و معافی کے خواستگار ہوں تو بھی معذور معاف نہیں رکھے جائیں گےo

انسان خود ہی اپنا دشمن: یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا اور داروغہ جہنم ان سب کو جمع کریں گے جیسے فرمان ہے ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾[1] یعنی گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔ انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور ان کے اعضاء بدن اور کان اور آنکھیں اور پوست ان کے اعمال کی گواہیاں دیں گے۔ تمام اگلے پچھلے عیوب کھل جائیں گے ہر عضو بدن پکار اٹھے گا کہ مجھ سے اس نے یہ یہ گناہ کیا' اس وقت یہ اپنے اعضاء کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے۔ کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی حکم بجا آوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے سچ سچ کہہ سنایا۔ وہی تو تمہارا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔ خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کون کر سکتا ہے؟ بزار میں ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مسکرائے یا ہنس دیئے پھر فرمایا تم میری ہنسی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا فرمائیے کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا۔ کہے گا کہ اے اللہ کیا تیرا وعدہ نہیں کہ تو ظلم نہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بداعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت ناکافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا جائے گا۔ پس اتمام حجت کے لئے اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کے اعضاء بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔ جب وہ صاف صاف اور سچی گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کرے گا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کے لئے لڑ جھگڑ رہا تھا۔[2] (مسلم' نسائی وغیرہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کافر و منافق حساب کے لئے بلایا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے پیش ہوں گے تو قسمیں کھا کھا کر انکار کرے گا۔ اور کہے گا اے اللہ! تیرے فرشتوں نے وہ لکھ لیا ہے جو میں نے ہرگز نہیں کیا فرشتے کہیں گے فلاں دن' فلاں جگہ تو نے فلاں عمل نہیں کیا؟ یہ کہے گا اے اللہ

---

[1] [سورة مريم: آيت ٨٦]

[2] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة الكافر (٢٩٦٩-١٧)]

! تیری عزت کی قسم میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب منہ پر مہر ماردی جائے گی اور اعضاء بدن گواہی دیں گے۔ سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی۔ (ابن ابی حاتم)

ابویعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن کافر کے سامنے اس کی بداعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ ہیں تیرے پڑوسی جو شاہد ہیں۔ یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔ فرمائے گا یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو گواہ ہیں۔ کہے گا یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔ اللہ ان سے قسم دلوائے گا' وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے گا۔ سب کو اللہ چپ کرا دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ پھر گواہوں کو لایا جائے گا آخر زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضاء بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضاء بدن کو ملامت کریں گے وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے قوت گویائی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں رافع ابوالحسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضاء کو حکم ہوگا تم بولو تو ہر ایک اپنا اپنا عمل بتا دے گا کان' آنکھ' کھال' شرمگاہ' ہاتھ' پاؤں وغیرہ۔ اور بھی اسی طرح کی بہت سی روایتیں سورہ یٰسین کی آیت ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ﴾ [1] الخ' کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ جنہیں دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہم سے پوچھا تم نے حبشہ کی سرزمین پر کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لئے ہوئے آرہی تھی انہی میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی مکار تجھے اس کا حال اس وقت معلوم ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے۔ اور ایک ایک عمل کھل جائے گا اس وقت تیرا اور میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ فرمانے لگے اس نے سچ کہا' اس نے سچ کہا اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے؟ [2] یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ ابن ابی الدنیا میں یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ جب یہ اپنے اعضاء کو ملامت کریں گے تو اعضاء جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ تمہارے اعمال دراصل کچھ پوشیدہ نہ تھے اللہ کے دیکھتے ہوئے اس کے

---

[1] [سورۂ یٰسین : آیت ٦٥]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (١٨٤٥٧) طبرانی اوسط (٩٠٥٥) مسند بزار (١٥٩٦)]

سامنے تم کفر و معاصی میں مستغرق رہتے تھے اور کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ تم سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارے بہت سے اعمال اس سے مخفی ہیں' اسی فاسد خیال نے تمہیں تلف اور برباد کر دیا اور آج کے دن تم برباد ہو گئے۔ مسلم' ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں کعبۃ اللہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا جو تین شخص آئے بڑے پیٹ اور کم عقل والے ایک نے کہا کیوں جی ہم جو بولتے چالتے ہیں اسے اللہ سنتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اگر اونچی آواز سے بولیں تو سنتا ہے اور آہستہ آواز سے باتیں کریں تو نہیں سنتا۔ دوسرے نے کہا اگر کچھ سنتا ہے تو سب سنتا ہوگا میں نے آ کر حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا اس پر آیت ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ﴾ الخ' نازل ہوئی۔[1]

عبدالرزاق میں ہے منہ بند ہونے کے بعد سب سے پہلے پاؤں اور ہاتھ بولیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جناب باری عزاسمہٗ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ میرا بندہ جو گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ اتنا فرما کر کچھ تامل کر کے فرمانے لگے جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے نیک ظن ہوتا ہے تو وہ اعمال بھی اچھا کرتا ہے اور کافر و منافق چونکہ اللہ کے ساتھ بدظن ہوتے ہیں وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔[2] مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہو۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ برے خیالات رکھے اللہ نے انہیں تہ و بالا کر دیا۔ پھر یہی آیت آپ نے پڑھی[3] آگ جہنم میں صبر سے پڑے رہنا اور بے صبری کرنا ان کے لئے یکساں ہے۔ نہ ان کی عذر معذرت مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند جیسے اور جگہ ہے جہنمی کہیں گے اے اللہ! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی۔ یقیناً ہم بے راہ تھے۔ اے اللہ! اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر اب ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔ لیکن جناب باری کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بے سود ہیں۔ دھتکارے ہوئے یہیں پڑے رہو خبردار جو مجھ سے بات کی۔[4]

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التفسير : سوره حم السجده (٤٨١٧) صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب صفات المنافقين (٢٧٧٥) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة حم السجده (٣٢٤٨) مسند احمد (٤٤٣/١)]

[2] [حسن : عبدالرزاق فی التفسير (٢٦٩٩ـ ٢٧٠٠) نسائی فی السنن الكبری (١١٤٦٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[3] [حديث صحيح وهذا اسناد ضعيف : مسند احمد (٣/ ٣٩٠ـ ٣٩١) ابن ابی الدنيا فی حسن الظن بالله (٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، البتہ یہ سند ضعیف ہے۔]

[4] [سورة المؤمنون: آيت ١٠٦ـ١٠٨]

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾

ہم نے ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی اللہ کا قول ان امتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گزر چکی ہیں وہ زیاں کار ثابت ہوئے ○ کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے پڑھے جانے کے وقت بیہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ ○ پس یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ ضرور ضرور دیں گے ○ دشمنان رب کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہیشگی کا گھر ہے یہ بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا ○ کافر لوگ کہیں گے اے اللہ ہمیں جنوں انسانوں کے ان دونوں فریق کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال کر انہیں نہایت اور سب سے نیچے کر دیں ○

مشرکین کی گمراہی بھی اللہ کی مشیت کے تابع: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ اس کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن وانس ایسے ان کے ساتھ کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے بداعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ دور ماضی کے لحاظ سے اور آئندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہی ہیں۔ جیسے اور آیتیں ہیں ﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ﴾ [1] الخ' ان پر کلمہ عذاب صادق آ گیا۔ جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے ان جیسے تھے۔ نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے' کفار نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ کلام اللہ کو نہیں مانیں گے نہ ہی اس کے احکام کی پیروی کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور وغل کرو اور اسے نہ سنو۔ تالیاں بجاؤ سیٹیاں بجاؤ آوازیں نکالو چنانچہ قریشی یہی کرتے تھے۔ عیب جوئی کرتے تھے انکار کرتے تھے۔ دشمنی کرتے تھے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔ یہی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لئے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا ہے کہ

---

[1] [سورۃ الزخرف: آیت ۳۶-۳۷]

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [1] جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے' ان کافروں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا' ان اللہ کے دشمنوں کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔ جس میں ان کے لئے ہمیشہ کا گھر ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے' اس کے بعد کی آیت کا مطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس تو ہر مشرک کو پکارے گا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پکارے گا۔ پس ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہے اور اول رسول حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا جو اپنے بھائی کا قاتل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قتل بے جا کا شروع کرنے والا یہ ہے۔ [2] پس کفار قیامت کے دن جن وانس جو انہیں گمراہ کرنے والے تھے انہیں نیچے کے طبقے میں داخل کرانا چاہیں گے تا کہ انہیں سخت عذاب ہوں۔ وہ درک اسفل میں چلے جائیں اور ان سے زیادہ سزا بھگتیں۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ یہ ماننے والے جن کی مانتے تھے ان کے لئے قیامت کے دن دوہرے عذاب کی درخواست کریں گے جس پر کہا جائے گا کہ ہر ایک دوگنے عذاب میں ہی ہے۔ لیکن تم بے شعور ہو۔ یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ہو رہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ [3] یعنی جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا انہیں ہم ان کے فساد کی وجہ سے عذاب پر عذاب دیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو○ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۲۰٤]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب خلق آدم وذریته (۳۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب القسامة : باب بیان اثم من سن القتل (۱۶۷۷) ترمذی : کتاب العلم : باب ما جاء الدال علی الخیر کفاعله (۲۶۷۳) ابن ماجه : کتاب الدیات (۲۶۱٦) نسائی : کتاب تحریم الدم (۳۹۹٦)]

[3] [سورۃ النحل: آیت ۸۸]

رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے' جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب جنت میں موجود ہےo غفور و رحیم اللہ کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہےo

استقامت اختیار کرنے والوں پر نزولِ ملائکہ: جن لوگوں نے زبانی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا۔ پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمان الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی گزاری۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر وضاحت کی کہ بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا۔ جو مرتے دم تک اس بات پر جما رہا وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی[1] (نسائی وغیرہ) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ نے فرمایا ''اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں'' ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا آپ نے فرمایا تم نے اسے غلط سمجھایا۔ اس سے مراد اللہ کی الوہیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے آسان آیت کونسی ہے؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید اللہ پر تاعمر قائم رہنا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ممبر پر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرائض اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ یہ دعا مانگا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ﴾ اے اللہ! تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔ استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلایئے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ نے فرمایا زبان سے اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور اس پر جم جا۔ اس نے پوچھا اچھا یہ تو عمل ہوا اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا[2] (مسلم وغیرہ) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔

ان کے پاس ان کی موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو بے خوف رہو تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ تم اپنے پیچھے جو دنیا میں چھوڑے جا رہے ہو اس پر بھی کوئی غم و رنج نہ کرو۔ تمہارے اہل و عیال' مال و متاع کی دین و دیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ ہم

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورة حم السجده (۳۲۵۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۵۱۶) نسائی فی التفسیر (۴۹۰) مسند ابو یعلی (۳۴۹۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں سہیل بن ابی حزم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب جامع اوصاف الاسلام (۳۸) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب کف اللسان فی الفتنة (۳۹۷۲) ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جاء فی حفظ للسان (۲۴۱۰) مسند احمد (۴/۴۱۳)]

تمہارے خلیفہ ہیں۔ تمہیں ہم خوش خبری سناتے ہیں کہ تم جنتی ہو تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا ہو کر رہے گا۔ پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش خوش جاتے ہیں۔ کہ تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی چل اللہ کی بخشش انعام اور اس کی نعمت کی طرف۔ چل اس اللہ کے پاس جو تجھ سے ناراض نہیں۔ [1]

یہ بھی مروی ہے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اٹھیں گے اسی وقت فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں بشارتیں سنائیں گے۔ حضرت ثابت جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں ڈر نہیں' گھبرا نہیں' غمگین نہ ہو تو جنتی ہے خوش ہو جا تجھ سے اللہ کے جو وعدے تھے پورے ہوں گے۔ غرض خوف امن سے بدل جائے گا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل مطمئن ہو جائے گا۔ قیامت کے تمام خوف' دہشت اور وحشت دور ہو جائیں گے۔ اعمال صالحہ کا بدلہ اپنی آنکھوں دیکھے گا اور خوش ہوگا۔ الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے' ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق و ولی تھے تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔ تمہاری حفاظت کرتے رہتے تھے' ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے تمہاری وحشت و دہشت دور کرتے رہیں گے قبر میں' حشر میں' میدان قیامت میں' پل صراط' غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے وہاں جو تم چاہو گے ملے گا۔ جو خواہش ہوگی پوری ہوگی' یہ مہمانی' یہ عطا' یہ انعام' یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اس کا لطف و رحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوتی ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ اس پر حضرت سعید رحمہ اللہ نے پوچھا کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچے میں نور لؤلؤ یاقوت زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے' جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۴/۲۸۷۔۲۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔
[الموسوعة الحديثية (۸۷۵۴)]

ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا۔ یاد ہے فلاں دن تم نے فلاں کا خلاف کیا تھا؟ وہ کہے گا کیوں جناب باری تو تو وہ خطا معاف فرما چکا تھا پھر اس کا کیا ذکر؟ کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابر ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں نہ کبھی خیال میں گزری تھیں۔ جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا خرید وفروخت وہاں نہ ہوگی۔ بلکہ انعام ہوگا وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تب یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے ہم آج اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔[1] (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو موت کو مکروہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس سے مراد موت کی کراہیت نہیں بلکہ مومن کی سکرات کے وقت اس کے پاس اللہ کی طرف سے خوشخبری آتی ہے۔ جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں رہتی۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے[2] یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی بہت سی اسناد ہیں۔

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جآء فی سوق الجنة (۲۵٤۹) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة الجنة (٤۳۳٦)] ابن ابی عاصم فی السنة (۵۸۵) صحیح ابن حبان (۷٤۳۸) العقیلی فی الضعفاء (۳/٤۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (۱۷۲۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳/۲۳۷) مسند ابو یعلی (۳۸۷۷) بزار فی کشف الاستار (۷۸۰)] یہی حدیث عبادہ بن صامتؓ سے شیخین میں بھی مروی ہے۔[دیکھئے : صحیح بخاری : کتاب الرقاق (٦۵۰۷) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء (۲٦۸۳)]

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں ○ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی برائی کو بھلائی سے دفع کر پھر تیرا دشمن ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست ○ یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا ○ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کر یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ○

سب سے اچھی بات کہنے والا: فرماتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے اسلام قبول کرے اس سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوگی؟ یہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفع پہنچایا اور خلق اللہ کو بھی اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔ یہ ان میں نہیں جو منہ کے بڑے باتونی ہوتے ہیں جو دوسروں کو کہتے تو ہیں مگر خود نہیں کرتے یہ تو خود بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا ہے۔ یہ آیت عام ہے رسول اللہ ﷺ سب سے اولیٰ طور پر اس کے مصداق ہیں۔ بعض نے کہا اس کے مصداق اذان دینے والے ہیں جو نیک کار بھی ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ [1] سنن میں ہے امام ضامن ہے اور مؤذن امانتدار ہے اللہ تعالیٰ اماموں کو راہ راست دکھائے اور موذنوں کو بخشے۔ [2] ابن ابی حاتم میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اذان دینے والوں کا حصہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل جہاد کرنے والوں کے حصے کے ہے۔ اذان واقامت کے درمیان ان کی وہ حالت ہے جیسے کوئی جہاد میں راہ اللہ میں اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں موذن ہوتا تو پھر مجھے حج وعمرے اور جہاد کی اتنی پرواہ نہ رہتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اگر میں موذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی۔ اور میں رات کے نفلی قیام اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تگ و دو نہ کرتا۔ میں نے سنا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب فضل الاذان وھرب الشیطن عند سماعه (٣٨٧-١٤) ابن ماجه : کتاب الاذان (٧٢٥) مسند احمد (٤/٩٥)]

[2] [حسن : ابو داؤد : کتاب الصلاۃ : باب ما یجب علی المؤذن من تعاھد الوقت (٥١٧) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ما جآء ان الامام ضامن (٢٠٧) صحیح ابن حبان (١٦٧٢) مسند طیالسی (٢٤٠٤) مسند احمد (٢/٤١٩)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی]

موذنوں کی بخشش کی دعا مانگی۔ اس پر میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اپنی دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا حالانکہ ہم اذان کہنے پر تلواریں تان لیتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! لیکن اے عمر رضی اللہ عنہ! ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ موذنی غریب مسکین لوگوں تک رہ جائے گی۔ سنو! عمر رضی اللہ عنہ جن لوگوں کا گوشت پوست جہنم پر حرام ہے ان میں موذن ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت میں بھی موذنوں کی تعریف ہے اس کا ((حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ)) کہنا اللہ کی طرف بلانا ہے۔ [1] ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت موذنوں کے بارے میں اتری ہے اور یہ بھی جو فرمایا کہ وہ عمل صالح کرتا ہے اس سے مراد اذان وتکبیر کے درمیان دو رکعت پڑھنا ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے۔ [2] ایک حدیث میں ہے کہ اذان واقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی [3] صحیح بات یہ ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے موذن غیر موذن ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔ یہ یاد رہے کہ آیت کے نازل ہونے کے وقت تو سرے سے اذان شروع ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ آیت مکے میں اتری ہے اور اذان مدینے میں پہنچ جانے کے بعد مقرر ہوئی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب میں اذان دیتے دیکھا اور سنا اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھاؤ۔ وہ بلند آواز ہیں۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ آیت عام ہے اس میں موذن بھی شامل ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں یہی لوگ حبیب اللہ ہیں۔ یہی اولیاء اللہ ہیں' یہی سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ ہیں' یہی سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ کی باتیں مان لیں پھر دوسرے سے منوانے لگے اور اپنے ماننے میں نیکیاں کرتے رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے یہی

---

[1] [ضعیف :اس کی سند میں مطر بن طہمان ضعیف ہے، مزید برآں یہ منقطع بھی ہے۔]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب کم بین الاذان والاقامة ومن ینتظر الاقامة (٦٢٤۔٦٢٧) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب بین کل اذا نین صلاة (٨٣٨) ابو داؤد : کتاب التطوع : باب الصلوٰة قبل المغرب (١٢٨٣) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها : باب ما جاء فی الرکعتین قبل المغرب (١١٦٢) ترمذی : کتاب الصلوٰة : باب ما جآء فی الصلوٰة قبل المغرب (١٨٥) نسائی : کتاب الاذان : باب الصلوٰة بین الاذان والاقامة (٦٨٠) مسند احمد (٨٦/٤)]

[3] [صحیح :ابو داؤد : کتاب الصلوٰة : باب فی الدعاء بین الاذان والاقامة (٥٢١) ترمذی : کتاب الصلوٰة : باب ما جآء فی ان الدعا لا یرد بین الاذان والاقامة (٢١٢)، (٣٥٩٤) مسند احمد (١١٩/٣) طبرانی فی الدعاء (٤٨٣) بیهقی فی السنن الکبری (٤١٠/١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابو داود، ارواء الغلیل (٢٤٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

اللہ کے خلیفہ ہیں' بھلائی اور برائی نیکی اور بدی برابر نہیں بلکہ ان میں بے حد فرق ہے۔ جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر اور اس کی برائی کو اس طرح دفع کر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تیرے بارے میں جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کے بارے میں اللہ کی فرماں برداری کر اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے سے تیرا جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا' اس وصیت پر عمل اسی سے ہوگا جو صابر ہو نفس پر اختیار رکھتا ہو۔ اور ہو بھی نصیب دار کہ دین و دنیا کی بہتری اس کی تقدیر میں ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایمان والوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر کریں اور دوسرے کی جہالت پر اپنی بردباری کا ثبوت دیں۔ اور دوسرے کی برائی سے درگزر کر لیں ایسے لوگ شیطانی داؤ سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے دشمن بھی پھر تو ان کے دوست بن جاتے ہیں' "انسانی شر سے بچنے کا طریقہ"۔ اب شیطانی شر سے بچنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ کی طرف جھک جایا کرو اسی نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے اور اسی کے اختیار میں ہے کہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں فرماتے ہیں ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾ [1] پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس مقام جیسا ہی مقام صرف سورۂ اعراف میں ہے۔ جہاں ارشاد ہے ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ﴾ [2] اور سورۂ مومنین کی آیت ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ﴾ [3] الخ' میں حکم ہوا ہے کہ درگزر کرنے کی عادت ڈالو اور اللہ کی پناہ میں آ جایا کرو برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا کرو وغیرہ۔

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ۩ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الصلوۃ: باب من رأى الا ستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك (۷۷۵) ترمذی: کتاب الصلوٰۃ: باب ما يقول عند افتتاح الصلوٰۃ (۲٤۲) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فيها: باب افتتاح الصلوٰۃ (۸۰٤) نسائی: کتاب الافتتاح: باب نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلوٰۃ وبين القرائة (۸۹۸)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود، صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۹۹]

[3] [سورۃ المؤمنون: آیت ۹٦]

دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس اللہ کے سامنے کرو جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے ○ تو پھر بھی اگر یہ جی چرائیں تو وہ فرشتے جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اکتاتے ○ اس اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے' جس نے اسے زندہ کر دیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کر دے گا' بیشک وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

سجدہ صرف خالقِ کائنات کے آگے کرو: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت اور بے مثال طاقت دکھاتا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کر ڈالتا ہے سورج چاند' دن رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ رات کو اس کے اندھیروں سمیت دن کو اس کے اجالوں سمیت اس نے بنایا ہے۔ کیسے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں؟ سورج کی چمک کو' چاند کو اور اس کی نورانیت کو دیکھو ان کی بھی منزلیں اور آسمان مقرر ہیں۔ ان کے طلوع و غروب سے دن رات کا فرق ہو جاتا ہے۔ مہینے اور برسوں کی گنتی معلوم ہو جاتی ہے جس سے عبادات معاملات اور حقوق کی باقاعدہ ادائیگی ہوتی ہے۔ چونکہ آسمان و زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا۔ اس لئے انہیں خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا بتایا۔ اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بندے ہو تو سورج چاند کے سامنے ماتھا نہ ٹیکنا اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی سجدہ کئے جانے کے لائق وہ ہے جو سب کا خالق ہے بس تم اللہ کی عبادت کئے چلے جاؤ۔ لیکن اگر تم نے اللہ کے سوا اس کی کسی مخلوق کی بھی عبادت کر لی تو تم اس کی نظروں سے گر جاؤ گے اور پھر تو وہ تمہیں کبھی نہ بخشے گا' جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ کسی اور کی بھی عبادت کر لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے عابد وہی ہیں۔ وہ اگر اس کی عبادت چھوڑ دیں گے تو اور کوئی اس کا عابد ہی نہیں رہے گا۔ نہیں نہیں اللہ ان کی عبادتوں سے محض بے پرواہ ہے اس کے فرشتے دن رات اس کی پاکیزگی کے بیان اور اس کی خالص عبادتوں میں بے تھکے اور بن اکتائے ہر وقت مشغول ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اگر یہ کفر کریں تو ہم نے ایک قوم ایسی بھی مقرر کر رکھی ہے جو کفر نہ کرے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں دن رات کو سورج چاند کو اور ہوا کو برا نہ کہو یہ چیزیں بعض لوگوں کے لئے رحمت ہیں اور بعض کے لئے زحمت'[1] اس کی قدرت کی نشانی کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اگر دیکھنا چاہتے ہو تو مردہ زمین کا بارش سے جی اٹھنا دیکھ لو۔ کہ وہ خشک چٹیل اور بے گھاس پتوں کے بغیر ہوتی ہے۔ مینہ برستے ہی کھیتیاں پھل سبزہ گھاس اور پھول وغیرہ اگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلانے لگتی ہے' اسے زندہ کرنے والا ہی تمہیں بھی زندہ کرے گا۔ یقین مانو کہ وہ جو چاہے اس کی قدرت میں ہے۔

---

[1] [ضعیف: مسند ابو یعلی (۲۱۹۴) طبرانی اوسط (۴۶۹۸) وفی الدعاء (۲۰۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید' شیخ رشاد' شیخ عجماوی' شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ ابویعلی کی سند ضعیف ہے۔]

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ کچھ ہم سے مخفی نہیں' بتلاؤ تو جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے؟ یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ جو تم چاہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کا کیا کرایا دیکھ رہا ہے○ جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا' (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں) یہ بڑی باوقعت کتاب ہے○ جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی○ تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے؟ یقیناً تیرا پروردگار معافی والا بھی ہے اور دردناک عذابوں والا بھی ہے○

جہنم میں گرنے والا بہتر یا اس سے بچ جانے والا: ﴿إِلْحَاد﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلام کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کے مروی ہیں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے ﴿إِلْحَاد﴾ کے معنی کفر وعناد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملحد لوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماء وصفات کو ادھر ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزائیں دیں گے' سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بدکار کافرو! جو چاہو عمل کرتے چلے جاؤ۔ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں' ذکر سے مراد بقول ضحاک' سدی اور قتادہ رحمہم اللہ قرآن ہے' وہ باعزت باتوقیر ہے اس کے مثل کسی کا کلام نہیں اس کے آگے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل مل نہیں سکتا' یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام حکم احکام بہترین انجام والے ہیں' تجھ سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھ سے اگلے نبیوں کو ان کی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لئے بڑی بخششوں والا ہے اور جو اپنے کفر وضد پر اڑا رہے مخالفت حق اور تکذیب رسول سے باز نہ آئے اس پر وہ سخت دردناک سزائیں کرنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک متنفس جی نہیں سکتا تھا۔ اور اگر اس کی پکڑ دھکڑ عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر ٹیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔ [1]

---

[1] [مرسل و ضعیف : ابن ابی حاتم والثعلبی والواحدی] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔]

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝

اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ کیا عجمی کتاب اور عربی رسول؟ تو کہہ دے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو بہرا پن اور بوجھ ہے اور یا ان پر اندھا پا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں ○ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے۔ تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا یہ لوگ اس سے شکی ہیں اور بے چین ہیں ○

قرآن کو نہ ماننے والے محض ہٹ دھرم: قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت اس کے حکم احکام اس کے لفظی ومعنوی فوائد کا بیان کر کے اس پر ایمان نہ لانے والوں کی سرکشی ضد اور عداوت کا بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ○ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے کے بیسیوں حیلے ہیں نہ یوں چین نہ ووں چین۔ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ ہم تو اسے صاف صاف سمجھ نہیں سکتے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے وہ غیر عربی زبان میں کیوں اتر رہی ہے؟ اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو بھی ان کا یہی اعتراض ہوتا کہ اس کی کیا وجہ؟ حضرت حسن بصری کی قراءت ﴿اَعْـجَـمِـيٌّ﴾ ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کی سرکشی معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے زائل ہو جاتے ہیں۔ اور جنہیں اس پر ایمان نہیں۔ وہ تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتے جیسے کوئی بہرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی اندھا ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ [2] ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمان داروں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو تو ان کا نقصان ہی بڑھاتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو کہ نہ اس کے کانوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ ٹھیک طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ [3] الخ، یعنی کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔

[1] [سورۃ الشعراء: آیت ١٩٨]
[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ٨٢]
[3] [سورۃ البقرہ: آیت ١٧١]

بہرے، گونگے، اندھے ہیں پھر کیسے سمجھ لیں گے؟ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے بدترین ناموں سے پکارا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا اس نے یکا یک ((لَبَّيْكَ)) پکارا آپ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دیکھ رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا کہ ﴿أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ (ابن ابی حاتم) پھر فرماتا ہے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ انہیں بھی جھٹلایا اور ستایا گیا۔ پس جیسے انہوں نے صبر کیا آپ کو بھی صبر کرنا چاہئے چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب رکے رہیں گے۔ اس لئے یہ مہلت مقررہ ہے ورنہ ان کے کرتوت تو ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیئے جائیں اور کھاتے پیتے رہیں۔ ابھی ہی ہلاک کر دیئے جاتے۔ یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ لرز رہے ہیں ادھر ادھر ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے، تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

نیکی بھی اپنے لیے اور برائی بھی: اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے بھلائی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے۔ اور برائی کرنے والے کی برائی کا وبال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ ایک کے گناہ پر دوسرے کو وہ نہیں پکڑتا۔ ناکردہ گناہ کو وہ سزا نہیں دیتا۔ پہلے اپنے رسول بھیجتا ہے۔ اپنی کتاب اتارتا ہے، اپنی حجت تمام کرتا ہے، اپنی باتیں پہنچا دیتا ہے، اب بھی جو نہ مانے وہ مستحق عذاب و سزا قرار دے دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و کرم سے چوبیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور رہتی دنیا تک میرے لئے اسے باقیات صالحات بنائے۔ اس سے اپنے بندوں کو فیض پہنچائے اور ہمیں اپنے کلام کی صحیح سمجھ دے۔ آمین۔





إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآءِى قَالُوٓا۟ ءَاذَنَّٰكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا۟ مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے انہیں ہوتے ہیں سب کا علم اسے ہے جس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو بلا کر دریافت فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے کوئی اس کا مدعی نہیں ○ یہ جن جن کی پرستش اس سے پہلے کرتے تھے وہ ان کی نگاہوں سے گم ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں ○

قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا اور کسی کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد ﷺ سے جب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں۔[1] قرآن کریم کی ایک آیت میں ہے۔ ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا﴾ [2] یعنی قیامت کب ہوگی؟۔ اس کے علم کا مدار تیرے رب کی طرف ہی ہے۔ اسی طرح اللہ جل وشانہ نے اور جگہ فرمایا ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ﴾ [3] مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ کا علم گھیرے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ سے کھل کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے۔ زمین وآسمان کا کوئی ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ جیسے فرمایا ﴿لا یعزب عن علمہ مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء﴾ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ [4] یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔[5] جس قدر عمریں گھٹتی بڑھتی ہیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ پر مشکل ہو۔[6] قیامت والے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ تو ہمارے بارے میں علم رکھتا ہے۔ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب سؤال جبریل النبی عن الایمان والاسلام (۵۰) و کتاب التفسیر (۴۷۷۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الایمان ما ھو بیان خصالہ (۵'۱) ترمذی: کتاب الایمان، نسائی: کتاب الایمان، مسند احمد (۴۲۶/۲)]

[2] [النازعات: ٤٤] [3] [الاعراف: ۱۸۷] [4] [الانعام: ۵۹]

[5] [الرعد: ۸] [6] [فاطر: ۱۱]

اقرار نہ کرے گا کہ تیرا کوئی شریک بھی ہے' قیامت والے دن ان کے معبودان باطل سب گم ہو جائیں گے' کوئی نظر نہ آئے گا جو انہیں نفع پہنچا سکے۔ اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنیٰ میں ہے۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ [1] یعنی گنہگار لوگ جہنم کو دیکھ لیں گے۔ اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَىِٕنْ
اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ
قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ
اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝

بھلائی کے مانگنے سے انسان تھکتا نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے ○ اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے۔ اس کے بعد اگر ہم اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ اس کا تو میں حقدار ہی تھا اور میں تو باور نہیں کر سکتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس ہی کیا گیا تو بھی یقیناً میرے لیے اس کے پاس بھی بہتری ہے ہم یقیناً ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے' اور جب ہم انسان پر اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے ○

انسان کی سرکشی کا بیان: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مال' صحت وغیرہ بھلائیوں کی دعاؤں سے تو انسان تھکتا ہی نہیں اور اگر اس پر کوئی بلا آ پڑے یا فقر و فاقہ کا موقع آ جائے تو اس قدر ہراساں اور مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اب کسی بھلائی کا منہ نہیں دیکھے گا' اور اگر کسی برائی یا سختی کے بعد کوئی بھلائی اور راحت مل جائے تو کہنے بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ پر یہ تو میرا حق تھا۔ میں اسی کے لائق تھا۔ اب اس نعمت پر پھولتا ہے' اللہ کو بھول جاتا ہے اور صاف منکر بن جاتا ہے۔ قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت' راحت و آرام اس کے کفر کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ [2] یعنی انسان نے جہاں آسائش و آرام پایا وہیں اس نے سر اٹھایا اور سرکشی کی۔ پھر فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس بد اعمالی پر بھلی امیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آ ئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جس طرح یہاں سکھ و چین میں ہوں وہاں بھی ہوں گا۔

---

[1] [سورۃ الکھف : ۵۳]
[2] [سورۃ العلق : ٦-٧]

غرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو مانتا بھی نہیں اور پھر امیدیں لمبی باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا۔ پھر اللہ ان لوگوں کو ڈراتا ہے کہ جن کے یہ اعمال وعقائد ہوں انہیں ہم سخت سزا دیں گے پھر فرماتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نعمتیں پالیتا ہے تو اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے اور ماننے سے جی چراتا ہے جیسے فرمایا ﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ﴾ [1] اور جب اسے کچھ نقصان پہنچتا ہے اور بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرنے بیٹھ جاتا ہے' عریض کلام اسے کہتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم ہوں۔ اور جو کلام اس کے خلاف ہو یعنی الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اسے وجیز کلام کہتے ہیں۔ وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖ﴾ [2] الخ' جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر اور بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف ہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پرواہی سے چلا جاتا ہے کہ گویا اس مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

ع ۶

تو کہہ کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہو پھر تم نے اسے نہ مانا پس اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہوگا جو حق سے دور پڑ کر مخالفت میں رہ جائے○ عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے' کیا تیرے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں؟○ یقین جانو کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے سے شک میں ہیں' یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے○

قرآن کریم کی صداقت کے بعض دلائل: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور مسلک ہدایت سے بہت دور نکل گیا ہو' پھر اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں ان کے گرد ونواح میں دنیا کے چاروں طرف دکھا دیں گے۔ مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی'

---

[1] [سورۃ الزاریات : آیت ۳۹]

وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے۔ تمام دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان میں موجود ہوں گی کافر لوگ تعداد اور شان و شوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق ان کو زیر و زبر کر دیں گے۔ اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ روپ وغیرہ اسکے خالق و صانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ پھر اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت کبھی کوئی حالت۔ بچپن' جوانی' بڑھاپا' بیماری' تندرستی' تنگی' فراخی' رنج' اور راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ اندرونی اور بیرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی بس کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے۔ جب وہ فرما رہا ہے کہ پیغمبر صاحب ﷺ سچے ہیں تو پھر تمہیں کیا شک؟ جیسے ارشاد ہے ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾[1] الخ' یعنی لیکن اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جو تمہارے پاس بھیجی ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود گواہی دے رہا ہے اور فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے' پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں اسی لئے بے فکر ہیں نیکیوں سے غافل ہیں برائیوں سے بچتے نہیں۔ حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! میں نے تمہیں کسی نئی بات کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ صرف اس لئے تمہیں جمع کیا ہے کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روزِ جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ پھر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ کے اس فرمان کا کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں۔ پھر اپنے آپ کو اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے لہو و لعب' غفلت و شہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیام قیامت کے قریب ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے۔ ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا۔ اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔ الحمد للہ سورۂ حٰم السجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾

عنایت ومہربانی کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

اللہ تعالیٰ جوزبردست ہے اور حکمت والا ہے اسی طرح تیری طرف اور تجھ سے اگلوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے ○ آسمانوں کی تمام چیزیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے وہ برتر اور عظیم الشان ہے ○ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور تمام فرشتے اپنے رب کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور زمین والوں کیلئے استغفار کر رہے ہیں' خوب سمجھ رکھو کہ اللہ ہی معاف فرمانے والا رحمت کرنے والا ہے ○ جن لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا ہے اللہ انہیں خوب دیکھ بھال رہا ہے تو ان کا ذمہ دار نہیں ہے ○

حٰمٓ عٓسٓقٓ کی وضاحت: حروف مقطعات کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے جو منکر ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس نے حروف کی تفسیر آپ سے پوچھی آپ نے ذرا سی دیر سر نیچا کر لیا پھر منہ پھیر لیا اس شخص نے پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر بھی منہ پھیر لیا اور اس کے سوال کو برا جانا اس نے پھر تیسری مرتبہ پوچھا۔ آپ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے کیوں ناپسند کر رہے ہیں۔ ان کے اہل بیت میں سے ایک شخص کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے جسے عبدالالٰہ اور عبداللہ کہا جاتا ہوگا وہ مشرق کی نہروں میں سے ایک نہر پر اترے گا۔ اور وہاں دو شہر بسائے گا نہر کو کاٹ کر دونوں شہروں میں لے جائے گا جب اللہ تعالیٰ ان کے ملک کے زوال اور ان کی دولت کے استیصال کا ارادہ کرے گا۔ اور ان کا وقت ختم ہونے کو ہوگا تو ان دونوں شہروں میں سے ایک پر رات کے وقت آگ آئے گی جو اسے جلا کر بھسم کر دے گی وہاں کے لوگ صبح کو اسے دیکھ کر تعجب کریں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہاں کچھ تھا ہی نہیں صبح ہی صبح وہاں تمام بڑے بڑے سرکش متکبر مخالف حق لوگ جمع ہوں گے اسی وقت اللہ تعالیٰ ان سب کو اس شہر سمیت غارت کر دے گا۔ یہی معنی ہیں ﴿ حٰمٓ عٓسٓقٓ ﴾ کے یعنی اللہ کی طرف سے یہ عزیمت یعنی

ضروری ہے یہ فتنہ قضا کیا ہوا یعنی فیصل شدہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عین سے مراد عدل سین سے مراد "سَیَکُوْنُ" یعنی یہ عنقریب ہو کر رہے گا ق سے مراد واقع ہونے والا ان دونوں شہروں میں۔ اس سے بھی زیادہ غربت والی ایک اور روایت مسند حافظ ابو یعلی کی دوسری جلد میں مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے۔ جو مرفوع بھی ہے لیکن اس کی سند بالکل ضعیف ہے۔ اور منقطع بھی ہے۔ اس میں ہے کہ کسی نے ان حروف کی تفسیر آنحضرت ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جلدی سے کھڑے ہوئے اور فرمایا ہاں میں نے سنی ہے۔ حٰم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے عین سے مراد ﴿عَایَنَ الْمُوَلُّوْنَ عَذَابَ یَوْمِ بَدْرٍ﴾ ہے۔ سین سے مراد ﴿سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ق سے کیا مراد ہے اسے آپ نہ بتا سکے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق تفسیر کی اور فرمایا ق سے مراد قارعہ آسمانی ہے جو تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ [1] ترجمہ یہ ہوا کہ بدر کے دن پیٹھ موڑ کر بھاگنے والے کفار نے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کتنا برا انجام ہوا؟ ان پر آسمانی عذاب آئے گا جو انہیں تباہ و برباد کر دے گا' پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! جس طرح تم پر اس قرآن کی وحی نازل ہوئی ہے اسی طرح تم سے پہلے کے پیغمبروں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے ہیں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے اترے ہیں جو اپنا انتقام لینے میں غالب اور زبردست ہے جو اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے مجھ سے باتیں کر جاتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سخت جاڑوں کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو شدت وحی سے آپ پانی پانی ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پیشانی سے پسینہ کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ [2] (بخاری و مسلم) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک زنجیر کی سی گھڑ گھڑاہٹ سنتا ہوں پھر کان لگا لیتا ہوں ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ مجھے اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے۔ [3] شرح صحیح بخاری کے شروع میں ہم کیفیت وحی پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمَنَّةُ۔

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں حسن خشنی راوی ضعیف ہے، مزید یہ منقطع بھی ہے۔]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۲) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب عرق النبی فی البرد وحین یاتیہ الوحی (۲۳۳۳) ترمذی : کتاب المناقب ، مسند احمد (۲۵۷/۶)]

[3] [حدیث صحیح وهذا اسناد ضعیف : مسند احمد (۲۲۲/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی

پھر فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی غلام ہے اس کی ملکیت ہے اس کے دباؤ تلے اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے۔ وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت اور جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں۔ فرشتے اس کی عظمت پر کپکپاتے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں' اور زمین والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں' جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾ [1] الخ' یعنی حاملان عرش اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت و علم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کے تابع ہیں انہیں عذاب جہنم سے بچالے۔ پھر فرمایا جان لو کہ اللہ غفور و رحیم ہے' پھر فرماتا ہے کہ مشرکوں کے اعمال کی دیکھ بھال میں آپ کر رہا ہوں انہیں خود ہی پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تیرا کام صرف انہیں آگاہ کر دینا ہے تو کچھ ان پر داروغہ نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے اس لئے کہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردے اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ڈرا دے' ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا○ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے' ظالموں کا حامی اور مددگار کوئی نہیں○

قرآن کا نزول بذریعہ وحی: یعنی جس طرح اے نبی آخر الزمان ﷺ تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر وحی الٰہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یہ عربی میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلجھے ہوئے بیان والا ہے تاکہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو احکام الٰہی اور اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دے' نیز تمام اطراف عالم کو۔ آس پاس سے مراد مشرق مغرب کی ہر سمت ہے۔ مکہ شریف کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے۔ اس کے دلائل بہت سے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ ہاں! یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہے اور صاف بھی ہے۔ سن لیجئے۔ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مسند احمد وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا آپ مکہ شریف کے بازار حزورہ میں کھڑے ہوئے فرما رہے تھے۔ کہ

---

[1] ...

اے مکہ! قسم ہے اللہ کی تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے۔ اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ ①

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرا دے جس دن تمام اول و آخر زمانے کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی۔ یہ وہ دن ہوگا کہ جنتی نفع میں رہیں گے اور جہنمی گھاٹے میں۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾ ② الخ، یعنی ان واقعات میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ آخرت کا وہ دن ہے جس میں تمام لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ ہم تو اسے تھوڑی سی مدت معلوم کے لئے موخر کئے ہوئے ہیں۔ اس دن کوئی شخص بغیر اللہ کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا ان میں سے بعض تو بدقسمت ہوں گے اور بعض خوش نصیب۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر آئے اور ہم سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمایئے۔ آپ نے اپنی داہنے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ رب العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں مع ان کے والد اور ان کے قبیلہ کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ جہنمیوں کے ناموں کا رجسٹر ہے انکے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے پھر آخر میں میزان لگا دی گئی ہے ان میں بھی کمی بیشی ناممکن ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت؟ جب کہ سب لکھا جا چکا ہے آپ نے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو، بھلائی کی نزدیکی لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلے اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی اعمال کرتے ہوں اور اہل نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی کاموں کے مرتکب رہے ہوں۔ پھر آپ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا تمہارا رب عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے۔ ایک فرقہ جنت میں ہے

---

① [صحیح: مسند احمد (۳۰۵/٤) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب فضل مکة (۳۱۰۸) ترمذی: کتاب المناقب: باب فضل مکة (۳۹۲۵) صحیح ابن حبان (۳۷۰۸) دارمی (۲۵۱۳) مسند عبد بن حمید (٤۹۱) نسائی فی السنن الکبری: کتاب الحج: باب فضل مکة (٤۲۵۲) ابن ابی عاصم فی الاحاد والمثانی (٦۲۱) الفسوی فی التاریخ (۲٤٤/۱) مستدرك حاکم (٤۳۱/۳) ابن الاثیر فی اسد الغابة (۳۳٦/۳) ابن حزم فی المحلی (۲۸۹۷)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجه]

② [سورہ ھود: آیت ۱۰۳، ۱۰۵]

اور ایک جہنم میں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا گویا کوئی چیز پھینک رہے ہیں۔ ① یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یہی حدیث اور کتابوں میں بھی ہے۔

کسی میں یہ بھی ہے کہ یہ تمام عدل ہی عدل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی تمام اولاد ان میں سے نکالی اور چیونٹیوں کی طرح وہ میدان میں پھیل گئی تو اسے اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا ایک حصہ نیکوں کا دوسرا حصہ بدوں کا۔

پھر انہیں پھیلا دیا دوبارہ انہیں سمیٹ لیا اور اسی طرح اپنی مٹھیوں میں لے کر فرمایا ایک حصہ جنتی اور دوسرا جہنمی۔ یہ روایت موقوف ہی ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ نامی صحابی رضی اللہ عنہ بیمار تھے ہم لوگ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ اپنی مونچھیں کم رکھا کرو یہاں تک کہ مجھ سے ملو اس پر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تو یہ حدیث رلا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دائیں مٹھی میں مخلوق لی اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں بھی اور فرمایا یہ لوگ اس کیلئے ہیں (یعنی جنت کیلئے) اور یہ اس کیلئے ہیں (یعنی جہنم کیلئے) اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

پس مجھے خبر نہیں کہ اللہ کی کس مٹھی میں میں تھا؟ ② اس طرح کی اثبات تقدیر کی اور بہت سی حدیثیں ہیں' پھر فرماتا ہے اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب کو ایک ہی طریقے پر کر دیتا یعنی یا تو ہدایت پر یا گمراہی پر لیکن رب نے ان میں تفاوت رکھا بعض کو حق کی ہدایت کی اور بعض کو اس سے بھلا دیا اپنی حکمت کو وہی جانتا ہے۔ جسے وہ چاہے اپنی رحمت تلے کھڑا کرلے ظالموں کا حمایتی اور مددگار کوئی نہیں۔

ابن جریر میں ہے اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا پھر ان میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائے گا اور کچھ اوروں کو جہنم میں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے۔ جناب باری نے ارشاد فرمایا موسیٰ اپنا پیرہن اونچا کرو آپ نے اونچا کیا پھر فرمایا اور اونچا کرو آپ نے اور اونچا کیا فرمایا اور اوپر کو اٹھاؤ جواب دیا اے اللہ اب تو سارے جسم سے اونچا کرلیا سوائے اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں۔ فرمایا بس موسیٰ اسی طرح میں بھی اپنی مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا۔ سوائے ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔ ③

---

① [صحیح : ترمذی : كتاب القدر : باب ما جاء ان الله كتب كتابا لاهل الجنة واهل النار (۲۱٤۱) مسند احمد (۲/۱٦۷) دارمی فی الرد على الجهمية (۲٦۳) تفسير ابن جرير الطبری (۲٥/۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (۸٤۸)]

② [صحيح : مسند احمد (٤/۱۷٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔]

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٩﴾ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا لئے ہیں' حقیقتاً تو اللہ ہی کارساز ہے' وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے○ جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے' یہی اللہ میرا پالنے والا ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں○ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنا دیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں' تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے' اس جیسی کوئی چیز نہیں' وہ سنتا دیکھتا ہے○ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں' جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے' یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے○

مشرکین کا مشرکانہ فعل: اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کرتے تھے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کو جلانا (زندہ کرنا) میری صفت ہے۔ ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا میرا وصف ہے۔ پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی؟ پھر فرماتا ہے' جس کسی امر میں تم میں اختلاف رونما ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف لے جاؤ' یعنی تمام دینی اور دنیوی اختلاف کے فیصلے کی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مانو۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [1] اگر تم میں کوئی جھگڑا ہو تو اسے اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لے جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے۔ میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی کی طرف سونپتا ہوں اور ہر وقت اس کی جانب رجوع کرتا ہوں' وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیئے یعنی مرد و عورت' اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کیے جو آٹھ ہیں' وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑا جوڑا پیدا کرتا جا رہا ہے نسلوں کی نسلیں پھیلا دیں قرنوں گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں پیٹ میں' بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلانا ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہے۔

---

[1] [illegible]

بعض کہتے ہیں یہاں "فِیۡہِ" معنی میں "بِہٖ" کے ہے' یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو وہ پھیلا رہا اور پیدا کر رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ خالق کے ساتھ کوئی اور نہیں' وہ فرد وصمد ہے وہ بینظیر ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ آسمان و زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔

سورۂ زمر میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے' مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک و حاکم وہی یکتا لاشریک ہے۔ جسے چاہے کشادہ روزی دے جس پر چاہے تنگی کر دے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں۔ اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ
عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی شریعت مقرر کر دی جس کے قائم کرنے کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا ہے اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا' جس چیز کی طرف تو انہیں بلا رہا ہے وہ تو ان مشرکوں پر بڑی گراں گزرتی ہے' اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا برگزیدہ بنا لے' اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے○ ان لوگوں نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ہی اختلاف کیا اور وہ بھی باہمی ضد بحث سے ہی' اور اگر تیرے رب کی بات ایک وقت مقرر تک کے لئے پہلے ہی سے قرار پا گئی ہوئی نہ ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا' اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ بھی اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں○

شریعت محمدی کی بنیاد بھی وہی اُمور جو دیگر شریعتوں کی بنیاد تھے: اللہ تعالیٰ نے جو انعام اس امت پر کیا ہے اس کا ذکر یہاں فرماتا ہے کہ تمہارے لئے جو شرع مقرر کی ہے' وہ وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دنیا کے سب سے پہلے پیغمبر اور دنیا کے سب سے آخری پیغمبر اور ان کے درمیان کے اولوالعزم پیغمبروں کی تھی۔

پس یہاں جن پانچ پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے۔ انہی پانچ کا ذکر سورۂ احزاب میں بھی کیا گیا ہے۔ فرمایا ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ﴾ [1] الخ' وہ دین جو تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک طور پر ہے وہ اللہ واحد کی عبادت ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

---

[1] [سورة الاحزاب : آیت ۷]

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [1] یعنی تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے ہیں ان سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی ہے کہ معبود میرے سوا کوئی نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو۔ حدیث میں ہے ہم انبیاء ﷺ کی جماعت آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے جیسے علاتی بھائیوں کا باپ ایک ہوتا ہے۔ [2]

الغرض احکام شرح میں گو جزوی اختلاف ہو۔ لیکن اصولی طور پر دین ایک ہی ہے اور وہ توحید باری تعالیٰ عزاسمہ ہے فرمان اللہ ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ [3] تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے شریعت وراہ بنادی ہے۔ یہاں اس وحی کی تفصیل یوں بیان ہو رہی ہے کہ دین کو قائم رکھو جماعت بندی کیساتھ اتفاق سے رہو اختلاف اور پھوٹ نہ کرو پھر فرماتا ہے کہ یہی توحید کی صدائیں ان مشرکوں کو ناگوار گزرتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو مستحق ہدایت ہوتا ہے وہ رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ اس کا ہاتھ تھام کر ہدایت کے راستے لا کھڑا کرتا ہے اور جو از خود برے راستے کو اختیار کر لیتا ہے اور صاف راہ چھوڑ دیتا ہے اللہ بھی اس کے ماتھے پر ضلالت لکھ دیتا ہے جب ان کے پاس حق آ گیا حجت ان پر قائم ہو چکی۔ اس وقت وہ آپس میں ضد اور بحث کی بنا پر مختلف ہو گئے۔ اگر قیامت کا دن حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے مقرر شدہ نہ ہوتا تو ان کے ہر بد عمل کی سزا انہیں یہیں اسی وقت مل جایا کرتی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ گزشتہ جو پہلوں سے کتابیں پائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف تقلیدی طور پر مانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مقلد کا ایمان شک شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ انہیں خود یقین نہیں دلیل و حجت کی بناء پر ایمان نہیں بلکہ یہ اپنے پیشرووں کے جو حق کے جھٹلانے والے تھے مقلد ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿15﴾

پس تو لوگوں کو اسی طرف بلاتا رہ اور جو کچھ تجھ سے ظاہر کیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور کہہ دے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان سب پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہی ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں ہم تم میں کوئی گفتگو نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ○

ایک آیت میں دس احکام: اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے

---

[1] [سورۃ الانبیاء : آیت ۲۵]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم اذا انتبذت من اھلھا (۳۴۴۲۔ ۳۴۴۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی (۲۳۶۵)]

[3] [سورۃ المائدہ : آیت ۴۸]

باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے۔ یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔

① پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء ﷺ پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام ﷺ کیلئے مقرر کی گئی تھی' تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ۔

② اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کر۔

③ مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب و افترا ان کا شیوہ ہے جو عبادت غیر اللہ ان کی عادت ہے خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہش اور ان کی چاہتوں میں نہ آ جانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا۔

④ اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں' ایک کو لے لوں اور ایک کو چھوڑ دوں۔

⑤ میں تم میں بھی وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں۔ اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔

⑥ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے۔ اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے۔

⑦ ہمارے عمل ہمارے ساتھ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں' جیسے اور آیت میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔ ①

⑧ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں۔ کسی بحث مباحثے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینے میں جہاد کے احکام اترے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں۔

⑨ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا﴾ ② الخ یعنی تو کہہ دے کہ ہمیں ہمارا رب جمع کرے گا پھر ہم میں حق کے ساتھ فیصلے کرے گا اور وہی فیصلے کرنے والا اور علم والا ہے۔

⑩ پھر فرماتا ہے لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔

---

① [سورة يونس : آيت ٤١] ② [سبا : ٢٦]

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

جو لوگ اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں اس کے بعد کہ مخلوق اسے مان چکی ان کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کیلئے سخت مار ہے○ اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ کتاب نازل فرمائی ہے اور ترازو بھی اتارا ہے اور تجھے کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو○ اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے' اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے لرزاں و ترساں ہیں' انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے' یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں○

منکرین قیامت گمراہی میں مبتلا ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو ایمان داروں سے فضول حجتیں کیا کرتے ہیں۔ انہیں راہ ہدایت سے بہکانا چاہتے ہیں' اور اللہ کے دین میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ ان کی حجت باطل ہے' ان پر رب غضبناک ہے۔ اور انہیں قیامت کے روز سخت تر ناقابل برداشت مار ماری جائے گی۔ ان کی طمع پوری ہونی یعنی مسلمانوں میں پھر دوبارہ جاہلیت کی خو بو آنا محال ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا بھی یہ جادو نہیں چلنے دے گا۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کے موجودہ دین کو اپنے سچے' اچھے' اصل اور کھرے دین پر ترجیح دیں۔ اور اس دین کو لیں جس میں جھوٹ ملا ہوا ہے جو محرف و مبدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے حق کیساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل و انصاف اتارا۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب اور میزان اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا﴾ [2] الخ' یعنی آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور ترازوؤں کو اسی نے رکھا تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو مت گھٹاؤ۔ پھر فرماتا ہے تو نہیں جان سکتا کہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اس میں خوف و لالچ دونوں ہی ہیں۔ اور اس میں دنیا سے بے رغبت کرنا بھی مقصود ہے۔ پھر فرمایا اس کے منکر تو جلدی مچا رہے ہیں کہ قیامت کیوں نہیں آتی؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو قیامت قائم کر دو کیونکہ ان کے نزدیک قیامت کا ہونا محال ہے۔ لیکن ان کے برخلاف ایمان دار اس سے کانپ رہے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ روز جزا کا آنا حتمی اور ضروری ہے۔ یہ اس سے ڈر کر وہ اعمال بجالا رہے ہیں جو انہیں اس روز کام دیں۔ ایک بالکل صحیح حدیث میں ہے جو تقریباً تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ ایک

---

[1] [الحدید : ۲۵] [2] [الرحمن : ۷۔۹]

شخص نے بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی؟ یہ واقعہ سفر کا ہے وہ حضرت ﷺ سے کچھ دور تھے آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ یقیناً آنے والی ہے تو بتا کہ تو نے اس کے لئے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ [1] ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ [2] یہ حدیث یقیناً متواتر ہے۔ الغرض حضور ﷺ نے اس سوال کے جواب میں قیامت کا تعین نہیں کیا بلکہ سائل کو اس دن کے لئے تیاری کرنے کو فرمایا۔ پس قیامت کے آنے کے وقت کا علم سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ قیامت کے آنے میں جو لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اس کے منکر ہیں اسے محال جانتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں سچی سمجھ صحیح عقل سے دور پڑے ہوئے ہیں سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ زمین و آسمان کا ابتدائی خالق اللہ کو مانیں اور انسان کو مار ڈالنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر اسے قادر نہ جانیں۔ جس نے بغیر کسی نمونے کے اور بغیر کسی جزء کے ابتداً اسے پیدا کر دیا تو دوبارہ جب کہ اس کے اجزا ابھی کسی نہ کسی صورت میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں اسے پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہے۔ بلکہ عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے کہ اب تو اور بھی آسان ہے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے ہی لطف کرنے والا ہے جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے وہ بڑی طاقت والا اور بڑے غلبہ والا ہے ○ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں اور ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ○ کیا ان لوگوں نے

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب علامة حب الله (٦١٧١) صحيح مسلم : کتاب البر والصلة : باب المرء من احب (٢٦٣٩)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب (٦١٧٠) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة (٢٦٤١) مسند احمد (٣٩٢/١)]

ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ان کیلئے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں' اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو (ابھی ہی) ان میں فیصلہ کر دیا جاتا' یقیناً ان ظالموں کیلئے ہی دردناک عذاب ہے ○ تو دیکھے گا کہ یہ ظالم اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے' جو یقیناً ان پر واقع ہونے والے ہیں' اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے وہ بہشتوں کے باغات میں ہوں گے' وہ جو چاہت کریں گے اپنے رب کے پاس موجود پائیں گے' یہی ہے بڑا فضل ○

اللہ بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے ایک کو دوسرے کے ہاتھ سے روزی پہنچا رہا ہے۔ ایک بھی نہیں جسے اللہ بھول جائے نیک بد ہر ایک اس کے ہاں کا وظیفہ خوار ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [1] الخ' زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کی روزیوں کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر ایک کے رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ اور سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا بھی ہے۔ وہ جس کیلئے چاہتا ہے کشادہ روزی مقرر کرتا ہے' وہ طاقتور غالب ہے' جسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ پھر فرماتا ہے جو آخرت کے اعمال کی طرف اس کی توجہ کرتا ہے ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں اسے قوت و طاقت دیتے ہیں۔ اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں کسی نیکی کو دس گنی کر دیتے ہیں کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ الغرض آخرت کی چاہت جس دل میں ہوتی ہے اس شخص کو نیک اعمال کی توفیق اللہ کی طرف سے عطاء فرمائی جاتی ہے۔ اور جس کی تمام کوششیں دنیا حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہیں آخرت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو وہ دونوں جہاں سے محروم رہتا ہے۔ دنیا کا ملنا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے ممکن ہے وہ ہزاروں جتن کر لے اور دنیا سے بھی محروم رہ جائے' بدنیتی کے باعث عقبیٰ تو برباد کر ہی چکا تھا۔ دنیا بھی نہ ملی تو دونوں جہان سے بھی گیا گزرا اور اگر تھوڑی سی دنیا مل بھی گئی تو کیا۔

چنانچہ دوسری آیت میں اس مضمون کو مقید بیان کیا گیا ہے۔ فرمان ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيدُ﴾ [2] الخ یعنی جو شخص دنیا کا ہو گا ایسے لوگوں میں سے ہم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں دے دیں گے پھر اس کیلئے جہنم تجویز کریں گے۔ جس میں وہ بدحال اور راندہ درگاہ ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو آخرت کی طلب کرے گا اور اس کے لئے جو کوشش کرنی چاہیے کرے گا اور وہ باایمان بھی ہو گا۔ تو ناممکن ہے کہ اس کی کوشش کی قدردانی نہ کی جائے۔ دنیوی بخشش وعطا تو عام ہے۔ اس سے ہم ان سب کی امداد کیا کرتے ہیں اور تیرے رب کی یہ دنیوی عطا کسی پر بند نہیں' خود دیکھ لو کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دے رکھی ہے' یقین مان لو کہ درجوں کے اعتبار سے بھی اور فضیلت کی حیثیت سے بھی آخرت بہت بڑی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس امت کو برتری اور بلندی کی نصرت اور سلطنت کی خوشخبری ہو۔ ان میں سے جو شخص دینی عمل دنیا

---

[1] [سورۃ ھود : آیت ٦]

[2] [سورۃ الاسراء : آیت ١٨-٢١]

کیلئے کرے گا اسے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا' [1] پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اللہ کے دین کی تو پیروی کرتے نہیں بلکہ جن شیاطین اور انسانوں کو انہوں نے اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے یہ جو احکام انہیں بتاتے ہیں انہی احکام کے مجموعے کو دین سمجھتے ہیں۔ حلال وحرام کا تعین اپنے ان بڑوں کے کہنے پر کرتے ہیں انہی کے ایجاد کردہ عبادات کے طریقے استعمال کر رہے ہیں' اسی طرح مال کے احکام بھی از خود تراشیدہ ہیں جنہیں شرعی سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جاہلیت میں بعض جانوروں کو انہوں نے از خود حرام کر لیا تھا مثلاً وہ جانور جس کا کان چیر کر اپنے معبودان باطل کے نام چھوڑ دیتے تھے اور داغ دے کر سانڈ چھوڑ دیتے تھے اور مادہ بچے کو حمل کی صورت میں ہی ان کے نام کر دیتے تھے جس اونٹ سے دس بچے حاصل کر لیں اسے ان کے نام چھوڑ دیتے تھے پھر انہیں ان کی تعظیم کے خیال سے اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اور بعض چیزوں کو حلال کر لیا تھا جیسے مردار' خون اور جوا۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانوروں کا چھوڑنا بتایا [2] یہ شخص خزاعہ کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اسی نے سب سے پہلے ان کاموں کی ایجاد کی تھی۔ جو جاہلیت کے کام عربوں میں مروج تھے۔ اسی نے قریشیوں کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ اللہ اس پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے۔ فرماتا ہے کہ اگر میری یہ بات پہلے سے میرے ہاں طے شدہ نہ ہوتی کہ میں گنہگاروں کو قیامت کے آنے تک ڈھیل دوں گا۔ تو میں آج ہی ان کفار کو اپنے عذاب میں جکڑ لیتا۔ اب انہیں قیامت کے دن جہنم کے المناک اور بڑے سخت عذاب ہوں گے' میدان قیامت میں تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کرتوتوں سے لرزاں و ترساں ہوں گے۔ مارے خوف کے تھرا رہے ہوں گے۔ لیکن آج کوئی چیز نہیں ہوگی جو انہیں بچا سکے۔ آج تو یہ اعمال کا مزہ چکھ کر ہی رہیں گے۔ ان کے بالکل برعکس ایماندار' نیکوکار لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ امن چین سے جنتوں کے باغات میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کی ذلت ورسوائی ڈر خوف ان کی عزت بڑائی امن چین کا خیال کر لو۔ وہ طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں میں ہوں گے' یہ طرح طرح کی راحتوں اور لذتوں میں ہوں گے۔ عمدہ بہترین غذائیں' بہترین لباس' مکانات' بہترین بیویاں اور بہترین ساز وسامان انہیں ملے ہوئے ہوں گے جن کا دیکھنا سننا تو کہاں؟ کسی انسان کے ذہن اور تصور میں بھی یہ چیزیں نہیں آسکتیں۔ حضرت ابو طیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنتیوں کے سروں پر ابر آئے گا اور انہیں ندا ہوگی کہ بتاؤ کس چیز کی بارش چاہتے ہو؟ پس وہ لوگ جس چیز کی بارش چاہیں

---

[1] [اسنادہ قوی :مسند احمد (١٣٤/٥) بغوی فی شرح السنة (٤١٤٥) صحیح ابن حبان (٤٠٥) مستدرك حاكم (٣١١/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٠٢٧٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی بات درست ہے جس نے اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب قصه خزاعه (٣٥٢١) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء (٢٨٥٦)]

گے وہی چیز ان پر اس بادل سے برسے گی یہاں تک کہ کہیں گے ہم پر ابھرے ہوئے سینے والی ہم عمر عورتیں برسائی جائیں چنانچہ وہی برسیں گی۔ اسی لئے فرمایا کہ فضل کبیر یعنی زبردست کامیابی کامل نعمت یہی ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾

یہی وہ ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور سنت کے مطابق عمل کئے تو کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتے داری کی' جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کیلئے اس کی نیکی میں اور حسن بڑھا دیں گے' بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدر دان ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ افترا کرلیا ہے' اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر لگا دے' اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے جھوٹ کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو ثابت رکھتا ہے' وہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے ○

بلا اجرت دعوت: اوپر کی آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے بیان فرما رہا ہے' کہ ایمان دار' نیک کار بندوں کو اس کی بشارت ہو۔ پھر اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ قریش کے مشرکین سے کہہ دو کہ اس تبلیغ پر اور اس تمہاری خیر خواہی پر میں تم سے کچھ طلب تو نہیں کر رہا۔ تمہاری بھلائی تو ایک طرف رہی تم اگر اپنی برائی سے ہی ٹل جاؤ اور مجھے رب کی رسالت پہنچانے دو اور قرابت داری کے رشتے کو سامنے رکھ کر میری ایذا رسانی سے رک جاؤ تو یہی بہت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا اس سے مراد قرابت آل محمد ﷺ ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا تم نے عجلت سے کام لیا۔ سنو! قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور ﷺ کی رشتہ داری تھی تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ [1]

حضرت مجاہد' حضرت عکرمہ' حضرت قتادہ' حضرت سدی' حضرت ابو مالک' حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہم اللہ وغیرہ بھی اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش سے کہا میں تم سے اس کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ تم اس قرابت داری کا خیال رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔ اس میری قرابت کا حق جو تم پر ہے وہ ادا کرو۔ [2]

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله الا المودة فی القربی (٤٨١٨) ترمذی (٣٢٥١) مسند احمد (٢٢٩/١)]

[2] [ضعیف :طبرانی اوسط (٣٣٤٧)] اس کی سند میں خصیف جزری ضعیف ہے۔]

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو دلیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے اس پر کوئی اجر تم سے نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کر لو۔[1] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ تو یہ دوسرا قول ہوا' پہلا قول حضور ﷺ کا اپنی رشتہ داری کو یاد دلانا۔ دوسرا قول آپ کی یہ طلب کہ لوگ اللہ کی نزدیکی حاصل کر لیں۔

تیسرا قول جو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی روایت سے گزرا کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو۔ ابوالدیلم کا بیان ہے کہ جب حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالا خانے میں رکھا گیا تو ایک شامی نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا اس میں حٰمٓ والی سورتیں بھی پڑھی ہیں؟ اس نے کہا واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حٰمٓ والی سورتیں نہیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی؟ ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی۔ اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مراد قرابت رسول ﷺ ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم نے اپنی خدمات اسلام گنوائیں گویا فخر کے طور پر۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تم سے افضل ہیں جب یہ خبر حضور ﷺ کو ملی تو آپ ان کی مجلس میں آئے اور فرمایا انصاریو! کیا تم ذلت کی حالت میں نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے عزت بخشی! انہوں نے کہا بے شک آپ سچے ہیں۔ فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت کی؟ انہوں نے کہا ہاں بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا اب تم مجھے کیوں نہیں کہتے؟ انہوں نے کہا کیا کہیں؟ فرمایا کیوں نہیں کہتے؟ کہ کیا تیری قوم نے تجھے نکال نہیں دیا تھا؟ اس وقت ہم نے تجھ کو پناہ دی' کیا انہوں نے تجھے جھٹلایا نہ تھا؟ اس وقت ہم نے تیری تصدیق کی کیا انہوں نے تجھے پست کرنا نہیں چاہا تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی؟ اسی طرح کی آپ نے اور بھی بہت باتیں کہیں یہاں تک کہ انصار اپنے گھٹنوں پر جھک پڑے اور انہوں کہا حضور ﷺ ہماری اولاد اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اللہ کے لئے اور سب اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔[2]

پھر یہ آیت ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ﴾ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں بھی اسی کے قریب ضعیف سند سے مروی

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۲۶۸) مستدرك حاكم (۲/٤٤٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵/۲۵) طبرانی کبیر (۱۱۱٤٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۹۰)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں قزعہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰٦۷۸)] اس کی سند میں یزید بن ابی زیادہ راوی ضعیف ہے۔]

ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے۔ ① اس میں ہے کہ یہ واقعہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آیا تھا اور اس میں آیت کے اترنے کا ذکر بھی نہیں۔ اور اس آیت کو مدینے میں نازل شدہ ماننے میں بھی قدرے تامل ہے اس لئے کہ یہ صورت مکیہ ہے۔ پھر جو واقعہ حدیث میں مذکور ہے اس واقعہ میں اور اس آیت میں کچھ ایسی زیادہ ظاہر مناسبت بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت رکھنے کا ہمیں حکم باری ہوا ہے؟۔ آپ نے فرمایا حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد۔ ②

لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا راوی مبہم ہے جو معروف نہیں پھر اس کا استاد ایک شیعہ ہے جو بالکل ثقاہت سے گرا ہوا ہے اس کا نام حسین اشقر ہے اس جیسی حدیث بھلا اس کی روایت سے کیسے مان لی جائے گی؟ پھر مدینے میں آیت نازل ہونا ہی مستبعد ہے۔ حق یہ ہے کہ آیت مکیہ ہے اور مکہ شریف میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہی نہ ہوا تھا اور اولاد کیسی؟ آپ کا عقد تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ بدر کے بعد سنہ ۲ھ میں ہوا۔ پس صحیح تفسیر اس کی وہی ہے جو حبر الامہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے بحوالہ بخاری پہلے گزر چکی ہم اہل بیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان و سلوک اور ان کا اکرام و احترام ضروری چیز ہے روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور نہیں حسب و نسب میں اور فخر و مباہات میں بلاشک یہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبوی ہوں۔ جیسے کہ اسلاف کی روش تھی یعنی حضرت عباس اور آل عباس کی اور حضرت علی اور آل علی کی رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا ہے میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت، اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض پر میرے پاس نہ آئیں۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ قریشی جب آپس میں ملتے ہیں تو بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ لیکن ہم سے اس ہنسی خوشی کے ساتھ نہیں ملتے۔ یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے۔ ④ اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا قریشی باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ اسے سن کر مارے غصے کے آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا واللہ! کسی

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان (۴۳۳۰) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام وتصبر من قوی ایمانه (۱۰۶۱)]

② [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۲۳۸۴)] اس میں حسین اشقر ضعیف ہے۔]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (۲۴۰۸)]

④ [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب مناقب ابی الفضل عم النبی وهو العباس بن عبدالمطلب (۳۷۵۸) مستدرك حاكم (۳/۳۳۳) مسند احمد (۱/۲۰۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ضعیف ہے۔]

مسلمان کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ کے لئے اور میری قرابت داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ (۱) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! حضور ﷺ کا لحاظ حضور ﷺ کے اہل بیت میں رکھو۔ (۲) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے بھی پیارا ہے۔ (۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا واللہ! تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ اس لئے کہ تمہارا اسلام حضور ﷺ کو خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ پس اسلام کے ان دو چمکتے ستاروں کا مسلمانوں کے ان دونوں سیدوں کا جو معاملہ آل رسول ﷺ اور اقرباء پیغمبر کے ساتھ تھا وہی عزت و محبت کا معاملہ مسلمانوں کو آپ کے اہل بیت اور قرابت داروں سے رکھنا چاہئے۔ کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام دنیا سے افضل یہی دونوں بزرگ خلیفہ رسول ﷺ تھے پس مسلمانوں کو ان کی پیروی کر کے حضور ﷺ کے اہل بیت اور کنبے قبیلے کے ساتھ حسن عقیدت سے پیش آنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خلیفہ سے اہل بیت سے اور حضور ﷺ کے کل صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوش ہو جائے۔ اور سب کو اپنی رضامندی میں لے لے۔ آمین۔

صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ یزید بن حیان اور حصین بن میسرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت حصین نے کہا اے حضرت! آپ کو تو بڑی بڑی خیر و برکت مل گئی۔ آپ نے اللہ کے نبی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا آپ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں' ان کے ساتھ جہاد کئے ان کے ساتھ نمازیں پڑھیں حق تو یہ ہے کہ بڑی بڑی فضیلتیں آپ نے سمیٹ لیں۔ اچھا اب کوئی حدیث ہمیں بھی بتایئے۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھتیجے سنو! میری عمر اب بڑی ہوگئی حضور ﷺ کی رحلت کو عرصہ گزر چکا۔ بعض چیزیں ذہن میں محفوظ ہی نہیں رہیں اب تو یہی رکھو کہ جو از خود سنا دوں اسے مان لیا کرو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو کہ تکلف سے بیان کرنا پڑے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس جسے خم کہا جاتا تھا کھڑے ہو کر اللہ کے رسول نے ہمیں خطبہ سنایا اللہ کی حمد و ثناء کی وعظ و پند کیا پھر فرمایا لوگو! میں ایک انسان ہوں کیا عجب کہ ابھی ابھی میرے پاس اللہ کا قاصد پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں' سنو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ جس میں نور و ہدایت ہے' تم اللہ کی کتاب کو مضبوط تھام لو۔ اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو پس اس کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکید کی پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (۱/۲۰۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل الصحابة (۳۷۱۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان (۲۰۵)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب مناقب قرابة رسول الله (۳۷۱۲) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب قول النبی لا نورث ما ترکنا فهو صدقة (۱۷۵۸)]

کو یاد دلاتا ہوں یہ سن کر حطین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے زید حضور کے اہل بیت کون ہیں؟ آپ کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں؟ فرمایا بے شک آپ کی بیویاں ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس رضی اللہ عنہم' پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا ہاں![1] ترمذی شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط تھامے رہے تو بھکو گے نہیں ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے کتاب اللہ جو اللہ کی طرف سے ایک لٹکائی ہوئی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک آئی ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔ پس دیکھ لو کہ میرے بعد کس طرح ان میں میری جانشینی کرتے ہو؟[2] امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف ترمذی میں یہ روایت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے ترمذی میں ہے کہ عرفے والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جسے قصواء کہا جاتا ہے خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت۔[3] ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو مدنظر رکھ کر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔[4] اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہ حدیث اور اوپر کی حدیث حسن غریب ہے۔ اس مضمون کی اور احادیث ہم نے ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ﴾[5] الخ' کی تفسیر میں وارد کر دی ہیں یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں فالحمدللہ۔ ایک ضعیف حدیث مسند ابویعلی میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھامے ہوئے فرمایا لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں جو نہیں پہچانتے وہ اب پہچان کر لیں کہ میرا نام ابوذر ہے۔ سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کے ہے اس میں جو چلا گیا اس نے نجات پالی اور جو اس میں داخل نہ ہوا ہلاک ہوا۔[6] پھر فرماتا ہے جو نیک عمل کرے ہم اس کا ثواب اور بڑھا دیتے ہیں' جیسے ایک اور آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔[7] بعض سلف کا قول ہے کہ نیکی کا ثواب اس کے بعد نیکی ہے اور برائی کا بدلہ اس کے بعد برائی ہے۔ پھر

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن ابی طالب (٤٢٠٨)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبیؐ (٣٧٨٨) صحیح ترمذی للألبانی]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبی (٣٧٨٦) صحیح ترمذی للألبانی]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب : باب فی مناقب اهل بیت النبی (٣٧٨٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (٧٩٢)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[5] [سورۃ الاحزاب : آیت ٣٣]

[6] [ضعیف : اس میں سوید بن سعید راوی ضعیف ہے۔]

[7] [سورۃ النسآء : آیت ٤٠]

فرمان ہوا کہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور نیکیوں کی قدر دانی کرنے والا ہے انہیں بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام لگا دیا ہے ایسا نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تیرے دل پر مہر لگا دیتا اور تجھے کچھ بھی یاد نہ رہتا جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا﴾ ① الخ اگر یہ رسول ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی انہیں اس سزا سے بچا نہ سکتا۔ یعنی یہ اگر ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ہم ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی ہستی اسے نہ بچا سکتی۔ اس کے بعد کا جملہ ﴿وَيَمْحُ اللَّهُ﴾ الخ يَخْتِمْ پر معطوف نہیں بلکہ یہ مبتدا ہے اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ يَخْتِمْ پر عطف نہیں جو مجزوم ہو۔ واؤ کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم خط کی موافقت کی وجہ سے ہے۔ جیسے ﴿سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ ② میں واؤ لکھنے میں نہیں آئی۔ اور ﴿وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ﴾ ③ میں واؤ نہیں لکھی گئی۔ ہاں اس کے بعد کے جملے ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ﴾ کا عطف ﴿يَمْحُ اللَّهُ﴾ الخ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور مبین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے یعنی دلائل بیان فرما کر حجت پیش کر کے وہ خوب دانا بینا ہے۔ دلوں کے راز سینوں کے بھید اس پر کھلے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا
تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ
وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ
وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي
يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو سب جانتا ہے ○ اور ایمان والوں اور نیک کار لوگوں کی سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے زیادتی عطا فرماتا ہے اور کفار کیلئے ہی سخت مار ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے ○ وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے وہی ہے کارساز اور قابل حمد و ثنا ○

توبہ سے گناہوں کی بخشش: اللہ تعالیٰ اپنا احسان اور اپنا کرم بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گنہگار بھی جب اپنی بدکاری سے باز آئے اور خلوص کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے کرم و رحم سے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنا فضل اس کے

---

① [سورة الحاقه : آيت ٤٤ـ٤٧] ② [سورة العلق : آيت ١٨]

③ [سورة بنى اسرائيل : آيت ١١]

شامل حال کر دیتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ [1] الخ، جو شخص بدعملی کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہوگئی ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کر کے عاجز آ کر کسی درخت تلے پڑ رہا اور اپنی جان سے بھی تقریباً ہاتھ دھو بیٹھا اونٹنی سے بالکل مایوس ہوگیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے یہ فوراً اٹھ بیٹھتا ہے اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشا اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ بیشک تو میرا غلام ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے۔ [2] ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس شخص کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہوگیا ہو جو اسے دفعتاً مل جائے۔ [3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے برا کام کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نکاح میں کوئی حرج نہیں پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [4] توبہ تو مستقبل کیلئے قبول ہوتی ہے۔ اور برائیاں گزشتہ معاف کر دی جاتی ہیں۔ تمہارے ہر قول و فعل اور ہر عمل کا اسے علم ہے۔ باوجود اس کے جھکنے والے کی طرف مائل ہوتا ہے اور توبہ قبول فرما لیتا ہے وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کی دعا قبول فرماتا ہے وہ خود اپنے لئے دعا کریں خواہ دوسروں کیلئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام میں خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرماتے ہیں تم ایمان دار ہو اور جنتی ہو اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ رومی اور فارسی جنہیں تم قید کر لائے ہو کیا عجب کہ یہ بھی جنت میں پہنچ جائیں کیونکہ ان میں سے جب تمہارا کوئی کام کر دیتا ہے تو تم اسے کہتے ہو اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے بہت اچھا کام کیا اللہ تجھے برکت دے تو نے بہت اچھا کیا وغیرہ اور قرآن کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے پھر آپ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت فرمایا۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اللہ ان کی سنتا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ [5] کی تفسیر کی گئی ہے کہ جو بات کو مان لیتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں اور جیسے فرمایا ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ [6] ابن ابی حاتم میں ہے کہ اپنے فضل سے زیادتی دینا یہ ہے کہ ان کے حق میں ایسے لوگوں کی سفارش قبول فرمالے گا۔ جن کے ساتھ انہوں نے کچھ سلوک کیا ہو۔ [7]

---

[1] [سورة النساء : آیت ١١٠]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب التوبة (٦٣٠٨ - ٦٣٠٩) صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی الحض علی التوبة والفرح بها (٢٧٤٧) مسند احمد (٢١٣/٣)]

[3] [عبدالرزاق فی التفسیر (٢٧٣٨)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٤٧/١١)]

[5] [سورة الزمر: آیت ١٨]

[6] [سورة الانعام : آیت ٣٦]

[7] [**ضعیف** :ابن ابی عاصم فی السنة (٨٤٦) طبرانی کبیر (٢٤٨/١٠)] اس میں اسماعیل کندی ضعیف ہے۔]

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے وہ اپنے بھائیوں کی سفارش کریں گے اور انہیں زیادہ فضل ملے گا یعنی بھائیوں کے بھائیوں کو بھی شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ مومنوں کی عزت وشان کو بیان فرما کر کفار کی بدحالی بیان فرمائی کہ انہیں سخت دردناک اور گھبراہٹ والے عذاب ہوں گے' پھر فرمایا اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی ان کی ضرورت سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خرمستی میں آ کر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے ایک دوسرے کو پھونک دیتے' بھون کھاتے' سرکشی اور طغیان تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔ اس مضمون کی پوری حدیث کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر دنیا کی نمائش کا ہے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے وہ ایک اندازے سے روزیاں پہنچا رہا ہے بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے۔ غنا اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے۔

قدسی حدیث شریف میں ہے میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری میں ہی ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے۔ اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں گویا ان کا دین فاسد کر دوں [2] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں میں ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت بارش برساتا ہوں ان کی ناامیدی اور خشک سالی ختم ہو جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین قحط سالی ہو گئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب انشاء اللہ ضرور بارش ہو گی پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ ولی وحمید ہے۔ یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں اس کے کام قابل ستائش و تعریف ہیں۔ مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰى
جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ
وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش ہے اور ان میں جانداروں کا پھیلانا ہے' وہ اس پر قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کر دے ○ تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور بھی تو بہت سی باتوں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب ما یحذر من زهرة الدنيا و التنافس فيها (٦٤٢٧) صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب التحذير بزينة الدنيا (١٠٥٢)]

[2] [ضعیف : بغوی فی التفسیر (١٨٧٧)] اس کی سند میں حسن خشنی اور صدقہ دمشقی راوی ضعیف ہے۔]

سے وہ درگزر فرمالیتا ہے○ تم (ہمیں) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو تمہارے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار○

مصائب وتکالیف سے گناہوں کا خاتمہ: اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے۔ کہ آسمان زمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ فرشتے' انسان' جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔ جبکہ ان کے حواس گم ہو چکے ہوں گے۔ اور ان میں عدل وانصاف کیا جائے گا' پھر فرماتا ہے لوگو! تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب دراصل تمہارے اپنے کئے گناہوں کا بدلہ ہیں' اور ابھی تو وہ غفور ورحیم اللہ تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرمادیتا ہے' اگر ہر اک گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو جو تکلیف سختی غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا لگنے کے عوض بھی۔[1] جب آیت ﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا﴾[2] الخ اتری اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے اسے سن کر کھانے سے ہاتھ ہٹالیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر بھلائی برائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں۔ اور ساری نیکیاں اللہ کے پاس جمع شدہ ہیں۔۔ حضرت ابوادریس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا ہے۔[3] امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں کتاب اللہ شریف کی افضل تر آیت سناؤں' اور ساتھ ہی حدیث بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لے کر فرمایا سن میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتادوں تجھے جو بیماریاں سختیاں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہے وہ سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کا حلم اس سے بہت زیادہ ہے کہ پھر انہی پر آخرت میں بھی سزا کرے۔ اور اکثر برائیاں معاف فرما دیتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی جھوئی خطاؤں پر آخرت میں پکڑے۔ (مسند احمد)[4]

ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ ابوجحیفہ رحمہ اللہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے پھر یہ تفسیر آیت کی اپنی طرف سے کرکے سنائی۔ مسند میں ہے کہ مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المرضی: باب ما جاء فی کفارۃ المرض (٥٦٤٢) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب ثواب المومن فیما یصیبہ من مرض (٢٥٧٣)]

[2] [سورۃ الزلزال: آیت ٧-٨]　　[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٣٠٧٠٤)]

[4] [**ضعیف**: مسند احمد (٨٥/١) مسند ابو یعلی (٤٥٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ازہر بن راشد راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٦٤٩)]

وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (۱)

مسند ہی کی اور حدیث میں ہے جب ایمان دار بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے کفارہ کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہوتی تو اللہ اسے کسی رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (۲) ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے اترنے پر حضور ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ لکڑی کی ذراسی خراش' ہڈی کی ذراسی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی اللہ کے عفو کیے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی مٹ جاتے ہیں۔ (۳) ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا آپ کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی بہت سے گناہ تو اللہ معاف فرما چکا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ ابوالبلاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علا بن بدر رحمہ اللہ سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت ہے اور میں ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے کسی گناہ میں پکڑا گیا ہے۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو گی کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

دریا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں ○ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے اور یہ کشتیاں سمندروں پر رکی کی رکی رہ جائیں' یقیناً اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں ○ یا انہیں ان کے کرتوتوں کے باعث تباہ کر دے' وہ تو بہت سی تقصیروں سے درگزر فرمایا کرتا ہے ○ تاکہ ہماری نشانیوں میں جو لوگ الجھتے ہیں وہ معلوم کر لیں کہ ان کے لئے کوئی چھٹکارہ نہیں ○

---

(۱) مسند احمد (۴/۹۸) مسند عبد بن حمید (۴۱۵) مستدرك حاكم (۱/۳۴۷)] امام حاکم ؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۶۸۹۹)]

(۲) [اسنادہ ضعیف :مسند احمد (۶/۱۵۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۵۲۳۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجمادی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۳) [مرسل :تفسير ابن جرير الطبرى (۳۰۷۰۵)]

سمندر میں کشتی کا چلنا بھی اللہ کی نشانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضے میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے پھر تو بادبان بے کار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کیلئے تو بڑی عبرت کی جگہ ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما لیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کر دے۔ تیز وتند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ ادھر سے ادھر کر دے سنبھالے نہ سنبھل سکے جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ وحیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر ہوا بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کر دے تو ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے اگر بہت ہی برسا دے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے اور دنیا ہلاک ہو جائے۔ ساتھ ہی مینہ کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ رب کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے مینہ برستا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں سے جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں۔ ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے۔ سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں ﴿فَسُبْحَانَهُ مَا أَعْظَمَ شَأْنَهُ﴾

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ زندگانی دنیا کا کچھ یونہی سا اسباب ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے وہ ان کیلئے ہے جو ایمان لائے ہیں اور صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ○ اور کبیرہ گناہوں سے اور بے

حیائیوں سے بچتے رہتے ہیں اور غصے کے وقت بھی معاف کر دیا کرتے ہیں۔ اور اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں' اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے' اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہمارے نام دیتے رہتے ہیں ○ اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو صرف بدلہ لے لیتے ہیں ○

بدلہ لینے سے معاف کرنا بہتر: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قدری اور اس کی حقارت بیان فرمائی کہ اسے جمع کر کے کسی کو اس پر اترانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ فانی چیز ہے۔ بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنی چاہئے۔ نیک اعمال کر کے ثواب جمع کرنا چاہئے جو سرمدی اور باقی چیز ہے۔ پس فانی کو باقی پر' کمی کو زیادتی پر ترجیح دینا عقلمندی نہیں' اب اس ثواب کے حاصل کرنے کے طریقے بتائے جاتے ہیں کہ ایمان مضبوط ہو تا کہ دنیاوی لذتوں کے ترک پر صبر ہو سکے۔ اللہ پر کامل بھروسہ ہو تا کہ صبر پر اس کی امداد ملے اور احکام الٰہی کی بجا آوری اور نافرمانیوں سے اجتناب آسان ہو جائے۔ کبیرہ گناہوں اور فحش کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس جملہ کی تفسیر سورۂ احزاب میں گزر چکی ہے۔ غصے پر قابو چاہیے کہ عین غصے اور غضب کی حالت میں بھی خوش خلقی اور درگزر کی عادت نہ چھوٹے' صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے نفس کا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں اگر اللہ کے احکام کی بے عزتی اور بے توقیری ہو تو اور بات ہے۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ بہت زیادہ غصے کی حالت میں بھی آپ کی زبان سے اس کے سوا اور کچھ الفاظ نہ نکلتے کہ فرماتے اسے کیا ہو گیا ہے اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ [2] حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمان پست و ذلیل ہونا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آ کر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگزر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔ ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ اللہ کا کہا کرتے ہیں رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں' جس کا وہ حکم کرے بجا لاتے ہیں۔ جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں۔ نماز کے پابند ہوتے ہیں جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔

بڑے بڑے امور میں بغیر آپس کی مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوتا ہے ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [3] یعنی ان سے مشورہ کر لیا کرو۔ اسی لئے حضور ﷺ کی عادت تھی کہ جہاد وغیرہ کے موقعہ پر لوگوں سے مشورہ کر لیا کرتے تا کہ ان کے جی خوش ہو جائیں۔ اور اسی بناء پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ آپ کو زخمی کر دیا گیا اور وفات کا وقت آ گیا چھ آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ مشورے سے میرے بعد کسی کو میرا جانشین مقرر کریں۔ ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں عثمان' علی' طلحہ' زبیر' سعد' اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پس سب نے باتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کیا' پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب صفة النبی (۳۵۶۰) صحیح مسلم : کتاب الفضائل: باب مباعدته للاثام واختیاره من المباح (۲۳۲۷)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفاحشا (۶۰۳۱) وکتاب الادب : باب قول النبی تربت یمینك (۶۱۵۶) مسند احمد (۱۲۶/۳)]

[3] [سورة آل عمران : آیت ۱۵۹]

اور وہاں کے ثواب ہیں ایک اور وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے۔ اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک واحسان کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایسے ذلیل پست اور بے زور نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی کوئی روک تھام نہ کر سکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجے سے نجات دلوائیں لیکن ہاں! اپنی شرافت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے کہ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرما دے۔ [1] اور جیسے سردار انبیاء رسول اللہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حدیبیہ میں کیا جبکہ اسی (۸۰) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

اور اسی طرح آپ نے غورث بن حارث کو معاف فرمادیا یہ وہ شخص ہے کہ حضور ﷺ کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کر لیا جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔ [2]

اسی طرح لبید بن عاصم نے جب آپ پر جادو کیا تو علم وقدرت کے باوجود آپ نے اس سے درگزر فرمالیا۔ [3] اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا اور قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے باوجود بھی آپ نے اتنے بڑے واقعہ آنا جانا کر دیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا یہ مرحب یہودی کی بہن تھی۔ جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا خود شانے نے ہی آنحضرت ﷺ کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال جرم کر لینے پر بھی اللہ کے رسول ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ معاف فرمادیا گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی۔ اس لئے کہ اسی زہر سے اور زہر یلے کھانے سے حضرت بشر بن

---

[1] [سورة یوسف : آیت ۹۲]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة ذات الرقاع (٤١٣٥) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب صلوة الخوف (٨٤٣)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب السحر (٥٧٦٣) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب السحر (٢١٨٩)]

براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی۔ ① اور بھی حضور ﷺ کے عفو و درگزر کے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ ع ۵

برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے فی الواقع اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ○ اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں ○ یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں' یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہیں ○ جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہی ہمت کے کاموں میں سے ایک کام ہے ○

ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ ② اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ ③ ان سب آیات کا مطلب یہی ہے۔ لیکن افضلیت اسی میں ہے کہ عفو و درگزر کیا جائے۔ جیسے فرمایا ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ ④ یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر اسے معاف کر دے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح و صفائی کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگزر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے۔ ⑤ لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی' پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا اسے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں' میں اس لفظ اِنْتَصَرَ کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں' بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور ﷺ گئے۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں موجود تھیں آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اشارے سے بتایا اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنا شروع

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجزیه: باب اذا اغدر المشرکین بالمسلمین هل یعفی عنهم () سنن ابو داؤد: کتاب الدیات باب ٦]

② [البقرہ: ١٩٤] ③ [النحل: ١٢٦] ④ [المائدة: ٤٥]

⑤ [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب استحباب العفو والتواضع (٢٥٨٨) مسند احمد (٣٨٦/٢) ترمذی: کتاب البر]

کیا۔حضور ﷺ کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا عاجز آ گئیں اور سیدھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر حضور ہوئیں آپ نے ان سے فرمایا قسم رب کعبہ کی! عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس آ گئیں۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ سے باتیں کیں۔[1]

یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے۔لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں۔اور یہ روایت بھی منکر ہے۔نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا غصہ سے بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی آئیں اور حضور ﷺ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لڑنے لگیں' لیکن مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی اختیار کی جب وہ بہت کہہ چکیں تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے پھر جو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینے شروع کئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھوک خشک ہو گیا۔کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضور کے چہرے سے وہ صدمہ مٹ گیا۔[2]

حاصل یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لے۔بزار میں ہے ظالم کے لئے جس نے بددعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔[3] یہی حدیث ترمذی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے۔پھر فرماتا ہے حرج وگناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور زمین میں بلاوجہ شر وفساد کریں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے جب کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے[4] ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا اس نے مجھ سے کہا ابو عبداللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۷۲۹)] یہ روایت علی بن زید راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب حسن المعاشرۃ النساء (۱۹۸۱) الادب المفرد (۵۵۸) مسند احمد (۹۷/۶) صحیح مسلم (۲۴۴۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الصحیحۃ (۸۹۱۶)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب الدعوات : باب من دعا علی من ظلمه فقد انتصر (۳۵۵۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، ضعیف الجامع الصغیر (۵۵۸۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابو حمزہ راوی متروک ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب النهی عن السباب (۲۵۸۷) ابو داؤد : کتاب الادب : (۴۸۹۴) ترمذی : کتاب البر (۱۹۸۱) الادب المفرد (۴۲۳) مسند احمد (۲۳۵/۲)]

نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علا بن زیاد نے اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔ مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی۔ اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر میں پہنچا دو۔ مروان نے کہا بہت اچھا۔ (ابن ابی حاتم) پس ظلم واہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب افضلیت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا برداشت کر لے اور برائی سے درگزر کر لے اس نے بڑی بہادری کا کام کیا۔ جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آ کر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے۔ سنو معاف کر دینے والا تو آرام سے میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے۔ اور جوڑ توڑ سوچتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب کہ اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھے کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراضگی سے اٹھ کے چلے آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل حق ہیں۔ (۱): جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کر لے تو ضرور اللہ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ (۲): جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔ (۳): اور جو شخص مال بڑھانے کیلئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اور دوسروں سے مانگتا پھرے گا اللہ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رہے گا۔ یہ روایت ابوداود میں بھی ہے۔ [1] اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۲/۴۳۶) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الانتصار (۴۸۹۶) بیهقی فی شعب الایمان (۶/۲۵۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۶۲۴)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾

جسے اللہ بہکا دے اس کا اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں' تو دیکھے گا کہ ظالم لوگ عذابوں کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے کہ کیا واپس جانے کی کوئی راہ ہے؟ ○ اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ جہنم کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے مارے ذلت کے کبڑے ہوئے جاتے ہوں گے اور کھلی ہوئی آنکھ کے گوشے سے دیکھ رہے ہوں گے' ایمان دار صاف کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جنہوں نے آج قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈال دیا' یاد رکھو کہ یقیناً ظالم لوگ دائمی عذاب میں ہیں ○ ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ سے الگ ان کی مدد کر سکیں' جسے اللہ گمراہ کر دے اس کیلئے کوئی راستہ ہی نہیں ○

جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا' اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی کر سکتا ہے وہ جسے راہ راست دکھا دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جس سے وہ راہ حق گم کر دے اسے کوئی اس راہ کو دکھا نہیں سکتا۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾ [1] جسے وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین قیامت کے عذاب کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ﴾ [2] الخ' کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم دوبارہ واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم ہرگز اپنے رب کی آیتوں کو جھوٹ نہ بتائیں بلکہ ایمان لے آئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو اس سے پہلے پوشیدہ کئے ہوئے تھے وہ ان کے سامنے آ گئی۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھیج بھی دیئے جائیں تب بھی وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں یقیناً یہ جھوٹے ہیں' پھر فرمایا یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہو گی عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے۔ خوف زدہ اور حواس باختہ ہو رہے ہوں گے لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم و گمان سے بھی زیادہ عذاب ہو گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے' اس وقت ایمان دار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ساتھ اپنے والوں کو بھی جہنم واصل کیا۔ یہاں کی آج کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا۔ آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں۔

---

[1] [سورۃ الکھف : آیت ۱۷] [2] [سورۃ الانعام : آیت ۲۷۔۲۸]

دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں اور یہ ناامید ہو جائیں آج کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے چھڑا سکے یا تخفیف کرا سکے۔ ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۞ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۞

اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔ تمہیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی ۞ اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تیرے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہم جب کبھی انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے اگر انہیں انکے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو بیشک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ۞

روزِ قیامت کے لیے تیار رہو: چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہوں گے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس دن کیلئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آ جانے والے دن سے پہلے ہی پہلے اللہ کے فرمان پر پوری طرح عمل کر لو۔ جب وہ دن آ جائے گا تو تمہیں نہ تو کوئی جائے پناہ ملے گی نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پہچانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمے نہیں یہ کام اللہ کا ہے۔ آپ پر صرف تبلیغ ہے۔ حساب ہم خود کر لیں گے۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ راحت میں بدمست بن جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکرا پن کرتا ہے۔ اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا صدقہ کرو میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے کسی عورت نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تمہاری شکایت کی زیادتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے۔ اگر تو ان میں سے کوئی تمہارے ساتھ ایک زمانہ تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو تم کہہ دو گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں۔ [1] فی الواقع اکثر عورتوں کا یہی حال ہے لیکن جس پر اللہ رحم کرے اور نیکی کی توفیق دے دے۔ اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پہ شکر ہر رنج پر صبر پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ وصف بجز مومن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحیض : باب ترك الحیض الصوم (۳۰۴) و کتاب النکاح : باب کفران العشیر (۵۱۹۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات (۷۹۔۸۰) مؤطا (۲) مسند احمد (۲۹۸/۱)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد (۲۲۳) مسند احمد (۳۳۲/۴)]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے○ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی بیٹیاں بھی' اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے' وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے○

بیٹے یا بیٹیاں دینا صرف اللہ کے اختیار میں: فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور بنائے' جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پس یہ چار قسمیں ہوئیں۔ لڑکیوں والے' لڑکوں والے اور دونوں والے اور سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے۔ قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے۔ پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں۔ [1] یعنی دلیل قدرت بنائیں۔ اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے' نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا صرف مرد سے پیدا ہوئیں' باقی کل انسان مرد و عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہو گئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا۔ اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں۔ سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم و قدرت کی نشانی۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝

ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ کلام کرے مگر بطور وحی کے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ بحکم الٰہی جو وہ

[1] [سورۃ مریم : آیت ۲۱]

چاہے وحی کرے' بیشک وہ برزگ ہے حکمت والا ہے ○ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' تو اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا کر اسکے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا ہدایت کر دی' بیشک تو راہ راست کی رہبری کر رہا ہے ○ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' آگاہ رہو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ○

وحی کی مختلف صورتیں: مقامات و مراتب و کیفیات وحی کا بیان ہو رہا ہے کہ کبھی تو حضور ﷺ کے دل میں وحی ڈال دی جاتی ہے جس کے وحی اللہ ہونے میں آپ کو کوئی شک نہیں رہتا' جیسے صحیح ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی شخص بھی جب تک اپنی روزی اور اپنا وقت پورا نہ کر لے ہر گز نہیں مرتا۔ پس اللہ سے ڈرو اور روزی کی طلب میں اچھائی اختیار کرو۔ [1] یا پردے کی اوٹ سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کلام سن کر جمال دیکھنا چاہا لیکن وہ پردے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے کلام کیا۔ [2] یہ جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں شہید کئے گئے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ کلام عالم برزخ کا ہے۔ اور آیت میں جس کلام کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کا کلام ہے۔ یا اپنے قاصد کو بھیج کر اپنی بات اس تک پہنچائے۔ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے رہے۔ وہ علو اور بلندی اور بزرگی والا ہے۔ ساتھ ہی حکیم اور حکمت والا ہے' روح سے مراد قرآن ہے فرماتا ہے اس قرآن کو بذریعہ وحی کے ہم نے تیری طرف اتارا ہے۔ کتاب اور ایمان کو جس تفصیل کے ساتھ بیان ہم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تو اس سے پہلے جانتا بھی نہ تھا' لیکن ہم نے اس قرآن کو نور بنایا ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے ایمان دار بندوں کو راہ راست دکھلائیں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ [3] کہہ دے کہ یہ ایمان والوں کے واسطے ہدایت و شفا ہے۔ اور بے ایمانوں کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں' پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو' پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود اللہ ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور رب وہی ہے۔ ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ تمام امور اس کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ وہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔ الحمد للہ سورۂ شوریٰ کی تفسیر ختم ہوئی

---

[1] [صحيح: السلسلة الصحيحة (٢٦٠٧) صحيح الترغيب (١٦٩٧)]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ آل عمران (٣٠١٠) ابن ماجه: مقدمه: باب فیما انکرت الجهمية (١٩٠)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [سورة فصلت: آیت ٤٤]

تفسیر سورۃ الزخرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ؕ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸﴾

مہربان عنایت فرما معبود برحق کے نام سے شروع

قسم ہے اس واضح کتاب کی○ ہم نے عربی زبان کا قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ لو○ یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت بھرا ہے○ کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو○ اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے○ جو نبی ان کے پاس آیا انہوں نے اسے ہنسی مذاق میں اڑایا○ پس ہم نے ان کے زیادہ زور آوروں کو تباہ کر ڈالا اور اگلوں کی حقیقت گزر چکی ہے○

نزول قرآن کا مقصد یہ کہ اس میں غور وفکر کیا جائے: قرآن کی قسم کھائی جو واضح ہے جس کے معانی روشن ہیں۔ جس کے الفاظ نورانی ہیں' جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یہ اس لئے کہ لوگ سوچیں سمجھیں اور وعظ و پند نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے عربی واضح زبان میں اسے نازل فرمایا ہے' اس کی شرافت و مرتبت جو عالم بالا میں ہے اسے بیان فرمایا تاکہ زمین والے اس کی منزلت و توقیر معلوم کر لیں۔ فرمایا کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' ﴿لَدَیۡنَا﴾ سے مراد ہمارے پاس۔ ﴿لَعَلِیٌّ﴾ سے مراد مرتبے والا شرافت اور فضیلت والا ہے۔ ﴿حَکِیۡمٌ﴾ سے مراد محکم' مضبوط جو باطل کے ملنے اور ناحق سے غلط ملط ہو جانے سے پاک ہے' اور آیت میں اس پاک کلام کی بزرگی کا بیان ان الفاظ میں ہے ﴿اِنَّہٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ﴾ [1] الخ' یعنی یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے اسے بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ لگا نہیں پاتا یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے' اور فرمایا ﴿کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ﴾ [2] قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے قبول کرے وہ ایسے صحیفوں میں سے ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ ہیں اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو ذی عزت اور پاک ہیں۔ ان دونوں آیتوں سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جائے اس لئے کہ عالم بالا میں فرشتے اس کتاب کی عزت و تعظیم کرتے ہیں جس میں یہ قرآن

---

[1] [سورۃ الواقعہ : آیت ۷۷۔۸۰] [2] [سورۃ عبس : آیت ۱۱۔۱۶]

لکھا ہوا ہے۔ پس اس عالم میں ہمیں بطور اولیٰ اس کی بہت زیادہ تکریم و تعظیم کرنی چاہئے کیونکہ یہ زمین والوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہے اور اس کا خطاب انہی سے ہے تو انہیں اس کی بہت زیادہ تعظیم اور ادب کرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی اس کے احکام کو تسلیم کر کے ان پر عامل بن جانا چاہئے۔ کیونکہ رب کا فرمان ہے کہ یہ ہمارے ہاں ام الکتاب میں ہے اور بلند پایہ اور باحکمت ہے' اس کے بعد کی آیت کے ایک معنی تو یہ کیے گئے ہیں کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اطاعت گزاری اور فرمانبرداری نہ کرنے کے ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ اور تمہیں عذاب نہ کریں گے؟۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس امت کے پہلے گزرنے والوں نے جب اس قرآن کو جھٹلایا اسی وقت اگر یہ اٹھالیا جاتا تو تمام دنیا ہلاک کر دی جاتی لیکن اللہ کی وسیع رحمت نے اسے پسند نہ فرمایا اور برابر بیس سال سے زیادہ تک یہ قرآن اترتا رہا اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا لطف و رحمت ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کے انکار اور بدباطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت و موعظت کرنی نہیں چھوڑتا تا کہ جو ان میں نیکی والے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو درست نہیں ہوتے ان پر حجت تمام ہو جائے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اکرم آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر گھبرائیں نہیں۔ صبر و برداشت کیجئے۔ ان سے پہلے کی جو قومیں تھیں ان کے پاس بھی ہم نے اپنے رسول و نبی بھیجے تھے' اور انہیں ہلاک کر دیا وہ آپ کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ زور آور' باہمت اور توانا ہاتھوں والے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا؟ کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے تعداد میں اور قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے[1] اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں پھر فرماتا ہے اگلوں کی مثالیں گزر چکی ہیں یعنی عادتیں' سزائیں' عبرتیں۔ جیسے اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے ہم نے انہیں گزرے ہوئے اور بعد والوں کے لئے عبرتیں بنا دیا۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي﴾ [2] الخ یعنی اللہ کا طریقہ جو اپنے بندوں میں پہلے سے چلا آیا ہے اور تو اسے بدلتا ہوا نہ پائے گا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً ان کا یہی جواب ہوگا کہ انہیں غالب و دانا اللہ نے ہی پیدا کیا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے کر دیئے

---

[1] [سورة غافر: آیت ۸۲] [2] [سورة غافر: آیت ۸۵]

تاکہ تم راہ پالیا کرو○ اسی نے آسمان سے ایک انداز کے مطابق پانی نازل فرمایا ہے' اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا' اسی طرح تم نکالے جاؤ گے○ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور تمہاری سواری کے لئے چوپائے جانور پیدا کئے○ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے اس اللہ کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا باوجودیکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی○ اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں○

حقیقی زادِراہ تقویٰ و پرہیزگاری: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ﷺ اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی واحدانیت کو جان کر اور مان کر عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں' جس نے زمین کو فرش اور ٹھہری ہوئی قرارگاہ اور ثابت و مضبوط بنایا جس پر تم چلو' پھرو' رہو' سہو' اٹھو' بیٹھو' سوؤ' جاگو۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا ہے۔ اور اس میں راستے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر' ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو' اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں' اور پانی تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس مینہ سے مردہ زمین زندہ کر دی خشکی تری سے بدل گئی جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے۔ پھر اسی کو مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی دلیل بنایا۔ اور فرمایا اسی طرح قبروں سے نکالے جاؤ گے' اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے کھیتیاں' پھل' پھول' ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کر دیں۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کیلئے پیدا کئے۔ کشتیاں سمندروں کے سفر کیلئے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کیلئے مہیا کر دیئے۔ ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو' بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں' بہت سے تمہاری سواریوں کے کام آتے ہیں۔ تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں' تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو۔ اب تمہیں چاہئے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ وہ اللہ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی۔ اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آمد و رفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے۔ اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقعہ پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل و بہتر ہے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعائیں: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب میں پیر رکھتے ہی فرمایا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ پھر تین مرتبہ ﴿اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ﴾ کہا اور تین مرتبہ ﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ پھر فرمایا ﴿سُبْحَانَکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ﴾ پھر ہنس دیئے۔ میں نے پوچھا امیر المومنین آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کہا پھر ہنس دیئے تو میں نے بھی حضور ﷺ سے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ﴾ میرے رب مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ ①

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ٹھیک جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے تین مرتبہ ﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ کہا تین مرتبہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ کہا اور تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ﴾ اور ایک مرتبہ ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ پھر اس پر چت لیٹنے کی طرح ہو کر ہنس دیئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عزوجل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح ہنس دیتا ہے جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسا (مسند احمد)۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ اَللّٰھُمَّ اصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَھْلِنَا﴾ یا اللہ! میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں اور ان اعمال کا جن سے تو خوش ہو جائے۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے۔ اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے۔ پروردگار تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل و عیال کا نگہبان ہے۔ میرے معبود ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جانشینی فرما۔ اور جب آپ سفر سے واپس گھر کی طرف لوٹتے تو فرماتے ﴿آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ﴾ یعنی واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے ان شاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں

---

① [صحیح: مسند احمد (۹۷/۱) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب مایقول الرجل اذا رکب (۲۶۰۲) ترمذی: کتاب الدعوات: باب ما جاء ما یقول اذا رکب دابة (۳۴۴۶) صحیح ابن حبان (۲۶۹۸) طبرانی فی الدعاء (۷۸۴) بیهقی فی الاسماء والصفات (۹۸۱/۲) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۵۰۲) مسند عبد بن حمید (۸۹) عبد الرزاق (۳۹۶/۱۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

② [ضعیف: مسند احمد (۳۳۰/۱) الدر المنثور للسیوطی (۷۱۶/۵) مجمع الزوائد (۱۳۴/۱۰)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۳۰۵۷)]

کرنے والے (مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہ) [1] ابولاس خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ نے فرمایا سنو! ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنالو یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے (مسند احمد) [2] حضرت ابولاس رضی اللہ عنہ کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔ [3]

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾

انہوں نے اللہ کے بعض غلاموں کو اس کا جز ٹھہرا دیا' یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے○ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں تو خود رکھ لیں؟ اور تمہیں بیٹوں سے برگزیدہ کیا؟○ ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے اللہ رحمٰن کیلئے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے○ کیا (اللہ کی اولاد لڑکیاں ہیں؟) جو زیورات کی نمائش میں پلیں اور جھگڑے میں خاہر نہ ہو سکیں؟○ انہوں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کے عبادت گزار فرشتوں کو عورتیں قرار دے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب استحباب الذکر اذا رکب دابة (۱۳۴۲) ابو داؤد : کتاب الجهاد (۲۰۹۹) ابن حبان (۲۶۹۶)]

[2] [حسن : مسند احمد (۴/۲۲۱) صحیح ابن خزیمة (۲۳۷۷) طبرانی کبیر (۲۲/۳۳۴) ابن سعد فی الطبقات (۴/۲۲۲) ابن ابی عاصم فی الآحاد والمثانی (۴/۲۳۲۸)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۹۳۸)]

[3] [حسن صحیح : مسند احمد (۳/۴۹۴) صحیح ابن حبان (۱۷۰۳ ـ ۲۶۹۴) دارمی (۲/۲۸۵) طبرانی کبیر (۱۷/۸۱ ۸۷)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن حمزہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۰/۱۳۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۶۰۳۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۴۰۳۱)]

لیا' کیا ان کی پیدائش کے موقعہ پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کی باز پرس کی جائے گی○ کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے انہیں اس کی کچھ خبر نہیں یہ تو صرف اٹکل پچو جھوٹ باتیں کہتے ہیں○

مشرکین کی اللہ پر افترا پردازی: اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس افترا اور کذب کا بیان فرماتا ہے جو انہوں نے اللہ کے نام منسوب کر رکھا ہے جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیت ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ﴾ [1] الخ۔ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں ان مشرکین نے ان میں سے کچھ حصہ تو اللہ کا مقرر کیا اور اپنے طور پر کہہ دیا کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا' اب جو ان کے معبودوں کے نام کا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو ہر چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کو پہنچ جاتی ہے' ان کی یہ تجویز کیسی بری ہے؟ اسی طرح مشرکین نے لڑکے لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ سے متعلق کر دیں جو ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں۔ اور لڑکے اپنے لئے پسند کیے۔

جیسے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ [2] کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزء قرار دے لیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کی اس بدتمیزی کو دیکھو کہ جب یہ لڑکیوں کو خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر اللہ کیلئے کیسے پسند کرتے ہیں؟ ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے تو منہ بسور لیتا ہے گویا ایک شرمناک اندوہناک خبر سنی۔ کسی سے ذکر تک نہیں کرتا اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے ذرا سا منہ نکل آتا ہے۔ لیکن پھر اپنی کامل حماقت کا مظاہرہ کرنے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ یہ خوب مزے کی بات ہے کہ خود جس چیز سے گھبرائیں اللہ کیلئے وہ ثابت کریں۔

پھر فرماتا ہے عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں جن کے نقصانات کی تلافی زیورات اور آرائش سے کی جاتی ہے۔ اور بچپن سے مرتے دم تک وہ بناؤ سنگھار کی محتاج سمجھی جاتی ہیں۔ پھر بحث مباحثے اور لڑائی جھگڑے کے وقت ان کی زبان نہیں چلتی دلیل نہیں دے سکتیں عاجز رہ جاتی ہیں مغلوب ہو جاتی ہیں' ایسی چیز کو جناب باری علی و عظیم کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ظاہری اور باطنی نقصان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جس کے ظاہری نقصان کو زینت اور زیورات سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' جیسے کہ بعض عرب شاعروں کے اشعار ہیں

وَمَا الْحُلِيُّ اِلَّا زِيْنَةٌ مِّنْ نَّقِيْصَةٍ ... يُتَمِّمُ مِنْ حُسْنٍ اِذَا الْحُسْنُ قَصَّرَا

وَاَمَّا اِذَا كَانَ الْجَمَالُ مُوَفَّرًا ... كَحُسْنِكَ لَمْ يُحْتَجْ اِلٰى اَنْ يُّزَوَّرَا

یعنی زیورات کی حسن کو پورا کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ بھرپور جمال کو زیورات کی کیا ضرورت؟ اور باطنی نقصان بھی ہیں جیسے بدلہ نہ لے سکنا نہ زبان سے نہ ہمت سے۔ اس مضمون کو بھی عربوں نے ادا کیا ہے۔ کہ یہ صرف رونے دھونے سے ہی مدد کر سکتی ہیں اور چوری چھپے کوئی بھلائی کر سکتی ہیں' پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۱۳۶]　[2] [سورۃ النجم : آیت ۲۱-۲۲]

رکھا ہے۔ ان سے پوچھو کہ کیا جب وہ پیدا ہوئے تو تم وہاں موجود تھے؟ تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری ان باتوں سے بے خبر ہیں سب ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تم سے ان کا سوال بھی ہوگا۔ جس سے تمہیں ڈرنا چاہئے اور ہوشیار رہنا چاہیے' پھر ان کی مزید حماقت بیان فرماتا ہے کہ کہتے ہیں ہم نے فرشتوں کو عورتیں سمجھا پھر ان کی مورتیں بنائیں اور پھر انہیں پوج رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم میں اور ان میں حائل ہو جاتا اور ہم انہیں نہ پوج سکتے۔ پس جبکہ ہم انہیں پوج رہے ہیں اور اللہ ہم میں اور ان میں حائل نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ ہماری یہ پوجا غلط نہیں۔ بلکہ صحیح ہے۔ پس پہلی خطا تو ان کی یہ کہ اللہ کے لئے اولاد ثابت کی' دوسری خطا یہ کہ فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں قرار دیا' تیسری خطا یہ کی کہ انہیں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ جس پر کوئی دلیل و حجت نہیں صرف اپنے بڑوں اور اگلوں اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید ہے۔ چوتھی خطا یہ کہ اسے اللہ کی طرف سے مقدر مانا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر رب اس سے ناخوش ہوتا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہ دیتا کہ ہم ان کی پرستش کریں۔ اور یہ ان کی صریح جہالت و خباثت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سراسر ناخوش ہے۔ ایک ایک پیغمبر اس کی تردید کرتا رہا ایک ایک کتاب اس کی برائی بیان کرتی رہی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [1] الخ یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسرے کی عبادت سے بچو۔ پھر بعض تو ایسے نکلے جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور بعض ایسے بھی نکلے جن پر گمراہی کی بات ثابت ہو چکی۔ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا؟ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ [2] الخ' یعنی تو ان رسولوں سے پوچھ لے جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ کیا ہم نے اپنے سوا دوسروں کی پرستش کی انہیں اجازت دی تھی؟ پھر فرماتا ہے یہ دلیل تو ان کی بڑی بودی ہے اور بودی یوں ہے کہ یہ بے علم ہیں۔ باتیں بنا لیتے ہیں اور جھوٹ بول لیتے ہیں۔ یعنی یہ اللہ کی اس قدرت کو نہیں جانتے۔ [3]

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع

کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی اور کتاب دی تھی جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں؟ ○ نہیں نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں ہم نے

[1] [سورة النحل : آيت ٣٦] [2] [سورة الزخرف : آيت ٤٥]

[3] [تفسير ابن جرير الطبري (١٧٥/١١)]

اپنے باپ دادوں کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر راہ یافتہ ہیں ○ اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں' نبی نے کہا بھی کہ اگرچہ میں اس سے بہت زیادہ مقصود تک پہنچانے والا طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اس کے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ○ پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ○

جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے؟ جس سے وہ سند لاتے ہوں۔ یعنی حقیقت میں ایسا نہیں۔ جیسے فرمایا ﴿أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا﴾ ① الخ' یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی دلیل اتاری ہے جو ان سے شرک کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں' پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں' بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے۔ امت سے مراد یہاں دین ہے اور آیت ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ② الخ' میں بھی امت سے مراد دین ہی ہے۔ ساتھ ہی کہا کہ ہم ان ہی کی راہوں پر چل رہے ہیں' پس ان کے بے دلیل دعوے کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان کے اگلوں کی بھی رہی۔ ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے ﴿كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ ③ یعنی ان سے اگلوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں نے انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتایا۔

پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں یہ سب یکساں ہیں' پھر ارشاد ہے کہ گو یہ معلوم کر لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے۔ تاہم ان کا برا قصد اور ضد اور ہٹ دھرمی انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی' پس ایسے اڑیل لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے مختلف صورتوں سے انہیں تہ و بالا کر دیا کرتے ہیں۔ ان کے قصے مذکور و مشہور ہے۔ غور و تامل کے ساتھ دیکھ پڑھ لو۔ اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار برباد کیے جاتے ہیں اور کس طرح مومن نجات پاتے ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم

---

① [الروم : ۳۵] ② [الانبیاء: ۹۲] ③ [الزاریات: ۵۲۔۵۳]

مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع ۹

جبکہ ابراہیم نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو○ بجز اس اللہ کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہ ہی مجھے ہدایت بھی کرے گا○ ابراہیم اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات پر قائم کر گئے تاکہ لوگ باز آتے رہیں○ بلکہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو سامان اور اسباب دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول آ گیا○ حق کے پہنچتے ہی یہ بول پڑے کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کے معتقد نہیں○ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا○ کیا تیرے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک دوسرے سے بلند مرتبہ کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اس سے تیرے رب کی رحمت بہت ہی بہتر ہے○ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں تو اللہ رحمٰن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے اور زینوں کو بھی جن پر چڑھا کرتے○ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں○ اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ یونہی سا دنیاوی فائدہ ہے اور آخرت تو تیرے رب کے نزدیک صرف پرہیزگاروں کیلئے ہی ہے○

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر: قریشی کفار نسب کے اور دین کے اعتبار سے چونکہ خلیل اللہ امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بعد آنے والے تمام نبیوں کے باپ اللہ کے رسول امام الموحدین تھے۔ انہوں نے کھلے لفظوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ اپنے سگے باپ سے بھی کہہ دیا کہ مجھ میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ میں سوائے اپنے سچے اللہ کے جو میرا خالق اور ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس جرأت' حق گوئی اور جوش توحید کا بدلہ دیا کہ کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا۔ ناممکن ہے کہ آپ کی اولاد میں اس پاک کلمے کے قائل نہ ہوں۔ انہی کی اولاد اس توحیدی کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید روحیں اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے۔ غرض اسلام اور توحید کا معلم یہ گھرانہ قرار پا گیا۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاع دنیا دیتا رہا۔ یہ اور بہکتے گئے اور اس قدر بدمست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق آئے تو انہوں نے جھٹلانا شروع کر دیا کہ کلام اللہ اور معجزات انبیاء علیہم السلام جادو ہیں اور ہم

ان کے منکر ہیں۔ سرکشی اور ضد میں آ کر کفر کر بیٹھے۔ عناد اور بغض سے حق کے مقابلے پر اتر آئے۔ اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کا کلام ہے تو پھر مکے اور طائف کے کسی رئیس پر کسی بڑے آدمی پر کسی دنیوی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا؟ اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ عروہ بن مسعود عمیر بن عمرو عتبہ بن ربیعہ حبیب بن عمرو ابن عبد یالیل کنانہ بن عمرو وغیرہ سے تھی غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہیے تھا۔

اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الٰہی کے یہ مالک ہیں جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں؟ اللہ کی چیز اللہ کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت کا حقدار صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو۔ سب سے زیادہ پاک نفس ہو سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔

دنیا کی قدر و قیمت: پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت اللہ کی تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں اور فرق و تفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب جو چاہیں چھین لیں۔ عقل و فہم قوت جو طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے اور اس میں بھی مراتب جداگانہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت و حاجت رہتی ہے۔ ایک ایک کے ماتحت رہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا جمع کر رہے ہو اس کے مقابلہ میں رب کی رحمت ہی بہتر اور افضل ہے زاں بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیا اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ اپنے بالا خانوں پر پہنچتے۔ اور ان گھروں کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل بھی جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں۔ کھانے پینے رہنے سہنے برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں۔ آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو اللہ سے کچھ حاصل کر سکیں۔

جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ [1] پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں ان کیلئے ہیں جو دنیا میں پھونک پھونک کے قدم رکھتے رہے ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب کی خاص نعمتیں اور مخصوص

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب الزھد: باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل (۲۳۲۰) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب مثل الدنیا (۴۱۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے بالاخانہ میں گئے اور آپ نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کر رکھا تھا دیکھا کہ آپ ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں تو رو دیئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شوکت و شان سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا۔ اور فرمانے لگے اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے یہیں انہیں مل گئیں۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت۔ [2] بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو یہ دنیا میں ان کیلئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں۔ [3] اور دنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب کی نظروں میں دنیا ذلیل و خوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو کبھی بھی اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی کا نہ پلاتا۔ [4]

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب العرفة اولعلیة المشرفة (۲۴۶۸) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب فی الایلا واعتزال النسآء (۱۴۷۹) مسند احمد (۱/۳۴)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب تبتغی مرضات ازواجك (۴۹۱۳)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب الاکل فی اناء مفضض (۵۴۲۶) صحیح مسلم : کتاب اللباس : باب تحریم استعمال اناء الذهب الفضة (۲۰۶۷) مسنداحمد (۱/۳۲۱)]

[4] [صحیح : ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جآء فی هوان الدنیا علی الله عزو جل (۲۳۲۰) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب مثل الدنیا (۴۱۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

اور جو شخص اللہ کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے ○ وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ راہ یافتہ ہیں ○ یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش کہ میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب جتنی دوری ہوتی تو بڑا برا ساتھی ہے ○ جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تو تمہیں آج ہرگز تمہارا سب کا عذاب میں شامل ہونا کوئی نفع نہ دے گا ○ کیا پس تو بہرے کو سنا سکتا ہے یا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہو؟ ○ ہم اگر تجھے یہاں سے لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ○ یا جو کچھ ان سے وعدہ کیا ہے وہ تجھے دکھا دیں یقیناً ہم اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں ○ پس جو وحی تیری جانب کی گئی ہے تو اسے مضبوط تھامے رہ یقین مان کہ تو راہ راست پر ہے ○ اور یقیناً یہ خود تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے ○ اور ہمارے ان نبیوں کا حال معلوم کرو جنہیں ہم نے تم سے پہلے بھیجا تھا' کہ کیا ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ ○

اللہ کی یاد سے غافل شخص کے ساتھ شیطان: ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ رحیم وکریم کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے اس پر شیطان قابو پا لیتا ہے۔ اور اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ آنکھ کی بینائی کی کمی کو عربی زبان میں ((عَشٰى فِي الْعَيْنِ)) کہتے ہیں۔ یہی مضمون قرآن کریم کی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے جیسے فرمایا ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ﴾ [1] الخ' یعنی جو شخص ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد مخالفت رسول کرکے مومنوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کی پیروی کرے ہم اسے وہیں چھوڑیں گے اور جہنم واصل کریں گے جو بڑی بری جگہ ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ [2] یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے اللہ نے ان کے دل بھی کج کر دیئے۔ اور آیت میں فرمایا ﴿ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ ﴾ [3] یعنی ان کے جو ہم نشین ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وہ ان کے آگے پیچھے کی چیزوں کو زینت والی بنا کر انہیں دکھاتے ہیں' یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے غافل لوگوں پر شیطان اپنا قابو کر لیتا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ خیال جما دیتا ہے کہ ان کی روش بہت اچھی ہے یہ بالکل صحیح دین پر قائم ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور معاملہ کھل جائے گا تو اپنے اس شیطان سے جو ان کے ساتھ تھا براءت ظاہر کرے گا اور کہے گا کاش کہ میرے اور تمہارے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق ومغرب میں ہے۔ یہاں بہ اعتبار غلبے کے مشرقین یعنی دو مشرقوں کا لفظ کہہ دیا گیا ہے' جیسے سورج چاند کو قمرین یعنی دو چاند کہہ دیا جاتا ہے اور ماں باپ کو ابوین یعنی دو باپ کہہ دیا جاتا ہے۔

ایک قراءت میں ﴿ جَآءَ انَا ﴾ بھی ہے یعنی شیطان اور یہ غافل انسان دونوں جب ہمارے پاس آئیں گے۔ حضرت سعید جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے اپنی قبر سے اٹھتے ہی شیطان آ کر اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملا لیتا ہے پھر جدا نہیں ہوتا یہاں تک کہ جہنم میں بھی دونوں کو ساتھ ہی ڈالا جاتا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جہنم میں تم سب کا جمع ہونا اور وہاں کے عذابوں میں شریک ہونا تمہارے لئے نفع دینے والا نہیں' اس کے بعد اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ازلی بہروں کے کان میں آپ ہدایت کی آواز نہیں ڈال سکتے' مادر

---

[1] [النساء : ۱۱۵] [2] [الصف : ۵] [3] [فصلت : ۲۵]

زاد اندھوں کو آپ راہ نہیں دکھا سکتے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے آپ کی ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔ یعنی تجھ پر ہماری جانب سے یہ فرض نہیں کہ خواہ مخواہ ہر ہر شخص مسلمان ہو ہی جائے۔ ہدایت تیرے قبضے کی چیز نہیں۔ جو حق کی طرف کان ہی نہ لگائے جو سیدھی راہ کی طرف آنکھ ہی نہ اٹھائے جو بہکے اور اسی میں خوش رہے تو تجھے ان کی بابت کیوں اتنا خیال ہے؟ تجھ پر ضروری کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ہدایت وضلالت ہمارے ہاتھ کی چیزیں ہیں ہم عادل ہیں۔ ہم حکیم ہیں ہم جو چاہیں گے کریں گے۔ تم تنگ دل نہ ہوجایا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ اگرچہ ہم تجھے یہاں سے لے جائیں پھر بھی ہم ان ظالموں سے بدلہ لئے بغیر تو رہیں گے نہیں، اگر ہم تجھے تیری آنکھوں سے وہ دکھا دیں جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے تو ہم اس سے عاجز نہیں۔ غرض اس طرح اور اس طرح دونوں صورتوں میں کفار پر عذاب تو آئے گا ہی۔ لیکن پھر وہ صورت پسند کی گئی جس میں پیغمبر کی عزت زیادہ تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت نہ کیا جب تک کہ آپ کے دشمنوں کو مغلوب نہ کر دیا۔ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دیں آپ ان کی جانوں اور مالوں اور ملکیتوں کے مالک نہ بن گئے یہ تو ہے تفسیر حضرت سدی رحمہ اللہ وغیرہ کی۔

لیکن حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ دنیا سے اٹھا لئے گئے اور انتقام باقی رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آپ کی زندگی میں امت میں وہ معاملات نہ دکھائے جو آپ کو ناپسندیدہ تھے۔ بجز حضور ﷺ کے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے سامنے ان کی امتوں پر عذاب آئے۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضور ﷺ کو یہ معلوم کرا دیا گیا۔ کہ آپ کی امت پر کیا کیا وبال آئیں گے۔ اس وقت سے لے کر وصال کے وقت تک کبھی حضور ﷺ کھل کھلا کر ہنستے ہوئے دیکھے نہیں گئے۔ [1] حضرت حسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔ ایک حدیث میں ہے ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر مصیبت آ جائے گی۔ میں اپنے اصحاب کا ذریعہ امن ہوں میرے جانے کے بعد میرے اصحاب پر وہ آ جائے گا جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ [2]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو قرآن تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ جو سراسر حق وصدق ہے جو حقانیت کی سیدھی اور صاف راہ کی رہنمائی کرتا ہے تو اسے مضبوطی کے ساتھ لئے رہ۔ یہی جنت نعیم اور راہ مستقیم کا رہبر ہے۔ اس پر چلنے والا اس کے احکام کو تھامنے والا بہک اور بھٹک نہیں سکتا' یہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے۔ یعنی شرف اور بزرگی ہے۔ بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ امر (یعنی خلافت وامامت) قریش میں ہی رہے گا جو ان سے جھگڑے گا اور چھینے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ گرائے گا جب تک دین کو قائم رکھیں' [3] اس لئے بھی آپ کی شرافت قومی اس میں ہے کہ یہ قرآن آپ ﷺ ہی کی زبان میں اترا ہے۔ لغت قریش میں ہی نازل ہوا ہے تو

---

[1] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۸۷۲)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب بیان ان بقاء النبی امان لا صحابه (۲۵۳۱) مسند احمد (۳۹۸/٤)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب الامراء من قریش (۷۱۳۹) مسنداحمد (۹٤/٤)]

ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ اسے یہی سمجھیں گے۔ انہیں لائق ہے کہ سب سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ عمل بھی انہی کا اس پر رہے۔ بالخصوص اس میں بڑی بھاری بزرگی ہے ان مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم کی جنہوں نے اول اول سبقت کر کے اسلام قبول کیا۔ اور ہجرت میں بھی سب سے پیش پیش رہے اور جوان کے قدم بقدم چلے۔ ذکر کے معنی نصیحت کے بھی کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ یاد رہے کہ آپ کی قوم کے لئے اس کا نصیحت ہونا دوسروں کے لئے نصیحت نہ ہونے کے معنی میں نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرمان ہے ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ [1] یعنی بالیقین ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پس تم عقل نہیں رکھتے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ [2] یعنی اپنے خاندانی قرابت داروں کو ہوشیار کر دے۔ غرض نصیحت قرآنی رسالت نبوی ﷺ عام ہے کنبہ والوں کو اور دنیا کے کل لوگوں کو شامل ہے۔

پھر فرماتا ہے تم سے عنقریب سوال ہوگا کہ کہاں تک اس کلام اللہ پر عمل کیا اور کہاں تک اسے مانا؟ رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو اے آخر الزماں رسول (ﷺ)! آپ اپنی امت کو دے رہے ہیں۔ کل انبیاء علیہم السلام کے دعوت ناموں کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے توحید پھیلائی اور شرک کو ختم کیا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت نہ کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ آیت اس طرح ہے۔ ﴿وَاسْئَلِ الَّذِيْنَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ پس یہ مثل تفسیر کے ہے نہ کہ تلاوت کے۔ واللہ اعلم۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ان سے دریافت کر لے جن پر تجھ سے پہلے ہم اپنے اور رسولوں کو بھیج چکے ہیں' عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبیوں سے پوچھ لے۔ یعنی معراج والی رات کو جب انبیاء علیہم السلام آپ کے سامنے جمع تھے کہ ہر نبی توحید سکھانے اور شرک مٹانے کی ہی تعلیم لے کر ہماری جانب سے مبعوث ہوتا رہا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ
اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
يَنْكُثُوْنَ ۝

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا موسیٰ نے ظاہر کیا کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں○ جب ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسنے لگے○ ہم انہیں جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری سے بڑھی چڑھی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آ جائیں○ وہ کہنے لگے اے جادوگر ہمارے لئے

---

[1] [سورۃ الانبیاء : آیت ۱۰] [2] [سورۃ الشعراء : آیت ۲۱۴]

اپنے رب سے اس کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے' یقین مان کہ ہم راہ پر لگ جائیں گے○ پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا لیا انہوں نے اسی وقت اپنا قول وقرار توڑ دیا○

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری نے اپنا رسول و نبی بنا کر فرعون اور اس کے امراء اور اس کی رعایا قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تاکہ آپ انہیں توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں۔ آپ کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے۔ جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا' لکڑی کا اژدھا بن جانا وغیرہ۔ لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔ اس پر اللہ کا عذاب آیا تاکہ انہیں عبرت بھی ہو۔ اور نبوت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل بھی ہو۔ پس طوفان آیا' ٹڈیاں آئیں' جوئیں آئیں' مینڈک آئے اور کھیت مال' جان' اور پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔ جب کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشامد کرتے انہیں رضامند کرتے ان سے قول وقرار کرتے۔ آپ دعا مانگتے عذاب ہٹ جاتا۔ یہ پھر سرکشی پر اتر آتے۔ عذاب آتا پھر یہی ہوتا ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے' ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا۔ ہر بار اقرار کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول وقرار توڑ دیتے۔ اور آیت ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ (1) میں اس پورے واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا اے میری قوم کیا مصر کا ملک میرا نہیں؟ اور میرے محلوں کے نیچے یہ نہریں بہہ رہی ہیں' کیا تم دیکھتے نہیں رہے؟○ بلکہ میں بہتر ہوں بہ نسبت اس کے جو بے توقیر ہے۔ اور صاف بول بھی نہیں سکتا○ اچھا اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آ پڑتے یا اس کے ساتھ پرا (صف) باندھ کر فرشتے ہی آ جاتے○ اس نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور انہوں نے اسی کی مان لی' یقیناً یہ سارے ہی بے حکم لوگ تھے○ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو ڈبو دیا○ پس ہم نے گیا گزرا کر دیا اور پچھلوں کیلئے مثال بنا دی○

فرعون کی سرکشی: فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے ان میں بڑی باتیں

---

(1) [سورۃ الاعراف : آیت ۱۳۳۔۱۳۵]

ہانکنے لگا اور کہا کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ پھر موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اور ضعفاء ہیں۔

کلام پاک میں اور جگہ ہے اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں جس پر اللہ نے اسے یہاں کے اور وہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا[1] ﴿اَمْ﴾ معنی میں ﴿بَلْ﴾ کے ہے۔ بعض قاریوں کی قراءت ﴿اَمَا اَنَا﴾ بھی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر یہ قراءت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قراءت تمام شہروں کی قراءت کے خلاف ہے سب کی قراءت ﴿اَمْ﴾ استفہام کا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون اپنے آپ کو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے بہتر و برتر بنا رہا ہے اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے۔ ﴿مُهِينٌ﴾ کے معنی حقیر' ضعیف' بے مال' بے شان۔

پھر کہتا ہے موسیٰ علیہ السلام تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا' اس کا کلام فصیح نہیں' وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتا۔ بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ علیہ السلام نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاف گو صحیح کلام کرنے والے' ذی عزت' بارعب و باوقار تھے۔ لیکن چونکہ ملعون اپنے کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا اس لئے اسے یہی نظر آتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل و غبی وہ خود تھا۔ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بوجہ اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا لکنت تھی لیکن آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی تا کہ آپ لوگوں کو باآسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ تاہم کچھ باقی رہ گئی تھی کیونکہ دعاء کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا وہ ویسا ہی ہے اس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک مسودہ گھڑ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکانا اور بہکانا چاہتا تھا۔

دیکھئے! وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی اس پر آسمان سے من (دولت) کیوں نہیں برستا۔ مالداری تو اسے اتنی ہونی چاہئے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ تو محض مفلس ہے۔ اچھا یہ بھی نہیں تو اللہ اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں' غرض ہزار جتن کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا لیا اور انہیں اپنا ہم خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے۔

فسق و فجور کی پکار پر فوراً ریجھ گئے' پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا اور انہوں نے دل کھول کر رب کی نافرمانی کر لی اور رب کو خوب ناراض کر دیا تو پھر اللہ کا کوڑا ان کی پیٹھ پر برسا اور اگلے پچھلے سارے کرتوت پکڑ لئے گئے۔ جہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ نے اسے ڈھیل دے رکھی

---

[1] [سورۃ النازعات : آیت ۲۳-۲۵]

ہے پھر حضور ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم)۔ [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ سنایا۔ [2] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ سبحانہ

وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں نمونہ بنا دیا کہ ان کے سے کام کرنے والے ان کے انجام کو دیکھ لیں۔ اور یہ مثال یعنی باعث عبرت بن جائے کہ ان کے بعد آنے والے ان کے واقعات پر غور کریں اور اپنا بچاؤ ڈھونڈیں۔

واللہ سبحانہ وتعالی الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۸﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿۶۰﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿۶۵﴾

جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تیری قوم پکار اٹھی ○ اور کہنے لگی کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ○ عیسیٰ بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان قدرت بنایا ○ اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کر دیتے۔ جو زمین میں جانشینی کرتے ○ اور یقیناً عیسیٰ قیامت کی علامت ہے پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو، یہی سیدھی راہ ہے ○ شیطان تمہیں روک نہ دے، یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے ○ جب عیسیٰ معجزے لائے اور کہہ دیا کہ میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جن بعض چیزوں میں تم مختلف ہو انہیں واضح کر دوں، پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ○ میرا اور تمہارا رب فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے پس تم سب اس کی عبادت کرو، راہ راست یہی ہے ○ پھر بنی اسرائیل کی جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا، پس ظالموں کے لئے خرابی ہے دکھ والے دن کی آفت سے ○

[1] [ضعیف: اس کی سند میں ابن اخی ابن وہب راوی ضعیف ہے۔]

[2] [الدر المنثور للسیوطی (۷/۳۸۴)]

قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول: ﴿یَصِدُّوْنَ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد' عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ نے کیے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے یعنی اس سے انہیں تعجب معلوم ہوا۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گھبرا کر بول پڑے۔ ابرہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے منہ پھیرنے لگے۔ اس کی وجہ جو امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن مغیرہ وغیرہ قریشیوں کے پاس تشریف فرما تھے نضر بن حارث آ گیا اور آپ سے کچھ باتیں کرنے لگا جس میں وہ لاجواب ہو گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (1) الخ' کئی آیتوں تک پڑھ کر سنائیں یعنی تم اور تمہارے معبود سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے گئے تھوڑی ہی دیر میں عبداللہ بن زبعری تمیمی آیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا کہ نضر بن حارث تو ابن عبدالمطلب سے ہار گیا اور بالآخر ابن عبدالمطلب ہمیں اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن کہتے ہوئے چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو خود انہیں لاجواب کر دیتا جاؤ ذرا ان سے پوچھو تو کہ جب ہم اور ہمارے سارے معبود دوزخی ہیں تو لازم آیا کہ سارے فرشتے اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام بھی جہنم میں جائیں گے کیونکہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ اس پر مجلس کے کفار بہت خوش ہوئے اور کہا ہاں یہ جواب بہت ٹھیک ہے۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور ہر وہ شخص جو اپنی عبادت اپنی خوشی سے کرائے یہ دونوں عابد و معبود جہنمی ہیں۔ فرشتوں یا نبیوں نے نہ اپنی عبادت کا حکم دیا نہ وہ اس سے خوش۔ ان کے نام سے دراصل یہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں وہی انہیں شرک کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بجالاتے ہیں اس پر آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ﴾ (2) الخ' نازل ہوئی یعنی حضرت عیسیٰ' حضرت عزیر علیہما السلام اور ان کے علاوہ جن احبار و رہبان کی پرستش یہ لوگ کرتے ہیں اور خود وہ اللہ کی اطاعت پر تھے شرک سے بیزار اور اس سے روکنے والے تھے اور ان کے بعد ان گمراہوں جاہلوں نے انہیں معبود بنا لیا تو وہ محض بے قصور ہیں۔ اور فرشتوں کو جو مشرکین اللہ کی بیٹیاں مان کر پوجتے تھے ان کی تردید میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ (3) الخ' سے کئی آیتوں تک نازل ہوئیں اور ان کے اس باطل عقیدے کی پوری تردید کر دی' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو جواب دیا تھا جس پر مشرکین خوش ہوئے تھے یہ آیتیں اتریں کہ اس قول کو سنتے ہی کہ معبودان باطل بھی اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے انہوں نے جھٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کو پیش کر دیا اور یہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپ کی قوم کے مشرک اچھل پڑے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگے کہ ہم نے دبا لیا۔ ان سے کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی سے اپنی یا کسی اور کی پرستش نہیں کرائی وہ تو خود برابر ہماری غلامی میں لگے رہے اور ہم نے بھی انہیں اپنی بہترین نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں جو معجزات دنیا کو دکھائے وہ قیامت کی دلیل تھے۔ حضرت ابن عباس

---

(1) [سورۃ الانبیاء : آیت ۹۸]
(2) [سورۃ الانبیاء : آیت ۱۰۱]
(3) [سورۃ الانبیاء : آیت ۲٦]

رضی اللہ عنہما سے ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے اپنے معبودوں کا جہنمی ہونا حضور ﷺ کی زبانی سن کر کہا کہ پھر آپ ابن مریم (علیہما السلام) کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اب کوئی جواب ان کے پاس نہ رہا تو کہنے لگے واللہ! یہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب مان لیا ہے ہم بھی انہیں رب مان لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو صرف بکواس ہے۔ کھسیانے ہو کر بے تکی باتیں کرنے لگے ہیں۔ ①

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی۔ میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے؟ پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی اور آپ چلے گئے۔ اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا کہ وہ آیت تو پھر بھی رہ گئی اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابو یحییٰ نے کہا کہ اچھا کل صبح جب تشریف لائیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! حضور ﷺ نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہو اور اس میں خیر ہو۔

اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہو وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ذکر آیا تو یہ لوگ ہنسنے لگے۔ وہ قیامت کا علم ہیں یعنی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت کے دن سے پہلے نکلنا۔ ②

ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت پچھلے جملے کے علاوہ ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے اس قول کا کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے معبود محمد ﷺ سے بہتر ہیں یہ تو اپنے آپ کو پجوانا چاہتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿أَمْ هٰذَا﴾ ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کا مناظرہ نہیں بلکہ مجادلہ اور مکابرہ ہے یعنی بے دلیل جھگڑا اور بے وجہ حجت بازی ہے خود یہ جانتے ہیں کہ نہ یہ مطلب ہے نہ ہمارا یہ اعتراض اس پر وارد ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو آیت میں لفظ مَا ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے دوسرے یہ کہ آیت میں خطاب کفار قریش سے ہے جو اصنام و انداد یعنی بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے وہ مسیح کے پجاری نہ تھے جو یہ اعتراض برمحل مانا جائے۔ پس یہ صرف جدل ہے یعنی وہ بات کہتے ہیں جس کے غیر صحیح ہونے کو ان کا اپنا دل بھی

---

① [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸۶/۲۵)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

② [حسن : مسند احمد (۳۱۸/۱)] شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۹۱۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۲/۱۱)]

جانتا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتی جب تک بے دلیل حجت بازی اس میں نہ آ جائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1] ابن ابی حاتم میں اس حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے کہ ہر امت کی گمراہی کی پہلی بات اپنے نبی کے بعد تقدیر کا انکار کرنا ہے۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آئے اس وقت وہ قرآن کی آیتوں میں بحث کر رہے تھے۔ آپ سخت غضب ناک ہوئے اور فرمایا اس طرح اللہ کی کتاب کی آیتوں کو ایک دوسری کے ساتھ ٹکراؤ نہیں یاد رکھو جھگڑے کی اسی عادت نے اگلے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر آپ نے ﴿مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [3]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے۔ جن پر نبوت و رسالت کا انعام باری تعالیٰ ہوا تھا۔ اور انہیں اللہ کی قدرت کی نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین بنا کر فرشتوں کو اس زمین پر آباد کر دیتے۔ یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو یہی بات ان میں کر دیتے۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی۔ اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے اس کا مطلب جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کچھ ٹھیک نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے کہ بقول حضرت قتادہ' حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ہٗ کی ضمیر کا مرجع عائد ہے حضرت عیسیٰ پر۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا بیان چلا آ رہا ہے' اور یہ بھی واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے۔ جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ [4] یعنی ان کی موت سے پہلے ایک ایک اہل کتاب ان پر ایمان لائے گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے۔ قیامت کے دن یہ ان پر گواہ ہوں گے۔ اس مطلب کی پوری وضاحت اسی آیت کی دوسری قراءت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے ﴿إِنَّهُ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یعنی جناب روح اللہ قیامت کے قائم ہونے کا نشان وعلامت ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ نشان ہیں قیامت کیلئے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور یہی مروی ہے ابو العالیہ'

---

[1] [حسن : مسند احمد (۵/۲۵۲) ترمذی : کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ الزخرف (۳۲۵۳) ابن ماجه : مقدمه : باب اجتناب البدعة و المجدل (۴۸) مستدرك حاكم (۲/۴۴۸)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۳)] اس کی سند میں قاسم راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۳)] اس کی سند میں بھی قاسم ضعیف اور جعفر متروک ہے۔]

[4] [سورۃ النساء : آیت ۱۵۹]

ابو مالک' عکرمہ' حسن' قتادہ' ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ سے۔ اور متواتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور حاکم با انصاف ہو کر نازل ہوں گے۔ پس تم قیامت کا آنا یقینی جانو اس میں شک وشبہ نہ کرو اور جو خبریں میں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میری تابعداری کرو یہی صراط مستقیم ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان جو تمہارا کھلا دشمن ہے تمہیں صحیح راستے سے اور میری واجب اتباع سے روک دے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں حکمت یعنی نبوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور دینی امور میں جو اختلافات تم نے ڈال رکھے ہیں۔ میں اس میں جو حق ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ [1] ابن جریر رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں اور یہی قول بہتر اور پختہ ہے پھر امام صاحب نے ان لوگوں کے قول کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ بعض کا لفظ یہاں پر کل کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل میں لبید شاعر کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی بعض سے مراد قائل کا خود اپنا نفس ہے نہ کہ سب نفس۔ امام صاحب نے شعر کا جو مطلب بیان کیا ہے یہ بھی ممکن ہے۔ پھر فرمایا جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں اللہ کا لحاظ رکھو اس سے ڈرتے رہو۔ اور میری اطاعت گزاری کرو جو لایا ہوں اسے مانو' یقین مانو کہ تم سب اور خود میں اس کے غلام ہیں' اس کے محتاج ہیں' اس کے در کے فقیر ہیں' اس کی عبادت ہم سب پر فرض ہے وہ واحد ہے لاشریک ہے۔ بس یہی توحید کی راہ راہ مستقیم ہے۔ اب لوگ آپس میں متفرق ہو گئے' بعض تو کلمۃ اللہ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے اور یہی حق والی جماعت تھی' اور بعض نے ان کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں۔ اور بعض نے کہا آپ ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں دعووں سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔ اسی لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ان ظالموں کے لئے خرابی ہے۔ قیامت والے دن انہیں المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

یہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آ پڑے اور انہیں خبر بھی نہ ہو ○ اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے ○ میرے بندو آج نہ تو تم پر کوئی خوف و ہراس ہے اور نہ تم بددل اور غمزدہ ہو گے ○ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ فرمانبردار مسلمان ○ تم اور تمہارے جوڑ کے لوگ ہشاش

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۰۷)]

بشاش راضی خوشی جنت میں چلے جاؤ○ ان کے چاروں طرف سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا' اور ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں سب وہاں ہوگا' اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے○ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو○ یہاں تمہارے لئے بکثرت میوے ہیں' جنہیں تم کھاتے رہو گے○

متقی لوگ جنت میں جائیں گے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو یہ مشرک قیامت کا انتظار کر رہے ہیں جو محض بے سود ہے' اس لئے کہ اس کے آنے کا کسی کو صحیح وقت تو معلوم نہیں وہ اچانک یونہی بے خبری کی حالت میں آ جائے گی اس وقت گو نادم ہوں لیکن اس سے کیا فائدہ؟ یہ اسے ناممکن سمجھے ہوئے ہیں لیکن وہ نہ صرف ممکن بلکہ یقیناً آنے ہی والی ہے اور اس وقت کا یا اس کے بعد کا کوئی عمل کسی کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اس دن جن کی دوستیاں غیر اللہ کے لئے تھیں وہ سب عداوت سے بدل جائیں گی۔ ہاں جو دوستی صرف اللہ کے واسطے تھی وہ باقی اور دائم رہے گی۔ جیسے خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے بتوں سے جو دوستیاں کر رکھی ہیں یہ صرف دنیا کے رہنے تک ہی ہیں قیامت کے دن تو ایک دوسرے کا نہ صرف انکار کریں گے بلکہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور کوئی نہ ہوگا جو تمہاری امداد پر آئے۔ [1] ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ! فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھا جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کیلئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا ہے تو تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا۔ برائیوں کی رغبت دلاتا تھا۔ بھلائیوں سے روکتا تھا اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرنا کہ وہ بھی وہی دیکھے جو میں نے دیکھا اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضبناک ہوا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۲۵]

اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیز گاروں کی دوستی۔ ابن عساکر میں ہے کہ جن دو شخصوں نے اللہ کیلئے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہی ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔ ①

پھر فرمایا کہ ان متقیوں سے روز قیامت میں فرمایا جائے گا کہ تم خوف و ہراس سے دور رہو۔ ہر طرح سے امن وچین سے رہو یہ ہے تمہارے ایمان واسلام کا بدلہ۔ یعنی باطن میں یقین واعتقاد کامل۔ اور ظاہر میں شریعت پر عمل۔ حضرت معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ لوگ اپنی قبروں سے کھڑے کئے جائیں گے۔ تو سب کے سب گھبراہٹ اور بے چینی میں ہوں گے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندو! آج کے دن نہ تم پر خوف ہے نہ ہراس تو تمام کے تمام اسے عام سمجھ کر خوش ہو جائیں گے' وہیں منادی کہے گا وہ جو لوگ دل سے ایمان لائے تھے اور جسم سے نیک کام کئے تھے اس وقت سوائے سچے پکے مسلمانوں کے باقی سب مایوس ہو جائیں گے' پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نعمت و سعادت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ سورۂ روم میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے' چاروں طرف سے ان کے سامنے طرح طرح کے ملذذ مرغن خوش ذائقہ مرغوب کھانوں کی طشتریاں' رکابیاں اور پیالیاں پیش ہوں گی۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے غلمان ادھر ادھر گردش کر رہے ہوں گے ﴿تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ﴾ اور ﴿تَشْتَهِي الْأَنفُسُ﴾ دونوں قراءتیں ہیں۔

یعنی انہیں مزیدار خوشبو والے' اچھی رنگت والے من مانے کھانے پینے ملیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے نیچے درجے کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جاتی ہو گی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہو گا۔ اور اول سے آخر تک اس کی اشتہاء برابر اور یکساں رہے گی۔ اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کرے تو سب کو کفایت ہو جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق) ②

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا' چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبے کے جنتی کے بالاخانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہو گا اور اس کے اوپر

---

① [اسنادہ ضعیف : مختصر تاریخ دمشق (۷۹/۲۷)]

② [مرسل : تفسیر عبدالرزاق (۲۷۸۵)]

③ [ضعیف : اس کی سند میں حسن اور ابو ہریرہؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

ساتویں ہوگی۔ اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام وشراب پیش کریں گے۔ ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب وغریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا اوّل سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہاء ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں۔ سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آ سکتی۔ اور اس کی بہتر بیویاں حورعین میں سے ہوں گی۔ اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ [1] پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے۔ نہ موت آئے' نہ گھاٹا آئے' نہ جگہ بدلے' نہ تکلیف پہنچے پھر ان پر اپنا فضل واحسان بتایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمت اللہ کے صرف اپنے اعمال کی بناء پر جنت میں نہیں جا سکتا۔ البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی اپنی جنت کی جگہ جہنم میں سے دیکھیں گے اور حسرت وافسوس سے کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت کرتا تو میں بھی متقیوں میں ہو جاتا۔ اور ہر ایک جنتی بھی اپنی جہنم کی جگہ جنت میں سے دیکھے گا اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہے گا کہ ہم خود اپنے طور پر راہ راست کے حاصل کرنے پر قادر نہ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ خود ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ہر ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں۔ پس کافر مومن کی جہنم کی جگہ کا وارث ہوگا۔ اور مومن کافر کی جنت کی جگہ کا وارث ہوگا یہی فرمان باری ہے کہ اس جنت کے وارث تم بہ سبب اپنے اعمال کے بنائے گئے ہو۔

کھانے پینے کے ذکر کے بعد اب میووں اور ترکاریوں کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ بھی بکثرت مرغوب طبع انہیں ملیں گی۔ جس قسم کی یہ چاہیں اور ان کی خواہش ہو۔ غرض بھرپور نعمتوں کے ساتھ رب کی رضامندی کے گھر میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ
مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ
عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ
كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ
بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/ ۵۳۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۰۹۳۳)]

بے شک گنہگار لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ عذاب کبھی بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے ○ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ظالم تھے ○ اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے' وہ کہے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ رہنا ہے ○ ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں ○ کیا انہوں نے کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یقین مانو کہ ہم بھی پختہ کام کرنے والے ہیں ○ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے ؟ برابر سن رہے ہیں بلکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں ○

کافروں کا ٹھکانہ جہنم: اوپر چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بدبختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے' ایک ساعت بھی انہیں ان عذابوں میں تخفیف نہ ہوگی۔ اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے۔ ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے' ہم ظلم کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا۔ ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل فرمائیں حجت قائم کر دی۔ لیکن یہ اپنی سرکشی سے عصیان سے' طغیان سے باز نہ آئے' اس پر یہ بدلہ پایا۔ اس میں اللہ کا کوئی ظلم نہیں۔ اور نہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ یہ جہنمی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکاریں گے' صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کی[1] اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں گے تاکہ عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ [2] یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب سے تخفیف ہوگی۔ اور فرمان باری ہے ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ○ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ○ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ [3] یعنی وہ بدبخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائے گا جو بڑی سخت آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

پس جب یہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا اللہ سے کیجئے تو وہ جواب دے گا کہ تم اس میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے۔ یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے' پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے اسے ماننا تو ایک طرف اس سے نفرت کی۔ ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے۔ ہاں ناحق کی طرف مائل رہے۔ ناحق والوں سے ان کی خوب بنتی رہی۔ پس تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو۔ اور اپنے ہی اوپر افسوس کرو لیکن آج کا افسوس بھی بے فائدہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے بدترین مکر اور زبردست داؤ کھیلنا چاہا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا' حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔ اور اس کی شہادت اس آیت میں ہے ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ الزخرف (۴۸۱۹)]

[2] [سورۃ فاطر : آیت ۳۶] [3] [سورۃ الاعلی : آیت ۱۱-۱۳]

يَشْعُرُوْنَ ﴾ (1) یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح مکر کیا کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو ٹالنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور ان کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آ گیا اور ان کی آنکھیں نہ کھلیں' اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے؟ ان کا گمان بالکل غلط ہے' ہم تو ان کی سرشت تک سے واقف ہیں۔ بلکہ ہمارے مقرر کردہ فرشتے بھی ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ ہی رہے ہیں بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

کہہ دے کہ اگر بالفرض رحمان کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت گزار ہوتا ○ آسمان و زمین اور عرش کا رب جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اس سے بہت پاک ہے ○ اب تو انہیں اسی بحث و مباحثہ اور کھیل کود میں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑ جائے جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے' اور وہی بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے ○ اور وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ہے' قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے' اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہاں مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو ○ اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں ○ اور پیغمبر کا اکثر یہ کہنا کہ اے میرے رب یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ○ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور رخصتانہ سلام کہہ دے' انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا ○

مشرکین کو سمجھانے کا ایک انداز: اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر بالفرض اللہ کی اولاد ہو تو مجھے سر جھکانے

(1) [سورۃ النمل : آیت ۵۰]

میں کیا تامل ہے؟ نہ میں اس کے فرمان سے سرتابی کروں نہ اس کے حکم کو ٹالوں اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے میں اسے مانتا اور اس کا اقرار کرتا۔ لیکن اللہ کی ذات ایسی نہیں۔ جس کا کوئی ہمسر اور جس کا کوئی کفو ہو۔ یاد رہے کہ بطور شرط کے جو کلام وارد کیا جائے اس کا وقوع ضروری نہیں بلکہ امکان بھی ضروری نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ [1] یعنی اگر اللہ تعالیٰ جل وعلا اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے اس کی شان وواحدانیت اس کے خلاف ہے اس کا تنہا غلبہ اور قہاریت اس کی صریح منافی ہے۔ بعض مفسرین نے ﴿عَابِدِيْنَ﴾ کے معنی انکاری کے بھی کئے ہیں جیسے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ﴿عَابِدِيْنَ﴾ سے مراد یہاں ﴿اَوَّلُ الْجَاحِدِيْنَ﴾ ہے یعنی پہلا انکار کرنے والا اور یہ ﴿عَبِدَ يَعْبَدُ﴾ کے باب میں سے ہے اور جو عبادت کے معنی میں ہوتا ہے۔ وہ ﴿عَبَدَ يَعْبُدُ﴾ سے ہوتا ہے۔ اسی کی شہادت میں یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [2] یعنی حمل کی اور دودھ کی چھٹائی کی مدت ڈھائی سال کی ہے۔ اور جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿وَفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَيْنِ﴾ [3] دو سال کے اندر اندر دودھ چھڑانے کی مدت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کا انکار نہ کر سکے اور فوراً آدمی بھیجا کہ اس عورت کو واپس کر دو یہاں بھی لفظ ﴿عَبِدَ﴾ ہے یعنی انکار نہ کر سکے۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿عَبِدَ﴾ کے معنی نہ ماننا انکار کرنا ہے۔ شاعر کے شعر میں بھی ﴿عَبِدَ﴾ انکار کے اور نہ ماننے کے معنی میں ہے۔ لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ شرط کے جواب میں یہ کچھ ٹھیک طور پر لگتا نہیں اسے ماننے کے بعد مطلب یہ ہوگا کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہے تو میں پہلا منکر ہوں۔ اور اس میں کلام کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی۔ ہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اِنْ شرط کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ نفی کیلئے ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول بھی ہے۔ تو اب مضمون کلام یہ ہوگا کہ چونکہ رحمان کی اولاد نہیں پس میں اس کا پہلا گواہ ہوں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کلام عرب کے محاورے کے مطابق ہے یعنی نہ رحمٰن کی اولاد نہ میں اس کا قائل وعابد۔ ابو صخر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو پہلے ہی اس کا عابد ہوں کہ اس کی اولاد ہے ہی نہیں۔ اور اس میں اس کی توحید کو ماننے میں بھی آگے آگے ہوں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں اور موحد ہوں اور تمہاری تکذیب کرنے والا ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں پہلا انکاری ہوں یہ دونوں لغت میں ﴿عَابِدٌ﴾ اور ﴿عَبِدَ﴾ اور اوّل ہی زیادہ قریب ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ شرط وجزا ہے لیکن یہ ممتنع اور محال محض ناممکن۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اس کی اولاد ہوتی تو میں اسے پہلے مان لیتا کہ اس کی اولاد ہے لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور جو لوگ اِنْ کو نافیہ بتلاتے ہیں ان کے قول کی تردید کرتے ہیں اسی لئے باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ آسمان و

---

[1] [الزمر : ٤] [2] [الاحقاف : ١٥] [3] [لقمان : ١٤]

زمین اور تمام چیزوں کا خالق اس سے پاک بہت دور اور بالکل منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو' وہ فرد احد صمد ہے اس کی نظیر کفو اولاد کوئی نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! انہیں اپنی جہالت میں غوطے کھاتے چھوڑ دو اور دنیا کے کھیل تماشوں میں مشغول رہنے دو' اسی غفلت میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اس وقت اپنا انجام معلوم کر لیں گے' پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت اور جلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے۔ وہ خبیر و علیم ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ وہی ہے۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے' [1] وہ سب کا خالق و مالک سب کو بسانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے' وہ سب کا مالک ہے' بلندیوں اور عظمتوں والا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے' ہر ایک پر قابض وہی ہے ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ قیامت آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت معلوم نہیں۔ ساری مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی۔ وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کے معبودان باطل جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لئے آگے بڑھ نہیں سکتا کسی کی شفاعت ان کے کام نہ آئے گی۔ اس کے بعد استثنا منقطع ہے یعنی لیکن جو شخص حق کا اقراری اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت و بصارت پر یعنی علم و معرفت والا ہو اسے اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کارآمد ہوگی' ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ ہی ہے' افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں' اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسروں کی عبادت کیوں کریں؟ جہالت و خباثت کند ذہنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم تک سمجھ میں نہ آئی۔ بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھا۔ اسی لئے تعجب سے ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اندھے ہو جاتے ہو؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنا یہ کہنا کہا یعنی اپنے رب کی طرف شکایت کی۔ اور اپنی قوم کی تکذیب کا بیان کیا کہ یہ ایمان قبول نہیں کرتے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ [2] یعنی رسول ﷺ کی یہ شکایت اللہ کے سامنے ہوگی کہ میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ هٰؤُلَاءِ﴾ الخ' ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کا قول نقل فرما رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمہارے نبی ﷺ کا قول ہے اپنے رب کے سامنے اپنی قوم کی شکایت

---

[1] [سورۃ الانعام : آیت ۳] [2] [سورۃ الفرقان : آیت ۳۰]

پیش کرتے ہیں۔ ابن جریر نے ﴿قِيلِهِ﴾ کی دوسری قراءت لام کے زبر کے ساتھ بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک توجیہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ ﴿نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ﴾ پر معطوف ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں فعل مقدر مانا جائے یعنی ﴿قَالَ﴾ کو مقدر مانا جائے۔ دوسری قراءت یعنی لام کے زیر کیساتھ جب ہو تو یہ عطف ہوگا ﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ پر تو تقدیر یوں ہوگی کہ قیامت کا علم اور اس قول کا علم اس کے پاس ہے' ختم سورہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے منہ موڑ لے۔ اور ان کی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہ دو بلکہ ان کے دل پر چانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی برتو۔ کہہ دو کہ سلام ہے۔ انہیں ابھی حقیقی حال معلوم ہو جائے گا۔ اس میں رب قدوس کی طرف سے مشرکین کو بڑی دھمکی ہے۔ اور یہی ہو کر بھی رہا کہ ان پر عذاب آیا جو ان سے ٹل نہ سکا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے دین کو بلند و بالا کیا اپنے کلمہ کو چاروں طرف پھیلا دیا' اپنے موحد مومن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلاوطن کرنے کے احکام دے کر اس طرح دنیا میں غالب کر دیا کہ اللہ کے دین میں بے شمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا' فالحمدللہ۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الدخان

ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص رات کو سورۂ حٰمٓ دخان پڑھے اس کیلئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ [1] یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمرو بن ابی خثعم ضعیف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورۂ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [2] یہ حدیث بھی غریب ہے۔ اور اس کے ایک راوی ابو المقدام ہشام ضعیف ہیں۔ اور دوسرے راوی حضرت حسن کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورۂ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا دخ۔ آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا' نامراد رہ گیا۔ جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے' پھر آپ ﷺ لوٹ گئے۔ [3]

---

[1] [موضوع :ترمذی : کتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی فضل حمٓ الدخان (۲۸۸۸)] امام ابن جوزیؒ، امام سیوطیؒ، حافظ عراقیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے موضوع و من گھڑت کہا ہے۔[الموضوعات لابن الجوزی (۲٤۸/۱) اللآلی المصنوعة (۲۱٤/۱) المغنی عن حمل الاسفار (۳۲۱/۱) ضعیف الجامع الصغیر (۵۷٦٦) ضعیف الترغیب (۵۷۸)]

[2] [ضعیف جدا :ترمذی : کتاب ثواب القرآن : باب ما جاء فی فضل حم الدخان (۲۸۹۱)] امام شوکانیؒ، امام سیوطیؒ اور شیخ البانیؒ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔[الفوائد المجموعة (ص : ۳۰۲) اللآلی المصنوعة (۲۱۵/۱) السلسلة الضعيفة (٤٦۳۲) المشكاة للألبانی (۲۱۵۰)]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۳۳۹۹) طبرانی کبیر (٤٦٦٦) طبرانی اوسط (۳۸۷۵)] اس کی سند میں زیاد بن حسن راوی ضعیف ہے۔ امام ابو حاتمؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

اللہ تعالیٰ مہربان و کرم فرما کے نام سے شروع

قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی ○ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ہوشیار کر دینے والے ہیں ○ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ○ ہمارے پاس سے حکم ہو کر ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔ تیرے رب کی مہربانی سے وہ ہے بہت بڑا سننے والا جاننے والا ○ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو ○ کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا ○

نزولِ قرآن بابرکت رات میں: اللہ تبارک و تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس عظیم الشان قرآن کریم کو بابرکت رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [1] ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے۔ اور یہ رات رمضان المبارک میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [2] رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ سورۂ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ اس لئے یہاں دوبارہ نہیں لکھتے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلۂ مبارکہ جس میں قرآن نازل ہوا وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے یہ قول سراسر بے دلیل ہے۔ اس لئے کہ نص قرآن سے قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے۔ اور جس حدیث میں مروی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی وہ حدیث مرسل ہے [3] اور ایسی احادیث سے نص قرآنی کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا' ہم لوگوں کو آگاہ کر دینے والے ہیں یعنی انہیں خیر و شر' نیکی و بدی معلوم کرا دینے والے ہیں تا کہ مخلوق پر حجت ثابت ہو جائے اور لوگ علم شرعی حاصل کر لیں' اسی شب ہر محکم کام طے کیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے کاتب فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ تمام سال کے کل اہم کام عمر روزی وغیرہ سب طے کر لی جاتی ہے۔ حکیم کے معنی محکم اور مضبوط کے ہیں جو بدلے نہیں' وہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے' ہم رسل کو

---

[1] [سورہ القدر : آیت ۱] [2] [سورہ البقرہ : آیت ۱۸۵]

[3] [مرسل و ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۲۲/۱۱)]

ارسال کرنے والے ہیں تاکہ وہ اللہ کی آیتیں اللہ کے بندوں کو پڑھ سنائیں جس کی انہیں سخت ضرورت اور پوری حاجت ہے' یہ تیرے رب کی رحمت ہے' اس رحمت کا کرنے والا' قرآن کو اتارنے والا اور رسولوں کو بھیجنے والا وہ اللہ ہے جو آسمان وزمین اور کل چیز کا مالک ہے۔ اور سب کا خالق ہے۔ تم اگر یقین کرنے والے ہو تو اس کے باور کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ معبود برحق بھی صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر ایک کی موت وزیست اسی کے ہاتھ میں ہے تمہارا اور تم سے اگلوں کا سب کا پالنے پوسنے والا وہی ہے۔ اس آیت کا مضمون اس آیت جیسا ہے۔ ﴿قُلْ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] الخ' یعنی تو اعلان کردے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ جس کی بادشاہت ہے آسمان وزمین کی۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جلاتا اور مارتا ہے۔ الخ'

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝

بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں پڑے ہیں ○ تو اس دن کا منتظر رہ جبکہ آسمان ظاہر دھواں لائے ○ جو لوگوں کو گھیر لے' یہ ہے دکھ کی مار ○ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ آفت ہم سے دور کر ہم ایمان قبول کرتے ہیں ○ ان کیلئے نصیحت کہاں ہے؟ کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبران کے پاس آ چکے ○ پھر بھی انہوں نے ان سے منہ موڑا اور کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا ہوا باؤلا ہے ○ ہم عذاب کو کچھ دنوں دور کریں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آ جاؤ گے ○ جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے' بالیقین ہم بدلہ لینے والے ہیں ○

آسمان پر سخت دھواں آئے گا: فرماتا ہے کہ حق آ چکا اور یہ شک وشبہ میں اور لہو ولعب میں مشغول ومصروف ہیں۔ انہیں اس دن سے آگاہ کردے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کوفے کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا اور مومنوں کو مثل زکام کے ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بے تابی کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلیف کرنے والوں میں نہیں

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۵۸]

ہوں۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ جانے۔ سنو! میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضور ﷺ کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر بددعا کی کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط ان پر آ پڑے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا۔ اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ بوجہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگے۔ جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو رحم آ گیا اور آپ نے جناب باری میں التجاء کی چنانچہ بارش برسی' اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب ہٹتے ہی پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو ہٹتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکیں۔ دخان' روم' قمر' بطشہ اور لزام (صحیحین)[2] یعنی آسمان سے دھوئیں کا آنا۔ رومیوں کا اپنی شکست کے بعد غلبہ پانا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ بدر کی لڑائی میں کفار کا پکڑا جانا اور ہارنا۔ اور چمٹ جانے والا عذاب۔ بڑی سخت پکڑ سے مراد بدر کے دن کی لڑائی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو مراد دھوئیں سے لیتے ہیں یہی قول مجاہد' ابو العالیہ' ابراہیم نخعی' ضحاک' عطیہ عوفی' رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ بھی ترجیح دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن اعرج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن ہوا۔ یہ قول بالکل غریب بلکہ منکر ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں یہ گزر نہیں گیا بلکہ قریب قیامت کے آئے گا۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب قیامت کا ذکر کر رہے تھے اور حضور ﷺ آ گئے تو آپ نے فرمایا جب تک دس نشانات تم نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھواں' جانور' یاجوج ماجوج کا آنا' حضرت عیسیٰ کا آنا' دجال کا آنا' مشرق و مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسایا جانا' آگ کا عدن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر ایک جا کرنا۔ جہاں یہ رات گزاریں گے آگ بھی گزارے گی اور جہاں یہ دوپہر کو سوئیں گے آگ بھی قیلولہ کرے گی۔ (مسلم)[3] بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد کے لئے دل میں ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ چھپا کر اس سے پوچھا کہ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا دخ آپ نے فرمایا بس برباد ہو اس سے آگے تیری نہیں چلنے کی۔[4] اس میں بھی ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ابھی اس کا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۰۴۳)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ الدخان (۲۷۹۸) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب الدخان (۲۷۹۸) ترمذی (۳۲۵۱) مسند احمد (۱/۲۳۶)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ (۲۹۰۱) مسند احمد (۴/۶۔۷)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ (۱۳۵۴) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب ذکر ابن صیاد (۲۹۳۱)]

انتظار باقی ہے اور یہ کوئی آنے والی چیز ہے چونکہ ابن صیاد بطور کاہنوں کے بعض باتیں دل کی زبان سے بتانے کا مدعی تھا اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کیلئے آپ نے یہ کیا اور جب وہ پورا نہ بتا سکا تو آپ نے لوگوں کو اس کی حالت سے واقف کر دیا کہ اس کے ساتھ شیطان ہے کلام صرف چرا لیتا ہے اور یہ اس سے زیادہ پر قدرت نہیں پانے کا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں۔ دجال کا آنا اور عیسیٰ بن مریم ﷺ کا نازل ہونا۔ اور آگ کا بیچ عدن سے نکلنا جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی قیلولہ کے وقت اور رات کی نیند کے وقت بھی ان کے ساتھ رہے گی۔ اور دھوئیں کا آنا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور دھواں کیسا؟ آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا چالیس دن تک گھٹا رہے گا جس سے مسلمان کو تو مثل نزلے کے ہو جائے گا اور کافر بے ہوش بدمست ہو جائے گا۔ اس کے نتھنوں سے' کانوں سے اور دوسری جگہ سے دھواں نکلتا رہے گا۔[1] یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو پھر دخان کے معنی مقرر ہو جانے میں کوئی بات باقی نہ رہتی۔ لیکن اس کی صحت کی گواہی نہیں دی جا سکتی۔ اس کے راوی رواد سے محمد بن خلف عسقلانی نے سوال کیا کہ کیا سفیان ثوری رحمہ اللہ سے تو نے خود حدیث سنی ہے؟ اس نے انکار کیا پوچھا کیا تو نے پڑھی اور اس نے سنی ہے؟ کہا نہیں۔ پوچھا اچھا تمہاری موجودگی میں اس کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی؟ کہا نہیں۔ کہا پھر تم اس حدیث کو کیسے بیان کرتے ہو؟ کہا میں نے تو بیان نہیں کی میرے پاس کچھ لوگ آئے اس روایت کو پیش کیا پھر جا کر میرے نام سے اسے بیان کرنی شروع کر دی۔ بات بھی یہی ہے یہ حدیث بالکل موضوع ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ اسے کئی جگہ لائے ہیں اور اس میں بہت سی منکرات ہیں خصوصاً مسجد اقصیٰ کے بیان میں جو سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حدیث میں ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے' دھواں جو مومن کو زکام کر دے گا اور کافر کا تو سارا جسم پھلا دے گا۔ روئیں روئیں سے دھواں اٹھے گا' دابۃ الارض اور دجال۔[2] اس کی سند بہت عمدہ ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں دھواں پھیل جائے گا۔ مومن کو تو مثل زکام کے لگے گا اور کافر کے جوڑ جوڑ سے نکلے گا۔ یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت حسن رحمہ اللہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دخان گزر نہیں گیا بلکہ اب آئے گا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دھوئیں کی بابت اوپر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ تو آپ فرمانے لگے رات کو میں بالکل نہیں سویا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ لوگوں سے سنا کہ دم دار ستارہ نکلا ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہی دخان نہ ہو۔ پس صبح تک میں نے آنکھ سے آنکھ نہیں ملائی۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی ہیں اور مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں صحیح

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۸)] اس کی سند میں رواد ضعیف ہے۔]

[2] [حسن بالشواھد: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۷)]

حسن اور ہر طرح کی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ دخان ایک علامت قیامت ہے جو آنے والی ہے' ظاہر الفاظ قرآن بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ اور بھوک کے دھوئیں سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہ تو ایک خیالی چیز ہے بھوک پیاس کی سختی کی وجہ سے دھواں سا آنکھوں کے آگے نمودار ہو جاتا ہے جو دراصل دھواں نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ ہیں ﴿دُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ کے۔ پھر یہ فرمان کہ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گی یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کی تائید کرتا ہے کیونکہ بھوک کے اس دھوئیں نے صرف اہل مکہ کو ڈھانپا تھا نہ کہ تمام لوگوں کو۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ ہے المناک عذاب' یعنی ان سے یوں کہا جائے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ ① الخ' جس دن انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا کہ یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلا رہے تھے۔ یا یہ مطلب کہ وہ خود ایک دوسرے سے یوں کہیں گے۔ کافر جب اس عذاب کو دیکھیں گے تو اللہ سے اس کے دور ہونے کی دعا کریں گے جیسے کہ اس آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ② الخ' کاش کہ تو انہیں دیکھتا جب یہ آگ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کاش کہ ہم لوٹائے جاتے تو ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان بن کر رہتے۔ اور آیت میں ہے کہ لوگوں کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دے جس دن ان کے پاس عذاب آئے گا۔ اس دن گنہگار کہیں گے پروردگار ہمیں تھوڑے سے وقت تک اور ڈھیل دے دے تو ہم تیری پکار پر لبیک کہہ لیں اور تیرے رسولوں کی فرمانبرداری کر لیں ③ پس یہاں یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے نصیحت کہاں؟ ④ ان کے پاس میرے پیغمبر آ چکے انہوں نے ان کے سامنے میرے احکام واضح طور پر رکھ دیئے لیکن ماننا تو کجا انہوں نے پرواہ تک نہ کی بلکہ انہیں جھوٹا کہا' ان کی تعلیم کو غلط کہا اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو سکھائے پڑھائے ہیں' انہیں جنون ہو گیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا لیکن اب اس کیلئے نصیحت کہاں ہے؟ اور جگہ فرمایا ہے ﴿وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ⑤ الخ' یعنی اس دن عذابوں کو دیکھ کر ایمان لانا سراسر بے سود ہے' پھر جو ارشاد ہوتا ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اگر بالفرض ہم عذاب ہٹا لیں اور تمہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تو بھی تم وہاں جا کر یہی کرو گے جو اس سے پہلے کر کے آئے ہو جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ﴾ ⑥ الخ' یعنی اگر ہم ان پر رحم کریں اور برائی ان سے ہٹا لیں تو پھر یہ اپنی سرکشی میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو جائیں گے۔

اور جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ ⑦ الخ' یعنی اگر یہ لوٹائے جائیں تو قطعاً دوبارہ پھر ہماری نافرمانیاں کرنے لگیں گے اور محض جھوٹے ثابت ہوں گے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر عذاب کے اسباب ہو چکنے اور عذاب آ جانے کے بعد بھی گو ہم اسے تھوڑی دیر ٹھہرا لیں تاہم یہ اپنی بدباطنی اور خباثت سے باز نہیں آنے کے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب انہیں پہنچا اور ہٹ گیا۔ جیسے قوم یونس علیہ السلام کی اللہ تبارک

---

① [الطور: ۱۳-۱۴] ② [الانعام: ۲۷] ③ [ابراھیم: ٤٤] ④ [الفجر: ۲۳]
⑤ [سبا: ۵۲] ⑥ [المومنون: ۷۵] ⑦ [الانعام: ۲۸]

وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ قوم یونس علیہ السلام جب ایمان لائی ہم نے ان سے عذاب ہٹالیا۔ (1) گویا انہیں ہونا شروع نہیں ہوا تھا ہاں اس کے اسباب موجود و فراہم ہو چکے تھے ان تک اللہ کا عذاب پہنچ چکا تھا۔ اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے کفر سے ہٹ گئے تھے پھر اس کی طرف لوٹ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں سے جب قوم نے کہا کہ یا تو تم بستی چھوڑ دو یا ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو جواب میں اللہ کے رسول نے فرمایا گو ہم اسے برا جانتے ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے رکھی ہے پھر بھی اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو ہم سے بڑھ کر جھوٹا اور اللہ کے ذمے بہتان باندھنے والا اور کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس سے پہلے بھی کبھی کفر میں قدم نہیں رکھا تھا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم لوٹنے والے ہو۔ اس سے مطلب اللہ کے عذاب کی طرف لوٹنا ہے (2) بڑی اور سخت پکڑ سے مراد جنگ بدر ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ کی وہ جماعت جو دخان کو ہو چکا ہوا مانتی ہے وہ تو بطشہ کے معنی یہی کرتی ہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اور ایک جماعت سے یہی منقول ہے گو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے لیکن بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد قیامت کے دن کی پکڑ ہے۔ گو بدر کا دن بھی پکڑ کا اور کفار پر سخت دن تھا۔ ابن جریر میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے بدر کا دن بتاتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس کی سند صحیح ہے' حضرت حسن بصری اور عکرمہ رحمہما اللہ سے بھی دونوں روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ
عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ
اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾
وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ
مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ
جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ
كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا
اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿۲۹﴾
وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾
وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾

---

(1) [سورۃ یونس : آیت ۹۸]
(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۲۹)]

یقیناً ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزما چکے ہیں جن کے پاس اللہ کا ذی عزت رسول آیا ○ کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو یقین مانو کہ میں تمہارا امانت پیغمبر ہوں ○ تم اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو' میں تمہارے پاس کھلی سند لانے والا ہوں ○ اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو ○ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو ○ پھر اپنے رب سے دعا کی کہ یہ سب گنہگار لوگ ہیں ○ ہم نے کہہ دیا کہ راتوں رات تو میرے بندوں کو لے نکل یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا ○ تو دریا کو ساکن چھوڑ چلا جا' بلاشبہ یہ لشکر غرق کیا جائے گا ○ وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے ○ اور کھیتیاں اور بہترین مکانات ○ اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے ○ اسی طرح ہو گیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا ○ سو ان پر نہ تو آسمان و زمین روئے اور نہ انہیں مہلت ملی ○ بے شک ہم نے ہی بنی اسرائیل کو سخت ذلیل سزا سے نجات دی ○ جو فرعون کی طرف سے ہو رہی تھی' فی الواقع وہ سرکش اور حد سے گزر جانے والوں میں تھا ○ اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ○ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی ○

آل فرعون کی ہلاکت: ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا' انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو اور انہیں دکھ نہ دو۔ میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزات اپنے ساتھ لایا ہوں اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے' (1) مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں تمہیں رب کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہیے اس کے بیان کردہ دلائل و احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم واصل ہوتے ہیں۔ میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں' میں تمہاری بدگوئی اور اتہام سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح رحمہ اللہ تو یہی کہتے ہیں' اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد پتھراؤ کرنا پتھروں سے مار ڈالنا ہے' یعنی زبانی ایذا سے اور دستی ایذا سے میں اپنے رب کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں' اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذا رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس وقت کے منتظر رہو جب کہ خود اللہ ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا پھر جب اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لمبی مدت ان میں گزاری خوب دل کھول کھول کر تبلیغ کر لی ہر طرح کی خیر خواہی کی۔ ان کی ہدایت کیلئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے بددعا کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دنیوی نمائش اور مال و متاع دے رکھا ہے اے اللہ! یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تا کہ دردناک عذابوں کے معائنہ تک انہیں ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون علیہما السلام! میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اب تم استقامت پر تل جاؤ' (2) یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے

---

(1) [سورة طه : آيت ٤٧] (2) [سورة يونس : آيت ٨٨-٨٩]

جاؤ۔ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے۔ لیکن تم بے خوف وخطر چلے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا' اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا آپ بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اسے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آ جا' تا کہ فرعون اس سے گزر نہ سکے۔ وہیں اللہ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بتا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تو تم سب بالکل مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے' غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں رَهْوًا کے معنی سوکھا راستہ جو اصلی حالت میں ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آ جائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہوئے۔ باغات' کھیتیاں' نہریں' مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مصر کا دریائے نیل مشرق ومغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں جب اس کی روانی اللہ کو منظور ہوتی ہے تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے جہاں تک رب کو منظور ہو اس میں پانی آ جاتا ہے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ۔ اور فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے اسوان سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی نو (۹) خلیجیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ' خلیج دمیاط' خلیج سردوس' خلیج منف' خلیج فیوم' خلیج منہی اور ان سب میں اتصال تھا ایک دوسرے سے متصل تھیں۔ اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لے کر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا۔ بڑے امن چین کی زندگی گزار رہے تھے لیکن مغرور ہو گئے اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دیئے گئے۔ مال اولاد' جاہ ومال' سلطنت وعزت ایک ہی رات میں چھوڑ گئے اور بھس کی طرح اڑا دیئے گئے اور گزشتہ کل کی طرح بے نشان کر دیئے گئے ایسے ڈبوئے گئے کہ ابھر نہ سکے۔ جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے' ان کی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کمزوروں کو ان کے صبر کے بدلے اس سرکش قوم کی کل نعمتیں عطا فرما دیں اور بے ایمانوں کا بھرکس نکال ڈالا۔ یہاں بھی دوسری قوم جسے وارث بنایا اس سے مراد بھی بنی اسرائیل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زمین وآسمان نہ روئے۔ کیونکہ ان پاپیوں کے نیک اعمال تھے ہی نہیں جو آسمانوں پر چڑھتے ہوں اور اب ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے وہ افسوس کریں۔ نہ زمین میں ان کی ایسی جگہیں تھیں جہاں بیٹھ کر یہ اللہ کی عبادت کرتے ہوں اور آج انہیں نہ پا کر زمین کی وہ جگہ ان کا ماتم کرے' انہیں مہلت نہ دی گئی۔ مسند ابو یعلی موصلی میں ہے ہر بندے کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے اس کی روزی اترتی ہے دوسرے سے اس کے اعمال اور اس کے کلام چڑھتے ہیں۔ جب یہ مر جاتا ہے اور وہ عمل ورزق کو گمشدہ پاتے ہیں تو روتے ہیں پھر

اسی آیت کی حضور ﷺ نے تلاوت کی۔ [1] ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر غربت پر آ جائے گا۔ یاد رکھو مومن کہیں انجان مسافر کی طرح نہیں مومن جہاں کہیں سفر میں مرتا ہے جہاں اس کا کوئی رونے والا نہ ہو وہاں بھی اس کے رونے والے آسمان و زمین موجود ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ دونوں کفار پر روتے نہیں۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آسمان و زمین کسی پر روئے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا آج تو نے وہ بات دریافت کی ہے کہ تجھ سے پہلے مجھ سے اس کا سوال کسی نے نہیں کیا۔ سنو! ہر بندے کے لئے زمین میں ایک نماز کی جگہ ہوتی ہے اور ایک جگہ آسمان میں اس کے عمل کے چڑھنے کی ہوتی ہے اور آل فرعون کے نیک اعمال ہی نہ تھے۔ اس وجہ سے نہ زمین ان پر روئی اور نہ آسمان کو ان پر رونا آیا اور نہ انہیں ڈھیل دی گئی کہ کوئی نیکی بجا لا سکیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال ہوا تو آپ نے بھی قریب قریب یہی جواب دیا۔ [3] بلکہ آپ سے مروی ہے کہ چالیس دن تک زمین مومن پر روتی رہتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے جب یہ بیان فرمایا تو کسی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے جو بندہ زمین کو اپنے رکوع و سجود سے آباد رکھتا تھا جس بندے کی تکبیر و تسبیح کی آواز آسمان برابر سنتا رہتا تھا بھلا یہ دونوں اس عابد اللہ پر روئیں گے نہیں؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرعونیوں جیسے ذلیل و خوار لوگوں پر یہ کیوں روتے؟

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا جب سے رچائی گئی ہے تب سے آسمان صرف دو شخصوں پر رویا ہے۔ ان کے شاگرد سے سوال ہوا کہ کیا آسمان و زمین ہر ایمان دار پر روتے نہیں؟ فرمایا صرف اتنا حصہ جس حصے سے اس کا نیک عمل چڑھتا تھا۔ سنو آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا اور مثل نرمی کے گلابی رنگ کا ہو جانا ہے سو یہ حال صرف دو شخصوں کی شہادت پر ہوا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے موقعے پر تو آسمان سرخ ہو گیا اور خون برسانے لگا۔ اور دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر بھی آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا (ابن ابی حاتم) یزید ابن ابوزیاد کا قول ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے چار ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ اور یہی سرخی اس کا رونا ہے۔ حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا اس کا رونا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے دن پتھر کو الٹا جاتا تھا اس کے نیچے سے منجمد خون نکلتا تھا۔ اس دن سورج کو بھی گہن لگا ہوا تھا آسمان کے کنارے بھی سرخ تھے اور پتھر گرے ہوئے تھے لیکن یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں۔ اور شیعوں کے گڑھے ہوئے افسانے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نواسہ رسول ﷺ کی شہادت کا واقعہ نہایت دردانگیز اور حسرت و افسوس والا ہے' لیکن اس پر شیعوں نے جو حاشیہ چڑھایا ہے اور گھڑ گھڑا کر باتیں پھیلا دی ہیں' وہ محض جھوٹ اور بالکل گپ ہیں۔ خیال تو فرمایئے کہ اس سے بہت زیادہ اہم واقعات ہوئے اور قتل حسین رضی اللہ عنہ سے بہت بڑی وارداتیں ہوئیں لیکن ان کے ہونے پر بھی

---

[1] [ضعیف ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورہ حمٓ الدخان (۳۲۵۵) مسند ابو یعلی (۴۱۳۳) مجمع الزوائد (۷/۱۰۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی انہی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۳۸)] [3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۳۷)]

آسمان وزمین وغیرہ میں یہ انقلاب واقعہ نہ ہوا۔ آپ ہی کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قتل کئے گئے جو بالا جماع آپ سے افضل تھے لیکن نہ پتھروں تلے سے خون نکلا نہ اور کچھ ہوا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا جاتا ہے اورنہایت بے دردی سے بلاوجہ ظلم وستم کے ساتھ انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے نماز کی جگہ ہی قتل کیا جاتا ہے یہ وہ زبردست مصیبت تھی کہ اس سے پہلے مسلمان کبھی ایسی مصیبت نہیں پہنچائے گئے تھے۔ لیکن ان واقعات میں سے کسی واقعہ کے وقت ان میں سے ایک بھی بات نہیں ہوئی جو شیعوں نے مقتل حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور کر رکھی ہیں۔ ان سب کو بھی جانے دیجئے۔ تمام انسانوں کے دینی اور دنیوی سردار سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجئے جس روز آپ رحلت فرماتے ہیں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا اور سنئے جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ کا انتقام ہوتا ہے اتفاقاً اسی روز سورج کو گہن ہوتا ہے اور کوئی کہہ دیتا ہے کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گہن کی نماز ادا کر کے فوراً خطبے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ (1)

اس کے بعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ ہم نے انہیں فرعون جیسے متکبر حدود شکن کے ذلیل عذابوں سے نجات دی۔ اس نے بنی اسرائیل کو پست وخوار کر رکھا تھا۔ ذلیل خدمتیں ان سے لیتا تھا اپنے نفس کو تولتا رہتا تھا خودی اور خود بینی میں لگا ہوا تھا۔ بیوقوفی سے کسی چیز کی حد بندی کا خیال نہیں کرتا تھا اللہ کی زمین میں سرکشی کئے ہوئے تھا۔ اور ان بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی' پھر بنی اسرائیل پر ایک اور مہربانی کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس زمانے کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تمام اگلوں پچھلوں پر انہیں بزرگی دی۔ یہ آیت بھی اس آیت کی طرح ہے جس میں فرمان ہے ﴿يَا مُوسَىٰٓ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ﴾ (2) اے موسیٰ! میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی یعنی اس زمانے کے لوگوں پر۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے فرمایا ﴿وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَآءِ الْعَالَمِينَ﴾ (3) اس سے بھی یہی مطلب ہے کہ اس زمانے کی تمام عورتوں پر آپ کو فضیلت ہے۔ اس لئے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے یقیناً افضل ہیں یا کم از کم برابر۔ اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں' اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی فضیلت شوربے میں بھگوئی روٹی کی اور کھانوں پر' (4) پھر بنی اسرائیل پر ایک اور احسان بیان ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں وہ حجت و برہان' دلیل ونشانات اور معجزات وکرامات عطا فرمائے جن میں ہدایت کی تلاش کرنے والوں کیلئے صاف صاف امتحان تھا۔

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الکسوف : باب الصلوة فی کسوف الشمس (۱۰۴۳) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب ذکر النداء بصلوة الکسوف الصلوة الجامعة (۹۱۵) مسند احمد (۷۶/۶)]

(2) [سورة الاعراف : آیت ۱۴۴] (3) [سورة آل عمران : آیت ۴۲]

(4) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة (۷۰۔ ۸۹) مسند احمد (۱۵۶/۳)]

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں○ کہ آخری چیز یہی ہمارا دنیا سے مرجانا ہے اور پھر ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ○ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جوان سے بھی پہلے تھے' ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ گنہگار تھے○

قوم تُبَّعْ کا ذکر: یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے ان کا خیال تھا کہ قیامت آنی نہیں مرنے کے بعد جینا نہیں۔ حشر اور نشر سب غلط ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال کیجئے یہ کس قدر بودی اور بے ہودہ دلیل ہے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا' مرنے کے بعد جینا قیامت کو ہوگا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ آئیں گے۔ اس دن یہ ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دے گی اور ان پر ان کے نبی ﷺ گواہی دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آ جائیں اور ان کی طرح بے نام ونشان کر دیئے جاؤ۔ ان کے واقعات سورۂ سبا میں گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ بھی قحطان کے عرب تھے جیسے کہ یہ عدنان کے عرب ہیں۔

حمیر جو سبا کے تھے وہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے جیسے فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے ہر بادشاہ کو قیصر اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تبع یمن سے نکلا اور زمین میں پھرتا رہا سمرقند پہنچ گیا ہر جگہ کے بادشاہوں کو شکست دیتا رہا اور اپنا بڑا ملک کر لیا۔ زبردست لشکر اور بے شمار رعایا اس کے ماتحت تھی اس نے حیرہ نامی بستی بسائی یہ اپنے زمانے میں مدینے میں بھی آیا اور یہاں کے باشندوں سے بھی لڑا لیکن اسے لوگوں نے اس سے روکا خود اہل مدینہ کا بھی اس سے یہ سلوک رہا کہ دن کو تو لڑتے تھے اور رات کو ان کی مہمان داری کرتے تھے آخر اس کا بھی لحاظ آ گیا اور لڑائی بند کر دی۔ اس کے ساتھ یہاں کے دو یہودی عالم ہو گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سچے دین کے عامل بھی تھے وہ اسے ہر وقت بھلائی برائی سمجھاتے رہتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ مدینے کو تاخت وتاراج نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر زمانے کے پیغمبر ﷺ کی ہجرت کی جگہ ہے۔ پس یہ یہاں سے لوٹ گیا اور ان دونوں عالموں کو اپنے ساتھ لیتا چلا جب یہ مکہ پہنچا تو اس نے بیت اللہ کو گرانا چاہا لیکن ان دونوں عالموں نے اسے روکا اور اس پاک گھر کی عظمت وحرمت اس کے سامنے بیان کی اور کہا کہ بانی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور اس نبی آخر الزماں کے ہاتھوں پھر اس کی اصلی حالت آشکارا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ اپنے ارادے سے باز آیا بلکہ بیت اللہ کی بڑی تعظیم وتکریم کی طواف کیا غلاف چڑھایا اور یہاں سے واپس

یمن لوٹ گیا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوا اور تمام یمن میں یہی دین پھیلایا اس وقت تک حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوا تھا اور اس زمانے والوں کیلئے یہی سچا دین تھا۔ اس تبع کے واقعات بہت تفصیل سے سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر بھی اپنی کتاب میں بہت تفصیل کے ساتھ لائے ہیں اس میں ہے کہ اس کا پائے تخت دمشق میں تھا۔ اس کے لشکروں کی صفیں دمشق سے لے کر یمن تک پہنچتی تھیں۔

ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نہیں جان سکا کہ حد لگنے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ اور روایت میں ہے کہ یہ بھی فرمایا حضرت عزیر پیغمبر تھے یا نہیں؟ [1] (ابن ابی حاتم) دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی روایت صرف عبدالرزاق سے ہی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا نبی ہونا نہ ہونا مجھے معلوم نہیں نہ میں یہ جانتا ہوں کہ تبع پر لعنت کروں یا نہیں؟ [2] اسے وارد کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے وہ روایتیں درج کی ہیں جن میں تبع کو گالی دینے اور لعنت کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ جیسے کہ ہم بھی وارد کریں گے۔ انشاء اللہ۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دین میں داخل ہوئے اور اس زمانے کے علماء کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ بعثت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا یہ واقعہ ہے جرہم کے زمانے میں بیت اللہ کا حج بھی کیا غلاف بھی چڑھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی چھ ہزار اونٹ نام اللہ قربان کئے اور بھی بہت بڑا طویل واقعہ ہے جو حضرت ابی ابن کعب، عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور اصل قصہ کا دارومدار حضرت کعب احبار اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما پر ہے۔ وہب بن منبہ نے بھی اس قصہ کو وارد کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس تبع کے قصہ میں دوسرے تبع کے قصے کو بھی ملا دیا ہے جو ان کے بہت بعد تھا۔ اس کی قوم تو اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی پھر ان کے انتقال کے بعد وہ کفر کی طرف لوٹ گئی۔ اور دوبارہ آگ کی اور بتوں کی پرستش شروع کر دی۔ جیسے کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے اسی کی تفسیر میں ہم نے بھی اس کی پوری تفصیل لکھ دی، فالحمد للہ۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس تبع نے کعبے پر غلاف چڑھایا تھا۔ آپ لوگوں کو منع کرتے کہ اس تبع کو برا نہ کہو۔ یہ درمیان کا تبع ہے۔ اس کا نام اسعد ابو کریب بن ملکیکرب یمانی ہے۔ اس کی سلطنت تین سو چھبیس سال تک رہی اس سے زیادہ لمبی مدت ان بادشاہوں میں سے کسی نے نہیں پائی۔ حضور ﷺ سے تقریباً سات سو سال پہلے اس کا انتقال ہوا ہے، مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان دونوں موسوی عالموں نے جو مدینے کے تھے انہوں نے جب تبع بادشاہ کو یقین دلایا کہ یہ شہر نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کا ہجرت گاہ ہے تو اس نے ایک قصیدہ کہا تھا اور اہل مدینہ کو بطور امانت دے گیا تھا جو ان کے پاس ہی رہا اور بطور میراث کے ایک دوسرے کے ہاتھ لگتا رہا۔ اور اس کی روایت سند کے ساتھ برابر چلی آتی رہی یہاں تک کہ حضور ﷺ کی ہجرت

---

[1] [صحیح ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی التخییر بین الانبیاء (٤٦٧٤) مستدرك حاكم (٣٦/١)]

[2] [اسنادہ ضعیف تاریخ دمشق (٥٠١/٣)] اس کی سند میں محمد بن کریب راوی ضعیف ہے۔]

کے وقت اس کے حافظ ابو ایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ تھے اور اتفاق سے بلکہ بحکم اللہ آنحضرت ﷺ کا نزول وجلال بھی یہیں ہوا تھا۔ اس قصیدہ کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ ...... رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِي النَّسَمِ
فَلَوْ مُدَّ عُمْرِيْ إِلَى عُمْرِهٖ ...... لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهُ وَابْنَ عَمٍّ
وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ أَعْدَاءَهُ ...... وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ غَمٍّ

یعنی میری تہہ دل سے گواہی ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ (ﷺ) اس اللہ کے سچے رسول ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میں اس کے زمانے تک زندہ رہا تو قسم اللہ کی آپ کا ساتھی اور آپ کا معاون بن کر رہوں گا۔ اور آپ کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا اور کسی کھٹکے اور غم کو آپ کے پاس تک پھٹکنے نہ دوں گا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ دور اسلام میں صنعاء شہر میں اتفاق سے قبر کھودی گئی تو دیکھا گیا کہ دو عورتیں مدفون ہیں جن کے جسم بالکل صحیح سالم ہیں اور سرہانے پر چاندی کی ایک تختی لگی ہوئی ہے جس میں سونے کے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حُبّی اور لمیس کی ہے اور ایک روایت میں ان کے نام حبی اور تماضر ہیں۔ یہ دونوں تبع کی بہنیں ہیں یہ دونوں مرتے وقت تک اس بات کی شہادت دیتی رہیں کہ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ دونوں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی تھیں۔ ان سے پہلے کے تمام نیک صالح لوگ بھی اسی شہادت کے ادا کرتے ہوئے انتقال فرماتے رہے ہیں۔ سورۂ سبا میں ہم نے اس واقعہ کے متعلق سبا کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں۔ حضرت کعب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تبع کی تعریف قرآن سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی ان کی نہیں کی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ صالح شخص تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تبع کو گالی نہ دو وہ مسلمان ہو چکا تھا[1] طبرانی اور مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے۔ عبدالرزاق میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے معلوم نہیں تبع نبی تھا یا نہ تھا؟ اور روایت میں جو اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون تھا یا نہیں؟ فاللہ اعلم۔ یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حضرت عطاء بن ابو رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں تبع کو گالی نہ دو رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا کہنا منع فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

ع ۱۵

---

[1] [حسن لغيره وهذا اسناد ضعيف: تفسير ابن جرير الطبری (۲۴۱/۱۱) مسند احمد (۳۴۰/۵) مجمع الزوائد (۱۳۰۲۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے البتہ یہ سند ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۸۸۰)]

ہم نے زمین وآسمان اوران کے درمیان کی چیزوں کوفعل عبث کرتے ہوئے نہیں پیدا کیا○ بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے ہاں البتہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں○ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا ہے○ جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کچھ کام بھی نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی○ مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے گی وہ زبردست اور رحم والا ہے○

مخلوق کی پیدائش بے کار نہیں: یہاں اللہ عزوجل اپنے عدل کا بیان فرمارہا ہے اور بے فائدہ لغو اور عبث کاموں سے اپنی پاکیزگی کا اظہار فرماتا ہے' جیسے اور آیت میں ارشاد ہے' کہ ہم نے اپنی مخلوق کو باطل پیدا نہیں کیا ایسا گمان ہماری نسبت صرف ان کا ہے جو کفار ہیں۔ اور جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (۱) اور ارشاد ہے ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (۲) الخ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار وعبث پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہماری طرف آنے ہی کے نہیں؟ اللہ حق مالک بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش کریم کا رب ہے' فیصلوں کا دن یعنی قیامت کا دن جس دن باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حق فیصلے کرے گا کافروں کو سزا اور مومنوں کو جزا ملے گی۔ اس دن تمام اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوں گے' یہ وہ وقت ہوگا کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔ رشتے دار رشتے دار کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گا' جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ (۳) الخ یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا تو نہ تو کوئی نسب باقی رہے گا نہ پوچھ گچھ۔ اور آیت میں ہے کوئی دوست اس دن اپنے دوست کو پریشان حالی میں دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہ پوچھے گا۔ اور نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مدد کرے گا۔ نہ اور کوئی بیرونی مدد آئے گی' مگر ہاں اللہ کی رحمت جو مخلوق پر شامل ہے۔ وہ بڑا غالب اور وسیع رحمت والا ہے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۛ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

بیشک زقوم کا درخت○ گنہگاروں کا کھانا ہے○ جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے○ مثل تیز گرم پانی کے کھولنے کے○ اسے پکڑ لو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچاؤ○ پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ○ چکھتا جا' تو تو بڑا ذی عزت اور بڑے اکرام والا تھا○ یہی وہ چیز ہے۔ جس میں تم شک کیا کرتے تھے○

جہنمیوں کی خوراک: منکرین قیامت کو جو سزا وہاں دی جائے گی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان مجرموں کو جو اپنے قول وفعل کو نافرمانی میں ملوث کئے ہوئے تھے آج انہیں زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد

(۱) [سورۃ ص : آیت ۲۷] (۲) [سورۃ المومنون : آیت ۱۱۵-۱۱۶]

(۳) [سورۃ المومنون : آیت ۱۰۱]

ابوجہل ہے۔ گو دراصل وہ بھی اس آیت کی وعید میں داخل ہے لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ آیت صرف اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ آیت پڑھا رہے تھے مگر اس کی زبان سے لفظ "اَثِیْم" ادا نہیں ہوتا تھا اور وہ بجائے اس کے "یتیم" کہہ دیا کرتا تھا تو آپ نے اسے "طَعَامُ الْفَاجِرِ" پڑھوایا یعنی اس کے سوا کھانے کو اور کچھ نہ دیا جائے گا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین میں ٹپک جائے تو تمام زمین والوں کی معاش خراب کر دے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے' یہ مثل تلچھٹ کے ہوگا۔ اپنی حرارت بدمزگی اور نقصان کے باعث پیٹ میں جوش مارتا رہے گا' اللہ جہنم کے داروغوں سے فرمائے گا کہ اس کافر کو پکڑلو اور وہیں ستر ہزار فرشتے دوڑیں گے' اسے اوندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹ لے جاؤ اور بیچ جہنم میں ڈال دو' پھر اس کے سر پر جوش مارتا گرم پانی ڈالو۔ جیسے فرمایا ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ﴾ الخ یعنی ان کے سروں پر جہنم کا جوش مارتا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں سوخت ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ فرشتے انہیں لوہے کے ہتھوڑے ماریں گے جن سے ان کے دماغ پاش پاش ہو جائیں گے پھر اوپر سے یہ حمیم ان پر ڈالا جائے گا۔ یہ جہاں جہاں پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹتا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر انہیں شرمسار کرنے کیلئے اور زیادہ پشیمان بنانے کیلئے کہا جائے گا کہ لو مزہ چکھو تم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہو نہ بزرگی والے۔ مغازی اموی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل ملعون سے کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوا کہ تجھ سے کہہ دوں تیرے لیے ویل ہے تجھ پر افسوس ہے پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا جاتو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت و تکریم والا میں ہوں۔ پس اللہ نے اسے بدر والے دن قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا' اور اپنی تکریم کا' اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا' اور ان کافروں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جس میں تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ جیسے اور آیتوں میں ہے کہ جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جسے تم جھٹلاتے رہے یا یہ جادو ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی کو یہاں بھی فرمایا ہے کہ یہ ہے جس میں تم شک کر رہے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾

ع ۳ / ۱۶

بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن وچین کی جگہ میں ہوں گے ○ باغوں اور چشموں میں ○ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ○ یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے ○ دل جمعی کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے ○ وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں ہاں پہلی موت جو وہ مر چکے انہیں اللہ نے دوزخ کی سزا سے بچا دیا ○ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے' یہی ہے بڑی مراد ملنی ○ ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اب تو منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں ○

جنتیوں کی خوراک اور لباس: بدبختوں کا ذکر کر کے اب نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کو مثانی کہا گیا ہے' اسی دنیا میں جو اللہ تعالیٰ مالک وخالق وقادر سے ڈرتے دبتے رہے وہ قیامت کے دن جنت میں نہایت امن وامان سے ہوں گے۔ موت سے' وہاں سے نکلنے سے' غم ورنج' دکھ درد' گھبراہٹ اور مشکلوں سے' تکلیف ومشقت سے شیطان اور اس کے مکر سے رب کی ناراضگی سے غرض تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نڈر بے فکر مطمئن اور بے اندیشہ ہوں گے' جہنمیوں کو تو زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا اور انہیں جنتیں اور نہریں ملیں گی' مختلف قسم کے ریشمی پارچہ جات انہیں پہننے کو ملیں گے۔ جن میں نرم باریک بھی ہوگا اور دبیز چمکیلا بھی ہوگا۔ یہ تختوں پر بڑے طمطراق سے تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کسی کی کسی کی طرف پیٹھ نہ ہوگی بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے' اس عطا کے ساتھ ہی انہیں حوریں دی جائیں گی جو گورے چٹے پنڈے کی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی ہوں گی جن کے پاک جسم کو ان سے پہلے کسی نے چھوا بھی نہ ہوگا۔ وہ یاقوت ومرجان کی طرح ہوں گی۔ اور کیوں نہ ہو جب انہوں نے اللہ کا ڈر دل میں رکھا اور دنیا کی خواہشوں کی چیزوں سے محض فرمان اللہ کو مدنظر رکھ کر بچے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ بہترین سلوک کیوں نہ کرتا؟ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے[1] پھر وہاں یہ جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہوگا جو مانگیں گے ملے گا ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا' خواہش ہوئی اور حاضر ہوا۔ پھر نہایت بے فکری سے کمی کا خوف نہیں ہوگا ختم ہو جانے کا کھٹکا نہیں ہوگا' پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔[2] پھر استثناء منقطع لا کر اس کی تاکید کر دی۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ موت کو بھیڑ کی صورت میں لا کر جنت وجہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ جنتیو! اب ہمیشگی ہے کبھی موت نہیں۔ اور اے جہنمیو! تمہارے لئے بھی ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ سورۂ مریم کی تفسیر میں بھی یہ حدیث گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جنتیوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اور ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی کمی نہ ہوگی اور ہمیشہ جوان بنے رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے[3] اور حدیث میں ہے جو اللہ سے ڈرتا

---

[1] [ضعیف وباطل : ابو نعیم فی صفة الجنة (۳۸۶)] اس کی سند میں نصر بن مزاحم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله عزو جل وانذرهم یوم الحسرة (۴۷۳۰) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب النار یدخلها الجبارون (۲۸۴۹) مسند احمد (۲/۳۷۷)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی دوام نعیم اهل الجنة (۲۸۳۷) مسند احمد (۲/۳۱۹)]

رہے گا۔ جنت میں جائے گا جہاں نعمتیں پائے گا کبھی محتاج نہ ہوگا جئے گا کبھی مرے گا نہیں جہاں کپڑے میلے نہ ہوں گے اور جوانی فنا نہ ہوگی۔ ① حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا جنتی سوئیں گے بھی؟ آپ نے فرمایا نیند موت کی بہن ہے جنتی سوئیں گے نہیں ہر وقت راحت ولذت میں مشغول رہیں گے۔ ② یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے اور اس سے پہلے سندوں کا خلاف گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس راحت ونعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے عذاب جہنم سے نجات دے دی۔ تو مطلوب حاصل ہے اور خوف زائل ہے اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ یہ صرف اللہ کا احسان وفضل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے تم ٹھیک ٹھاک رہو قریب قریب رہو اور یقین مانو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جاسکتے لوگوں نے کہا کیا آپ کے اعمال بھی؟ فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مگر یہ کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت میرے شامل حال ہو۔ ③ ہم نے اپنے نازل کردہ اس قرآن کریم کو بہت سہل' بالکل آسان' صاف ظاہر' بہت واضح' مدلل اور روشن کر کے تجھ پر تیری زبان میں نازل فرمایا ہے جو بہت فصیح وبلیغ بڑی شیریں اور پختہ ہے تاکہ لوگ بآسانی سمجھ لیں اور بخوشی عمل کریں۔ باوجود اس کے بھی جو لوگ اسے جھٹلائیں نہ مانیں تو انہیں ہوشیار کر دے اور کہہ دے کہ اچھا اب تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں تم دیکھ لوگے کہ اللہ کی طرف سے کس کی تائید ہوتی ہے؟ کس کا کلمہ بلند ہوتا ہے؟ کسے دنیا اور آخرت ملتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ تم تسلی رکھو فتح وظفر تمہیں ہوگی میری عادت ہے کہ اپنے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو اونچا کروں جیسے ارشاد ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ ④ الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ ⑤ الخ' یعنی یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں بھی مدد کریں گے اور قیامت میں بھی جس دن گواہ قائم ہوں گے اور ظالموں کو ان کے عذر نفع نہ دیں گے ان پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔

الحمدللہ سورۂ دخان کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر واحسان ہے اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق میسر ہوتی ہے اور وہی برائیوں سے بچانے والا ہے۔

---

① [اسنادہ ضعیف ولہ شواھد صحیحۃ :طبرانی اوسط (۴۸۹۵)] اس کی سند میں عبیداللہ بن عمرو راوی ضعیف ہے۔ تاہم اس کے صحیح شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: صحیح مسلم (۲۱) مسند احمد (۳۰۵/۲)]

② [حسن :مجمع البحرین (۴۸۷۵) مجمع الزوائد (۴۱۵/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ (۱۰۸۷)]

③ [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصد والمداومۃ علی العمل (۶۴۶۷) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ (۲۸۱۸)]

④ [سورۃ المجادلہ : آیت ۲۱]

⑤ [سورۃ غافر : آیت ۵۱-۵۳]

تفسیر سورۃ الجاثیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

معبود برحق رحم وکرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے ○ آسمانوں اور زمینوں میں ایمان داروں کے لئے یقیناً بہت سے دلائل ہیں ○ اور خود تمہاری پیدائش میں اور جانوروں کے پھیلانے میں یقین رکھنے والی قوم کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمانوں سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں اور ہواؤں کو بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں دلائل ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجالائیں' دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے' جن' انسان' چوپائے' پرند' جنگلی جانور' درندے' کیڑے' پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں' سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت اندازے کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے' رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی' پروا پچھوا' تر وخشک' کم وبیش' رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں اور بعض ان کے سوا اور کاموں کے لئے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں پھر یقین والوں کیلئے فرمایا پھر عقل والوں کیلئے فرمایا یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسی کے مثل سورہ بقرہ کی آیت ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [1] الخ ہے امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے لیکن وہ غریب ہے اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۱٦٤]

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم تجھے راستی سے سنا رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے ○ ویل اور افسوس ہے ہر ایک جھوٹے گنہگار پر ○ جو اللہ کی آیتیں اپنے سامنے پڑھی جاتی ہوئی سنے پھر بھی غرور کرتا ہوا اس طرح اڑا رہے کہ گویا سنی ہی نہیں' تو ایسے لوگوں کو دردو دینے والے عذاب کی خبر پہنچا دے ○ وہ جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پالیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے' یہی لوگ ہیں جن کیلئے رسوائی کا وار ہے ○ ان کے پیچھے دوزخ ہے' جو کچھ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ وہ کچھ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا رفیق دوست بنا رکھا تھا' ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے ○ یہ سرتاپا ہدایت ہے' اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کیلئے بہت سخت دردناک عذاب ہے ○

قرآن کے واضح دلائل کے بعد یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہوا ہے۔ اس کی روشن آیتیں تجھ پر تلاوت کی جارہی ہیں۔ جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں۔ نہ عمل کرتے ہیں تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے؟ ان کیلئے ویل ہے اور ان پر افسوس ہے جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے کافر ہیں' اللہ کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر و انکار اور بدباطنی پر اڑے ہوئے ہیں گویا سنا ہی نہیں' انہیں سنا دو کہ ان کیلئے اللہ کے ہاں دکھ کی مار ہے' قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہیں۔ تو جس طرح میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں۔ کل میں انہیں ذلت کی سزا دوں گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت و بے قدری کریں[1] پھر اس ذلیل کرنے والے عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال و اولاد اور ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے انہیں کچھ کام نہ آئیں گے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب كراهية السفر بالمصاحف الى ارض العدو (۲۹۹۰) صحیح مسلم : كتاب الامارة : باب النهي ان يسافر المصحف الى ارض الكفار (۱۸۶۹) ابو داؤد : كتاب الجهاد (۲۶۱۰) ابن ماجه : كتاب الجهاد (۲۸۷۹) مسند احمد (۲/۶-۷)]

انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے' پھر ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور اس کی آیت سے جو منکر ہیں ان کے لئے سخت اور المناک عذاب ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مطیع بنا دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور ممکن ہے کہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ ○ اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہاری مطیع کر دی ہے' جو غور کریں وہ یقیناً اس میں بہت سی دلیلیں پالیں گے ○ تو ایمان والوں سے کہہ دے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے ○ جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کیلئے' اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہو' بڑی بڑی کشتیاں مال اور سواریوں سے لدی ہوئی ادھر سے ادھر لے جاتے ہو تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ تم اللہ کا شکر بجالاؤ' نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو' پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج چاند ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ' نہریں اور تمہارے فائدے کی بے شمار چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دیں' یہ سب اس کا فضل و احسان انعام و اکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے' جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ [1] الخ یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں اور اب بھی سختی کے وقت تم اس کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے' پس یہ سب اس کی جانب سے ہے کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ [2] ایک شخص نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے اور کہا جاؤ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے پوچھا یہی جواب پایا پھر فرمایا واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے؟ وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔

---

[1] [سورة النحل : آیت ۵۳] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۵۵)]

یہ اثر غریب ہے۔ اور ساتھ ہی منکر بھی ہے۔ غور وفکر کی عادت رکھنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ صبر وتحمل کی عادت ڈالو منکرین قیامت کی کڑوی کسیلی سن لیا کرو۔ مشرک اور اہل کتاب کی ایذاؤں کو سہار لیا کرو۔ یہ حکم شروع اسلام میں تھا لیکن بعد میں جہاد اور جلاوطنی کے احکام نازل ہوئے۔ اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے یعنی اللہ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ ان سے تم چشم پوشی کرو ان کے اعمال کی سزا خود ہم انہیں دیں گے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر نیکی بدی کی جزا سزا پاؤ گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکومت اور نبوت دی تھی اور ہم نے انہیں پاکیزہ اور نفیس روزیاں دی تھیں اور انہیں دنیا والوں پر فضیلت دی تھی ○ اور ہم نے انہیں دین کی صاف صاف دلیلیں دیں' پھر انہوں نے اپنے پاس علم کے پہنچ جانے کے بعد آپس کی ضد بحث سے ہی اختلاف برپا کر ڈالا' یہ جن جن چیزوں میں اختلاف کر رہے ہیں ان کا فیصلہ قیامت والے دن ان کے درمیان خود اللہ کرے گا ○ پھر ہم نے تجھے دین کی ظاہر راہ پر قائم کر رکھا ہے سو تو اس پر لگا رہ اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑ ○ یاد رکھ یہ لوگ اللہ کے کسی عذاب کو تجھ سے ہٹا نہیں سکتے۔ سمجھ لے کہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں' اور پرہیزگاروں کا رفیق اللہ تعالیٰ ہے ○ یہ قرآن لوگوں کے لئے نصیحتیں اور ہدایت و رحمت ہے اس جماعت کیلئے جو یقین رکھتی ہے ○

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتیں: بنی اسرائیل پر جو نعمتیں رحیم وکریم اللہ نے انعام فرمائی تھیں' ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی۔ بہترین غذائیں اور ستھری صاف چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی' اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دیں' اور ان پر حجت قائم ہوگئی۔ پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا۔ اے نبی ﷺ! تیرا رب ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود ہی کر دے گا۔ اس میں

اس امت کو چوکنا کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا ان کی چال نہ چلنا۔

اسی لئے اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار بنا رہ مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ بے علموں کی ریس نہ کر یہ تجھے اللہ کے ہاں کیا کام آئیں گے؟ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں۔ یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔ پرہیزگاروں کا ولی و ناصر رفیق و کارساز پروردگار عالم ہے۔ جو انہیں اندھیروں سے ہٹا کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیروں میں جھونکتے ہیں' یہ قرآن ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ ہی ہدایت و رحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے؟ برا حکم لگا رہے ہیں ○ آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ کیا تو نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے' اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے ○

مومن و کافر برابر نہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں' جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی کامیاب ہیں'[1] یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان و اچھائی والے موت و زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔ یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کیساتھ پرلے درجے کی بدگمانی ہے۔ مسند ابو یعلی میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بناء رکھی ہے جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ بنے وہ اللہ تعالیٰ سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا۔ پوچھا گیا کہ وہ چاروں چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا یہ کہ کامل عقیدہ یہ رکھے کہ حلال' حرام' حکم اور ممانعت یہ چاروں صرف اللہ کے

[1] [سورة الحشر : آیت ۲۰]

اختیار میں ہیں اس کے حلال کو حلال اس کے حرام بتائے ہوئے کو حرام ماننا' اس کے حکموں کو قابل تعمیل اور لائق تسلیم جاننا' اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آ جانا اور حلال حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جاننا بس یہ دین کی اصل ہے۔ حضرت ابوالقاسم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔① یہ حدیث غریب ہے۔ سیرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ میں ہے کہ کعبۃ اللہ کی نیو میں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خار دار درخت سے انگور چننا چاہتا ہو۔② طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ ہر ایک شخص کو اس کے کیئے کا بدلہ دے گا۔ اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا' پھر اللہ جل وعلا فرماتے ہیں کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ جس کام کی طرف طبیعت جھکی کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے دل میں جس کی عبادت کا خیال گزرتا ہے اسی کو پوجنے لگتا ہے۔ اس کے بعد کے جملے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اسے مستحق گمراہی جان کر گمراہ کر دیا' دوسرا معنی یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل و سند آ گئی پھر اسے گمراہ کیا۔ یہ دوسری بات پہلی کو بھی مستلزم ہے اور پہلی دوسری کو مستلزم نہیں۔ اس کے کانوں پر مہر ہے نفع دینے والی شرعی بات سنتا ہی نہیں۔ اس کے دل پر مہر ہے ہدایت کی بات دل میں اترتی ہی نہیں۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ہے کوئی دلیل اسے نظر ہی نہیں آتی' بھلا اب اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے' کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمایا ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾③ جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

---

① [ضعيف : المجروحين (۳/۴۱)] اس کی سند میں مکرم بن عثمان منکر الحدیث ہے۔]

② [سيرة ابن هشام (۱/۱۹۶)]

③ [سورہ الاعراف : آیت ۱۸۶]

انہوں نے کہا کہ زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے' دراصل انہیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں' یہ تو صرف قیاس اور اٹکل پچو سے ہی کام لے رہے ہیں ○ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ ○ تو کہہ دے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مار ڈالتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ○

زمانے کو گالی دینے کی ممانعت: دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتداء اور انتہا ہے کچھ جیتے ہیں' کچھ مرتے ہیں' قیامت کوئی چیز نہیں' فلاسفہ اور علم کلام کے قائل بھی یہی کہتے تھے یہ لوگ ابتداء وانتہا کے قائل نہ تھے' اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دہریہ اور دوریہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے' ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے۔ اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے' دراصل یہ معقول سے بھی بے کار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی رو گردانی کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز ہم خیال کے کوئی سند وہ پیش نہیں کر سکتے۔ ابوداؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے بنی آدم ایذا دیتا ہے وہ دہر کو (یعنی زمانے کو) گالیاں دیتا ہے دراصل زمانہ میں ہوں تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں دن رات کا ہیر پھیر میں کرتا ہوں۔ [1] ایک روایت میں ہے دہر (زمانہ) کو گالی نہ دو اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔ [2] ابن جریر نے اسے ایک بالکل غریب سند سے وارد کیا ہے اس میں ہے اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں' وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں اسے نقل فرمایا۔ وہ زمانے کو برا کہتے تھے پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذا پہنچاتا ہے وہ زمانے کو برا کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہیں میں دن رات کا لے آنے' لے جانے والا ہوں۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے میں زمانہ ہوں دن رات میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا اس نے مجھے نہ دیا۔ مجھے میرے بندے نے گالیاں دیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ اور زمانہ میں ہوں۔ [4] امام شافعی اور ابوعبیدہ رحمہم اللہ وغیرہ ائمہ لغت وتفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی بلا اور شدت وتکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو برا کہتے دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں ہر کام کا کرتا دھرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس

---

[1] [صحیح بخاری: کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ الجاثیہ (۴۸۲۶) صحیح مسلم : کتاب فی الالفاظ : باب النهی عن سب الدهر (۲۲۴۶) مسند احمد (۲۳۸/۲)]

[2] [صحیح مسند احمد (۲۹۹/۵ ۔ ۳۱۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۶۵۳)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۶۴/۱۱)] [4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲/۲۵)]

لئے ان کا زمانے کو گالی دینا فی الواقع اسے برا کہنا تھا جس کے ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے جو راحت و رنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے پس وہ گالی حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہے اس لئے اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے روک دیا۔ یہی شرح بہت ٹھیک ہے اور بالکل درست ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دہر اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے یہ بالکل غلط ہے واللہ اعلم پھر ان بے علموں کی کج بحثی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف دلیلیں جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ کچھ بن نہیں پڑتا جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا ہمارے مردہ باپ دادوں کو زندہ کر کے ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم اپنا پیدا کیا جانا اور مر جانا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے تو جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً بداہت (واضح طور پہ) کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت آسان ہوتا ہے پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر لاؤ یہ تو دار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے جس میں وہ اگر چاہے اس دوسرے گھر کے لئے تیاریاں کر سکتا ہے بس اپنی بے علمی کی بناء پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہئے تم گو اس سے دور جا رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے جو مومن باعلم اور ذی عقل ہیں وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل بڑے نقصان میں پڑیں گے ○ تو دیکھے گا کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا ○ یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے ○

روز قیامت ہر شخص گھٹنوں کے بل: اب سے لے کر ہمیشہ تک اور آج سے پہلے بھی تمام انسانوں کا کل زمینوں کا مالک بادشاہ سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے اور اس کی کتابوں کے اور اس کے رسولوں کے منکر قیامت کے روز بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ جب مدینے تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ معافری ایک

ظریف شخص ہیں لوگوں کو اپنے کلام سے ہنسایا کرتے ہیں تو آپ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کیوں جناب آپ کو معلوم نہیں کہ ایک دن آئے گا جس میں باطل والے خسارے میں پڑیں گے۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا اور حضرت معافری رحمہ اللہ مرتے دم تک اس نصیحت کو نہ بھولے۔ (ابن ابی حاتم) وہ دن ایسا ہولناک اور سخت تر ہوگا کہ ہر شخص گھٹنوں پر گرا ہوا ہوگا' یہ اس وقت جب کہ جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اٹھے گا۔ اور اپنے گھٹنوں پر گر جائے گا۔ یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابرہیم علیہ السلام اور روح اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ ان کی زبان سے بھی اس وقت نفسی نفسی نفسی نکلے گا۔ صاف کہہ دیں گے کہ اللہ! آج ہم تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتے صرف اپنی سلامتی چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میں اپنی والدہ کیلئے بھی تجھ سے کچھ نہیں عرض کرتا بس مجھے بچالے۔ گو بعض مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ہر گروہ جداگانہ' الگ الگ ہوگا لیکن اس سے اولیٰ اور بہترین تفسیر وہی ہے جو ہم نے کی یعنی ہر ایک اپنے زانو پر گرا ہوا ہوگا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گویا کہ میں تمہیں جہنم کے پاس زانوں پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام امتیں زانوں پر جھک پڑیں گی یہی اللہ کا فرمان ہے ﴿وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ الخ اس میں دونوں حالتیں جمع کر دی ہیں پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں واللہ اعلم' پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ﴾ [1] نامہ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا جیسے فرمان ہے ﴿يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ [2] الخ' انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجی اور پیچھے چھوڑی اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال' بلکہ خود انسان اپنے حال پر خوب مطلع ہو جائے گا گو اپنے تمام تر حیلے سامنے لا ڈالے۔ یہ اعمال نامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لئے کافی ووافی ہے' جیسے ارشاد ہے ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ﴾ [3] الخ یعنی نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوفزدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اور عمل نامے کی تو یہ صفت ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کئے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کے دیوان عمل کے فرشتے اس نامہ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے

---

[1] [الزمر : ٦٩]

[2] [القیامة : ١٣-١٥]

[3] [الکھف : ٤٩]

اللہ نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے ۔ پھر آپ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی ۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انہیں ان کا رب اپنی رحمت تلے لے لے گا' یہی صریح کامیابی ہے ○ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے میں کہوں گا) کیا میری آیتیں تمہیں سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تھے ہی گنہگار لوگ ○ اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں یونہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں ○ اب ان پر اپنے اعمال کی برائیاں کھل گئیں اور جسے وہ مذاق میں اڑا رہے تھے اس نے انہیں گھیر لیا ○ اور کہہ دیا گیا کہ آج ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسے کہ تم نے اپنے اس دن سے ملنے کو بھلا دیا تھا تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں ○ یہ اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا پس آج کے دن نہ تو یہ دوزخ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے اللہ کی خفگی کا تدارک طلب کیا جائے ○ پس اللہ ہی کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور تمام جہان کا پالنہار ہے ○ تمام بزرگی اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے' اور وہی غالب حکمت والا ہے ○

روز قیامت اللہ کا فیصلہ: ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس فیصلے کی خبر دیتا ہے جو وہ آخرت کے دن اپنے بندوں کے درمیان کرے گا۔ جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے اور اپنے ہاتھ پاؤں سے مطابق شرع نیک نیتی کے ساتھ اچھے عمل کئے۔ انہیں اپنے کرم ورحم سے جنت عطا کرے گا۔ رحمت سے مراد جنت ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھے عطا

فرماؤں گا۔[1] کھلی کامیابی اور حقیقی مراد کو حاصل کر لینا یہی ہے' اور جو لوگ ایمان سے رک گئے بلکہ کفر کیا ان سے قیامت کے دن بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے نہیں پڑھی جاتی تھیں یعنی یقیناً پڑھی جاتی تھیں اور تمہیں سنائی جاتی تھیں' پھر بھی تم نے غرور ونخوت میں آ کر ان کی اتباع نہ کی۔ بلکہ ان سے منہ پھیرے رہے' اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکذیب لئے ہوئے تم نے ظاہراً اپنے افعال میں بھی اس کی نافرمانی کی' گناہوں پر گناہ دلیری سے کرتے چلے گئے' اور قیامت ضرور قائم ہو گی' اس کے آنے میں کوئی شک نہیں' تو تم پلٹ کر جواب دے دیا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کسے کہتے ہیں؟ ہمیں اگرچہ کچھ یوں ہی سا وہم ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی' اب ان کی بداعمالیوں کی سزا ان کے سامنے آ گئی' اپنی آنکھوں اپنے کرتوت کا بدلہ دیکھ چکے اور جس عذاب وسزا کا انکار کرتے تھے' جسے مذاق میں اڑاتے تھے' جس کا ہونا ناممکن سمجھ رہے تھے' ان عذابوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا' اور انہیں ہر قسم کی بھلائی سے مایوس کرنے کے لئے کہہ دیا گیا کہ ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جیسے کوئی کسی کو بھول جاتا ہے' یعنی جہنم میں جھونک کر پھر تمہیں کبھی اچھائی سے یاد بھی نہ کریں گے۔ یہ بدلہ ہے اس کا کہ تم اس کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے' اس کیلئے تم نے کوئی عمل نہ کیا' کیونکہ تم اس کے آنے کی صداقت کے قائل ہی نہ تھے۔ اب تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن فرمائے گا کیا میں نے تجھے بال بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا میں نے تجھ پر دنیا میں انعام و اکرام نہیں فرمائے تھے؟ کیا میں نے تیرے لیے اونٹوں اور گھوڑوں کو مطیع اور فرمانبردار نہیں کیا تھا؟ اور تجھے چھوڑ دیا تھا کہ سرور وخوشی کے ساتھ اپنے مکانات اور حویلیوں میں آزادی کی زندگی بسر کرے؟ یہ جواب دے گا کہ میرے پروردگار یہ سب سچ ہے بیشک تیرے یہ تمام احسانات مجھ پر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔[2]

پھر فرماتا ہے کہ یہ سزائیں تمہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا خوب مذاق اڑایا تھا۔ اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تم اسی پر مطمئن تھے اور اس قدر تم نے بےفکری برتی کہ آخر آج نقصان اور خسارے میں پڑ گئے۔ اب تم دوزخ سے نکالے نہ جاؤ گے۔ اور نہ تم سے ہماری خفگی کے دور کرنے کی کوئی وجہ طلب کی جائے گی یعنی اس عذاب سے تمہارا چھٹکارا بھی محال اور اب میری رضامندی کا تمہیں حاصل ہونا بھی ناممکن۔ جیسے کہ مومن بغیر عذاب وحساب کے جنت میں جائیں گے۔ ایسے ہی تم بےحساب عذاب کئے جاؤ گے اور تمہاری توبہ بےسود رہے گی' اپنے اس فیصلے کو جو مومنوں اور کافروں میں ہو گیا بیان فرما کر اب ارشاد ہوتا ہے کہ تمام حمد زمین وآسمان' اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ جو کل جہاں کا پالنہار ہے' اسی کی کبریائی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالى وتقول هل من مزيد (٤٨٥٠)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب الدنيا سجن المومن وجنة الكافر (٢٩٦٨)]

یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔ [1] یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے۔ جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوگا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے۔ اس کے سامنے پڑ سکے' وہ حکیم ہے۔ اس کا کوئی قول وفعل' اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ' اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں۔ وہ بلندی اور برتری والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ جاثیہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ پچیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمدللہ۔



[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الکبر (۲۶۲۰) ابوداؤد : کتاب اللباس (۴۰۹۰) ابن ماجه : کتاب الزهد (۴۱۷۴) مسند احمد (۲/۲۴۸)]

تفسیر سورۃ الاحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦

بہت بخشش کرنے والے بہت مہربان اللہ کے نام سے شروع

اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ○ ہم نے آسمان وزمین اوران دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک میعاد معین کے لئے تیار کیا ہے' کافرلوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں ○ تو کہہ بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا بنایا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی نقلی علم ہی میرے پاس لاؤ ○ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں ○ اور جب لوگوں کا حشر کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اوران کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اس نے اپنے بندوں اوراپنے سچے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی عزت والا ہے جو کبھی کم نہیں ہوگی۔ اور ایسی زبردست حکمت والا ہے جس کا کوئی قول' کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان وزمین وغیرہ تمام چیزیں اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیں بلکہ سراسر حق کے ساتھ اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں۔ اوران سب کیلئے وقت مقرر ہے جو نہ گھٹے نہ بڑھے۔ اس رسول ﷺ سے' اس کتاب سے اور اللہ کے ڈراوے کی اور نشانیوں سے جو بد باطن لوگ بے پرواہی اور لاابالی کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس قدر خود اپنا ہی نقصان کیا۔

پھر فرماتا ہے ذرا ان مشرکوں سے پوچھو تو کہ اللہ کے سوا جن کے نام تم جیتے ہو جنہیں تم پکارتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو ذرا مجھے بھی تو ان کی طاقت قدرت دکھاؤ' بتاؤ تو زمین کے کس ٹکڑے کو خود انہوں نے بنایا ہے؟ یا

ثابت تو کرو کہ آسمانوں میں ان کی شرکت کتنی ہے اور کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آسمان ہوں یا زمینیں ہوں یا اور چیزیں ہوں ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ تمام ملک کا مالک وہی ہے۔ وہ ہر چیز پر کامل تصرف اور قبضہ رکھنے والا ہے۔ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہو؟ تمہیں یہ تعلیم کس نے دی؟ کس نے یہ شرک تمہیں سکھایا؟ دراصل کسی بھلے اور سمجھ دار شخص کی یہ تعلیم نہیں ہو سکتی۔ نہ اللہ نے یہ تعلیم دی ہے۔ اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پر کوئی آسمانی دلیل رکھتے ہو تو اچھا اس کتاب کو تو جانے دو اور کوئی آسمانی صحیفہ ہی پیش کر دو۔ اچھا نہ سہی اپنے مسلک پر کوئی اور دلیل علم ہی قائم کرو۔ لیکن یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ فعل صحیح بھی ہو۔ اس باطل فعل پر تو نہ تو تم کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو نہ عقلی' ایک قراءت میں ﴿أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ ہے یعنی کوئی صحیح علم کی نقل اگلوں سے ہی پیش کرو' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو پیش کرو جو علم کی نقل کرے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس امر کی کوئی بھی دلیل لے آؤ۔ مسند احمد میں ہے اس سے مراد علمی تحریر ہے۔ [2] راوی کہتے ہیں میرا تو خیال ہے یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد بقیہ علم ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی مخفی دلیل کو ہی پیش کر دو۔ اوران بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے اگلی تحریریں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی خاص علم۔ اور یہ سب اقوال قریب قریب ہم معنی ہیں۔ مراد وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کر دی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

پھر فرماتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی راہ گم کردہ نہیں جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور اس سے حاجتیں طلب کرے جن حاجتوں کو پورا کرنے کی ان میں طاقت ہی نہیں بلکہ وہ تو اس سے بے خبر ہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے قیامت تک یہ پکارتے رہیں لیکن وہ غافل ہی ہیں' وہ نہ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں محض بے خبر ہیں نہ کسی چیز کو لے دے سکتے ہیں اس لئے کہ وہ تو پتھر ہیں جمادات میں سے ہیں' قیامت کے دن جب سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہ معبودان باطل اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے اور اس بات سے کہ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے صاف انکار کر جائیں گے جیسے اللہ عزوجل کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً﴾ [3] الخ' یعنی ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی عزت کا باعث بنیں۔ واقعہ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے پورے مخالف ہو جائیں گے۔ یعنی جب کہ یہ ان کے پورے محتاج ہوں گے اس وقت وہ ان سے منہ پھیر لیں گے۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا ﴿إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٧٣)]

[2] [صحیح: مسند احمد (١/٢٦٢) مستدرك حاكم (٢/٤٥٤) مجمع الزوائد (١١٣٣٥)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [سورۃ مریم : آیت ٨١-٨٢]

دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا﴾ [1] الخ یعنی تم نے اللہ کے سوا بتوں سے جو تعلقات دنیا میں قائم کر لئے ہیں اس کا نتیجہ قیامت کے دن دیکھ لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے انکار کر جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہاری جگہ جہنم مقرر اور متعین ہو جائے گی اور تم اپنا مددگار کسی کو نہ پاؤ گے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

انہیں جب ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ سچی بات کو جبکہ ان کے پاس آ چکی کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ اسے تو اس نے خود بنا لیا ہے' تو کہہ اگر میں ہی اسے بنا لایا ہوں تو تم میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے' تم قرآن کے بارے میں جو کچھ سن رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے' میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق کرنے والا وہی کافی ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے ○ تو کہہ دے کہ میں کوئی بالکل نیا پیغمبر تو نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں ○

مشرکوں کی سرکشی کا بیان: مشرکوں کی سرکشی اور ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جب انہیں اللہ کی ظاہر و باطن واضح اور صاف آیتیں سنائی جاتی ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ تکذیب و افترا' ضلالت و کفر گویا ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ جادو کہہ کر ہی بس نہیں کرتے بلکہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اسے تو محمد (ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ پس نبی کی زبانی اللہ جواب دلواتا ہے کہ اگر میں نے ہی اس قرآن کو بنایا ہے اور میں اس کا سچا نبی نہیں تو یقیناً وہ مجھے میرے اس جھوٹ اور بہتان پر سخت تر عذاب کرے گا اور پھر تم تو کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس کے عذابوں سے چھڑا سکے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِىْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ [2] الخ یعنی تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں اور مجھے پناہ کی جگہ مل سکے گی لیکن میں اللہ کی تبلیغ اور اس کی رسالت کو بجا لاتا ہوں۔ اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا﴾ [3] الخ یعنی اگر یہ ہم پر کوئی بات بنا لیتا' تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کو کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا' پھر کفار کو دھمکایا جا رہا ہے کہ تمہاری گفتگو کا پورا علم اس علیم اللہ کو ہے' وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس دھمکی کے بعد

---

[1] [سورۃ العنکبوت : آیت ۲۵]
[2] [الجن : ۲۲۔۲۳]
[3] [الحاقہ : ۴۴۔۴۷]

انہیں توبہ اور انابت کی رغبت دلائی جا رہی ہے اور فرماتا ہے وہ غفور و رحیم ہے اگر تم اس کی طرف رجوع کرو اپنے کرتوت سے باز آؤ تو وہ بھی تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم کرے گا۔ سورۂ فرقان میں بھی اسی مضمون کی آیت ہے۔ فرمان ہے ﴿وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا﴾ ① الخ یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں اور صبح شام لکھائی جا رہی ہیں تو کہہ دے کہ اسے اللہ نے اتارا ہے جو ہر پوشیدہ کو جانتا ہے خواہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو وہ غفور و رحیم ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں دنیا میں کوئی پہلا نبی تو نہیں مجھ سے پہلے بھی تو دنیا میں لوگوں کی طرف رسول آتے رہے پھر میرے آنے سے تمہیں اس قدر اچنبھا کیوں ہوا؟ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بعد آیت ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ الخ اتری ہے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ حضرت حسن حضرت قتادہ رحمہ اللہ بھی اسے منسوخ بتاتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آیت بخشش اتری جس میں فرمایا گیا تا کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشے تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ یہ تو اللہ نے بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے پس وہ ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟ اس پر آیت ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ② اتری۔ یعنی اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ صحیح حدیث سے بھی یہ تو ثابت ہے کہ مومنوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو فرمائیے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری۔ ③ حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا حکم دیا جاؤں اور کس چیز سے روک دیا جاؤں؟ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا انجام تو مجھے قطعاً معلوم ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا ہاں دنیوی حال معلوم نہیں کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی طرح قتل کیا جاؤں یا اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ کے ہاں جاؤں؟ اور اسی طرح میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں دھنسا دیا جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے ④ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو معتبر کہتے ہیں اور فی الواقع ہے بھی یہ ٹھیک۔ آپ بالیقین جانتے تھے کہ آپ اور آپ کے پیرو جنت ہی میں جائیں گے اور دنیا کی حالت کے انجام سے آپ بے خبر تھے کہ انجام کار آپ کا اور آپ کے مخالفین قریش کا کیا حال ہوگا؟ آیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر پر ہی رہیں گے اور عذاب کئے جائیں گے یا بالکل ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو حدیث مسند احمد میں ہے ⑤ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی کہ جس وقت مہاجرین بذریعہ قرعہ اندازی انصاریوں میں تقسیم ہو رہے تھے اس وقت ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے آپ ہمارے ہاں بیمار ہوئے

---

① [الفرقان : ٥-٦] ② [سورۃ الفتح : آیت ٥]

③ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب صلح الحديبيه (١٧٨٦)]

④ تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٧٧)]

⑤ [صحیح : مسند احمد (٤٣٦/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٧٤٥٧)]

اور فوت بھی ہو گئے جب ہم آپ کو کفن پہنا چکے اور حضور ﷺ بھی تشریف لا چکے تو میرے منہ سے نکل گیا اے ابوالسائب! اللہ تجھ پر رحم کرے میری تو تجھ پر گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تیرا اکرام ہی کرے گا۔ اس پر جناب حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا اکرام کرے گا۔ میں نے کہا اے حضور ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پس آپ نے فرمایا سنو ان کے پاس تو ان کے رب کی طرف کا یقین آ پہنچا اور مجھے ان کیلئے بھلائی اور خیر کی امید ہے قسم ہے اللہ کی باوجود رسول اللہ ہونے کے میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ اس پر میں نے کہا اللہ کی قسم اب اس کے بعد میں کسی کی براءت نہیں کروں گی' اور مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ایک نہر بہہ رہی ہے میں نے آ کر حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ ان کے اعمال ہیں' یہ حدیث بخاری میں ہے [1] مسلم میں نہیں اور اس کی ایک سند میں ہے میں نہیں جانتا باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ دل کو تو کچھ ایسا لگتا ہے کہ یہی الفاظ موقع کے لحاظ سے ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی یہ جملہ ہے کہ مجھے اس بات کا بڑا صدمہ ہوا۔ الغرض یہ حدیث اور اسی کی ہم معنی اور حدیثیں دلالت ہیں اس امر پر کہ کسی معین شخص کے جنتی ہونے کا قطعی علم کسی کو نہیں' نہ کسی کو ایسی بات زبان سے کہنی چاہیے۔ بجز ان بزرگوں کے جن کا نام لے کر شارع علیہ السلام نے انہیں جنتی کہا ہے۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور حضرت ابن سلام اور غمیصاء اور بلال اور سراقہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام جو حضرت جابر کے والد ہیں اور وہ ستر (٧٠) قاری جو بیئر معونہ کی جنگ میں شہید کئے گئے اور زید بن حارثہ اور جعفر اور ابن رواحہ اور ان جیسے اور بزرگ رضی اللہ عنہم۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! تم کہہ دو کہ میں تو صرف وحی کا مطیع ہوں جو اللہ کی جناب سے میری جانب آئے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کہ کھول کھول کر ہر شخص کو آگاہ کر رہا ہوں ہر عقلمند میرے منصب سے باخبر ہے۔ واللہ اعلم۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ
وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى
اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ
وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب الدخول على الميت بعد الموت (١٢٤٣)]

تو کہہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اسے نہ مانا ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے سرکشی کی ہو بیشک اللہ تعالیٰ ستم گر گروہ کو راہ نہیں دکھاتا ○ کافروں نے ایمان داروں کی نسبت کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنا نہ پاتے' اور چونکہ انہوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو یہ تو کہہ دیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے ○ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی۔ اور یہ کتاب ہے سچا کرنے والی عربی زبان میں تاکہ ستم گروں کو ڈرا دے اور نیک کاروں کو بشارت ہو ○ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے ○ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے' ان اعمال کے بدلے جو کیا کرتے تھے ○

مشرکین سے سوالیہ انداز میں گفتگو: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان مشرکین کافرین سے کہو کہ اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کر رہے ہو تو بتاؤ تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ وہ اللہ جس نے مجھے حق کے ساتھ تمہاری طرف یہ پاک کتاب دے کر بھیجا ہے وہ تمہیں کیسی کچھ سزائیں کرے گا؟ تم اس کا انکار کرتے ہوا سے جھوٹا بتاتے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں دے رہی ہیں جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً اگلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہیں اور بنی اسرائیل کے جس شخص نے سچائی کی گواہی دی اس نے حقیقت کو پہچان کر اسے مانا اور اس پر ایمان لایا۔ لیکن تم نے اس کی اتباع سے جی چرایا اور تکبر کیا' یہ بھی مطلب بیان ہو گیا ہے کہ اس شاہد نے اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر یقین کر لیا' لیکن تم نے اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ ظالم گروہ کو ہدایت نہیں کرتا۔ شَاهِدٌ کا لفظ اسم جنس ہے اور یہ اپنے معنی کے لحاظ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کی ہے' اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾ [1] یعنی جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں اور فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ﴾ [2] الخ' یعنی جن لوگوں کو اس سے پہلے علم عطا فرمایا گیا ہے ان پر جب تلاوت کی جاتی ہے تو وہ بلا پس و پیش سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کے وعدے یقیناً سچے اور ہو کر رہنے والے ہیں۔

مسروق اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں اس آیت سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں اس لئے کہ آیت مکہ میں اتری ہے اور آپ مدینہ کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو میں نے حضور ﷺ کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا بجز حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہی کے بارے میں آیت ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ الخ'

---

[1] [سورة القصص: آیت ٥٣] [2] [سورة بنی اسرائیل: آیت ١٠٧ ـ ١٠٨]

نازل ہوئی ہے[1] (بخاری و مسلم وغیرہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد' ضحاک' قتادہ' عکرمہ' یوسف بن عبداللہ بن سلام' ھلال بن یساف' سدی' ثوری' مالک بن انس' ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کفار کہا کرتے ہیں کہ اگر قرآن بہتری کی چیز ہوتی تو ہم جیسے شریف انسان جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان پر بھلا یہ نیچے کے درجے کے لوگ جیسے بلال' صہیب' عمار' خباب رضی اللہ عنہم اور انہی جیسے اور گرے پڑے لونڈی غلام کیسے سبقت کر جاتے؟ پھر تو اللہ سب سے پہلے ہمیں ہی نوازتا ہے۔ حالانکہ یہ قول بالبداہت باطل ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ﴾[2] یعنی ہم نے اسی طرح بعض کو بعض کے ساتھ فتنے میں ڈالا تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے انہی پر اللہ نے اپنا احسان کیا؟ یعنی انہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے؟ اگر یہ چیز بھلی ہوتی تو ہم اس کی طرف لپک کر جاتے۔ پس یہ خیال تو ان کا خام تھا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ نیک سمجھ والے' سلامت روی والے ہمیشہ بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو قول و فعل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اس لئے کہ اس میں بہتری ہوتی تو وہ پاک جماعت جو کسی چیز میں پیچھے رہنے والی نہ تھی وہ اسے ترک نہ کرتی؟۔ چونکہ اپنی بدقسمتی کے باعث یہ گروہ قرآن پر ایمان نہیں لایا اس لئے یہ اپنی خجالت دفع کرنے کو قرآن کی اہانت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں یہ کہہ کر وہ قرآن اور قرآن والوں کو طعنہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ تکبر ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ تکبر حق کو مٹا دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔[3] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب توراۃ امام رحمت تھی اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے۔ یہ عربی فصیح اور بلیغ زبان میں نہایت واضح کتاب ہے۔ اس میں کفار کیلئے ڈراوا ہے اور ایمانداروں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد کی آیت کی پوری تفسیر سورہ حم السجدہ میں گذر چکی ہے۔ ان پر خوف نہ ہوگا۔ یعنی آئندہ اور یہ غم نہ کھائیں گے یعنی چھوڑی ہوئی چیزوں کا۔ یہ ہمیشہ جنت میں رہنے والے جنتی ہیں' ان کے پاکیزہ اعمال تھے ہی ایسے کہ رحمت رحیم' کرم کریم کی بدلیاں ان پر جھوم جھوم کر موسلادھار بارش برسائیں' واللہ اعلم۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب مناقب عبداللہ بن سلام (٣٨١٢) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل عبداللہ بن سلام (٢٤٨٣) مسند احمد (١/١٦٩)]

[2] [سورة الانعام: آیت ٥٣]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تحریم الکبر وبیانه (٩١) مسند احمد (١/٣٨٥)]

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا' اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت کے زمانہ کو چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بداعمال سے ہم درگزر کر لیتے ہیں جنتی لوگوں میں ہیں مطابق اس سچے وعدے کے جو ان سے کیا جاتا تھا ○

والدین سے حسن سلوک کی تلقین: اس سے پہلے چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کے اخلاص کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے یہاں ماں باپ کے حقوق کی بجا آوری کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن پاک میں موجود ہیں' جیسے فرمایا ﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ [1] یعنی تیرا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور آیت میں ہے ﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ﴾ [2] میرا شکر کر اور اپنے والدین کا' لوٹنا تو میری طرف ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

پس یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ان سے بہ تواضع سے پیش آؤ۔ ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ سے کہا کہ کیا ماں باپ کی اطاعت کا حکم اللہ نہیں؟ سن میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تو اللہ کے ساتھ کفر نہ کرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے انکار پر اس نے یہی کیا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ لکڑی سے اس کا منہ کھول کر جبراً پانی چھوا دیتے تھے اس پر یہ آیت اتری' یہ حدیث مسلم وغیرہ میں بھی ہے [3] ماں نے حالت حمل میں کیسی تکلیفیں برداشت کی ہیں؟ اسی طرح بچہ ہونے کے وقت کیسی کیسی مصیبتوں کا وہ شکار بنی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے اور اس کے ساتھ سورۂ لقمان کی آیت ﴿وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ [4] اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ

---

[1] [سورۃ الاسراء : آیت ٢٣] [2] [سورۃ لقمان : آیت ١٤]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابہ : باب فضل سعد بن ابی وقاص (١٧٤٨)]

[4] [سورۃ لقمان : آیت ١٤]

اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ﴾ [1] یعنی مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں ان کیلئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں ملا کر استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ یہ استدلال بہت قوی اور بالکل صحیح ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حضرت معمر بن عبداللہ جہنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے جہنیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا چھ مہینے پورے ہوتے ہی اسے بچہ تولد ہوا اس کے خاوند نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا وہ تیار ہو کر آنے لگی تو ان کی بہن نے گریہ وزاری شروع کر دی اس کی بیوی صاحبہ نے اپنی بہن کو تسلی دی اور فرمایا کیوں روتی ہو؟ اللہ کی قسم اس کی مخلوق میں سے کسی سے میں نہیں ملی، میں نے کبھی کوئی برا فعل نہیں کیا تو دیکھو کہ اللہ کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خلیفۃ المسلمین سے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو ناممکن ہے۔ یہ سن کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا ہاں پڑھا ہے فرمایا کیا یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا﴾ اور ساتھ ہی یہ آیت بھی ﴿حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ﴾ پس مدت حمل اور مدت دودھ پلائی دونوں کے مل کر تیس مہینے اور اس میں سے جب دودھ پلائی کی کل مدت دو سال کے چوبیس مہینے وضع کر دیئے جائیں تو باقی چھ مہینے رہ جاتے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اس بیوی صاحبہ کو بھی اتنی ہی مدت میں بچہ ہوا پھر اس پر زنا کا الزام کیسے قائم کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! یہ بات بہت ٹھیک ہے افسوس میرا خیال ہے میں اس طرف نہیں گیا جاؤ اس عورت کو لے آؤ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حال پر پایا کہ اس سے فراغت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! ایک کوا دوسرے کوے سے اور ایک انڈا دوسرے انڈے سے بھی اتنا مشابہ نہیں ہوتا جتنا اس عورت کا یہ بچہ اپنے باپ سے مشابہ تھا خود اس کے والد نے بھی اسے دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم اس بچے کے بارے میں مجھے اب کوئی شک نہیں رہا اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایک ناسور کے ساتھ مبتلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا وہ ہی اسے گھلاتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا (ابن ابی حاتم) [2] یہ روایت دوسری سند سے ﴿فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ﴾ [3] کی تفسیر میں ہم نے وارد کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کسی عورت کو نو مہینے میں بچہ ہو تو اس کی دودھ پلائی کی مدت اکیس ماہ کافی ہے اور جب سات مہینے میں ہو تو مدت رضاعت تیئیس ماہ اور جب چھ ماہ میں بچہ ہو تو مدت رضاعت دو

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۳۳]

[2] [الدر المنثور للسیوطی (۹/۶)]

[3] [سورۃ الزخرف : آیت ۸۱]

سال کامل اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ جب وہ اپنی پوری قوت کے زمانے کو پہنچا یعنی قوی ہوگیا جوانی کو پہنچ گیا مردوں کی گنتی میں آیا اور چالیس سال کا ہوا عقل پوری آ گئی فہم وکمال کو پہنچا حلم اور بردباری آ گئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جو حالت اس کی ہوتی ہے عموماً پھر باقی عمر وہی حالت رہتی ہے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ انسان کب اپنے گناہوں پر پکڑا جاتا ہے؟ تو فرمایا جب تو چالیس سال کا ہو جائے تو اپنا بچاؤ مہیا کر لے۔ ابو یعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب مسلمان بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکنا نصیب فرماتا ہے اور جب ستر سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں ثابت رکھتا ہے اور اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے گھرانے کے سارے آدمیوں کے بارے میں اسے شفاعت کرنے والا بناتا ہے۔ اور آسمانوں میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کی زمین میں اس کا قیدی ہے۔ [1] یہ حدیث دوسری سند سے مسند احمد میں بھی ہے۔ [2] بنو امیہ کے دمشقی گورنر حجاج بن عبداللہ حکمی فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم وحیاء سے چھوڑا تھا اس کے بعد گناہوں کے چھوڑنے کا باعث خود ذات اللہ سے حیا تھی۔ عرب شاعر کہتا ہے بچپنے میں ناسمجھی کی حالت میں تو جو کچھ ہو گیا ہو گیا لیکن جس وقت بڑھاپے نے منہ دکھایا تو سر کی سفیدی نے خود ہی برائیوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوچ کر جاؤ۔ پھر اس کی دعا کا بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا میرے پروردگار میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام فرمائی اور میں وہ اعمال کروں جن سے تو مستقبل میں خوش ہو جائے اور میری اولاد میں میرے لئے اصلاح کر دے یعنی میری نسل اور میرے پیچھے والوں میں۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میرا اقرار ہے کہ میں فرمانبردار ہوں۔ اس میں ارشاد ہے کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنی چاہئے اور نئے سرے سے اللہ کی طرف رجوع و رغبت کر کے اس پر جم جانا چاہئے۔ ابوداؤد میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ التحیات میں پڑھنے کے لیے اس دعا کی تعلیم کیا کرتے تھے ﴿اللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

---

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۰/۲۰۴)] اس کی سند میں عزرہ بن قیس ازدی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[2] [ضعیف جدا : مسند احمد (۳/۲۱۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۲۷۹)]

وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِينَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا﴾ یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت ڈال اور ہمارے آپس میں اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہیں دکھا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر نور کی طرف نجات دے اور ہمیں ہر برائی سے بچالے خواہ وہ ظاہر ہو خواہ چھپی ہوئی اور ہمیں ہمارے کانوں میں اور آنکھوں میں اور دلوں میں بیوی بچوں میں برکت دے اور ہم پر رجوع فرما یقیناً تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے' اے اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکرگزار اور ان کے باعث اپنا ثناخواں اور نعمتوں کا اقراری بنا اور اپنی بھرپور نعمتیں ہمیں عطا فرما۔[1]

پھر فرماتا ہے یہ جن کا بیان گزرا جو اللہ کی طرف توبہ کرنے والے اس کی جناب میں جھکنے والے اور جو نیکیاں چھوٹ جائیں انہیں کثرت استغفار سے پالینے والے ہی وہ ہیں جن کی اکثر لغزشیں ہم معاف فرما دیتے ہیں اور ان کے تھوڑے نیک اعمال کے بدلے ہم انہیں جنتی بنا دیتے ہیں ان کا یہی حکم ہے جیسے کہ وعدہ کیا اور فرمایا یہ وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ بروایت روح الامین علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کی نیکیاں اور بدیاں لائی جائیں گی اور ایک کو ایک کے بدلے میں کیا جائے گا' پس اگر ایک نیکی بھی بچ رہی تو اللہ اسی کے عوض اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ راوی حدیث نے اپنے استاد سے پوچھا اگر تمام نیکیاں ہی برائیوں کے بدلے میں چلی جائیں تو؟ تو آپ نے فرمایا ان کی برائیوں سے اللہ رب العزت تجاوز فرما لیتا ہے[2] دوسری سند میں یہ بفرمان اللہ عزوجل مروی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت پختہ ہے۔

حضرت یوسف بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ پر غالب آئے اس وقت میرے ہاں حضرت محمد بن حاطب رحمہ اللہ آئے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اس وقت حضرت عمار' حضرت صعصعہ' حضرت اشتر' حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر نکالا اور کچھ گستاخی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے' ہاتھ میں چھڑی تھی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ کے سامنے تو آپ کی اس بحث کا صحیح محاکمہ کرنے والے موجود ہی ہیں چنانچہ سب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿أُولَـٰئِكَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ﴾ الخ' قسم اللہ کی یہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ساتھی' تین مرتبہ یہی فرمایا۔ راوی یوسف کہتے ہیں میں نے محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے پوچھا سچ کہو تمہیں اللہ کی قسم تم نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ سنا ہے؟ فرمایا ہاں قسم اللہ کی میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے۔

---

[1] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الصلوۃ : باب التشهد (٩٦٩) طبرانی کبیر (١٠٤٢٦) صحیح ابن حبان (٩٩٦)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٨٦)] اس کی سند میں غطریف اور حکم ضعیف ہے۔]

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے تو میں تنگ آ گیا کیا تم مجھ سے یہی کہتے رہو گے کہ میں مرنے کے بعد زندہ کیا جاؤں گا باوجود یہ کہ مجھ سے پہلے بھی قرنوں گزر چکے ہیں' وہ دونوں جناب باری میں فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایماندار بن جا بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے' وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے عذاب کا وعدہ صادق آ گیا منجملہ ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جو یقیناً نقصان یافتہ تھے ○ اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے' تاکہ انہیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ اور جس دن کفار جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان سے فائدہ اٹھا چکے پس آج تمہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی اسی باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے ○

دنیا کے طلبگار آخرت میں محروم: چونکہ اوپر ان لوگوں کا بیان ہوا تھا جو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرتے ہیں اور ان کی خدمتیں کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ان کے اخروی درجات کا اور وہاں نجات پانے اور اپنے رب کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کا ذکر ہوا تھا۔ اس لئے اس کے بعد ان بدبختوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں انہیں باتیں سناتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جیسے کہ عوفی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جس کی صحت میں بھی کلام ہے اور جو قول نہایت کمزور ہے اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو مسلمان ہو گئے تھے اور بہت اچھے اسلام والوں میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے' بعض اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے لیکن ٹھیک یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ مروان نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں ایک اچھی رائے سمجھائی ہے اگر وہ انہیں اپنے بعد بطور خلیفہ

کے نامزد کر جائیں تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما بول اٹھے کہ کیا ہرقل کے دستور پر اور نصرانیوں کے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟ قسم ہے اللہ کی نہ تو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا نہ اپنے کنبے قبیلے والوں سے کسی کو نامزد کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اسے کیا وہ صرف بیٹے کی عزت افزائی اور اپنے بچوں پر رحم کھا کر کیا یہ سن کر مروان کہنے لگا کیا تو وہی نہیں جس نے اپنے والدین کو اف کہا تھا؟ تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو ایک ملعون شخص کی اولاد میں سے نہیں؟ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر مروان سے کہا تو نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے جو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے وہ آیت ان کے بارے میں نہیں بلکہ وہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر مروان جلدی ہی منبر سے اتر کر آپ کے حجرے کے دروازے کے قریب آیا اور کچھ باتیں کر کے لوٹ گیا۔ [1]

بخاری میں یہ حدیث دوسری سند سے اور الفاظ کے ساتھ ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مروان حجاز کا امیر بنایا گیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ مروان نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لینے کا حکم اپنے سپاہیوں کو دیا لیکن یہ دوڑ کر اپنی ہمشیرہ صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اس وجہ سے انہیں کوئی پکڑ نہ سکا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے پردہ میں سے ہی فرمایا کہ ہمارے بارے میں بجز میری پاک دامنی کی آیتوں کے اور کوئی آیت نہیں اتری۔ [2] نسائی کی روایت میں ہے کہ اس خطبے سے مقصود یزید کی طرف سے بیعت حاصل کرنا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ مروان اپنے قول میں جھوٹا ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے مجھے بخوبی اس کا نام معلوم ہے لیکن میں اس وقت اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتی لیکن ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو ملعون کہا ہے اور مروان اس کی پشت میں تھا پس یہ اس خدائی لعنت کا بقیہ ہے۔ یہ جہاں اپنے ماں باپ کی بے ادبی کرتا ہے وہاں خدائے تعالیٰ کی بے ادبی سے بھی نہیں چوکتا' مرنے کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتا ہے اور اپنے ماں باپ سے کہتا ہے کہ تم مجھے اس دوسری زندگی سے کیا ڈراتے ہو مجھ سے پہلے سینکڑوں زمانے گذر گئے' لاکھوں کروڑوں انسان مرے میں نے تو کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا' ان میں سے ایک بھی تو لوٹ کر خبر دینے نہیں آیا۔ ماں باپ بیچارے اس سے تنگ آ کر جناب باری سے اس کی ہدایت چاہتے ہیں' اس بارگاہ میں اپنی فریاد پہنچاتے ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ بدنصیب ابھی کچھ نہیں بگڑا اب بھی مسلمان بن جا لیکن یہ مغرور پھر جواب دیتا ہے کہ جسے تم ماننے کو کہتے ہو میں تو اسے ایک دیرینہ قصہ سے زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جیسے گذشتہ جنات اور انسانوں کے زمرے میں داخل ہو گئے جنہوں نے خود اپنا نقصان بھی کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔

---

[1] [اسنادہ حسن: تفسیر ابن ابی حاتم (١٨٥٧٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب والذی قال لوالدیه اف لکما (٤٨٢٧)]

اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہاں لفظ اولئک ہے حالانکہ اس سے پہلے وَالَّذِیْ ہے اس سے بھی ہماری تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کہ مراد اس سے عام ہے جو بھی ایسا ہو یعنی ماں باپ کا بے ادب اور قیامت کا منکر اس کے لیے یہی حکم ہے چنانچہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کافر فاجر ماں باپ کا نافرمان اور مر کر جی اٹھنے کا منکر ہے۔[1] ابن عساکر کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے اپنے عرش پر سے لعنت کی ہے اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی ہے' جو کسی مسکین کو بہکائے کہے کہ آؤ تجھے کچھ دوں گا اور جب وہ آئے تو کہہ دے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں' اور جو ماعون سے کہے سب حاضر ہے حالانکہ اس کے آگے کچھ نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی کو اس کے اس سوال کے جواب میں کہ فلاں کا مکان کون سا ہے؟ کسی دوسرے کا مکان بتا دیں اور وہ جو اپنے ماں باپ کو مارے' یہاں تک کہ وہ تنگ آ جائیں اور چیخ پکار کرنے لگیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک کے لیے اس کی برائی کے مطابق سزا ہے' اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بلکہ اس اس سے بھی کم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کے درجے نیچے ہیں اور جنت کے درجے اوپر ہیں۔[2] پھر فرماتا ہے کہ جب جہنمی جہنم پر لا کھڑے کئے جائیں گے انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں دنیا ہی میں وصول کر چکے ان سے فائدہ وہیں اٹھا لیا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مرغوب اور لطیف غذا سے اسی آیت کو پیش نظر رکھ کر اجتناب کر لیا تھا اور فرماتے تھے مجھے خوف ہے کہیں میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ یہ فرمائے گا۔ حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیاں قیامت کے دن گم پائیں گے اور ان سے یہی کہا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے آج انہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی ان کے تکبر اور ان کے فسق کی وجہ سے۔ جیسا عمل تھا ویسا ہی بدلہ ملا۔ دنیا میں یہ ناز و نعمت سے اپنی جانوں کو پالنے والے اور نخوت و بڑائی سے اتباع حق کو چھوڑنے والے اور برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے تھے' تو آج قیامت کے دن انہیں اہانت اور رسوائی والے عذاب اور سخت دردناک سزائیں اور ہائے وائے اور افسوس و حسرت کے ساتھ جہنم کے نیچے کے طبقوں میں جگہ ملے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں سے محفوظ رکھے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں حماد بن عبدالرحمٰن اور خالد بن زبرقان ضعیف ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۸۸)]

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾

عادیوں کے بھائی کو یاد کرو۔ جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی' یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو' بیشک میں تو تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں ○ قوم نے جواب دیا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے باز رکھیں؟ پس اگر آپ سچے ہیں تو جن عذابوں کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں انہیں ہم پر لا ڈالو ○ حضرت ہود نے کہا (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو ○ پھر جب انہوں نے عذاب کو بصورت بادل دیکھا جو ان کے میدان کا رخ کئے ہوئے تھا تو کہنے لگے یہ ابر ہم پر برسنے والا ہے (نہیں) بلکہ یہ دراصل ابر وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے' ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گی پس وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا' گنہگاروں کے گروہ کو ہم یونہی سزا دیتے ہیں ○

قوم عاد کی ہلاکت کا ذکر: جناب رسول اللہ ﷺ کی تسلی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے تو آپ اگلے انبیاء ﷩ کے واقعات یاد کر لیجئے کہ ان کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی' عادیوں کے بھائی سے مراد حضرت ہود ﷤ پیغمبر ہیں۔ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عاد اولیٰ کی طرف بھیجا تھا جو احقاف میں رہتے تھے احقاف جمع ہے حقف کی اور حقف کہتے ہیں ریت کے پہاڑ کو۔ مطلق پہاڑ اور غار اور حضر موت کی وادی جس کا نام برہوت ہے جہاں کفار کی روحیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ مطلب بھی احقاف کا بیان کیا گیا ہے' قتادہ ﷫ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں ایک جگہ تھی جس کا نام شحر تھا یہاں یہ لوگ آباد تھے[1] امام ابن ماجہ ﷫ نے باب باندھا ہے کہ جب دعا مانگے تو اپنے نفس سے شروع کرے' اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر اور عادیوں کے بھائی پر رحم کرے۔[2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے اردگرد کے شہروں میں بھی اپنے رسول مبعوث فرمائے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾[3] اور جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً﴾ الخ'[4] پھر فرماتا ہے کہ حضرت ہود ﷤ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم موحد بن جاؤ ورنہ تمہیں اس بڑے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٩١)]

[2] [ضعیف :ابن ماجہ : کتاب الدعاء : باب اذا دعا فلیبد بنفسہ (٣٨٥٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ (٨٤٠)]

[3] [سورۃ البقرہ : آیت ٦٦] [4] [سورۃ فصلت : آیت ١٣-١٤]

بھاری دن میں عذاب ہوگا۔ جس پر قوم نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے؟ جا جس عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے وہ لے آ۔ یہ تو اپنے ذہن میں اسے محال جانتے تھے تو جرأت کر کے جلد طلب کیا۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾ [1] یعنی ایمان نہ لانے والے ہمارے عذابوں کے جلد آنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر علم ہے اگر وہ تمہیں اسی کے لائق جانے گا تو تم پر عذاب بھیج دے گا۔ میرا منصب تو صرف اتنا ہی ہے کہ میں اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور بے وقوف لوگ ہو۔ اب اللہ کا عذاب آ گیا انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ابر ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے' چونکہ خشک سالی تھی' گرمی سخت تھی۔ یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور اسی طرف رخ ہے' اب بارش برسے گی۔ دراصل ابر کی صورت میں یہ وہ قہر الٰہی تھا جس کے آنے کی وہ جلدی مچا رہے تھے اس میں وہ عذاب تھا جسے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ طلب کر رہے تھے۔ وہ عذاب ان کی بستیوں کی تمام ان چیزوں کو بھی جن کی بربادی ہونے والی تھی تہس نہس کرتا ہوا آیا اور اسی کا اسے حکم تھا۔ جیسے اور آیت میں ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ﴾ [2] یعنی جس چیز پر وہ گزر جاتی تھی اسے چورا چورا کر دیتی تھی۔ پس سب کے سب ہلاک و تباہ ہو گئے ایک بھی نہ بچ سکا۔

پھر فرماتا ہے ہم اسی طرح ان کا فیصلہ کرتے ہیں جو ہمارے رسولوں کو جھٹلائیں اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ان کا جو قصہ آیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت حارث بکری کہتے ہیں میں علاء بن حضرمی کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا تھا ربذہ میں مجھے بنو تمیم کی ایک بڑھیا ملی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے! میرا ایک کام اللہ کے رسول ﷺ سے ہے تو مجھے حضور ﷺ تک پہنچا دے گا؟ میں نے اقرار کیا اور انہیں اپنی سواری پر بٹھا لیا اور مدینہ شریف پہنچا میں نے دیکھا کہ مسجد شریف لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے سیاہ رنگ جھنڈا لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے مجھ سے کہا حضور ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی طرف بھیجنا چاہتے ہیں' میں ایک طرف بیٹھ گیا جب آنحضور اپنی منزل یا اپنے خیمے میں تشریف لے گئے تو میں بھی گیا اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلام علیک کی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنو تمیم کے درمیان کچھ رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے اور اب میرے اس سفر میں بنو تمیم کی ایک نادار بڑھیا راستے میں مجھے ملی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اسے اپنے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچا دوں چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ دروازے پر منتظر ہے آپ نے فرمایا اسے بھی اندر بلا لو چنانچہ وہ آ گئیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر سکتے ہیں تو اسے کر دیجئے اس پر بڑھیا کو حمیت لاحق ہوئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی کہ پھر یا

---

[1] [سورۃ الشوریٰ : آیت ۱۸] [2] [سورۃ الذاریات : آیت ۴۲]

رسول اللہ ﷺ آپ کا مضطر کہاں قرار کرے گا؟ میں نے کہا سبحان اللہ! میری تو وہی مثل ہوئی کہ ''اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری'' مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری ہی دشمنی کرے گی؟ ورنہ میں اسے لاتا ہی کیوں؟ اللہ کی پناہ واللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی مثل عادیوں کے قاصد کے ہو جاؤں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ عادیوں کے قاصد کا واقعہ کیا ہے؟ باوجودیکہ حضور ﷺ اس واقعہ سے بہ نسبت میرے بہت زیادہ واقف تھے لیکن آپ کے فرمان پر میں نے وہ قصہ بیان کیا کہ عادیوں کی بستیوں میں جب سخت قحط سالی ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قیل نامی روانہ کیا' یہ راستہ میں معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر ٹھہرا اور شراب پینے اور اس کی دونوں کنیزوں کا گانا سننے میں جن کا نام جرادہ تھا اس قدر مشغول ہوا کہ مہینہ بھر تک یہیں پڑا رہا اور جبال مہرہ میں جا کر اس نے دعا کی کہ اللہ تو خوب جانتا ہے میں کسی مریض کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے کیلئے تو آیا ہی نہیں الٰہی عادیوں کو وہ پلا جو تو انہیں پلانے والا ہے چنانچہ چند سیاہ بادل اٹھے اور ان میں سے ایک آواز آئی کہ ان میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے چنانچہ اس نے سخت سیاہ بادل کو پسند کر لیا اسی وقت ان میں سے آواز آئی کہ اسے راکھ اور خاک بنانے والا کر دے تاکہ عادیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کہا اور مجھے جہاں تک علم ہوا ہے یہی ہے کہ ہواؤں کے مخزن میں سے صرف پہلے ہی سوراخ سے ہوا چھوڑی گئی تھی جیسے میری اس انگوٹھی کا حلقہ اسی سے سب ہلاک ہو گئے۔ ابو وائل کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک نقل ہے۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کسی قاصد کو بھیجتے تو کہہ دیتے کہ عادیوں کے قاصد کی طرح نہ کرنا۔ [1] یہ روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ جیسے کہ سورۂ اعراف کی تفسیر میں گزرا۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کھلکھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑے نظر آئیں۔ آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرے سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابر و باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برسے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی ایک قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے جو ہم پہ بارش برسائے گا۔ [2] صحیح بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے

رسول اللہ ﷺ جب کبھی آسمان کے کسی کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز میں ہوں اور یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ﴾ اللہ میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے۔ پس اگر یہ کھل جاتا تو اللہ عزوجل کی حمد کرتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۴۸۲/۳) ترمذی: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ الزاریات (۳۲۷۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (۶۶/۶)].

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورة الاحقاف (۴۸۲۸) صحیح مسلم: کتاب صلاة الاستسقاء: باب التعوذ عند رؤیة الریح والغیم (۱۶۔ ۸۹۹)]

﴿اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا﴾ اے اللہ اسے نفع دینے والا اور برسنے والا بنا دے۔ (۱) صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ﴾ یا اللہ میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور جب ابر اٹھتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی اندر، کبھی باہر، کبھی جاتے، کبھی آتے۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ فکر مندی دور ہو جاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھ لیا اور آپ سے ایک بار سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں یہ اسی طرح نہ ہو جس طرح قوم ہود نے اپنی طرف بادل بڑھتا دیکھ کر خوشی سے کہا تھا کہ یہ ابر ہمیں سیراب کرے گا۔ (۲) سورۂ اعراف میں عادیوں کی ہلاکت کا اور حضرت ہود علیہ السلام کا پورا واقعہ گزر چکا ہے اس لئے ہم اسے یہاں نہیں دہراتے فللہ الحمد والمنة طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ عادیوں پر اتنی ہی ہوا کھولی گئی جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ ہوا پہلے دیہات والوں اور بادیہ نشینوں پر آئی وہاں سے شہری لوگوں پر آئی جسے دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ یہ ابر جو ہماری طرف بڑھتا آ رہا ہے یہ ضرور ہم پر بارش برسائے گا لیکن اس میں جنگلی لوگ تھے جو ان شہریوں پر گرا دیئے گئے اور سب ہلاک ہو گئے' ہوا کے خزانچیوں پر ہوا کی سرکشی اس وقت اتنی تھی کہ دروازوں کے سوراخوں سے وہ نکلی جا رہی تھی۔ (۳) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ
اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ
اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ
اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ع ۳

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۶/۱۹۰) ابو داود : کتاب الادب : باب ما یقول اذا هاجت الریح (۵۰۹۹) الادب المفرد للبخاری (۶۸۶) نسائی (۳/۱۶۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مهدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة الاستسقاء : باب التعوذ عند رؤیة الریح والغیم (۱۵-۸۹۹)]

(۳) [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۲۴۱۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مسلم ملائی راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۳۶۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

بالیقین ہم نے قوم عاد کو وہ مقدور دیئے تھے جو تمہیں تو دیئے بھی نہیں اور ہم نے انہیں کان آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی تو نفع نہ پہنچایا جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان پر الٹ پڑی ○ یقیناً ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کر لیں ○ پس قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ وہ تو ان سے کھو گئے بلکہ یہ دراصل ان کا محض جھوٹ اور بالکل بہتان تھا ○

گزشتہ اقوام کی ہلاکت سے عبرت پکڑنی چاہیے: ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کو جو اسباب دنیوی مال و اولاد وغیرہ ہماری طرف سے دیئے گئے تھے ویسے تو تمہیں اب تک مہیا بھی نہیں ان کے بھی کان آنکھیں اور دل تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذابوں کا مذاق اڑایا تو بالآخر ان کے ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور وہ سزائیں ان پر برس پڑیں جن کی یہ ہمیشہ ہنسی کرتے رہے تھے۔ پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں نیست و نابود کر دی گئی ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کرتوت کے بدلے پائے ہیں۔ احقاف جو یمن کے پاس ہے حضر موت کے علاقہ میں ہے یہاں کے بسنے والے عادیوں کے انجام پر نظر ڈالو۔ تمہارے اور شام کے درمیان ثمودیوں کا جو حشر ہوا اسے دیکھو اہل یمن اور اہل مدین کی قوم سبا کے نتیجہ پر غور کرو تم تو اکثر غزوات اور تجارت کیلئے وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو بحیرہ قوم لوط سے عبرت حاصل کرو وہ بھی تمہارے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ ہم نے اپنی نشانیوں اور آیتوں کو خوب واضح اور ظاہر کر دیا ہے تاکہ لوگ برائیوں سے بھلائیوں کی طرف لوٹ آئیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن معبودان باطل کی پرستش شروع کر رکھی تھی گو اس میں ان کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کریں گے لیکن کیا ہمارے عذابوں کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی انہوں نے ان کی کسی طرح مدد کی؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی احتیاج اور مصیبت کے وقت وہ گم ہو گئے ان سے بھاگ گئے ان کا پتہ بھی نہ چلا۔ الغرض ان کا پوجنا صریح غلطی تھی غرض جھوٹ تھا اور صاف افترا اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے میں اور نقصان میں ہی رہے واللہ اعلم۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يَا قَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾ يَا قَوْمَنَآ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾

اور یاد کر جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا وہ قرآن سن رہے تھے' پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ' پھر جب ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو آگاہ کرنے کیلئے لوٹ گئے ○ کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی رہبری کرتی ہے ○ اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا ○ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتا اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے' یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ○

جنات قرآن سن کر ہدایت یافتہ بن گئے: مسند امام احمد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے' رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے' یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے ارگرد بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین کے تھے تعداد میں سات تھے' کتاب دلائل النبوۃ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ نہ تو حضور ﷺ نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا نہ آپ نے انہیں دیکھا آپ تو اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے' ادھر یہ ہوا تھا کہ شیاطین کے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان روک ہو گئی تھی اور ان پر شعلے برسنے شروع ہو گئے تھے۔ شیاطین نے آ کر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جاؤ تلاش کرو' پس یہ نکل کھڑے ہوئے ان میں جو جماعت عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ ﷺ سوق عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے' ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ پس یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں تک پہنچنا موقوف کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے یہ فوراً واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سورۂ جن میں دی' یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے' [2] مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنات وحی الٰہی سنا کرتے تھے ایک کلمہ جب ان کے کان میں پڑ جاتا تو وہ اس میں دس اور ملا لیا کرتے' پس وہ ایک تو حق نکلتا باقی سب باطل نکلتے' اور اس سے پہلے ان پر تارے پھینکے نہیں جاتے تھے۔ پس جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو ان پر شعلہ باری ہونے لگی' یہ اپنے بیٹھنے کی جگہ پہنچتے اور ان پر شعلہ گرتا اور یہ ٹھہر نہ سکتے' انہوں نے آ کر ابلیس سے یہ شکایت کی تو اس

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۱/۱۶۷) مجمع الزوائد (۷/۱۳۲) الدر المنثور (۶/۱۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۴۳۶)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الجهر بالقراة صلاة الصبح (۷۷۳) صحیح مسلم: کتاب الصلوة: باب الجهر بالقراة فی الصبح (۴۴۹-۱۴۹) ترمذی (۳۳۲۳)]

نے کہا کہ کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکروں کو اس کی تحقیقات کیلئے چاروں طرف پھیلا دیا' انہوں نے نبی پاک ﷺ کو نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا اور جا کر اسے خبر دی اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو آسمان محفوظ کر دیا گیا اور تمہارا جانا بند ہوا۔ یہ روایت ترمذی اور نسائی میں بھی ہے'[1] حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کی خبر تک رسول اللہ ﷺ کو نہ تھی جب آپ پر وحی آئی تب آپ نے یہ معلوم کیا۔ سیرت ابن اسحاق میں محمد بن کعب کا ایک لمبا بیان منقول ہے جس میں حضور ﷺ کا طائف جانا انہیں اسلام کی دعوت دینا ان کا انکار کرنا وغیرہ پورا واقعہ بیان ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اس دعا کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اس تنگی کے وقت کی تھی جو یہ ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى عَدُوٍّ يَّتَجَهَّمُنِيْ اَمْ اِلٰى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ مَّلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِيْ غَيْرَ اَنَّ عَافِيَتَكَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ يَّنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ بِيْ سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ﴾ یعنی اپنی کمزوری اور بے سروسامانی اور کسمپرسی کی شکایت صرف تیرے سامنے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو دراصل سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور کمزوروں کا رب تو ہی ہے' میرا پالنہار بھی تو ہی ہے' تو مجھے کس کو سونپ رہا ہے' کسی دوری والے دشمن کو جو مجھے عاجز کر دے یا کسی قریب والے دوست کو جسے تو نے میرے بارے کا اختیار دے رکھا ہو' اگر تیری خفگی مجھ پر نہ ہو تو مجھے اس درد دکھ کی کوئی پرواہ نہیں لیکن تاہم اگر تو مجھے عافیت کے ساتھ ہی رکھ تو وہ میرے لئے بہت ہی راحت رساں ہے' میں تیرے چہرے کے اس نور کے باعث جس کی وجہ سے تمام اندھیریاں جگمگا اٹھی ہیں' اور دین و دنیا کے تمام امور کی اصلاح کا مدار اسی پر ہے تجھ سے اس بات کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا عتاب اور تیرا غصہ نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر آ جائے' مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی مدد سے ہے۔ اسی سفر کے واپسی میں آپ نے نخلہ میں رات گزاری اور اسی رات قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نصیبین کے جنوں نے آپ کو سنا'[2] یہ ہے تو صحیح لیکن اس میں یہ قول تامل طلب ہے' اس لئے کہ جنات کا کلام اللہ شریف سننے کا واقعہ وحی شروع ہونے کے زمانے کا ہے' جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اوپر بیان کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے' اور آپ کا طائف جانا اپنے چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد ہوا ہے' جو ہجرت کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو سال پہلے کا واقعہ ہے جیسے کہ سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے' واللہ اعلم۔ ابن ابی شیبہ میں

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : تفسیر سورة الجن (٣٣٢٤) نسائی فی التفسیر (٦٤٦) طبرانی کبیر (١٢٤٣١) مسند احمد (١/٢٧٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

[2] [مرسل : سیرة ابن هشام (٢/٢١)]

ان جنات کی گنتی نو کی ہے جن میں سے ایک کا نام زوبعہ ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں[1] پس یہ روایت اور اس سے پہلے کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا اقتضاء یہ ہے کہ اس مرتبہ جو جن آئے تھے ان کی موجودگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا' یہ تو آپ کی بے خبری میں ہی آپ کی زبانی قرآن سن کر لوٹ گئے' اس کے بعد بطور وفد فوجیں کی فوجیں اور جتھے کے جتھے ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' جیسے کہ اس ذکر کی احادیث و آثار اپنی جگہ آ رہے ہیں۔ انشاء اللہ۔

بخاری مسلم میں ہے حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جس رات جنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا اس رات کس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ذکر کیا تھا؟ تو فرمایا مجھ سے تیرے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے' ان کی آگاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت نے دی تھی' تو ممکن ہے کہ یہ خبر پہلی دفعہ کی ہو اور اثبات کو ہم نفی پر مقدم مان لیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب وہ سن رہے تھے آپ کو تو کوئی خبر نہ تھی' یہاں تک کہ اس درخت نے آپ کو ان کے اجتماع کی خبر دی[2] واللہ اعلم' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس کے بعد والے کئی واقعات میں سے ایک ہو واللہ اعلم۔ امام حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ تو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو دیکھا نہ خاص ان کے سنانے کیلئے قرآن پڑھا ہاں البتہ اس کے بعد جن آپ کے پاس آئے اور آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ عزوجل کی طرف بلایا' جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کی روایتیں سنئے۔ حضرت علقمہ رحمہ اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی نہ تھا آپ رات بھر ہم سے غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرا کرتا تھا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا اللہ نہ کرے آپ کے ساتھ کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہو' وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی' صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا سے واپس آ رہے ہیں' پس ہم نے رات کی اپنی ساری کیفیت بیان کر دی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر میں نے انہیں قرآن سنایا چنانچہ آپ ہمیں لے کر گئے اور ان کے نشانات اور ان کی آگ کے نشانات ہمیں دکھائے۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں انہوں نے آپ سے توشہ طلب کیا تو عامر کہتے ہیں یعنی مکہ میں اور یہ جن جزیرے کے تھے تو آپ نے فرمایا ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں پہلے سے زیادہ گوشت والی ہو کر پڑے گی' اور لید اور گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا' پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کرو یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہیں'[3] دوسری روایت میں ہے کہ اس رات

---

[1] [دلائل النبوة للبیهقی (۲/۲۲۸)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب ذکر الجن (۳۸۵۹) صحیح مسلم: کتاب الصلوة: باب الجهر بالقرءة فی الصبح (۴۵۰-۱۵۳)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلوة: باب الجهر باالقراءة (۴۵۰-۱۵۰) ابو داؤد (۸۵) ترمذی (۳۲۵۸) مسند احمد (۱/۴۷٦)]

حضور ﷺ کو نہ پا کر ہم بہت ہی گھبرائے تھے اور تمام وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کر آئے تھے [1] اور حدیث میں ہے حضور نے فرمایا آج رات میں جنات کو قرآن سناتا رہا اور جنوں میں ہی اسی شغل میں رات گزاری۔ [2]

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو چاہے آج کی رات جنات سے دلچسپی والا میرے ساتھ رہے۔ پس میں موجود ہو گیا آپ مجھے لے کر چلے جب مکہ کے اونچے حصے میں پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں سے خط کھینچ دیا اور مجھ سے فرمایا یہیں بیٹھے رہو پھر آپ چلے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آپ نے قراءت شروع کی پھر تو اس قدر جماعت آپ کے اردگرد ٹھٹ لگا کر کھڑی ہو گئی کہ میں تو آپ کی قراءت سننے سے بھی رہ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جس طرح ابر کے ٹکڑے پھٹتے ہیں اس طرح وہ ادھر ادھر جانے لگے اور یہاں تک کہ اب بہت تھوڑے باقی رہ گئے پس حضور ﷺ صبح کے وقت فارغ ہوئے اور آپ وہاں سے دور نکل گئے اور حاجت سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے وہ باقی کے کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ ہیں پس آپ نے انہیں ہڈی اور لید دی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیا۔ [3] اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ جہاں حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بٹھایا تھا وہاں بٹھا کر فرما دیا تھا کہ خبردار یہاں سے نکلنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صبح کے وقت آ کر ان سے دریافت کیا کہ کیا تم سو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم میں نے تو کئی مرتبہ چاہا کہ لوگوں سے فریاد کروں لیکن میں نے سن لیا کہ آپ انہیں اپنی لکڑی سے دھمکا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ بیٹھ جاؤ' حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم یہاں سے باہر نکلتے تو مجھے تو خوف تھا کہ ان میں کے بعض تمہیں اچک نہ لے جائیں' پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا تم نے کچھ دیکھا بھی؟ میں نے کہا ہاں لوگ تھے سیاہ انجان' خوفناک سفید کپڑے پہنے ہوئے' آپ نے فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا پس میں نے ہڈی' لید اور گوبر دیا میں نے پوچھا حضور ﷺ اس سے انہیں کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا ہر ہڈی ان کے ہاتھ لگتے ہی ایسی ہو جائے گی جیسی اس وقت تھی جب کھائی گئی تھی یعنی گوشت والی ہو کر انہیں ملے گی اور لید میں بھی وہی دانے پائیں گے جو اس روز تھے جب وہ دانے کھائے گئے تھے' پس ہم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء سے نکل کر ہڈی' لید اور گوبر سے استنجاء نہ کرے۔ [4] اس روایت کی دوسری سند میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا پندرہ جنات جو آپس میں چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں آج رات مجھ سے قرآن سننے کیلئے آنے والے ہیں۔ اس میں ہڈی اور لید کے ساتھ کوئلے کا لفظ بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دن نکلے میں اسی جگہ گیا تو دیکھا کہ وہ کوئی ساٹھ اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہے۔ [5] اور روایت میں

---

[1] [ایضا]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٣٢٠)] اس میں احمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٣١٩)] اس میں بھی احمد بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٣١٧)] اس میں عبداللہ ثقفی مجہول ہے۔]

[5] [ضعیف : دلائل النبوۃ للبیهقی (٢٣١/٢)] اس میں روح بن صلاح ضعیف ہے۔]

ہے کہ جب جنات کا اژدھام ہوگیا تو ان کے سردار نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں انہیں ادھر ادھر کر کے آپ کو اس تکلیف سے بچالیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بچانے والا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں جنات والی رات میں مجھ سے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ پانی تو نہیں البتہ ایک ڈولچی میں نبیذ ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا عمدہ کھجوریں اور پاکیزہ پانی (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)[1] مسند احمد کی اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس سے وضو کراؤ چنانچہ آپ نے وضو کیا اور فرمایا یہ تو پینے کی اور پاک چیز ہے'[2] مسند احمد میں ہے کہ جب آپ لوٹ کر آئے تو سانس چڑھ رہا تھا میں نے پوچھا حضور ﷺ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے انتقال کی خبر آئی ہے۔[3] یہی حدیث قدرے زیادتی کے ساتھ حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی ہے' اس میں ہے کہ میں نے یہ سن کر کہا پھر یارسول اللہ ﷺ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر جایئے آپ نے کہا کس کو؟ میں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے چلتے چلتے پھر کچھ دیر بعد یہی حالت طاری ہوئی۔ میں نے وہی سوال کیا آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے خلیفہ مقرر کرنے کو کہا آپ نے پوچھا کسے؟ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر یہی حالت اور یہی سوال جواب ہوئے اب کی مرتبہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا تو آپ فرمانے لگے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر لوگ ان کی اطاعت کریں تو سب جنت میں چلے جائیں گے'[4] لیکن یہ حدیث بالکل ہی غریب ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو اگر صحت تسلیم کر لی جائے تو اس واقعہ کو مدینہ کا واقعہ ماننا پڑے گا۔ وہاں بھی آپ کے پاس جنوں کے وفود آئے تھے جیسے کہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے اس لئے کہ آپ کا آخری وقت فتح مکہ کے بعد تھا جب کہ دین الٰہی میں انسانوں اور جنوں کی فوجیں کی فوجیں داخل ہو گئیں تھیں' اور سورۂ ﴿إِذَا جَـآءَ﴾ الخ' اتر چکی جس میں آپ کو خبر انتقال دی گئی تھی' جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس پر موافقت ہے جو حدیثیں ہم اسی سورت کی تفسیر میں لائیں گے' ان شاء اللہ' واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند بھی غریب ہے اور سیاق بھی غریب ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جنات جزیرہ موصل کے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار کی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس خط کشیدہ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن جنات کے کھجوروں کے درختوں کے برابر قد و قامت وغیرہ دیکھ کر ڈر گئے اور

---

[1] [ضعیف :ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب الوضوء بالنبیذ (٨٤) ابن ماجه : کتاب الطهارة (٣٨٤) ترمذی : کتاب الطهارة (٨٨) مسند احمد (١/٤٤٩)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابوداؤد]

[2] [ضعیف :مسند احمد (١/٣٩٨) دارقطنی (١/٧٦)] اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف :مسند احمد (١/٤٤٩)] اس میں میناء بن ابو میناضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف :طبرانی کبیر (٩٩٧٠) مجمع الزوائد (٨٩٤٨)] اس میں میناراوی کذاب ہے۔]

بھاگ جانا چاہا لیکن فرمان رسول ﷺ یاد آ گیا کہ اس حد سے باہر نہ نکلنا۔ جب حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس حد سے باہر آ جاتے تو قیامت تک ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو سکتی اور روایت میں ہے کہ جنات کی یہ جماعت جن کا ذکر آیت ﴿وَاِذْ صَرَفْنَا﴾ الخ' میں ہے نینویٰ کی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ انہیں قرآن سناؤں' تم میں سے میرے ساتھ کون چلے گا؟ اس پر سب خاموش ہو گئے دوبارہ پوچھا پھر خاموشی رہی تیسری مرتبہ دریافت کیا تو قبیلہ ہذیل کے شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تیار ہوئے حضور ﷺ انہیں ساتھ لے کر حجون کی گھاٹی میں گئے۔ ایک لکیر کھینچ کر انہیں یہاں بٹھا دیا اور آپ آگے بڑھ گئے۔ یہ دیکھنے لگے کہ گدھوں کی طرح کے زمین سے بالکل قریب اڑتے ہوئے کچھ جانور سے آ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد بڑا غل وغپاڑہ سنائی دینے لگا یہاں تک کہ مجھے حضور ﷺ کی ذات پر ڈر لگنے لگا۔ جب آنحضرت ﷺ آئے تو میں نے کہا حضور ﷺ یہ شور وغل کیا تھا؟ آپ نے فرمایا ان کے ایک مقتول کا قصہ تھا جس میں یہ مختلف تھے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا گیا۔ ① یہ واقعات صاف ہیں کہ حضور ﷺ نے قصداً جا کر جنات کو قرآن سنایا' انہیں اسلام کی دعوت دی اور جن مسائل کی اس وقت انہیں ضرورت تھی وہ سب بتا دیئے' یہاں پہلی مرتبہ جب جنات نے آپ کی زبانی قرآن سنا اس وقت آپ کو نہ معلوم تھا نہ آپ نے انہیں سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا' جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس کے بعد وہ وفود کی صورت میں آئے اور حضور ﷺ عمداً تشریف لے گئے اور انہیں قرآن سنایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت نہ تھے جبکہ آپ نے ان سے بات چیت کی انہیں اسلام کی دعوت دی۔ البتہ کچھ فاصلہ پر دور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ اس واقعہ میں سوائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا اور دوسری تطبیق ان روایات میں جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور جن میں ہے کہ نہ تھے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی دفعہ نہ تھے دوسری مرتبہ تھے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ نخلہ میں جن جنوں نے آپ سے ملاقات کی تھی وہ نینویٰ کے تھے اور مکہ شریف میں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نصیبین کے تھے اور یہ جو روایتوں میں آیا ہے کہ ہم نے وہ رات بہت بری طرح بسر کی اس سے مراد ابن مسعود کے سوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ حضور ﷺ جنات کو قرآن سنانے گئے ہیں۔ لیکن یہ تاویل ہے ذرا دور کی واللہ اعلم۔ بیہقی میں ہے کہ حضور ﷺ کی حاجت اور وضو کے لئے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانی کی ڈولچی لئے ہوئے جایا کرتے تھے ایک دن یہ پیچھے پیچھے پہنچے آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ فرمایا میرے استنجے کیلئے پتھر لاؤ لیکن ہڈی اور لید نہ لانا میں اپنی جھولی میں پتھر بھر لایا اور آپ کے پاس رکھ دیئے' جب آپ فارغ ہو چکے اور چلنے لگے میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور پوچھا حضور ﷺ کیا وجہ ہے جو آپ نے ہڈی اور لید سے منع فرمایا؟ آپ نے جواب دیا میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس لید اور ہڈی

---

① [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٢٩٧)]

ہر گز ریں اسے طعام پائیں۔① صحیح بخاری میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے② پس یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ جنات کا وفد آپ کے پاس اس کے بعد بھی آیا تھا۔

اب ہم ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ جنات آپ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے سوا بھی آپ سے دوسری سند سے مروی ہے ابن جریر میں ہے③ آپ فرماتے ہیں یہ سات جن تھے نصیبین کے رہنے والے۔ انہیں اللہ کے رسول نے اپنی طرف سے قاصد بنا کر جنات کی طرف بھیجا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنات تعداد میں سات تھے نصیبین کے تھے۔ ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کو اہل حران سے کہا اور چار کو اہل نصیبین سے ان کے نام یہ ہیں۔ حیي، حسي، منسی، سامر، ناصر، الاردو بیان، الاحتم۔ ابو حمزہ ثمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنو فیصبان کہتے ہیں یہ قبیلہ جنات کے اور قبیلوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھا اور یہ ان میں نسب کے بھی شریف مانے جاتے تھے اور عموماً یہ ابلیس کے لشکروں میں سے تھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ نو تھے ان میں سے ایک کا نام زوبعہ تھا اصل نخلہ سے آئے تھے۔ بعض حضرات سے مروی ہے کہ یہ پندرہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر آئے تھے اور ان کے سردار کا نام وردان تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تین سو تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ بارہ ہزار تھے۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ چونکہ وفود کئی ایک آئے تھے ممکن ہے کہ کسی میں چھ سات نو ہی ہوں کسی میں زیادہ کسی میں اس سے بھی زیادہ۔

اس پر دلیل صحیح بخاری شریف کی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس چیز کی نسبت جب کبھی کہتے کہ میرے خیال میں یہ اس طرح ہوگی تو وہ عموماً اسی طرح نکلتی ایک مرتبہ آپ بیٹھے ہوئے تھے جو ایک حسین شخص گزرا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اگر میرا گمان غلط نہ ہو تو یہ شخص اپنے جاہلیت کے زمانہ میں ان لوگوں کا کاہن تھا جانا ذرا اسے لے آنا جب وہ آ گیا تو آپ نے یہ خیال اس پر ظاہر فرمایا وہ کہنے لگا مسلمانوں میں اس ذہانت و فطانت کا کوئی شخص آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو اپنی کوئی صحیح اور سچی خبر سنا اس نے کہا بہت اچھا سنئے میں جاہلیت کے زمانہ میں ان کا کاہن تھا میرے پاس میرا جن جو سب سے زیادہ تعجب خیز خبر لایا وہ سنئے۔ میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا کہ وہ آ گیا اور سخت گھبراہٹ میں تھا اور کہنے لگا کیا تو نے جنوں کی بربادی مایوسی اور ان کا پھیلنے کے بعد سمٹ جانا اور ان کی درگت نہیں دیکھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ سچا ہے۔ میں ایک مرتبہ ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا ایک شخص نے وہاں ایک بچھڑا چڑھایا کہ ناگہاں ایک سخت پرزور آواز آئی ایسی کہ اتنی بڑی بلند اور کرخت آواز میں نے کبھی نہیں سنی اس نے کہا اے جلیح نجات دینے والا امر آ چکا ایک شخص ہے جو فصیح زبان سے ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی منادی کر رہا ہے۔ سب لوگ تو مارے ڈر کے بھاگ گئے لیکن میں وہیں بیٹھا رہا کہ دیکھوں آخر یہ کیا ہے؟ کہ دوبارہ اسی طرح وہی آواز سنائی دی اور اس

---

① [ضعیف : بیھقی فی السنن الکبری (۲/۲۳۳)] اس کی سند میں سوید راوی ضعیف ہے۔]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب ذکر الجن (۳۸۶۰)]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۱/۲۹۷)]

نے وہی کہا۔ پس کچھ ہی دن گزرے تھے جو نبی ﷺ کی نبوت کی آوازیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔[1] اس روایت کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ آوازیں اس ذبح شدہ بچھڑے سے سنی اور ایک ضعیف روایت میں صریح طور پر یہ بھی آ گیا ہے۔ لیکن باقی اور روایتیں یہ بتلا رہی ہیں کہ اسی کاہن نے اپنے دیکھنے سننے کا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا۔ واللہ اعلم' امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے اور یہی کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے' اس شخص کا نام سواد بن قارب تھا جو شخص اس واقعہ کی پوری تفصیل دیکھنا چاہتا ہو وہ میری کتاب سیرۃ عمر رضی اللہ عنہ دیکھ لے وللہ الحمد والمنہ۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے یہی وہ کاہن ہو جس کا ذکر بغیر نام کے صحیح حدیث میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر ایک مرتبہ خطبہ سنا رہے تھے اسی میں پوچھا کیا سواد بن قارب یہاں موجود ہیں لیکن اس پورے سال تک کسی نے ہاں نہیں کہی' اگلے سال آپ نے پھر پوچھا تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا سواد بن قارب کون ہے؟ اس سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے اسلام کا قصہ عجیب و غریب ہے' ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت سواد بن قارب آ گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا سواد اپنے اسلام کا ابتدائی قصہ سناؤ آپ نے فرمایا سنئے میں ہند گیا ہوا تھا میرا ساتھی جن ایک رات میرے پاس آیا میں اس وقت سویا ہوا تھا' مجھے اس نے جگا دیا اور کہنے لگا اٹھ اور اگر کچھ عقل و ہوش ہیں تو سن لے سمجھ لے اور سوچ لے' قبیلہ لوی بن غالب میں سے اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں' میں جنات کی حس اور ان کے بوریہ بستر باندھنے پر تعجب کر رہا ہوں' اگر تو طالب ہدایت ہے تو فوراً مکہ کی طرف کوچ کر۔ سمجھ لے کہ بہتر اور بدتر جن یکساں نہیں' جا جلدی جا اور بنو ہاشم کے اس دلارے کے منور مکھڑے پر نظریں تو ڈال لے' مجھے پھر غنودگی سی آ گئی تو اس نے دوبارہ جگا دیا اور کہنے لگا اے سواد بن قارب اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیج دیا ہے' تم ان کی خدمت میں پہنچو اور ہدایت اور بھلائی سمیٹ لو' دوسری رات پھر آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا مجھے جنات کے جستجو کرنے اور جلد جلد پالان اور جھولیں کسنے پر تعجب معلوم ہوتا ہے' اگر تو بھی ہدایت کا طالب ہے تو مکے کا قصد کر۔ سمجھ لے کہ اس کے دونوں قدم اس کی دموں کی طرح نہیں' تو اٹھ اور جلدی جلدی بنو ہاشم کے اس پسندیدہ شخص کی خدمت میں پہنچ اور اپنی آنکھیں اس کے دیدار سے منور کر۔ تیسری رات پھر آیا اور کہنے لگا' مجھے جنات کے باخبر ہو جانے اور ان کے قافلوں کے فوراً بیدار ہو جانے پر تعجب آ رہا ہے وہ سب طلب ہدایت کیلئے مکہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں' ان میں سے برے بھلوں کی برابری نہیں کر سکتے' تو بھی اٹھ اور اس بنو ہاشم کے چیدہ شخص کی طرف چل کھڑا ہو' مومن جنات کافروں کی طرح نہیں' تین راتوں تک برابر سنتے رہنے کے بعد میرے دل میں بھی دفعۃً اسلام کا ولولہ اٹھا اور حضور ﷺ کی وقعت اور محبت سے دل پر ہو گیا' میں نے اپنی سانڈنی پر کجاوہ کسا اور بغیر کسی اور جگہ قیام کیے سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت شہر مکہ میں تھے اور لوگ آپ کے آس پاس ایسے تھے جیسے گھوڑے پر ایال۔ مجھے دیکھتے ہی یکبارگی اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا سواد بن قارب کو مرحبا ہو آؤ ہمیں معلوم ہے کہ کیسے اور کس لئے

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار (٣٨٦٦) دلائل النبوۃ (٢/٢٤٣-٢٤٤)]

اور کس کے کہنے سننے سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا حضور ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟ آپ نے فرمایا سواد شوق سے کہو تو حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ ہے میرے پاس میرا جن میرے سو جانے کے بعد رات کو آیا اور اس نے مجھے ایک سچی خبر پہنچائی تین راتیں برابر وہ میرے پاس آتا رہا اور ہر رات کہتا رہا کہ لوی بن غالب میں اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں' میں نے بھی سفر کی تیاری کر لی اور جلد جلد راہ طے کرتا یہاں پہنچ ہی گیا' اب میری گواہی ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی رب نہیں' اور آپ اللہ کے امانتدار رسول ہیں' آپ سے شفاعت کا آسرا سب سے زیادہ ہے' اے بہترین بزرگوں اور پاک لوگوں کی اولاد اے تمام رسولوں سے بہتر رسول جو حکم آسمانی آپ ہمیں پہنچائیں گے وہ کتنا ہی مشکل اور طبیعت کے خلاف کیوں نہ ہو ناممکن ہے کہ ہم اسے ٹال دیں' آپ قیامت کے دن ضرور میرے سفارشی بننا کیونکہ وہاں بجز آپ کے سواد بن قارب کا سفارشی اور کون ہوگا؟ اس پر حضور ﷺ بہت ہنسے اور فرمانے لگے سواد تم نے فلاح پا لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا کیا وہ جن اب بھی تیرے پاس آتا ہے؟ اس نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ نہیں آتا اور اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس کے عوض میں نے رب کی پاک کتاب پائی۔ [1]

اور اب جس حدیث کو ہم حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوۃ سے نقل کرتے ہیں اس میں بھی اس کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں بھی جنات کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جس رات جنات کا وفد حاضر حضور ﷺ ہوا تھا اس رات حضور ﷺ کے ساتھ آپ بھی تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ٹھیک ہے میں نے کہا ذرا واقعہ تو سنائیے۔ فرمایا صفہ والے مساکین صحابہ رضی اللہ عنہم کو لوگ اپنے اپنے ساتھ شام کا کھانا کھلانے کے لئے لے گئے اور میں یونہی رہ گیا' میرے پاس حضور ﷺ کا گزر ہوا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابن مسعود فرمایا تمہیں کوئی لے نہیں گیا کہ تم بھی کھا لیتے؟ میں نے جواب دیا نہیں کوئی نہیں لے گیا' فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو شاید کچھ مل جائے تو دے دوں گا میں ساتھ ہو لیا' آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے میں باہر ہی ٹھہر گیا تھوڑی دیر میں اندر سے ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی حضور ﷺ فرماتے ہیں ہم نے اپنے گھر میں کوئی چیز نہیں پائی تم اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ۔ میں واپس مسجد میں آ گیا اور مسجد میں کنکریوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر کر کے اس پر سر رکھ کر اپنا کپڑا لپیٹ کر سو گیا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہی لونڈی پھر آئیں اور کہا رسول اللہ ﷺ آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ میں ساتھ ہو لیا اور مجھے امید ہوگئی کہ اب تو کھانا ضرور ملے گا جب میں اپنی جگہ پہنچا تو حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک تر چھڑی تھی جسے میرے سینے پر رکھ کر فرمانے لگے جہاں میں جا رہا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے کہا جو اللہ نے چاہا ہو' تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوئے پھر آپ ﷺ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا' تھوڑی دیر میں بقیع غرقد جا پہنچے' پھر قریب قریب وہی بیان ہے

---

[1] [ضعیف : بیھقی فی السنن الکبری (۲/۲۴۹)] اس کی سند میں زیادہ راوی مجہول ہے۔]

جو اوپر کی روایتوں میں گزر چکا ہے' اس کی سند غریب ہے اور اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ دلائل نبوت میں حافظ ابونعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مسجد میں رسول مقبول ﷺ نے صبح کی نماز ادا کی اور لوٹ کر لوگوں سے کہا آج رات کو جنات کے وفد کی طرف تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ کسی نے جواب نہ دیا تین مرتبہ کے فرمان پر بھی کوئی نہ بولا۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میرا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے چلے مدینہ کے پہاڑوں سے بہت آگے نکل کر صاف چٹیل میدان میں پہنچ گئے' اب نیزوں کے برابر لانبے لانبے قد کے آدمی نیچے نیچے کپڑے پہنے ہوئے آنے شروع ہوئے ہیں۔ میں تو انہیں دیکھ کر مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ [1] پھر اور واقعہ مثل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کیا۔ یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔

اسی کتاب میں ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی حج کو جا رہے تھے کہ ہم نے دیکھا ایک سفید رنگ سانپ راستے میں لوٹ رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو اڑ رہی ہے' ابراہیم کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم تو سب جاؤ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ دیکھوں تو اس سانپ کا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ وہ چل دیئے اور میں ٹھہر گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہ سانپ مر گیا میں نے ایک سفید کپڑا لے کر اس میں لپیٹ کر راستے کے ایک طرف دفن کر دیا اور رات کے کھانے کے وقت اپنے قافلے میں پہنچ گیا' اللہ کی قسم میں بیٹھا ہوا تھا جو چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں ان میں سے ایک نے پوچھا عمرو کو کس نے دفن کیا؟ ہم نے کہا کہ کون عمرو؟ اس نے کہا تم میں سے کسی نے ایک سانپ کو دفن کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے دفن کیا ہے' کہنے لگی قسم ہے اللہ کی تم نے بڑے روزے دار بڑے پختہ نمازی کو دفن کیا ہے جو تمہارے نبی کو مانتا تھا' اور جس نے آپ کے نبی ہونے سے چار سو سال پیشتر آسمان سے آپ کی صفت سنی تھی' [2] ابراہیم کہتے ہیں کہ اس پر ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر حج سے فارغ ہو کر جب ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور میں نے آپ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اس عورت نے سچ کہا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھ پر ایمان لایا تھا میری نبوت کے چار سو سال پہلے' یہ حدیث بھی غریب ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ دفن کفن کرنے والے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے' کہتے ہیں کہ یہ صاحب جو یہاں دفن کئے گئے یہ ان نو جنات میں سے ایک ہیں جو حضور ﷺ کے پاس قرآن سننے کیلئے وفد بن کر آئے تھے' ان کا انتقال ان سب سے اخیر میں ہوا۔ ابونعیم میں ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے امیر المومنین! میں ایک جنگل میں تھا' میں نے دیکھا دو سانپ آپس میں خوب لڑ رہے ہیں یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اب میں انہیں چھوڑ کر جہاں معرکہ ہوا تھا وہاں گیا دیکھا تو بہت سے سانپ قتل کئے ہوئے پڑے ہیں اور بعض سے اسلام کی خوشبو آ رہی ہے' پس میں نے ایک ایک کو سونگھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک زرد

---

[1] [ضعیف : اس میں نمیر قینی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : ابو نعیم فی الحلیة (٢٥٧)] اس کی سند میں ولید اور حسین ضعیف ہے۔]

رنگ کے دبلے پتلے سانپ میں سے مجھے اسلام کی خوشبو آنے لگی' میں نے اپنے عمامے میں لپیٹ کر اسے دفنا دیا' اب میں چلا جا رہا تھا جو میں نے ایک آواز سنی کہ اے اللہ کے بندے تجھے اللہ کی طرف سے ہدایت دی گئی۔ یہ دونوں سانپ جنات کے قبیلہ بنواشعیبان اور بنواقیش میں سے تھے' ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پھر اس قدر جنگ ہوئی اور پھر جس قدر قتل ہوئے وہ تم نے خود دیکھ لئے انہی میں ایک شہید جنہیں تم نے دفن کیا وہ تھے جنہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبانی وحی الٰہی سنی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قصے کو سن کر فرمانے لگے اے شخص اگر تو سچا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے عجیب واقعہ دیکھا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا بوجھ تجھ پر ہے۔ [1]

اب آیت کی تفسیر سنئے ارشاد ہے کہ جب ہم نے تیری طرف جنات کے ایک گروہ کو پھیرا جو قرآن سن رہا تھا۔ جب وہ حاضر ہوگئے اور تلاوت شروع ہونے کو تھی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو یہ ادب سکھایا کہ خاموشی سے سنو۔ ان کا ایک اور ادب بھی حدیث میں آیا ہے' ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سورۂ رحمان کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا بات ہے؟ جو تم سب خاموش ہی رہے' تم سے تو بہت اچھے جواب دینے والے جنات ثابت ہوئے جب بھی میرے منہ سے انہوں نے آیت ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ سنی تو انہوں نے جواب میں کہا ((وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ اَوْنِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)) پھر فرماتا ہے جب فراغت حاصل کی گئی۔ ﴿ قُضِیَ ﴾ کے معنی ان آیتوں میں بھی یہی ہیں ﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ ﴾ [2] اور ﴿ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ﴾ [3] اور ﴿ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ﴾ [4] پھر فرماتا ہے وہ اپنی قوم کو دھمکانے اور انہیں آگاہ کرنے کیلئے واپس ان کی طرف چلے۔ جیسے اللہ عزوجل وعلا کا فرمان ہے ﴿ لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ ﴾ [5] الخ' یعنی وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب واپس اپنی قوم کے پاس پہنچیں تو انہیں بھی ہوشیار کر دیں بہت ممکن ہے کہ وہ بچاؤ اختیار کر لیں۔ اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنات میں بھی اللہ کی باتوں کو پہنچانے والے اور ڈرانے والے ہیں لیکن ان میں سے رسول نہیں بنائے گئے۔ یہ بات بلاشک ثابت ہے کہ جنوں میں پیغمبر نہیں ہیں۔ فرمان باری ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا ﴾ [6] الخ' یعنی ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے وہ سب بستیوں کے رہنے والے انسان ہی تھے جن کی طرف ہم اپنی وحی بھیجا کرتے تھے اور آیت میں ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ﴾ [7] یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں ہے ﴿ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ [8] یعنی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی'

---

[1] [منکر : ابو نعیم فی الحلیة (٢٥٦)] [2] [الجمعه : ١٠]
[3] [فصلت : ١٢] [4] [البقره : ٢٠٠] [5] [التوبه : ١٢٢]
[6] [یوسف : ١٠٩] [7] [الفرقان : ٢٠] [8] [العنکبوت : ٢٧]

پس آپ کے بعد جتنے بھی نبی آئے وہ آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے ہیں۔ لیکن سورۂ انعام کی آیت ﴿یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ﴾ ① یعنی اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ اس کا مطلب اور اس سے مراد یہ دونوں جنس ہیں پس اس کا مصداق ایک جنس ہی ہو سکتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ② یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے' حالانکہ دراصل ایک میں سے ہی نکلتا ہے۔

مومن جنات کی آخری منزل: اب بیان ہو رہا ہے جنات کے اس وعظ کا جو انہوں نے اپنی قوم میں کیا۔ فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ دراصل تورات کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے۔ حرام حلال کے مسائل بہت کم تھے۔ پس اصل چیز تورات ہی رہی۔ اسی لئے ان مسلم جنات نے اسی کا ذکر کیا۔ اور اسی بات کو پیش نظر رکھ کر حضرت ورقہ بن نوفل نے جس وقت حضور ﷺ کی زبانی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اول دفعہ آنے کا حال سنا تو کہا تھا کہ واہ واہ! یہی تو وہ مبارک وجود اللہ کے بھیدی کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے' کاش میں اور کچھ زمانہ زندہ رہتا' ③ الخ۔ پھر قرآن کی اور صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے تمام آسمانی کتابوں کو سچا بتلاتا ہے وہ اعتقادی مسائل اور اخباری مسائل میں حق کی جانب رہبری کرتا ہے اور اعمال میں راہ راست دکھاتا ہے۔ قرآن میں دو چیزیں ہیں یا خبر یا طلب' اس کی خبر سچی اور اس کی طلب عدل والی۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ④ یعنی تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے لحاظ سے بالکل پورا ہی ہے۔ اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ ⑤ وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا ہے' پس ہدایت نفع دینے والا علم ہے اور دین حق نیک عمل ہے' یہی مقصد جنات کا تھا۔

پھر کہتے ہیں اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس میں دلالت ہے اس امر کی کہ رسول اللہ ﷺ جن وانس کی دونوں جماعتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے کہ آپ نے جنات کو اللہ کی طرف دعوت دی' ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ سورت پڑھی جس میں ان دونوں جماعتوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے نام احکام جاری فرمائے ہیں' اور وعدہ وعید بیان کیا ہے' یعنی سورۂ رحمان۔ پھر فرماتے ہیں ایسا کرنے سے وہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ ''مِنْ'' کو زائد نہ مانیں' چنانچہ ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے اور قاعدے کے مطابق اثبات کے موقعہ پر لفظ من بہت ہی کم زائد آتا ہے اور

---

① [الانعام : ١٣٠] ② [الرحمن : ٢٢]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بدء الوحی (١٦٠)]

④ [سورۃ الانعام : آیت ١١٥] ⑤ [سورۃ التوبہ : آیت ٣٣]

اگر زائد مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں اپنے المناک عذابوں سے رہائی دے گا۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ایماندار جنوں کو بھی جنت نہیں ملے گی ہاں عذاب سے وہ چھٹکارا پالیں گے' یہی ان کے نیک اعمالوں کا بدلہ ہے' اور اگر اس سے زیادہ مرتبہ بھی انہیں ملنے والا ہوتا تو اس مقام پر یہ مومن جن اسے ضرور بیان کر دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مومن جن جنت میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ ابلیس کی اولاد سے ہیں' اور اولاد ابلیس جنت میں نہیں جائے گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ مومن جن مثل ایماندار انسانوں کے ہیں اور وہ جنت میں جگہ پائیں گے جیسا کہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہے' بعض لوگوں نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ [1] یعنی حوران بہشتی کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان کا ہاتھ لگا نہ کسی جن کا۔ لیکن اس استدلال میں نظر ہے' اس سے بہتر استدلال تو اللہ عزوجل کے اس فرمان سے ہے ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [2] یعنی جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کیلئے دو جنتیں ہیں' پھر اے جنو انسانو! تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں پر اپنا احسان جتلاتا ہے کہ ان کے نیک کار کا بدلہ جنت ہے اور اس آیت کو سن کر مسلمان انسانوں سے بہت زیادہ شکر یہ مسلمان جنوں نے کیا اور اسے سنتے ہی کہا کہ اللہ ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کے انکاری نہیں ہم تیرے بہت بہت شکر گزار ہیں' ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ان کے سامنے ان پر وہ احسان جتایا جائے جو اصل انہیں ملنے کا نہیں۔ اور بھی ہماری ایک دلیل سنئے جب کافر جنات کو جہنم میں ڈالا جائے گا جو مقام عدل ہے' تو مومن جنات کو جنت میں کیوں نہ لے جایا جائے جو مقام فضل ہے؟' بلکہ یہ بہت زیادہ لائق اور بطور اولیٰ ہونے کے قابل ہے اور اس پر وہ آیتیں بھی دلیل ہیں جن میں عام طور پر ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے مثلاً ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ [3] وغیرہ وغیرہ۔

یعنی ایمانداروں کا مہمان خانہ یقیناً جنت فردوس ہے۔ الحمد للہ میں نے اس مسئلہ کو بہت کچھ وضاحت کے ساتھ اپنی ایک مستقل تصنیف میں بیان کر دیا ہے اور سنئے جنت کا تو یہ حال ہے کہ ایمانداروں کے کل کے داخل ہو جانے کے بعد بھی اس میں بے حد وحساب جگہ بچ جائے گی' اور پھر ایک نئی مخلوق پیدا کر کے انہیں اس میں آباد کیا جائے گا' پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایماندار اور نیک عمل کرنے والے جنات جنت میں نہ بھیجے جائیں' اور سنئے دو باتیں بیان کی گئی ہیں گناہوں کی بخشش اور عذابوں سے رہائی اور جب یہ دونوں چیزیں ہیں تو یقیناً یہ مستلزم ہیں دخول جنت کو۔ اس لئے کہ آخرت میں یا جنت ہے یا جہنم' پس جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا وہ قطعاً جنت میں جانا چاہئے اور کوئی نص صریح یا ظاہر اس بات کے بیان میں وارد نہیں ہوئی کہ مومن جن باوجود دوزخ سے بچ جانے کے جنت میں

---

[1] [سورة الرحمن : آیت ٧٤] [2] [سورة الرحمن : آیت ٤٦ ـ ٤٧]

[3] [سورة الکهف : آیت ١٠٧]

نہیں جائیں گے‘ اگر کوئی اس قسم کی صاف دلیل ہو تو بیشک ہم اس کے ماننے کیلئے تیار ہیں۔ واللہ اعلم۔ نوح علیہ السلام کو دیکھئے اپنی قوم سے فرماتے ہیں تمہارے گناہوں کو (بوجہ ایمان لانے کے) بخش دے گا اور ایک وقت مقرر تک تمہیں مہلت دے گا۔[1] تو یہاں بھی دخول جنت کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ بالاتفاق وہ سب جنتی ہیں‘ پس اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے‘ اب چند اور اقوال بھی اس مسئلہ میں سن لیجئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیچ جنت میں تو یہ پہنچیں گے نہیں البتہ کناروں پر ادھر ادھر رہیں گے‘ بعض لوگ کہتے ہیں جنت میں تو وہ ہوں گے لیکن دنیا کے بالکل برعکس انسان انہیں دیکھیں گے اور یہ انسانوں کو دیکھ نہیں سکیں گے‘ بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ جنت میں کھائیں پئیں گے نہیں صرف تسبیح و تحمید و تقدیس ان کا طعام ہو گا جیسے فرشتے اس لئے کہ یہ بھی انہی کی جنس سے ہیں‘ لیکن ان تمام اقوال میں نظر ہے اور سب بے دلیل ہیں۔ پھر مومن واعظ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے داعی کی دعوت کو قبول نہ کرے گا وہ زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتا‘ بلکہ قدرت اللہ اس پر شامل اور اسے گھیرے ہوئے ہے‘ اس کے عذابوں سے انہیں کوئی بچا نہیں سکتا‘ یہ کھلے بہکاوے میں ہیں‘ خیال فرمایئے کہ تبلیغ کا یہ طریقہ کتنا پیارا اور کس قدر موثر ہے‘ رغبت دلائی اور دھمکایا بھی‘ اس لئے ان میں سے اکثر ٹھیک ہو گئے اور قافلے کے قافلے اور فوجیں کی فوجیں بن کر کئی کئی بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اسلام قبول کیا جیسے کہ پہلے مفصلاً ہم نے بیان کر دیا ہے جس پر ہم جناب باری کے احسان کے شکرگزار ہیں‘ واللہ اعلم۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ
عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۳ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ
الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ
يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ بیشک وہ ایسا ہی ہے وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ○ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا‘ جس دن جہنم کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے۔ تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے۔ اللہ فرمائے گا اب اپنے کفر کے بدلے کے عذاب کا مزہ چکھو ○ پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسے صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کیلئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو‘ یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ

---

[1] [سورة نوح : آیت ٤]

دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے' یہ ہے پیغام پہنچا دینا' بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد جینے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کل آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش نے اسے کچھ نہ تھکایا بلکہ صرف ہو جا کے کہنے سے ہی ہو گئیں کون تھا جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا یا مخالفت کرتا بلکہ حکم برداری سے راضی خوشی ڈرتے دبتے سب موجود ہو گئے' کیا اتنی کامل قدرت وقوت والا مردوں کو زندہ کر دینے کی سکت نہیں رکھتا؟ چنانچہ دوسری آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [1] یعنی انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بھاری اور مشکل اور بہت بڑی اہم پیدائش آسمان وزمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے سمجھ ہیں۔ جب زمین وآسمان کو اس نے پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کر دینا خواہ ابتداء ہو خواہ دوبارہ ہو اس پر کیا مشکل ہے؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے اور انہی میں سے موت کے بعد زندہ کرنا ہے' کہ اس پر بھی وہ صحیح طور پر قادر ہے۔ پھر اللہ جل وعلا کافروں کو دھمکاتا ہے کہ قیامت والے دن جہنم میں ڈالے جائیں اس سے پہلے جہنم کے کنارے پر انہیں کھڑا کر کے ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور کہا جائے گا کیوں جی ہمارے وعدے اور یہ دوزخ کے عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں تمہاری آنکھیں اندھی تو نہیں ہو گئیں۔ جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ اب سوائے اقرار کے کچھ نہ بن پڑے گا جواب دیں گے کہ ہاں ہاں سب حق ہے جو کہا گیا تھا وہی نکلا قسم اللہ کی اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں' اللہ فرمائے گا اب دو گھڑی پہلے کے کفر کا مزہ چکھو۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا' آپ کی قدر نہ کی' آپ کی مخالفت کی' ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہی ہے؟ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کرو کہ کیسی کیسی ایذائیں' مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور کن کن زبردست مخالفوں کی مخالفت کو صبر سے برداشت کیا' ان رسولوں کے نام یہ ہیں نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ' اور خاتم الانبیاء علیہم السلام۔ انبیاء علیہم السلام کے بیان میں ان کے نام خصوصیت سے سورۂ احزاب اور سورۂ شوریٰ میں مذکور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولوالعزم رسول سے مراد سب پیغمبر ہوں تو ﴿مِنَ الرُّسُلِ﴾ کا "مِنْ" بیان جنس کے لئے ہو گا۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے پھر روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے اور پھر روزہ رکھا پھر فرمانے لگے عائشہ رضی اللہ عنہا محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لائق تو دنیا ہے ہی نہیں۔ عائشہ دنیا کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور دنیا کی خواہش کی چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا حکم اولوالعزم رسول کئے گئے اور وہی تکلیف مجھے بھی دی گئی ہے

[1] [سورۃ غافر: آیت ۵۷]

جوان عالی ہمت رسولوں کو دی گئی تھی۔ قسم اللہ کی میں بھی انہی کی طرح اپنی طاقت بھر صبر وسہار سے ہی کام لوں گا اللہ کی قوت کے بھروسے پر یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں۔ [1] پھر فرمایا اے نبی ﷺ! یہ لوگ عذابوں میں مبتلا کئے جائیں اس کی جلدی نہ کرو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ﴾ [2] الخ' مجھے اور ان جھٹلانے والے پیٹ بھروں مالداروں کو چھوڑ دے اور انہیں کچھ مہلت دے۔ اور فرمان ہے ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ﴾ [3] یعنی کافروں کو مہلت دو' انہیں تھوڑی دیر چھوڑ دو' پھر فرماتا ہے جس دن یہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرلیں گے جن کے وعدے آج دیئے جاتے ہیں اس دن انہیں یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دنیا میں صرف دن کا کچھ ہی حصہ گزرا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ [4] یعنی جس دن یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گزاری تھی ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ﴾ [5] یعنی جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ پھر فرمایا پہنچا دینا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ دنیا کا ٹھہرنا صرف ہماری طرف سے ہماری باتوں کے پہنچا دینے کیلئے تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ قرآن صرف پہنچا دینے کیلئے ہے۔ یہ کھلی تبلیغ ہے۔ پھر فرماتا ہے سوائے فاسقوں کے اور کسی کو ہلاک نہیں۔ یہ اللہ جل وعلا کا عدل ہے کہ جو خود ہلاک ہوا سے ہی وہ ہلاک کرتا ہے عذاب اسی کو ہوتے ہیں جو خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے عذاب مہیا کرے' اور اپنے آپ کو مستحق عذاب کر دے۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ سورۂ الاحقاف کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

تفسیر سورہ محمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ③

شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے نام سے

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور اس پر بھی یقین کیا جو محمد پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے اللہ نے ان کے گناہ

---

[1] [ضعیف : شرح السنة للبغوی (٤٠٤٦)] اس کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ المزمل : آیت ١١]

[3] [سورۃ الطارق : آیت ١٧]

[4] [سورۃ النازعات : آیت ٤٦]

[5] [سورۃ یونس : آیت ٤٥]

دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی○ یہ اس لئے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے○

ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی راہ اللہ سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے' ان کی نیکیاں بیکار ہو گئیں جیسے فرمان ہے ہم نے ان کے اعمال پہلے ہی غارت و برباد کر دیئے ہیں' اور جو لوگ ایمان لائے دل سے اور شرع کے مطابق اعمال کئے بدن سے یعنی ظاہر و باطن دونوں اللہ کی طرف جھکا دیئے۔ اور اس وحی الٰہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر الزمان پیغمبر ﷺ پر اتاری گئی ہے۔ اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے' اور جو سراسر حق و صداقت ہی ہے۔ ان کی برائیاں برباد ہیں' اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود اللہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ ﷺ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے۔ حدیث میں حکم ہے کہ جس کی چھینک پر حمد کرنے کا جواب دیا گیا ہو اسے چاہئے کہ ﴿یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ﴾ کہے یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت سنوار دے[1] پھر فرماتا ہے کفار کے اعمال غارت کر دینے کی اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ناحق کو اختیار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر اور مومن ناحق کو پرے پھینک کر حق کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے انجام کو بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨

جب کافروں سے گھمسان کا رن پڑ جائے تو گردنوں پر وار مارو۔ جب ان کا خوب کٹاؤ کر چکو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا بدلہ لے کر تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن اسکی چاہت یہ ہے کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے سے لے لے' جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ انکے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا○ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا○ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے○

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب اذا عطس کیف یشمت (٦٢٢٤)]

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا○ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو۔ اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا○ یہ اس لئے کہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے یہ ناخوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی انکے اعمال ضائع کر دیئے○

کفار کی گردنیں مارنے کا حکم: یہاں ایمانداروں کو جنگی احکام دیئے جاتے ہیں کہ جب کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے دستی لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑاؤ' تلواریں چلا کر گردنیں دھڑ سے اڑا دو۔ پھر جب دیکھو کہ دشمن ہارا' اس کے آدمی کافی کٹ چکے تو باقی ماندہ کو مضبوط قید و بند کے ساتھ مقید کر لو جب لڑائی ختم ہو چکے معرکہ پورا ہو جائے پھر تمہیں اختیار ہے کہ قیدیوں کو بطور احسان بغیر کچھ لئے ہی چھوڑ دو اور یہ بھی اختیار ہے کہ ان سے تاوان جنگ وصول کرو پھر چھوڑ دو۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے غزوے کے بعد یہ آیت اتری ہے کیونکہ بدر کے معرکہ میں زیادہ تر مخالفین کو قید کرنے اور قید کرنے کی کمی کرنے میں مسلمانوں پر عتاب کیا گیا تھا اور فرمایا تھا ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَـهٗ اَسْرٰى﴾ [1] الخ' نبی کو لائق نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ ایک مرتبہ جی کھول کر مخالفین میں موت کی گرم بازاری نہ ہو لے کیا تم دنیوی اسباب کی چاہت میں ہو؟ اللہ کا ارادہ تو آخرت کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے ہی سے اللہ کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو تم نے لیا اس کی بابت تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے اور یہ آیت ناسخ ہے ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی حرمت والے مہینے جب گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ وہیں قتل کرو۔ لیکن اکثر علماء کا فرمان ہے کہ منسوخ نہیں۔ اب بعض تو کہتے ہیں کہ امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینے کا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا۔ لیکن بعض کہتے ہیں قتل کر ڈالنے کا بھی اختیار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کرا دیا تھا اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ اسیری کی حالت میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کہ کہو ثمامہ کیا خیال ہے؟۔ تو انہوں نے کہا اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ ﷺ احسان رکھیں گے تو ایک شکر گزار پر احسان رکھیں گے اور اگر مال طلب کرتے ہیں تو جو آپ مانگیں گے مل جائے گا۔ [3] حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک چوتھی بات کا بھی اختیار بتاتے ہیں یعنی قتل کا احسان کا بدلے کا اور غلام بنا کر رکھ لینے کا۔ اس مسئلے کی تفصیل کی جگہ فروعی مسائل کی کتابیں ہیں۔ اور ہم نے بھی اللہ کے فضل و کرم سے کتاب الاحکام میں اس کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی بقول مجاہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ [4] ممکن ہے حضرت مجاہد کی نظریں

---

[1] [سورۃ الانفال : آیت ٦٧-٦٨] [2] [سورۃ التوبہ : آیت ٥]

[3] [صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب وفد بنی حنیفة وحدیث ثمامه بن اثال (٤٣٧٢) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب ربط الاسیر وحبسه (١٧٦٤) ابوداؤد (٢٦٧٩)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٠٨)]

اس حدیث پر ہوں جس میں ہے میری امت ہمیشہ حق کے ساتھ ظاہر رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔ ① مسند احمد اور نسائی میں ہے کہ حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے میں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار الگ کر دیئے اور لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور میں نے کہہ دیا کہ اب لڑائی ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا' اب لڑائی آ گئی' میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ لوگوں پر ظاہر رہے گی جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان سے روزیاں دے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ مومنوں کی زمین شام میں ہے۔ گھوڑوں کی ایال میں قیامت تک کیلئے اللہ نے خیر رکھ دی ہے۔ ② یہ حدیث امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی وارد کی ہے اور حافظ ابو یعلی موصلی نے بھی' اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ اس آیت کو منسوخ نہیں بتاتے گویا کہ یہ حکم مشروع ہے جب تک کہ لڑائی باقی رہے اور اس حدیث نے بتایا کہ لڑائی قیامت تک باقی رہے گی یہ آیت مثل اس آیت کے ہے ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ ③ الخ' یعنی ان سے لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ باقی ہے اور جب تک کہ دین اللہ ہی کیلئے نہ ہو جائے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑائی کے ہتھیار رکھ دینے سے مراد شرک کا باقی نہ رہنا ہے اور بعض سے مروی ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین اپنے شرک سے توبہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کوششیں اللہ کی اطاعت میں صرف کرنے لگ جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی کفار کو برباد کر دیتا اپنے پاس سے ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں آزما لے اسی لئے جہاد کے احکام جاری فرمائے ہیں۔ سورۂ آل عمران اور براءت میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ آل عمران میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ④ الخ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ بغیر اس بات کے کہ اللہ جان لے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور تم میں صبر کرنے والے کون ہیں تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ سورۂ براءۃ میں ہے ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ﴾ ⑤ الخ' ان سے جہاد کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کرے گا اور تمہیں ان پر نصرت عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینے شفا والے کر دے گا۔ اور اپنے دلوں کے ولولے نکالنے کا انہیں موقعہ دے گا اور جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔ اب چونکہ یہ بھی تھا کہ جہاد میں مومن بھی شہید ہوں اس لئے فرماتا ہے کہ شہیدوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ثواب انہیں دیئے جائیں گے۔

---

① [صحيح أبو داؤد : كتاب الجهاد : باب في دوام الجهاد (٢٤٨٤)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

② [صحيح مسند احمد (١٠٤/٤) نسائي : كتاب الخيل : باب الخيل معقود في نواصيها الخير (٢١٤/٦) وفي السنن الكبرى (٤٤٠١) التاريخ الكبير للبخاري (٧٠/٤) ابن ابي عاصم في الآحاد والمثاني (٢٤٦٠) طبراني كبير (٦٣٥٨)] شیخ البانی ؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (١٩٣٥)]

③ [البقره : ١٩٣] ④ [آل عمران : ١٤٢] ⑤ [التوبه : ١٤-١٥]

بعض کو تو قیامت تک کے ثواب ملیں گے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے اس کا جنت کا مکان دکھا دیا جاتا ہے اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے۔ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ وہ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے۔ اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جو در و یاقوت کا جڑاؤ ہوتا ہے جس کا ایک یاقوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گراں بہا ہے۔ اسے بہتر حور عین ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے'[1] صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں'[2] شہیدوں کے فضائل کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں' پھر فرماتا ہے انہیں اللہ جنت کی راہ سمجھا دے گا۔ جیسے یہ آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ﴾[3] الخ' یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کے ایمان کے باعث ان کا رب انہیں ان جنتوں کی طرف رہبری کرے گا جو نعمتوں سے پر ہیں اور جن کے چپے چپے میں چشمے بہہ رہے ہیں۔ اللہ ان کے حال اور ان کے کام سنوار دے گا اور جن جنتوں سے انہیں پہلے ہی وہ آگاہ کر چکا ہے اور جن کی طرف ان کی رہبری کر چکا ہے آخر انہی میں انہیں پہنچائے گا۔ یعنی ہر شخص اپنے مکان اور اپنی جگہ کو جنت میں اس طرح پہچان لے گا جیسے دنیا میں پہچان لیا کرتا تھا۔ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی یہ معلوم ہوگا گویا شروع پیدائش سے یہیں مقیم ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جس انسان کے ساتھ اس کے اعمال کا محافظ جو فرشتہ تھا وہی اس کے آگے آگے چلے گا جب یہ اپنی جگہ پہنچے گا تو ازخود پہچان لے گا کہ میری جگہ یہی ہے۔ یونہی پھر اپنی زمین میں سیر کرتا ہوا جب سب دیکھ چکے گا تب فرشتہ ہٹ جائے گا اور یہ اپنی لذتوں میں مشغول ہو جائے گا۔ صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں ہے جب مومن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت' دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم تھے ان کے بدلے اتار لئے جائیں گے جب بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی' قسم اللہ کی جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر پہچانتا ہے اس سے بہت زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ کے واقف ہوں گے'[4] پھر فرماتا ہے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب فی ثواب للشهيد (١٦٦٣) ابن ماجه : كتاب الجهاد : باب فضل الشهادة فی سبيل الله (٢٧٩٩) مسند احمد (١٣١/٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه (٢٢٥٧)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الامارة : باب من قتل فی سبيل الله كفرت خطاياه الاالدين (١٨٨٦)]

[3] [سورة يونس : آيت ٩]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصاص يوم القيامة(٦٥٣٥) مسنداحمد (١٣/٣)]

مضبوط کر دے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ﴾ [1] اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے' اس لئے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اسی جنس کی جزا ہوتی ہے۔ اور وہ تمہارے قدم بھی مضبوط کر دے گا حدیث میں ہے جو شخص کسی اختیار والے کے سامنے ایک ایسے حاجت مند کی حاجت پہنچائے جو خود وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پل صراط پر اس کے قدم جما دے گا' پھر فرماتا ہے کافروں کا حال بالکل برعکس ہے یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے حدیث میں ہے دینار و درہم اور کپڑے لتے کا بندہ ٹھوکر کھا گیا وہ برباد ہوا ہلاک ہوا' وہ اگر بیمار پڑ جائے تو اللہ کرے اسے شفا بھی نہ ہو' [2] ایسے لوگوں کے نیک اعمال بھی اکارت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن و حدیث سے ناخوش ہیں' نہ اس کی عزت و عظمت ان کے دل میں نہ ان کا قصد و تسلیم کا ارادہ۔ پس ان کے جو کچھ اچھے کام تھے اللہ نے انہیں بھی غارت کر دیا۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لئے اسی طرح کی سزائیں ہیں ○ یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شائستہ اعمال کئے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو لوگ منکر ہوئے ہیں وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپاؤں کے کھا رہے ہیں' ان کا اصل ٹھکانہ تو جہنم ہے ○ ہم نے کتنی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے بہت زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا ہے ہلاک کر دیا ہے جن کا مددگار کوئی نہ اٹھا ○

پہلوں کے انجام سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں زمین کی سیر نہیں کی؟ جو یہ معلوم کر لیتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان سے اگلے جو ان جیسے تھے ان کے انجام کیا ہوئے؟ کس طرح وہ تاخت و تاراج کر دیئے گئے اور ان میں سے صرف اسلام و ایمان والے ہی نجات پا سکے' کافروں کے لئے اسی طرح کے عذاب آیا کرتے ہیں' پھر بیان فرماتا ہے

[1] [سورۃ الحج : آیت ۴۰]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ (۲۸۸۷)]

مسلمانوں کا خود اللہ ولی ہے اور کفار بے ولی ہیں۔ اسی لئے احد والے دن مشرکین کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب نے فخر کے ساتھ جب نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں خلفاء کی نسبت سوال کیا اور کوئی جواب نہ پایا تو کہنے لگا کہ یہ سب ہلاک ہو گئے' پھر اسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا جن کی زندگی تجھے خار کی طرح کھٹکتی ہے اللہ نے ان سب کو اپنے فضل سے زندہ رکھا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا سنو! یہ دن بدر کے بدلے کا دن ہے اور لڑائی تو مثل ڈولوں کے ہے' کبھی کوئی اوپر' کبھی کسی کا اوپر۔ تم اپنے مقتولین میں بعض ایسے بھی پاؤ گے جن کے کان ناک وغیرہ ان کے مرنے کے بعد کاٹ لئے گئے ہیں میں نے ایسا حکم نہیں دیا لیکن مجھے کچھ برا بھی نہیں لگا' پھر اس نے رجز کے اشعار فخر یہ پڑھنے شروع کئے کہنے لگا اُعْلُ هُبَل اُعْلُ هُبَل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسے جواب دو کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ یعنی وہ کہتا ہے ہبل بت کا بول بالا ہو' جس کے جواب میں کہا گیا سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت و کرم والا اللہ ہی ہے۔ ابو سفیان نے پھر کہا اَلَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور ﷺ کہا گیا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا مولا کوئی نہیں' ① پھر جناب باری خبر دیتے ہیں کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے دنیا میں تو خواہ کچھ یونہی سا نفع اٹھالیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے' اسے یہ لوگ مثل جانوروں کے پورا کر رہے ہیں' جس طرح وہ ادھر ادھر منہ مار کر گیلا سوکھا پیٹ میں بھرنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے اسی طرح یہ ہے کہ حلال و حرام کی اسے کچھ تمیز نہیں' پیٹ بھرنا مقصود ہے' حدیث شریف میں ہے مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں' ② جزا والے دن اپنے اس کفر کی پاداش میں ان کیلئے جہنم کی گو ناگوں سزائیں ہیں۔ پھر کفار مکہ کو دھمکاتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے کہ دیکھو جن بستیوں والے تم سے بہت زیادہ طاقت قوت والے تھے ان کو ہم نے نبیوں کو جھٹلانے اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے تہس نہس کر دیا تم جو ان سے کمزور اور کم طاقت ہو اس رسول کو جھٹلاتے اور ایذا پہنچاتے ہو جو خاتم الانبیاء اور سید الرسل ہیں سمجھ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟۔ مانا کہ اس نبی رحمت کے مبارک وجود کی وجہ سے اگر دنیوی عذاب تم پر نہ بھی آئے تو اخروی زبردست عذاب تو تم سے دور نہیں ہو سکتے؟ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو نکالا اور آپ ﷺ نے غار میں آ کر اپنے آپ کو چھپایا' اس وقت مکہ کی طرف توجہ کی اور فرمانے لگے اے مکہ! تو تمام شہروں سے زیادہ اللہ کو پیارا اور اسی طرح مجھے بھی تمام شہروں سے زیادہ پیارا تو ہے اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو میں

① [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجھاد باب ١٦٤ ۔ وصحیح بخاری: کتاب المغازی باب ١٧ ۔ مسند احمد: ٢٩٣/٤ ابن حبان ٤٧٣٨

② [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب المومن یاکل فی معی واحد (٥٣٩٦) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب المومن یاکل فی معی واحد (٢٠٦٢) ابن ماجه : کتاب الاطعمة (٣٣٥٦) موطا : کتاب فی صفة النبی (٩-١٠)]

ہرگز نہ نکلتا۔ پس تمام حد سے گزر جانے والوں میں سب سے بڑا حد سے گزر جانے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نکل جائے یا حرم الٰہی میں اپنے قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے تعصب کی بناء پر قتل کرے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿١٥﴾

کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے؟ جس کے لئے اس کا برا کام زینت بنا دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو؟ ○ اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے' یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں' اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا' اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کو بڑی لذت ہے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں' اور ان کیلئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی ○

جنت میں دودھ' پانی اور شہد کی نہریں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص دین اللہ میں یقین کے درجے تک پہنچ چکا ہو' جسے بصیرت حاصل ہو چکی ہو۔ فطرت صحیحہ کے ساتھ ساتھ ہدایت و علم بھی ہو' وہ اور وہ شخص جو بداعمالیوں کو نیک کاریاں سمجھ رہا ہو' جو اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہوا ہو' یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے ﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى﴾ [1] یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی وحی کو حق ماننے والا اور ایک اندھا برابر ہو جائے اور ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ [2] یعنی جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی کامیاب اور مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر جنت کے اور اوصاف بیان فرماتا ہے کہ اس میں پانی کے چشمے ہیں جو پانی کبھی بگڑتا نہیں' متغیر نہیں ہوتا' سڑتا نہیں' نہ بدبو پیدا ہوتی ہے' بہت صاف موتی جیسا ہے' کوئی گدلا پن نہیں' کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں' اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جن کا مزہ کبھی نہیں بدلتا' بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف' شفاف اور بامزہ' پرذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ

---

[1] [سورۃ الرعد : آیت ١٩]

[2] [سورۃ الحشر : آیت ٢٠]

جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا ہوا[1] بلکہ قدرتی ہے۔اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کردیں' دماغ کشادہ کردیں۔جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی ہے نہ بدنظر ہے۔بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار' جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں' نہ منہ سے بدبو آئے' نہ بک جھک لگے' نہ سر میں درد ہو' نہ چکر آئیں' نہ بہکیں' نہ بھٹکیں' نہ نشہ چڑھے' نہ عقل جائے' حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں۔جو بہت صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا کیا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ' پانی' شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔[2] ابن مردویہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔[3] ایک اور حدیث میں ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔[4] طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر نے وہ جب وفد میں آئے تھے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سر درد نہ بگڑنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوہ جات عجیب وغریب بے مثل وبالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے' ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔[5] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدائی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں نہیں نہیں قسم اللہ کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی مشک خالص ہے۔پھر فرماتا ہے وہاں ان کیلئے ہر طرح کے میوے اور پھل پھول ہیں۔جیسے اور جگہ فرمایا ﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ﴾[6] الخ' یعنی وہاں

---

[1] [ابن ابی شیبة فی المصنف (٦٧/٨) بیهقی فی البعث والنشور (٢٩٣)]

[2] [صحیح :ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ما جاء فی صفة انهار الجنة (٢٥٧١) مسند احمد (٥/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٤١٦/٤) مسند طیالسی (٥٣١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس سیاق کے ساتھ اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٩٧٣١)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (٢٦٣٥)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠) مسند احمد (٣٣٥/٢)]

[5] [زوائد المسند (١٣/٤) طبرانی کبیر (٢١١/١٩)]

[6] [سورة الدخان : آیت ٥٥]

نہایت امن وامان کے ساتھ وہ ہر قسم کے میوے منگوائیں گے اور کھائیں گے ایک اور آیت میں ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ [1] الخ' دونوں جنتوں میں ہر ایک قسم کے میووں کے جوڑے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کیلئے حلال کر چکا ہے۔ انہیں نواز چکا ہے اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ جنتوں کی یہ دھوم دھام اور نعمتوں کے بیان کے بعد فرماتا ہے کہ دوسری جانب جہنمیوں کی یہ حالت ہے کہ جہنم کے درکات میں جل بھلس رہے ہیں اور وہاں سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں' اور سخت پیاس کے موقعہ پر وہ کھولتا ہوا گرم پانی جو دراصل آگ ہی ہے لیکن بشکل پانی انہیں پینے کیلئے ملتا ہے کہ ایک گھونٹ اندر جاتے ہی آنتیں کٹ جاتی ہیں' اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر بھلا اس کا اور اس کا کیا میل؟ کہاں جنتی کہاں جہنمی کہاں نعمت کہاں زحمت یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾

ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تیری طرف کان لگائے ہیں' یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی کے) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں ○ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ○ پس یہ تو صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے' پس یقیناً اس کی بھی علامتیں تو آ چکی ہیں' پھر جبکہ ان کے پاس قیامت آ جائے' انہیں نصیحت حاصل کرنا کہاں ہو گا؟ ○ سو (اے نبی!) تو یقین کر لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کر اور مومن مردوں اور عورتوں کے حق میں بھی' اللہ تمہاری آمد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے ○

منافقوں کی کند ذہنی: منافقوں کی کند ذہنی اور بے علمی' ناسمجھی اور بے وقوفی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود مجلس میں شریک ہونے کے کلام رسول سن لینے کے پاس بیٹھے ہونے کے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجلس کے خاتمے کے بعد اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیا کیا کہا؟ یہ ہیں جن کے دلوں پر مہر اللہ لگ چکی ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ گئے ہیں' فہم صریح اور قصد صحیح ہے ہی نہیں' پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ ہدایت کا قصد

[1] [سورۃ الرحمن : آیت ٥٢]

کرتے ہیں انہیں خود اللہ بھی توفیق دیتا ہے اور ہدایت نصیب فرماتا ہے پھر اس پر جم جانے کی ہمت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کی ہدایت بڑھاتا رہتا ہے اور انہیں رشد و ہدایت الہام فرماتا رہتا ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ تو اسی انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے۔ تو یہ معلوم کر لیں کہ اس کے قریب ہونے کے نشانات تو ظاہر ہو چکے ہیں' جیسے اور موقعہ پر ارشاد ہوا ہے ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ ① الخ' یہ ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں سے' قریب آنے والی قریب آ چکی ہے' اور بھی ارشاد ہوتا ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ② الخ' قیامت قریب ہو گئی اور چاند پھٹ گیا اور فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ③ الخ' لوگوں کا حساب قریب آ گیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں' پس حضور ﷺ کا نبی ہو کر دنیا میں آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ آپ رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں' آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کی اور حضور ﷺ نے قیامت کی شرطیں اور اس کی علامتیں اس طرح بیان فرما دیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں کی تھی' جیسے کہ اپنی جگہ وہ سب بیان ہوئی ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا آنا قیامت کی شرطوں میں سے ہے' چنانچہ خود آپ کے نام حدیث میں یہ آئے ہیں۔ نبی التوبہ' نبی الملحمہ' حاشر جس کے قدموں پر لوگ جمع کیے جائیں' عاقب جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو۔ ④ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو اٹھا کر فرمایا میں اور قیامت مثل ان دونوں کے بھیجے گئے ہیں۔ ⑤ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کو قیامت قائم ہو جانے کے بعد نصیحت وعبرت کیا سود مند ہوگی؟ جیسے ارشاد ہے ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ ⑥ اس دن انسان نصیحت حاصل کر لے گا لیکن اس کیلئے نصیحت ہے کہاں؟ یعنی قیامت کے دن کی عبرت بے سود ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ⑦ یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہم قرآن پر ایمان لائے حالانکہ اب انہیں ایسے دور از امکان پر دسترس کہاں ہو سکتی ہے؟ یعنی ان کا ایمان اس وقت بے سود ہے' پھر فرماتا ہے اے نبی جان لو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے کوئی اور نہیں' یہ دراصل خبر دینا ہے اپنی وحدانیت کی' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ اس بے علم کا حکم دیتا ہو۔ اسی لئے اس پر عطف ڈال کر فرمایا اپنے گناہوں کا اور مومن مرد و عورت کے گناہوں کا استغفار کرو' صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ هَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ﴾ یعنی اے اللہ میری خطاؤں اور میری جہالت کو اور میرے کاموں میں مجھ سے جو زیادتی ہوگئی

---

① [النجم : ۵۶-۵۷] ② [القمر : ۱] ③ [الانبیاء : ۱]

④ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل (۱۲۴-۱۲۵) مسند احمد (۴/۳۹۵)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری (۴۹۳۶) صحیح مسلم : کتاب الفتن (۲۹۵۱) مسند احمد (۴/۳۰۹)]

⑥ [سورة الفجر : آیت ۲۳] ⑦ [سورة سبا : آیت ۵۲]

ہواس کواوراس چیز کو جسے تو مجھ سے بہت زیادہ جاننے والا ہے بخش۔ اے اللہ میرے بے قصد گناہوں کو اور میرے عزم سے کیئے ہوئے گناہوں کو اور میری خطاؤں کو اور میرے قصد کو بخش دے اور یہ تمام میرے پاس ہے۔ ① اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ اپنی نماز کے آخر میں کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾ یعنی اے اللہ میں نے جو کچھ پہلے گناہ کیئے ہیں اور جو چھپا کر کیئے ہیں اور جو ظاہر کیئے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ② اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے رب کی طرف توبہ کرو پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ہر ایک دن میں ستر بار سے بھی زیادہ۔ ③ مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ کے کھانے میں سے کھانا کھایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ ﷺ کو بخشے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور تجھے بھی۔ تو میں نے کہا کیا میں آپ ﷺ کیلئے استغفار کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور اپنے لئے بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اپنے گناہوں اور مومن مردوں اور باایمان عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے داہنے کھوے یا بائیں ہتھیلی کو دیکھا وہاں کچھ جگہ ابھری ہوئی تھی جس پر گویا تل تھے۔ اسے مسلم، ترمذی، نسائی، وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

ابو یعلی میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا اور استغفر الله کا کہنا لازم پکڑو اور انہیں بکثرت کہا کرو اس لئے کہ ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے ان دونوں کلموں سے ہلاک کیا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو انہیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیا پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ ایک اور اثر میں ہے کہ ابلیس نے کہا اللہ! مجھے تیری اور تیرے جلال کی قسم جب تک کسی شخص کی روح اس کے جسم میں ہے میں اسے بہکاتا رہوں گا پس اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے بھی قسم ہے اپنی بزرگی اور بڑائی کی کہ میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ ⑤ استغفار کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب قول النبی اللھم اغفرلی ما قدمت (٦٣٩٨) صحیح مسلم (٢٧١٩)]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلوۃ المسافرین : باب الدعا فی صلاۃ اللیل وقیامہ (٧٧١) ابو داؤد (٥٠٩) ترمذی (٣٤٢٢) مسند احمد (١٠٢/١)]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب استغفار النبی فی الیوم واللیلۃ (٦٣٠٧) صحیح مسلم (٢٧٠٢ـ ٤٢)]

④ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب اثبات خاتم النبوۃ (٢٣٤٦) مسند احمد (٨٢/٥)]

⑤ [ضعیف ولہ شواھد : مسند احمد (٧٦/٣)] اس کی سند تو ضعیف ہے جیسا کہ شیخ شعیب ارناؤط نے فرمایا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (١١٧٢٩)] البتہ اسی مفہوم کی صحیح احادیث بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے: صحیح الجامع الصغیر (١٦٥٠) صحیح الترغیب (١٦١٧) السلسلۃ الصحیحۃ (...)

ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا دن میں ہیر پھیر اور تصرف کرنا اور تمہارا رات کو جگہ پکڑنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ [1] یعنی اللہ وہ ہے جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتا ہے۔ ایک اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ﴾ [2] الخ یعنی زمین پر جتنے بھی چلنے والے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ان کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام جانتا ہے یہ سب باتیں واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ابن جریج رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد آخرت کا ٹھکانہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارا چلنا پھرنا دنیا میں اور تمہاری قبروں کی جگہ اسے معلوم ہے لیکن اول قول ہی زیادہ اولیٰ اور زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پھر جب کوئی صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پس بہت بہتر تھا ○ ان کیلئے فرمان کا بجالانا اور اچھی بات کا کہنا' پھر جب کام مقرر ہو جائے تو اگر اللہ سے سچے رہیں تو ان کیلئے بہتری ہے ○ اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو ○ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی گئی ○

جہاد کے حکم پر عمل ایمان کا ثبوت: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن تو جہاد کے حکم کی تمنا کرتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ جہاد کو فرض کر دیتا ہے اور اس کا حکم نازل فرما دیتا ہے تو اس سے اکثر لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ﴾ [4] الخ یعنی کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک

---

[1] [الانعام: ٦٠]　[2] [ھود: ٦]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۸/۱۱)]　[4] [سورۃ النسآء: آیت ۷۷]

فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اللہ کا ڈر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگے اے ہمارے رب ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کر دیا تو نے ہم کو قریب کی مدت تک ڈھیل کیوں نہ دی؟ تو کہہ کہ دنیا کی متاع بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کیلئے آخرت بہت ہی بہتر ہے اور تم پر بالکل ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایمان والے تو جہاد کے حکموں کی آیتوں کے نازل ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ لیکن منافق لوگ جب ان آیتوں کو سنتے ہیں تو لوجہ اپنی گھبراہٹ بوکھلاہٹ اور نامردی کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح تجھے دیکھنے لگتے ہیں جیسے موت کی غشی والا۔ پھر انہیں مردمیدان بننے کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے ان کے حق میں بہتر تو یہ ہوتا کہ یہ سنتے مانتے اور جب موقعہ آ جاتا معرکہ کارزار گرم ہوتا تو نیک نیتی سے جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔ پھر فرمایا قریب ہے کہ تم جہاد سے رک رہو اور اس سے بچنے لگو تو زمین میں فساد کرنے لگو اور صلہ رحمی توڑنے لگو یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حالت تمہاری تھی وہی تم میں لوٹ آئے۔ پس فرمایا ایسے لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور یہ رب کی طرف سے بہرے اندھے ہیں۔ اس میں زمین میں فساد کرنے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصاً ممانعت ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے' صلہ رحمی کے معنی ہیں قرابت داروں سے بات چیت میں' کام کاج میں سلوک واحسان کرنا' اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثیں مروی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا' اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں؟ کہ تیرے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ﴾ الخ'[1] اور سند سے ہے کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا۔ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کوئی گناہ اتنا بڑا اور اتنا برا نہیں جس کی بہت جلدی سزا دنیا میں اور پھر اس کی برائی آخرت میں بہت بڑی پہنچتی ہو بہ نسبت سرکشی بغاوت اور قطع رحمی کے۔[2] مسند احمد میں ہے جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑی ہو اور روزی کشادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے۔[3] اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میرے نزدیکی قرابت دار مجھ سے تعلق توڑتے رہتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا رہتا ہوں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورة محمّد (٤٨٣٠-٤٨٣١) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها (٢٥٥٤) مسند احمد (٢/٣٣٠)]

[2] [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی النهی عن البغی (٤٩٠٢) ابن ماجه : کتاب الزهد (٤٢١١) ترمذی : کتاب صفة القیامة (٢٥١١) مسند احمد (٥/٣٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٥/٢٧٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢٤٠١)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اور وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے ہیں تو کیا میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو تم سب کے سب چھوڑ دیئے جاؤ گے' تو صلہ رحمی پر ہی رہ اور یاد رکھ جب تک تو اس پر باقی رہے گا اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔① بخاری وغیرہ میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا صلہ رحمی عرش سے لٹکی ہوئی ہے حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ صحیح معنوں میں رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ تو اسے کاٹتا جائے وہ تجھ سے جوڑتا جائے۔②

مسند احمد میں ہے صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے وہ بہت صاف اور تیز زبان میں بولے گی پس وہ کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔③ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے' اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ خود توڑتا ہے۔④ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کیلئے لوگ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم نے صلہ رحمی کی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے میں رحمٰن ہوں اور رحم کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے اسے جوڑنے والے کو میں جوڑوں گا اور اس کے توڑنے والے کو میں توڑ دوں گا۔⑤ اور حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں روحیں ملی جلی ہیں جو روز ازل میں میل کر چکی ہیں وہ یہاں یگانگت برتتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے یہاں بھی وہ دور رہتی ہیں۔⑥ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب زبانی دعوے بڑھ جائیں' عملی کام گھٹ جائیں' زبانی میل جول ہو' دلی بغض وعداوت ہو' رشتے دار رشتے دار سے بدسلوکی کرے اس وقت ایسے لوگوں پر لعنت اللہ نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی جاتی ہیں۔⑦ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

① [حسن لغیرہ : مسند احمد (۲/۱۸۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٧٠٠)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب لیس الواصل بالمکافی (۵۹۹۱) ترمذی (۱۹۰۸) مسند احمد (۲/۱۹۳)]

③ [ضعیف : مسند احمد (۲/۱۸۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٧٧٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الادب : باب فی الرحمة (۴۹۴۱) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی رحمة الناس (۱۹۲۴) مسند احمد (۲/۱۶۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

⑤ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الزکاة : باب فی صلة الرحم (۱۶۹۴) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی قطیعة الرحم (۱۹۰۷)] امام ترمذیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

⑥ [صحیح بالشواهد : طبرانی کبیر (۶۱۷۲) مجمع الزوائد (۱۰۱/۱۳)]

⑦ [ضعیف : طبرانی کبیر (۶۱۷۰)] اس کی سند میں حجاج راوی ضعیف ہے۔]

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ښ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ ع

کیا یہ قرآن میں غور و تامل نہیں کرتے؟ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں ○ جو لوگ اپنی پیٹھ پر الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کیلئے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا ہے یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے' اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پس ان کی کیسی درگت ہوگی جبکہ فرشتے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے ○ یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ کو بیزار کر دیا اور انہوں نے اس کی رضا مندی کو برا جانا' پس اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے ○

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں غور و فکر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پرواہی کرنے اور منہ پھیر لینے سے روکتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ غور و تامل تو کجا' ان کے تو دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں' کوئی کلام اس میں اثر ہی نہیں کرتا۔ اندر جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے جبکہ جانے کی راہ نہ پائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ایک نوجوان یمنی نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں جب تک اللہ نہ کھولے اور الگ نہ کرے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔[1] پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے' دراصل شیطان نے اس کار بد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر سزا ہے ان کے اس نفاق کی جو ان کے دل میں تھا جس کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے۔ کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا کرنے کیلئے ان کے باطن میں باطل پر موافقت کر کے کہتے تھے گھبراؤ نہیں ابھی ابھی ہم بھی بعض امور میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لیکن یہ باتیں اس اللہ سے تو چھپ نہیں سکتیں جو اندرونی و بیرونی حالات سے یکسر اور یکساں واقف ہو' جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی سنتا ہو جس کے علم کی انتہا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کو آئیں گے۔ جیسے ارشاد باری ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٢١)]

وَاَدۡبَارَهُمۡ ﴾ ① الخ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ان کافروں کی روحیں فرشتے قبض کرتے ہوئے ان کے منہ پر طمانچے اور ان کی پیٹھ پر کے مارتے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَوۡ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ ② الخ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ ظالم سکرات موت میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ان کی طرف مارنے کیلئے پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب کئے جائیں گے اس لئے کہ تم اللہ کے ذمے ناحق کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں میں تکبر کرتے تھے۔ یہاں ان کا گناہ بیان کیا گیا کہ ان کاموں اور باتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے جن سے اللہ ناخوش ہو اور اللہ کی رضا سے کراہیت کرتے تھے۔ پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَنۡ لَّنۡ یُّخۡرِجَ اللّٰهُ اَضۡغَانَهُمۡ ۞ وَلَوۡ نَشَآءُ
لَاَرَیۡنٰكَهُمۡ فَلَعَرَفۡتَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ ؕ وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ
اَعۡمَالَكُمۡ ۞ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۠
اَخۡبَارَكُمۡ ۞

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر ہی نہ کرے گا ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان سب کو تجھے دکھا دیتے پس تو انہیں ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتا ہے اور یقیناً تو انہیں ان کی بات کے ڈھب سے ہی پہچان لے گا' تمہارے سب کام اللہ کو معلوم ہیں ○ یقیناً ہم تمہارا امتحان کر کے تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والوں کو صاف معلوم کریں گے اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کریں گے ○

کیا منافقوں کی عیاری ظاہر نہیں ہوگی؟ یعنی کیا منافقوں کا خیال ہے کہ ان کی مکاری اور عیاری کا اظہار اللہ مسلمانوں پر کرے گا ہی نہیں؟ یہ بالکل غلط خیال ہے' اللہ ان کا مکر اس طرح واضح کر دے گا کہ ہر عقلمند انہیں پہچان لے اور ان کی بدباطنی سے بچ سکے۔ ان کے بہت سے احوال سورۂ براءۃ میں بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی بہت سی خصلتوں کا ذکر وہاں کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس سورت کا دوسرا نام ہی فاضحہ رکھ دیا گیا یعنی منافقوں کو فضیحت کرنے والی۔ اَضۡغَانَ جمع ہے ضغن کی ضغن کہتے ہیں دلی حسد و بغض کو۔ اس کے بعد اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود تمہیں دکھا دیں پس تم انہیں کھلم کھلا جان جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا ان تمام منافقوں کو بتلا نہیں دیا تاکہ اس کی مخلوق پر پردہ پڑا رہے ان کے عیوب پوشیدہ رہیں' ہر ایک کی نگاہ میں ان کی ذلت نہ ہو۔ امور اسلامی ظاہر داری پر رہیں اور باطنی حساب اسی ظاہر و باطن جاننے والے کے ہاتھ رہے' لیکن ہاں تم ان کی بات چیت کے طرز اور کلام کے ڈھنگ سے ہی انہیں صاف پہچان لو گے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی راز کو پردہ میں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس پر عیاں کر دیتا ہے' وہ بہتر

---

① [سورۃ الانفال: آیت ۵۰] ② [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

ہے تو اور بدتر ہے تو۔ ہم نے شرح صحیح بخاری کے شروع میں عملی اور اعتقادی نفاق کا بیان پوری طرح کر دیا ہے جس کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ حدیث میں منافقوں کی ایک جماعت کی تعیین آ چکی ہے۔[1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ اے فلاں کھڑا ہو جا' یہاں تک کہ چھتیس اشخاص کے نام لئے۔ پھر فرمایا ''تم میں'' یا ''تم میں سے'' منافق ہیں' پس اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے وہ اس وقت کپڑے میں اپنا منہ لپیٹے ہوئے تھا' آپ اسے خوب جانتے تھے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے حضور ﷺ کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھے غارت کرے۔[2] پھر فرمایا ہم حکم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خوب آزما کر معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں؟ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزمائیں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں تو یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دکھا دے' اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس جیسے مواقع پر لِنَعْلَمَ کے معنی کرتے تھے لِنَرٰی یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝
فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ
اَعْمَالَكُمْ ۝

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت ظاہر ہو چکی یہ یقیناً ہرگز ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ کریں گے' عنقریب ان کے اعمال وہ غارت کر دے گا ○ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو ○ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا پھر کفر کی حالت میں ہی مر گئے یقین کر لو کہ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا ○ پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر اس حال میں نہ اتر آؤ کہ تم ہی بلند و غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ناممکن ہے کہ وہ تمہارے اعمال ضائع کر دے ○

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۷۰۲)] مجمع الزوائد (۱۷۶۷۶)] اس کی سند میں حامد راوی کذاب اور محمد عزری متروک ہے، جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۵/۲۷۳) مجمع الزوائد (۱/۱۱۲)] اس میں عیاض راوی مجہول ہے۔]

پیغمبر کے نافرمان اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفر کرنے والے' راہ اللہ کی بندش کرنے والے' رسول کی مخالفت کرنے والے' ہدایت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے' اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں' کل قیامت والے دن یہ خالی ہاتھ ہوں گے ایک نیکی بھی ان کے پاس نہ ہوگی۔ جس طرح نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اسی طرح ان کے بدترین جرم وگناہ ان کی نیکیاں برباد کردیں گے۔ امام احمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث لائے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ﴾ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کہ شرک کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اس پر آیت ﴿اَطِيْـعُـوا اللّٰـهَ﴾ الخ' اتری اب اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اس سے ڈرنے لگے کہ گناہ نیکیوں کو باطل نہ کردیں۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ہر نیکی بالیقین مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو کہنے لگے کہ ہمارے اعمال کو برباد کرنے والی چیز کبیرہ گناہ اور برائیاں ہیں' یہاں تک کہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ﴾ الخ نازل ہوئی' اب اس بارے میں کوئی بات کہنے سے رک گئے اور کبیرہ گناہ اور بدکاریاں کرنے والے پر انہیں خوف رہتا تھا اور ان سے بچنے والے کے لئے امید رہتی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کیلئے دنیا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ سے کفر کرنے والے' راہ اللہ سے روکنے والے اور کفر ہی میں مرنے والے اللہ کی بخشش سے محروم ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔

اس کے بعد جناب باری عزاسمہٗ فرماتا ہے کہ اے میرے مومن بندو! تم دشمنوں کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار نہ کرو اور ان سے دب کر صلح کی دعوت نہ دو حالانکہ قوت وطاقت میں' زور وغلبہ میں' تعداد واسباب میں تم قوی ہو۔ ہاں جبکہ کافر قوت میں' تعداد میں' اسباب میں' تم سے زیادہ ہوں اور مسلمانوں کا امام مصلحت صلح میں ہی دیکھے تو ایسے وقت بیشک صلح کی طرف جھکنا جائز ہے' جیسے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر کیا جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ جانے سے روکا تو آپ نے دس سال تک لڑائی بند رکھنے اور صلح قائم رکھنے پر مصالحت کرلی۔ پھر ایمان والوں کو بہت بڑی بشارت وخوشخبری سناتا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اس وجہ سے نصرت وفتح تمہاری ہی ہے' تم یقین مانو کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی وہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کا پورا پورا اجر وثواب تمہیں عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾ ع

زندگانی دنیا تو صرف کھیل کود ہے' اگر تم یقین کرو گے اور بچ کر چلو گے تو اللہ تمہیں ثواب دے گا وہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگتا ○ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم اس وقت بخیلی کرنے لگو گے اور وہ بخیلی تمہارے کینے ظاہر کر دے گی ○ خبردار تم ہو وہ لوگ کہ بلائے جاتے ہو کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو' پھر تم میں سے بعض بخیلی کرنے لگتے ہیں جو بخل کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخیلی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے اور تم فقیر اور محتاج ہو' اور اگر تم روگرداں ہو جاؤ گے تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے ○

سخاوت کا فائدہ اور بخیلی کا نقصان: دنیا کی حقارت اور اس کی قلت و ذلت بیان ہو رہی ہے کہ اس سے سوائے کھیل تماشے کے اور کچھ حاصل نہیں' ہاں جو کام اللہ کیلئے کئے جائیں وہ باقی رہ جاتے ہیں' پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ذات بے پرواہ ہے' تمہارے بھلے کام تمہارے ہی نفع کیلئے ہیں' وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں' اس نے جو تمہیں خیرات کا حکم دیا ہے وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غرباء فقراء کی پرورش ہو اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو۔ پھر انسان کے بخل اور بخل کے بعد دلی کینے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا مال کے نکالنے میں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور اس کا نکالنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہو رہا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ بخیلی کا وبال اسی پر پڑے گا' صدقے کی فضیلت اور اس کے اجر سے بھی محروم رہے گا۔ اللہ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بھکاری ہیں۔ غنا اللہ تعالیٰ کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے۔ نہ یہ اس سے کبھی الگ ہوں نہ وہ اس سے' پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہو گئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہو گی بلکہ وہ سننے ماننے والے حکم بردار' نافرمانیوں سے بیزار ہوں گے۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ہے [1] کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ ﷺ نے پوچھا کہ حضور ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی ﷺ کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم' اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں بعض ائمہ جرح و تعدیل نے کچھ کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ محمد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفتح

صحیح بخاری' صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مغفل ﷺ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال اثناء سفر میں راہ چلتے رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر ہی سورۂ فتح کی تلاوت کی اور ترجیع سے پڑھ رہے تھے۔ اگر

---

[1] [صحیح مسلم (٢٥٤٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٣١٤٤٢)]

مجھے لوگوں کے جمع ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کی تلاوت کی طرح ہی تلاوت کر کے تمہیں سنا دیتا۔[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ② وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا
عَزِيْزًا ③

شروع اللہ نہایت مہربان بہت رحم والے کے نام سے

بیشک (اے نبی!) ہم نے تجھے ایک ظاہر فتح دی ہے' تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ معاف فرمادے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کرے اور تجھے سیدھی راہ چلائے ○ اور تجھے ایک زبردست مدد دے ○

ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ کو چلے لیکن راہ میں مشرکین مکہ نے روک دیا اور مسجد الحرام کی زیارت سے مانع ہوئے پھر وہ لوگ صلح کی طرف جھکے اور حضور ﷺ نے بھی اس بات پر کہ آپ اگلے سال عمرہ ادا کریں گے ان سے صلح کر لی جسے صحابہ ؓ کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی جس میں خاص قابل ذکر ہستی حضرت عمر ؓ کی ہے آپ نے وہیں اپنی قربانیاں کیں اور لوٹ گئے جس کا پورا واقعہ ابھی اسی سورت کی تفسیر میں آ رہا ہے' ان شاء اللہ۔ پس لوٹتے ہوئے راہ میں یہ مبارک سورت آپ پر نازل ہوئی' جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور اس صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا۔ ابن مسعود ؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ تم تو فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔[2] حضرت جابر ؓ سے بھی یہی مروی ہے[3] صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء ؓ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح گنتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس موقعہ پر تھے حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا ہم نے اس میں سے پانی اپنی ضرورت کے مطابق لینا شروع کیا تھوڑی دیر میں پانی بالکل ختم ہو گیا ایک قطرہ بھی نہ بچا آخر پانی نہ ہونے کی شکایت حضور ﷺ کے کانوں تک پہنچی آپ اس کنویں کے پاس آئے اس کے کنارے بیٹھ گئے اور پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا جس میں کلی بھی کی پھر کچھ دعا کی اور وہ پانی اس کنویں میں ڈلوا دیا' تھوڑی دیر بعد جو ہم نے دیکھا تو وہ پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا ہم نے بھی پیا اور جانوروں نے بھی پیا اپنی حاجتیں پوری کیں اور سارے

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب أین رکز النبی الرایة یوم الفتح (٤٢٨١) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین وقصرها (٧٩٤) مسند احمد (٥/٥٤)]

② [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلوة المسافرین : باب ذکر قراء النبی سورة الفتح (٧٩٤) مسند احمد (٤/٨٥)]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (١١/٣٣٢)]

برتن بھر لئے۔① مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تین مرتبہ میں نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ دیا اب تو مجھے سخت ندامت ہوئی اس امر پر کہ افسوس! میں نے حضور ﷺ کو تکلیف دی آپ جواب دینا نہیں چاہتے اور میں خواہ مخواہ سر ہوتا رہا۔ پھر مجھے ڈر لگنے لگا کہ میری بے ادبی پر میرے بارے میں کوئی وحی آسمان سے نہ نازل ہو چنانچہ میں نے اپنی سواری کو تیز کیا اور آگے نکل گیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کوئی منادی میرے نام کی ندا کر رہا ہے' میں نے جواب دیا تو اس نے کہا چلو تمہیں حضور ﷺ یاد فرماتے ہیں' اب تو میرے ہوش گم ہو گئے کہ ضرور کوئی وحی نازل ہوئی اور میں ہلاک ہوا جلدی جلدی حاضر حضور ﷺ ہوا تو آپ نے فرمایا گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت اتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے ﴿إِنَّا فَتَحْنَا﴾ الخ' کی تلاوت کی۔② یہ حدیث بخاری' ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ﴾ الخ' نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر ایک آیت اتری ہے جو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا حضور ﷺ یہ تو ہوئی آپ کیلئے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے ﴿عَظِيمًا﴾ تک نازل ہوئی (بخاری و مسلم)③ حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ قاری قرآن تھے فرماتے ہیں حدیبیہ سے ہم واپس آ رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگائے لئے جا رہے ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے سب کے ساتھ پہنچے آپ اس وقت کراع الغمیم میں تھے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی تھی ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ فتح ہے' خیبر کی تقسیم صرف انہی پر کی گئی جو حدیبیہ میں موجود تھے اٹھارہ حصے بنائے گئے کل لشکر پندرہ سو کا تھا جس میں تین سو گھوڑ سوار تھے پس سوار کو دوہرا حصہ ملا اور پیدل کو اکہرا۔ (ابوداؤد وغیرہ)④ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے آتے ہوئے ایک جگہ رات گزارنے کیلئے ہم اتر کر سو گئے تو ایسے سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد جاگے' دیکھا کہ حضور ﷺ بھی سوئے ہوئے ہیں ہم نے کہا آپ کو جگانا چاہئے کہ آپ خود جاگ گئے اور فرمانے لگے جو کچھ کرتے تھے کرو اور اسی طرح

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٥٠)]

② [صحیح : مسند احمد (٣١/١) صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیۃ (٤١٧٧)]

③ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیہ (٤١٧٢) صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب صلح الحدیبیہ (١٧٨٦) مسند احمد (١٢٢/٣)]

④ [ضعیف : مسند احمد (٤٢٠/٣) مستدرک حاکم (١٣١/٢) ابو داؤد : کتاب الجہاد (٢٧٣٦)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود (٥٨٧)]

کرے جو سو جائے یا بھول جائے۔اسی سفر میں حضور ﷺ کی اونٹنی کہیں گم ہو گئی ہم ڈھونڈنے کو نکلے تو دیکھا کہ ایک درخت میں نکیل اٹک گئی ہے اور وہ رکی کھڑی ہے اسے کھول کر حضور ﷺ کے پاس لائے آپ سوار ہوئے اور ہم نے کوچ کیا ناگہاں راستے میں ہی آپ پر وحی آنے لگی وحی کے وقت آپ پر بہت دشواری ہوتی تھی' جب وحی ہٹ گئی تو آپ نے ہمیں بتایا کہ آپ پر سورۂ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا﴾ الخ' اتری ہے (ابوداؤد نسائی مسند وغیرہ) ①

حضور ﷺ نوافل تہجد وغیرہ میں اس قدر وقت لگاتے کہ پیروں پر ورم چڑھ جاتا تو آپ سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرما دیئے؟ آپ نے جواب دیا کیا پھر میں اللہ کا شکر گزار غلام نہ بنوں؟ (بخاری ومسلم) ② اور روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں (مسلم) ③ پس مبین سے مراد کھلی صریح' صاف ظاہر ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی وجہ سے بڑی خیر و برکت حاصل ہوئی' لوگوں میں امن وامان ہوا مومن کافروں میں بول چال شروع ہو گئی علم اور ایمان کے پھیلانے کا موقعہ ملا' آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی یہ آپ کا خاصہ ہے جس میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں۔ ہاں بعض اعمال کے ثواب میں یہ الفاظ اوروں کیلئے بھی آئے ہیں' اس میں حضور ﷺ کی بہت بڑی شرافت وعظمت ہے' آپ اپنے تمام کاموں میں بھلائی' استقامت اور فرمانبرداری الٰہی پر مستقیم تھے ایسے کہ اولین وآخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا' آپ تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ اکمل انسان اور دنیا اور آخرت میں کل اولاد آدم کے سردار اور رہبر تھے' اور چونکہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اللہ کے فرمانبردار اور سب سے زیادہ اللہ کے احکام کا لحاظ کرنے والے تھے اسی لئے جب آپکی اونٹنی آپ کو لے کر بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک لیا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج یہ کفار مجھ سے جو مانگیں گے دوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمت کی ہتک نہ ہو' ④ پس جب آپ نے اللہ کی امان لی' صلح کو قبول کر لیا تو اللہ عزوجل نے فتح کی سورت اتاری اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتیں آپ پر پوری کیں اور شرع عظیم اور دین قدیم کی طرف رہبری کی' اور آپ کے خشوع خضوع کی وجہ سے اللہ نے آپ کو بلند و بالا کیا' آپ کی تواضع' فروتنی' عاجزی اور انکساری کے بدلے آپ کو عز و جاہ و مرتبہ ومنصب

---

① [صحیح ابو داؤد : کتاب الصلوۃ : باب فی من نام عن صلاۃ او نسیھا (٤٤٧) مسند احمد (١/٤٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

② [صحیح صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك (٤٨٣٦)، (١١٣٠) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب اکثارالاعمال والاجتهاد فی العبادة (٢٨١٩) ابن ماجه : کتاب الاقامة (٤١٩) ترمذی کتاب الصلوة (٤١٢) مسند احمد (٤/٢٥٥)]

③ [صحیح صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب اکثار الاعمال والاجتهاد فی العبادة (٢٨٢٠) مسند احمد (٦/١١٥)]

④ [صحیح صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب (٢٧٣١) مسند احمد (٤/٣٢٩)]

عطا فرمایا' آپ کے دشمنوں پر آپ کو غلبہ دیا' چنانچہ خود آپ کا فرمان ہے بندہ درگزر کرنے سے عزت میں بڑھ جاتا ہے اور عاجزی اور انکساری کرنے سے بلندی اور عالی مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ [1] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تو نے کسی کو جس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو ایسی سزا نہیں دی کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ
وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۟ۙ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُكَفِّرَ عَنْهُمْ
سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۟ۙ وَّیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ
وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ
دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ
مَصِیْرًا ۟ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۟

وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں' آسمانوں اور زمین کے کل لشکر اللہ ہی کے ہیں' اور اللہ تعالیٰ دانا باحکمت ہے ○ انجام کار یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہ دور کر دے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی کا حاصل کر لیتا ہے ○ اور تاکہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے جو اللہ کے ساتھ بدگمانیاں رکھنے والے ہیں' دراصل انہی پر برائی کا پھیرا ہے' اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کیلئے دوزخ تیار کی' اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمینوں کے' اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے ○

فرمانبرداروں کے دلوں میں اطمینان: سکینہ کے معنی ہیں اطمینان و رحمت اور وقار کے۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے دن جن باایمان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی بات مان لی' اللہ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا' اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے' اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے لشکروں کی کمی نہیں وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا۔ ایک فرشتے کو بھیج دیتا تو وہ ان سب کو برباد اور بے نشان کر دینے کیلئے بس کافی تھا' لیکن اس نے اپنی

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب استحباب العفو والتواضع (٢٥٨٨) ترمذی : کتاب البر والصلة (٢٠٢٩) مسند احمد (٣٨٦/٢)]

حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا جس میں اس کی حجت بھی پوری ہو جائے اور دلیل بھی سامنے آ جائے' اس کا کوئی کام علم وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو اپنی بہترین نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضور ﷺ کو مبارکباد دی اور پوچھا کہ حضور ﷺ ہمارے لئے کیا ہے؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری' کہ مومن مرد وعورت جنتوں میں جائیں گے جہاں چپے چپے پر نہریں جاری ہیں اور جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ اور ان کی برائیاں دور اور دفع کر دے انہیں ان کی برائیوں کی سزا نہ دے بلکہ معاف فرما دے درگزر کر دے' بخش دے' پردہ ڈال دے' رحم کرے اور ان کی قدر دانی کرے' دراصل یہی اصل کامیابی ہے' جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ [1] الخ یعنی جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ پھر ایک اور وجہ اور غایت بیان کی جاتی ہے کہ اس لئے بھی کہ نفاق اور شرک کرنے والے مرد وعورت جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں بدظنی کرتے ہیں رسول ﷺ اور اصحاب رسول کے ساتھ برے خیال رکھتے ہیں یہ ہیں ہی کتنے؟ آج نہیں تو کل ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا' اس جنگ میں بچ گئے تو اور کسی لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اس برائی کا دائرہ انہی پر ہے ان پر اللہ کا غضب ہے یہ رحمت الٰہیہ سے دور ہیں ان کی جگہ جہنم ہے' اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ دوبارہ اپنی قوت' قدرت' اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں سے انتقام لینے کی طاقت کو ظاہر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں' اور اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے۔



[1] [سورۂ آل عمران : آیت ١٨٥]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱–۷۷۴ھ



دارالسلام